رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۱۴

قیمت فی پرچہ عمہ

# عصر جدید

## ایک ماہانہ ریویو

جلد ۱

مقاصد

مسلمانوں میں عملیت سنجیدگی اور کفایت شعاری پھیلانا

ایڈیٹر

## خواجہ غلام الثقلین سکرٹری اصلاح تمدن

فروری و مارچ ۱۹۰۵ء

فہرست مضامین صفحہ ۲ ٹائٹل پیج پر ملاحظہ ہو۔

چند مضمون نگار نمبر ہذا کے

شمس العلماء خان بہادر منشی ذکاء اللہ سابق پروفیسر علوم شرقیہ میور کالج۔
خانصاحب مرزا سلطان احمد خاں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر
شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین حالی۔
مسٹر عبد الحافظ با عاظم میر منشی بھاونگر
خواجہ غلام الثقلین بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی چیف جج مالیرکوٹلہ۔
سید جالب احمد ایڈیٹر رسالہ ہمدرد و رئیس کڑا۔

مطبع امرت ولاس مالیرکوٹلہ میں چھپا

ضروری نوٹ۔ ہمکو افسوس ہے کہ منیجر کی علالت اور مطبع کے نئے ہونے کی وجہ سے یہ نمبر بلد عمدہ نہیں چھپا۔ معذرت قبول ہو۔ (ایڈیٹر)

# اصول صیغہ اصلاح

۱۔ **عدل و اعتدال** یعنی میانہ روی۔ پرہیزگاری۔

۲۔ **کفایت شعاری** یعنے اسراف دولت۔ اسراف و
اسراف وقت سے بچنا۔ دولت کا صرف مفید کاموں میں لگانا۔ ہمیات کے لئے احتیاط میں کمی

۳۔ **سعی و محنت**۔ گداگری بیکاری سے ... کو قابل بنا
خود کام کرنا اور ایک شخص کو کام پر لگانا۔

۴۔ **اتفاق** نیک مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے ملکر کوشش کر
اور ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

## مضامین فروری و مارچ ۱۹۰۵ء

# عصر جدید

## جمہوری رائے اور اخبارات

### (پبلک اوپینین اور پریس)

کسی سلطنت کی کل رعیت کو یا کسی قوم کی تمام افراد کو پبلک کہتے ہیں اور اسکا ترجمہ عام یا جمہور کیا جاتا ہے۔

اوپنین سے مراد یہہ ہے کہ کسی بات کا بلا اسکی شہادت و ثبوت کے دل میں سچ جاننا یا اُس کا معتقد ہونا گو یہہ ضرور نہیں کہ وہ بات اصل حقیقت میں سچ اور صحیح ہو اسکا ترجمہ رائے کیا جاتا ہے اسلیئے پبلک اوپینین کا ترجمہ عام یا جمہوری رائے کیا جاتا ہے۔ پریس کے حقیقی معنے دبانی کی کل کے ہیں مگر مجازی معنے اسکے اُس علم ادب (لٹریچر) کے ہیں جو اس کل میں دب کر چھپتا ہے خاصکر وہ لٹریچر جو اخباروں اور رسالوں سے جو اوقات معینہ پر جاری ہوتے ہیں تعلق رکھتا ہے۔ پریس کی آزادی سے مراد یہہ ہوتی ہے کہ اسمیں اخبار و رسالے و کتابیں بغیر کسی مزاحمت کے چھپیں اور انکے چھاپنے کے لئے کسی اجازت نامہ کے حاصل کرنیکی ضرورت نہ ہو اور انکا چھاپنے والا ایسی صورت میں سزا پاسکے کہ کسی شخص کی ہتک عزت کرے یا اخلاق کے بگاڑنے والے مضامین چھاپے۔ پس آگے جو مضمون لکھا جاتا ہے اسکے سمجھنے کے لئے ان انگریزی الفاظ کے معانی ذہن نشیں ہونے چاہئیں۔ یہہ مضمون میرے دلمیں اس خیال سے آیا ہے کہ میری عزیز خواجہ غلام الثقلین صاحب چیف جج ریاست مالیر کوٹلہ جو اپنے سچے دل سے یہہ کوشش کررہے ہیں کہ اصلاح تمدن اور فضول رسم و رواج دور ہوں۔ وہ جمہور کے خلاف یہہ کام کس اُمید پر کررہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں آدمی ان تین طرح سے عزت، شہرت اور ناموری حاصل کرتے ہیں۔ اول مذہب کی پابندی سے۔ دوسرے رسم و رواج کی پابندی سے۔ تیسرے ان دونوں کے بالعکس یعنے مذہب و رسم و رواج کے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۱۴

قیمت سالانہ

# عصر جدید

## ایک ماہانہ ریویو

جلد ۱

مقاصد

مسلمانوں میں عملیت سنجیدگی اور کفایت شعاری پھیلانا

ایڈیٹر

خواجہ غلام الثقلین سکرٹری اصلاح تمدن

فروری و مارچ سنہ ۱۹۰۵ء

فہرست مضامین صفحہ ۲ ٹائٹل پیج پر ملاحظہ ہو۔

چند مضمون نگار نمبر ہذا کے

شمس العلماء خان بہادر منشی ذکاء اللہ سابق پروفیسر علوم مشرقیہ میور کالج۔

خان صاحب میرزا سلطان احمد خاں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین حالی۔

مسٹر عبد الحافظ باعاقلہ میر منشی بھاؤنگر

خواجہ غلام الثقلین بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی چیف جج مالیر کوٹلہ۔

سید جالب احمد ایڈیٹر رسالہ ہمدرد و رئیس کڑا

مطبع امرت ولاس مالیر کوٹلہ میں چھپا

رائے کے موافق جمہوری رائے ہو جائیگی اسوقت بہرے بڑا کہنے والے بہت ہیں۔ مگر تعریف کرنیوالے بہت تھوڑے ہیں مگر عاقل ہیں۔ اصلاح تمدن کا ایڈیٹر بھی اس اُمید میں جمہور کے خلاف کام کرتا ہے اور سچے دل سے یقین کرتا ہے کہ جو اسکی رائے ہے وہی آئندہ زمانہ میں جمہوری رائے ہو جاویگی۔ اگر یہہ اُمید نہ ہو تو میں پہلے کہہ آیا ہوں کہ اسکو کیا سمجھنا چاہیئے۔ غرض انسان کے دلمیں پبلک اوپینین قومی بہبودی کیلئے اپنی جگہہ رکھتی ہی پہلے زمانہ میں اس پبلک اوپینین کا اظہار سلاطین و امرا کبار تبرک اشخاص و تجار کیا کرتے تھے اور تحریر کی قید میں نہیں آتے تھے۔ مگر رسم و رواج میں اپنے جلوے دکھاتے تھے مگر اب پبلک اوپینین کی قوت مسلمہ کے اظہار کا آلہ پریس بنا ہے اور زمانہ حال کی تہذیب و شائستگی میں پریس کی عظمت و شان ان بے حد و حساب بڑھ گئی ہے۔ جتنی سائنٹیفک چیزیں تعجب خیز ایجاد ہوئی ہیں۔ انمیں زیادہ تر حیرت انگیز پریس ہے وہ سب حال کی ایجادات پر فوقیت رکھتا ہے۔ مہذب قومیں تو اسکو اپنی ہستی کے لئے ایسا ہی ضروری سمجھتی ہیں جیسے ہوا کو جسکے بغیر وہ تھوڑی دیر بھی نہیں جی سکتیں انکے نزدیک تو کوئی سلطنت آزاد نہیں کہلا سکتی جبتک اسمیں پریس آزاد نہ ہو۔ اڈمنڈ برک کا مقولہ ہے کہ پریس سلطنت کی چوتھی قوت ہے جو قوانین بناتا ہے۔ سلطنت کی ان تین قوتوں کے ساتھ قانون سازی کرتا ہے ایک بادشاہ کی۔ دوسری ہوس آف لارڈز کی۔ تیسری کامنس ہوس کی۔ یہہ ایک امر واقعی ہے کہ یوروپ میں جبتک پریس سلطنت کی معاونت یا مخالفت نہ کرے نہ اسمیں حکمرانی ہو سکتی ہے نہ اسمیں قوانین بالاستقلال اپنے عمل کر سکتے ہیں گو بعض مدبران ملکی پریس کے اس اختیار کے قائل نہیں مگر اکثر مدبران ملکی مسکر لیتے ہیں۔ البتہ کوئی اکیلا اخبار خاص معاملات میں اپنی مرضی کے موافق کام نہیں کرا سکتا۔ دنیا میں جو سب سے بہتر اخبار بھی ایک قابل اعتراض دربان کو اپنی جگہہ سے نہیں ہٹا سکتا اور نہ قوانین کی نفاذ کے نہ وزارت کی شکست ہونے سے اور نہ گورنمنٹ کی کسی پالیسی کے اختیار کرنے کے باب میں زبان ہلا کر کچھہ کر سکتا ہے۔

مثل مشہور ہے کہ ایک اکیلا چنا بھاڑ کو نہیں پھوڑ سکتا۔ لیکن اول درجہ کے اخبار جو سارے ملک کے طول عرض میں نکلتے ہیں ملکر بالاتفاق اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے بار بار مہینوں اور برسوں تک اپنے خیالات کو اپنی تجویزوں کو اپنے پڑھنے والوں کے مطالعہ میں لائیں تو بالضرور انکے مقاصد پورے ہونگے اور نہ کوئی گورنمنٹ اور نہ کوئی قانون نہ کوئی رسم و رواج

انکے مقابلہ میں سامنے ٹھہر سکتا ہے۔

اب سوال یہہ ہے کہ پریس کی یہہ عظمت و صولت کس بنا پر مبنی ہے؟ اور کیا سبب ہے کہ وہ ایسا اپنا اقتدار اور اثر اور رعب داب رکہتا ہے؟ بعض یہہ بیان کرتے کہ اخباروں کو یہہ عظمت اس سبب سے حاصل ہوئی ہے کہ وہ تجارت اور بینج بیوپار میں اپنا حصہ رکہتے ہیں۔ زمانہ حال کی تہذیب اور شائستگی میں یہہ کہنا کہ اخبارات کو وقعت اور عظمت تجارت کی شرکت سے حاصل ہوئی ہے ایسی پوچ بات ہے کہ قابل التفات نہیں ہے۔ بعض انکی وقعت کی وجہہ یہہ بیان کرتے ہیں کہ وہ خبریں شائع کرتے ہیں۔ جو اخبارات محض خبریں درج کرتے ہیں انکی صورت ایسی ہے جیسی بازاری آدمیوں کی جو خبریں کہتے پہرتے ہیں یا جیسے ہندوں کے نائیوں کی جو اپنے شہر کی گلی کوچوں میں شادی اور غمی کی خبریں سناتے جاتے ہیں۔ وہ اخبارات جنمیں سوائے خبروں کے روکہے سوکہے پھیکے بیانوں کے کچھہ اور نہ ہو تو وہ گورنمنٹ میں کوئی دست اندازی کر سکتے ہیں نہ پبلک پر کوئی اقتدار یا اختیار رکھ سکتے ہیں۔ اخباروں کی عز و شان کی دلیل یہہ بھی بیان کیجاتی ہے کہ وہ جمہور انام کے معلم ہوتے ہیں اور سائنٹیفک تحقیقاتوں کے نتایج کو عوام میں مشتہر کرنیوالے ہیں۔ یہہ وجہہ پایۂ اقتدار سے ساقط ہے۔ اول تو اخبارات سائنس کے عام فہم بنانے میں بہت ہی کم وقعت رکھتے ہیں۔ مشاہدہ و تجربہ میں یہہ آیا ہے کہ وہ خاص رسالے اور میگزین جو محض سائنس کے عام فہم بنانے کے لئے شائع ہوتے ہیں وہ اپنے پڑھنے والوں کے دلوں پر کوئی گہرا عکس و نقش نہیں جماتے انکا اثر اتنا بھی نہیں ہوتا جیسا کہ کسی ادبی یا پولیٹیکل مضمون کا جو فحش زبان میں لکھا جاے۔ انگلنڈ کے بے مثل فاضل سائنس ٹنڈل صاحب فرمایا کرتے تہے کہ جب کوئی کہتا ہے کہ میں سائنس کو عام فہم زبان میں لکھتا ہوں تو میرا یہہ جی چاہتا ہے کہ اسکا مونہہ اپنے ہاتھ سے بند کر دوں۔ غرض پریس کو نہ اسکے اشتہارات نہ اس کی خبریں نہ دلچسپ بڑے بڑے مضامین سلطنت کے کاموں میں با اقتدار اور ذی اختیار بناتے نہ قوموں کی تہذیب و شائستگی پر مقتدر با اثر رکہتے ہیں۔ لیکن یہہ چیز پریس کو سلطنت کی قوت میں شریک بنائی ہیں کہ وہ اعلی درجہ کے مضامین میں اور خبروں کے انتخاب کی ترتیب میں پولیٹیکل یا فلسفیانہ خیالات کم و بیش صاف صاف ظاہر کرے نہایت

دور دور کی باتوں کے بیان کرنیکا طریقہ اختیار کرے اور ہر امر واقعی کو اور مطلب کو اپنے بیان سے روشن کرتے۔ اگر پریس فقط واقعات کا بیان کرنیوالا ہو وہ تجارتی اور مالی اور تمدنی گپوں میں پایہ کمتر رکھتا ہے اور قوموں کی تہذیب میں کوئی توقیر نہیں رکھتا وہ روزمرہ کے واقعات کا نگران حال رہتا ہے اور انکے حسن و قبح کو بتلاتا ہے اور لوگوں کے افعال و اقوال پر اور آدمیوں کے مخفی ارادوں پر روشنی ڈالتا ہے اور انکی مدح یا ذم کرتا ہے انکی ہمت بندھاتا ہے یا دھمکاتا ہے اور اپنے گروہ کے ساتھ محبت کرنیکی اور انکی تقلید کرنیکی سفارش کرتا ہے انکو یہہ بتلاتا ہے کہ کن باتوں کو حقیر اور ذلیل سمجھکر نفرت کرنی چاہیے وہ نظام پبلک اوپنین کو اپنے اندر مجتمع کرتا ہے تو پبلک اسکو اپنی ترجمانی کا اختیار حاصل ہے وہ اسکو ملتا ہے جسکو وہ ایک گروہ کثیر کو شنیس زبانی دیا جاتا ہے۔

اب اس سے یہہ سوالات پیدا ہوتے ہیں وہ کونسا شخص ہوتا ہے جسمیں پبلک اوپنین کے اظہار کے اعلیٰ درجہ کے اوصاف موجود ہوتے ہیں؟ کون اس میں یہہ صفات پیدا کرتا ہے؟ اسکو کہاں سے یہہ حق ملجاتا ہے کہ وہ ایک گروہ کثیر کے نام سے حکومت کرے۔ ملامت کرے موجودہ رسم و آئین کو مٹاوے۔ اخلاق اور قوانین بنانے کے جدید خیالات پیدا کرے؟

اخبار نویس کو یہہ حکومتیں کہاں سے ملتی ہیں؟ جسے کہ پبلک اوپنین کیطرف سے اور اسکے نام سے پریس نے ظہور کیا ہے۔ گورنمنٹوں کو سوالات مذکورہ نے بڑا حیران اور پریشان کر رکھا ہے وہ خواہ انکو نہیں حل کر سکتیں اسلئے وہ پریس کو بڑا ضیق میں رکھتی ہیں اسکی بیخ کنی کے درپے رہتی ہیں۔ کم از کم اسکو تازیانہ کے تلے رکھتی ہیں اسکے مونہہ میں روڑا ٹھونس کر بولنے نہیں دیتیں اسکے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالتی ہیں۔ پبلک کی عقل و شعور گورنمنٹوں کی ان کوششوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ گورنمنٹ سے پبلک کی درخواستوں میں سے سب سے اول درخواست یہہ ہوتی ہے کہ پریس آزاد ہو۔ جب پریس کی آزادی کی رعیت درخواست کرتی ہے تو وہ یہہ سمجھتی ہے کہ پریس کے ذریعہ سے گورنمنٹ کے کل اعلیٰ درجہ کے معاملات میں پبلک اوپنین ظاہر کرسکیگی اعلیٰ اپنے ہی کی سچی مانی ہوئی باتوں کو اپنی حق شناسی کو اپنی کوشش کو متفق ہو کر اعلان کرینگے۔ پس اس سبب سے پریس ایساویلوسیکل قوی ہو جاتا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی حکومت کو آزادانہ سینہ چوڑا

سلہ جیسے رعایا روس آجکل سب سے زیادہ زور آزادی اخبارات پر دے رہی ہے (ایڈیٹر)

سے بہ ضعیف کر دیتا ہے اور اسکے احکام کو اجرا نہیں ہونے دیتا کہ ایک شخص کی یا ایک مجموعہ کی جو برسر حکومت ہوں یہہ کوشش کرنی بیہودہ و عبث ہے کہ اپنی رایوں کی مرضی کا ان ہزاروں آدمیوں کے گروہ کثیر کی رائیوں کی مرضی سے مقابلہ کریں نہیں یہہ قابلیت ہے کہ وہ ان تمام معاملات کا فیصلہ کر سکتے ہیں جو انکی اپنی حالت کے متعلق ہیں اور جو اوروں کی رائے کیے منتقل نہیں ہو سکتے۔

جب پبلک اوپنین سچ سچ صاف صاف بیان کیجاتی ہے دانشمند گورنمنٹ اور اہل حکومت اسکو بسر و چشم قبول کر لیتے ہیں لیکن اب یہہ سوال ہے کہ پریس بغیر کسی لگاوٹ یا کھوٹ کے سچ سچ پبلک اوپنین صاف صاف بیان کرتا ہے؟ اس سوال کے جواب دینے سے پہلے ہم یہہ بیان کرتے ہیں کہ اخبار کیا چیز ہے کیونکر اخبار لکھے جاتے ہیں اور کسطرح سے انکی اشاعت ہوتی ہے اخبار کا ایک مالک ہوتا ہے دوسرا اڈیٹر۔ اخبار کا مالک تو ایک کوئی پڑھا شخص ہو سکتا ہے بشرطیکہ روپیہ والا ہو۔ یا اوروں کو اپنا شریک بنا کے روپیہ جمع کر سکتا ہو۔ تب وہ اخبار نکالتا ہے تو اسکے گرد بہت سے آدمی ایسے جمع ہو جاتے ہیں جنکا پیشہ ہی اخبار کی اڈیٹری ہے وہ بہت آسانی سے اخبار جاری کرنے کے سارے عملے کو نوکر رکھ لیتا ہے اور بڑا ڈھنگیلا اور شیخی باز اخبار جاری کرتا ہے اور پہلے ہی دن وہ اپنے تئیں سمجھنے لگتا ہے کہ میرا اخبار ایسا صاحب اقتدار ہو گیا ہے کہ وزارت پہ پارلیمنٹ پہ لٹریچر پہ مبادلہ پہ تجارت پہ اپنا دباؤ اور زور ڈال سکتا ہے اب اس اخبار کے صاحب اقتدار ہونیکی ایک صورت تو یہہ ہے کہ اسکی بڑی اشاعت ہو جس سے یہہ ثابت ہو کہ اخبار لکھنے والے ایسے ذہین اور طباع ہیں کہ اخبار میں ایسے خیالات ظاہر کرتے ہیں جنکے ساتھ پبلک کو مناسب واقفیت ہے۔ لیکن اسکے ساتھ یہہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مالک اخبار ذکی الطبع و پچی سے اسکو روشن ضمیر و ذہین اڈیٹر کیسے ہاتھ لگے ہونگے۔ لائق آدمی تو نالائقوں کی محکومی اور فرمانبرداری اختیار نہیں کرتے۔ اور اخبار کے خریدار کثرت سے جبتک زیادہ نہیں ہو سکتے کہ وہ اڈیٹر کے ساتھ ہمرائے و ہم طبع اور ہمخیال نہ ہوں پس اس کثرت خریداری سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار پبلک اوپنین کا اظہار کرتا ہے۔ جب اخبار خوان کسی اخبار کو خریدتا ہے تو وہ اڈیٹر کو اپنی وکالت کیلئے انتخاب کرتا ہے کہ وہ اسکی طرف سے تحریر و تقریر کیا کرے۔ اخبار کا اڈیٹر اسکے اخبار کے

خریداروں کا مختار ہوتا ہے اور یہی خریدار اخبار کے ایڈیٹر کے اختیار کو بڑھاتا ہے۔ یہہ اوپر کی باتیں بظاہر معقول معلوم ہوتی ہیں مگر انہیں سرتاپا اول سے آخر تک جہوٹ بہرا ہوا ہے۔ کوئی بات سچی نہیں۔ ہر زمانہ میں ہر مقام میں تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ روپیہ ایسی چیز ہے کہ اگر بر سر فولاد نہی موم شود تو وہ بڑے بڑے لائق فائق آدمیوں کو نالائقوں کا محکوم و غلام بنا دیتا ہے اور اسکی شرافت کو رزالت سے بدل دیتا ہے۔ انکو کسی اصول کا پابند نہیں رکھتا۔ بیسیوں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بدمعاشوں۔ لچوں شہدوں۔ سوخواروں زانیوں۔ سوسائٹی کے درہم برہم کرنے والوں سزا یافتہ مجرموں نے جب اخبار نکالنے کا ارادہ کیا تو بڑے بڑے ذی لیاقت صاحب علم انکی اخبار کی ایڈیٹری کے لئے آن موجود ہوئے اور کسی اصول کے پابند نہیں رہے۔ مالکان اخبار کی طبیعت کے موافق و مناسب ایسی مضامین نگاری شروع کی کہ جنسے اخلاق بگڑیں

اور جہوٹے خیالات پہیلیں۔ یہہ تو اخباروں کے مالک اور ایڈیٹر ہونے کے حالات ہیں اب اخباروں کی کثرت خریداری کی کیفیت یہہ ہے کہ ایڈیٹر صرف پاجی کمینوں۔ اور رذیلوں۔ اور ذلیلوں کے طبائع پر خیال کرتا ہے جو ایسے آدمیوں کے ساتھ ملے جلے رہتے ہیں جنکی طبیعت میں شرافت و بزرگی ہوتی نہیں ہے۔ تو اسکو اپنے اخبار کے پڑہنے والے خریدار بہت سے مل جائیں گے۔ اسلئے وہ ایسے رذیل اور پاجی اخلاق کی باتیں لکہتا ہے جو بالطبع رذیلوں و شہدوں لچوں کو پسند ہیں۔

ایسے اخبار کم و بیش رذیل وسائل ایسے رکہتے ہیں کہ جنسے وہ اخباروں کی خوب اشاعت کراتے ہیں اور اپنا اثر و رعب داب پہیلاتے ہیں۔ غالباً یہہ بھی ہوتا ہے کہ ان وسائل سے ان اخباروں کی اشاعت زیادہ تر اور اثر قوی تر بہ نسبت ان شریف و معزز اخباروں کے ہوتا ہے جو ان باتوں کو بیان کرتے ہیں جنکو وہ خوب جانتے ہیں۔ اور جب وہ خود بڑے حقیقت شناس و حقائق آگاہ ہو جاتے ہیں تو ہدایتیں کرتے اور محاسن اخلاق کے اصول کو قایم کرتے ہیں اور کبھی اپنے پڑہنے والوں کی رذیل عقلوں کیطرف رجوع نہیں کرتے ہیں۔ کیا یہہ اثر و رعب داب از روئے انصاف ہوگا کہ کسی پاجی کمینہ سوسائٹی کے اخبار کے ایڈیٹر کو اس سبب سے کہ اسکے اخبار کے پڑہنے والے ہزاروں ہیں یہہ حکومت اور منصب حاصل ہو جائے کہ وہ گورنمنٹ پر حملے کرے اور معاملات عظیمہ کا فیصلہ کرے۔ شہر کے بھلے مانسوں کے افعال کی خبر گیری و عیب جوئی

کرنے اور بتدریج کم و بیش کرکے ایک نہر ایسی کھودے جسمیں پبلک اوپینین کی رو ایک خاص سمت میں بہا کرے؟ مگر آجکل کی تہذیب اور شائستگی سٹیٹ (سلطنت) جو حکومت ایسی ہے کہ اسمیں بادشاہت صدر نشین نہیں وہ بغاوت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ اسمیں بادشاہ ظل اللہ اور ایشور کا انش نہیں سمجھا جاتا۔ سلطنت کرنیکا موروثی حق باقی نہیں رہا وہ حکومت شخصی نہیں کرسکتا۔ اب تو وہ شاہانہ اختیارات وہی رکھتا ہے جنپر رعیت ووٹ دیتی ہے۔ وزیر اول کو بادشاہ نامزد کرتا ہے پارلیمنٹ اسکو مستقل مقرر کرتی ہے۔ رعیت اپنی ہی ووٹوں سے انپر وکلا مقرر کرتی ہے۔ اب صرف اخبار نویس ہی کو ایسے اختیار حاصل ہوتے ہیں کہ وہ گورنمنٹ اور واضعان قوانین کے اختیارات کے ہم پلہ ہوتے ہیں اور وہ وزیر اول اور رعایا کے وکلا پر اپنے احکام چلاتا ہے اسکو کسی کے ووٹوں اور نامزد کرنے کی ضرورت نہیں۔ سٹیٹ میں صرف یہی حکومت ایسی ہے جسکو کوئی اور مستحکم نہیں کرتا بلکہ وہ خود اپنے تئیں آپ مستحکم کرلیتی ہے۔ اخبار نویس اپنی قدرت و قوت کو جسطرح چاہتا ہے کام میں لاتا ہے۔ اور اپنے تئیں جو بنانا چاہتا ہے وہ بن جاتا ہے اور اپنی قوت کو خواہ کیسی بری طرح استعمال کرے اور اسمیں غلطیاں کرے انکی بازپرس اس سے نہیں ہوتی۔

یہہ جو ہمنے اوپر بیان کیا، ہمارے اس بیان کو کوئی مبالغہ آمیز نہیں کہہ سکتا وہ اخبار نویس کہ غور خوض نہیں کرتے اور مآل اندیشی نہیں کرسکتے اور اپنی تحریروں سے انقلابات پیدا کردیتے بات عظیم برپا کردیتے ہیں جنسے کہ خود انکی اپنی قوم و غیر قومیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ اگر ایسے کام بادشاہ کرلیتے جو اخبار نویسوں سے کئے ہیں تو وہ معزول ہوتے اور اگر ارکان وزارت کرلیتے تو وہ جرم میں ماخوذ ہوتے۔ اور انکی زندگی معرض خطر میں آتی۔ لیکن اخبار نویس نہ اس تباہی و بربادی میں گرفتار ہوتے ہیں جو انہوں نے خود پیدا کی ہے نہ کسی اور طرح سے سزایاب ہوتے ہیں۔

یہہ امر کیسا حیرت انگیز ہے کہ انسان نے خود اپنے آپ سے اخبار نویسی کی اس حکومت اور خود مختاری کو قبول کیا ہے اور کبھی اس سے سرکشی اور بغاوت کرنے میں ذرا کوشش نہیں کرتا ہے اور اسکی قہرمانی کو بڑے جوش اور جذبے سے قبول کرتا ہے۔ پولیٹکل معاملات ہی میں پولیس کو یہہ حکمرانی حاصل نہیں ہے بلکہ وہ سوشیل معاملات میں بھی فرمانروائی ایسی ہی کرتا ہے کہ اسپر حیرت ہوتی ہے۔ جج کو دولت و عزت و آزادی کے باب میں فیصلہ کرنے کے اختیارات جب ملتے ہیں کہ

[illegible] معافی مانگنے کا اعلان اخباروں میں کیا جاتا ہے اور اشتہاروں میں وہ مضمون لکھکر شہر [illegible] چسپاں کیا جاوے - بعض والاخر دوالش منش کے نزدیک سب سے بہتر تدبیر یہہ ہے کہ [illegible] ایک کمیشن مقرر ہو کہ وہ اخباروں کی اڈیٹری کی اجازت ان لوگوں کو دیا کرے جنکی [illegible] ہوں اور انکے خصائل پاک و صاف ہوں اور لیاقتیں اچھی ہوں اور انکا تقرر کثرت [illegible] ہو -

[illegible] کے باب میں جو کچھ میں نے اوپر لکھا ہے وہ مہذب اور شائستہ قوموں کے پریس کا بیان ہے - اسکو ہندوستان سے کچھ تعلق نہیں - اب آئندہ اپنے ملک کے پریس کا حال لکھونگا کہ وہ کیسی روز افزوں ترقی [illegible] اور [illegible] اردو اخباروں اور رسالوں کا جنکی خوب ترقی ہو رہی ہے ذکر کا السلام

## [illegible] مانگنے والوں کی عادت چھوٹ سکتی ہے

[illegible] کی مہربانیاں رسالہ عصر جدید اور رسالہ تجارت میں اچھی طرح بیان کی جا چکی ہیں - اسوقت [illegible] [illegible] کہ اگر کوئی ان لوگوں کی عادت چھڑانا چاہے تو بھیک منگوں کی عادت چھوٹ [illegible] خیال ہے کہ انجمن اصلاح تمدن کے بہت کم ممبروں نے اسطرف توجہہ کی ہوگی آخر [illegible] اس مسئلہ کی عملی تجربہ ... ناظرین کرکے لئے درخواست کرتا ہوں کہ اگر تمام ممبر ایک ایک فقیر [illegible] بہت کچھہ اصلاح ہو سکتی ہے مجھے امید ہے کہ ... اس مضمون ... پر ... کرینگے [illegible]

[illegible] میں ایک انجمن "اصلاح معاشرت" کے نام سے جے پور میں قائم ہوئی تھی [illegible] مقاصد کی تشریح کرنیکی ضرورت نہیں - صرف یہہ کہدینا کافی ہے کہ یہہ انجمن بھی صیغہ اصلاح تمدن کی شاخ [illegible] اسکے مقامی ممبروں کی ... تعداد ... سکریٹری صاحب کو معلوم ہوگی مگر خیال ہے کہ شاید ... [illegible] ممبر ہونگے - میں اس تعداد کو ... ہوئے بہت افسوس ظاہر کرتا ہوں کہ ان تمام ممبروں میں صرف پانچ [illegible] ایسے ہونگے جو انکے مقاصد کے پابند ہوں اور اسپر عملدرآمد کرتے ہوں -

انجمن کے قیام سے پانچ چھہ ماہ تک تو بڑے زور و شور سے جلسے رہے مگر ... [illegible] اسکا جلسہ ہونا بند ہو گیا - ممبر بھی کبھی کبھی دس پانچ آجاتے تھے - انہوں نے آنا چھوڑ دیا - ایک مرتبہ اتفاق سے [illegible] اسکے ایک جلسہ میں شریک ہوا جسمیں مطبوعہ فارم ممبری جسپر قواعد و مقاصد انجمن درج تھے میرے سامنے

بھی رکھا گیا۔ چونکہ مقاصد واقعی بہت عمدہ اور قابل تقلید ہیں اسلئے میں بھی اُسی دن داخل ممبران انجمن کیا گیا
ممبر ہونے کے بعد مجھے سب سے زیادہ خیال انجمن کے ایک مقصد پر ہوا۔ جو پیشہ ور اور تندرست گداگروں
کو خیرات نہ دینا چاہیئے"۔
صبح سے شام تک بیسیوں گداگر آتے تھے اور انکو آٹا۔ غلہ۔ پیسہ وغیرہ دیا جاتا تھا۔ یہہ طریقہ
بالکل بند کر دیا گیا۔ اگرچہ گھر کی بعض بزرگ مستورات اس بات سے ناراض ہونے لگیں مگر انکو بتایا
گیا کہ شرعاً ایسے گداگروں کو خیرات دینا سخت گناہ ہے اور اس خیرات کے دینے میں سوائے گناہ کے اور کوئی
فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ دراصل گناہ بے لذت اسی کا نام ہے۔ چنانچہ وہ سب ان گئیں اور اس طرح تقریبًا
سے جو کچھہ دیا جاتا تھا بند کر دیا گیا اور آٹا۔ غلہ وغیرہ ایک جگہہ جمع ہونے لگا۔ جو بعد ایک ماہ کے محلہ
کی بیوہ بیکس اور حقدار کو دیا جانے لگا۔
عام گداگروں اور فقیروں کا تو یہہ حال ہوا۔ اب ایک نئی بات سنئے کہ میرے محلہ میں ایک فقیر صاحب
مع اپنی بیوی اور لڑکے کے ایک کرایہ کی کوٹھری میں رہتے تھے اور روز شام کو بھیک مانگا کرتے تھے۔ کبھی
کبھی مجھ سے بھی پیسہ لیجاتے۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ میاں صاحب آپ کرایہ کہاں سے ادا کرتے ہیں؟
بولے کہ "بابا کوئی سخی داتا پیسہ دو پیسے دیتا ہے وہ جمع کر کے کرایہ ادا کرتے ہیں اور کہانا شام کو ٹکڑے مانگ
کر کہا لیتے ہیں میں نے انکو بہت غیرت دلائی اور کہا کہ تم مزدوری کر سکتے ہو اور اچھی طرح سے روزی کما سکتے
ہو۔ جواب ملا کہ ہم سے اتنی سختی نہیں ہو سکتی اور اپنا گذارہ ہم اسیطرح چلا لیتے ہیں۔ اسدن تو وہ صاحب
بہت ناراض ہو کر چلے گئے۔ مگر کئی دن کے بعد پھر پیسہ مانگنے لئے۔ میں نے انکو بلا کر پھر بہت سمجھایا اور کہا
کہ تم مزدوری کرو۔ تمہاری بیوی چکی پیسے اور تمہارے لڑکے کو آٹھ آنہ ماہوار پر میں نوکر رکھ سکتا ہوں
اسپر وہ کچھہ راضی ہوئے اور کہا کہ بابا چکی وغیرہ تو بس نہیں سکتی مگر ہاں ہم دونوں میاں بیوی سلائی کا
کام جانتے ہیں۔ یہہ سنکر میں بہت خوش ہوا اور کہا کہ ایک کوٹھری رہنے کو میں تمکو بلا کرایہ دیتا ہوں
اس مکان کو چھوڑ کر تم یہاں چلے آؤ چنانچہ وہ کئی دن کے بعد وہاں سے اٹھ آئے اور میرے مکانات
کی دو کانوں میں سے ایک اپنے رہنے کو پسند کر لی اور اسمیں رہنے لگے۔ مگر وہ یہاں آنے کے بعد
بھی کچھہ عرصہ تک دونوں بھیک مانگا کرتے تھے مگر رفتہ رفتہ چھوٹتے گئے اور میں نے سرکاری محتاج خانہ
میں جسمیں غریبوں اور مسافروں کو آٹا وغیرہ ملا کرتا ہے الکا نام بھی لکھدیا تو نوبت بالکل بند کی

کے دن بازار میں جاکر مانگ لاتے تھے اور اسکے لئے بھی ہر وقت لٹوکتا رہتا تھا اور کچھ سلائی کا کام بھی انکو دیا۔ آخر انکی عادت بالکل چھوٹ گئی اور اب بہت اچھیطرح سے اپنی گذر اوقات سلائی کرکے کرتے ہیں اور خوش ہیں۔

اس تجربہ کی بنا پر میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ فقیروں کی عادت چھڑائی جاسکتی ہے بشرطیکہ چھڑانیکی کوشش کیجائے۔ آجکل ایک اور شاہصاحب کی خدمت میں اس غرض سے روزانہ حاضر ہوتا ہوں۔ اگر خدا کو منظور ہوگا تو وہ بھی راہ راست پر آرہیں گے۔

آیندہ انشاءاللہ تعالیٰ دیگر مقاصد کے متعلق اپنے تجربات لکھتا رہونگا۔ مجھے امید ہے کہ ناظرین عصر جدید اور ممبران صیغہ اصلاح اسکو غور سے پڑھ کر اسی طرح اپنے تجربات لکھتے رہیں گے۔

صیغہ کیطرف سے شکریہ عرض ہے سب ممبر اور (راقم سید گل بادشاہ سکرٹری انجمن تھذیب الاخلاق وممبر سجہید ار مسلمان ایسا کریں تو کام کچھہ آگے بڑہے (ایڈیٹر) رسالہ صیغہ اصلاح۔ از جے پور راجپوتانہ)

# مسلمان اور خیرات کا بیجا تصرف

میرا وطن بمبئی ہے اور چونکہ اوائل عمر اور عنوان شباب کا زمانہ وہیں گذرا اسلئے میں وہاں کے حالات سے بخوبی واقف ہوں ۔ بمبئی میں بہت ہی کم ایسے مسلمان ہیں جنکے خاندان سرکاری وظیفہ خوار یا جاگیردار ہوں۔ اسلئے وہاں کے مسلمان کاہل۔ بیکاری اور بے روزگاری کی مرض میں مبتلا نہیں ۔ ہر شخص کسب معاش کے لئے محنت ومشقت اٹھاتا اور اپنی روٹی آپ کماتا ہے۔ کسی دھندے کسی پیشے سے وہاں عار نہیں۔ کنجڑے قسائی مسلمان ہیں۔ موچی اور نانبائی مسلمان ہیں۔ جولاہے۔ مزدور۔ ملاح۔ نائی۔ چپڑاسی مسلمان ملیں گے۔ میوہ فروش۔ گندہی۔ تنبولی۔ بساطی بھی مسلمان نظر آئیں گے۔ غرض روزی پیدا کرنے کے جسقدر طریقے ہیں ان سب میں مسلمانوں کا حصہ ہے۔ اور پھر یہی نہیں کہ صرف ادنی پیشے ہی مسلمانوں سے مخصوص ہوں۔ بلکہ صنعت حرفت۔ اور تجارت کی اعلیٰ شاخوں میں بھی وہ ممتاز ہیں۔ کوئی جہاز کا کپتان ہے۔ کوئی کارخانے کا انجنیر۔ کوئی ملک التجار ہے کوئی صاحب مکانات ہے۔ چونکہ بمبئی ہندوستان کا سب سے بڑا بندر اور تجارت کا مرکز ہے اسلئے یہاں کے مسلمان مثل اور قوموں کے باشندوں کے زیادہ تر تاجر

اور دوکاندار ہی ہیں۔ تجارت کے بعض شعبے تو ایسے ہی ہیں کہ جنمیں کوئی اور قوم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مثلاً کٹلری (قینچی۔ چاقو۔ چھری وغیرہ) میمنوں کے قبضہ اختیار میں ہے سٹیشنری (اسباب کتابت) کے مالک بوہرے ہیں۔ اور کراکری (ظروف چینی) پر خوجے مسلط ہیں۔ ہاں مسلمان اگر کسی حد میں کم ہیں تو سرکاری ملازمت ہے۔ جبکا چنداں افسوس بھی نہیں۔ کیونکہ نوکری جسکے معنے کسی نے "اختیار خود فروختن" خوب کہے ہیں اور جسکی مزمت ہر زمانے میں ہوتی رہی ہے۔ یہانتک کہ ہمارے قومی شاعر جناب مولانا حالی صاحب نے بھی اسکی ہجو کہہ ڈالی۔ ایسی حالت نہیں جسپر رشک کیا جائے۔ اور قوم بھی قوم اُسی وقت بنے گی اور ترقی کی صورت اسیوقت دیکھے گی کہ جب ہم اپنے اسلاف کی خودداری اور وقار کو اپنی طبیعتوں میں پیدا کریں اور غیروں کی دست نگری سے مونہہ موڑ کر مولانا شبلی کے اس شعر پر کاربند ہونیکا عزم بالجزم کریں۔

دیکھنا! آپ کھڑے ہونگے ہم اپنے بل پر
غیر سے چارہ نوازی کا تقاضا کیسا؟

جوش میں اگر میری قلم کا قدم ڈگمگا نے لگا اور کہیں کا کہیں جا پڑا۔ غرض میری بمبئی کے مسلمانوں کی مرفہ حالی اور فارغ البالی کے بیان کرنے سے یہ تھی کہ بمبئی والے جو اپنے اپنے کاروبار میں ہر روز مصروف اور اپنے اپنے مشغلوں میں ہمیشہ منہمک ہونے کی وجہہ سے کام کے مزے اور لذت سے واقف ہیں اور جو بیکاری سے نفرت کرتے ہیں اور کاہلی کو بہ نظر اکراہ دیکھتے ہیں کبھی گدائی پیشہ نہیں ہو سکتے۔ بعض اصحاب جنکو بمبئی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور جو صرف جزیرہ بمبئی میں تخمیناً اٹھی ہزار (جنمیں کثرت مسلمانوں ہی کی ہوگی) گداگروں کی موجودگی سے واقف ہیں مجھپر ضرور یہ الزام لگائیں گے کہ وطن کی محبت نے میری آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ اسلئے تصویر کے صرف روشن پہلو ہی کو میں دیکھتا ہوں اور اسکا تاریک پہلو مجھے دکھائی نہیں دیتا۔

نہیں انکا یہہ الزام مجھپر عائد نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ بمبئی میں گداگروں کی جسقدر بڑی تعداد ہے اسقدر ہندوستان میں تو کسی شہر میں نہ ہوگی بمبئی کے ہر دس باشندوں میں ایک کام چور مفت خور ضرور ہے۔ بمبئی میں گداگروں کی نفرت خیز کثرت کا وجود خود اس بات کا ثبوت ہے کہ اہل بمبئی مستطیع بھی ہیں اور مخیر بھی ہیں۔ کیونکہ اگر تحقیق کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان گداگروں

میں پانچ فیصدی بھی ایسے نہیں ہیں جنکا وطن بمبئی ہو۔ کل ہندوستان بلکہ بخارا۔ عرب اور ترکستان سے سمٹ کر یہ گداگر بمبئی میں جمع ہوگئے ہیں۔ وہ مفلوک الحال اور مفلس اشخاص جنکا وطن خاص بمبئی ہے۔ محنت مزدوری کرکے عزت کی روٹی کمانے کے عوض اگر یہ بالی کا ٹکڑا مانگنے بھی لگے ہیں تو میرے نزدیک انکی اس حرکت ناشائستہ کی وجہ باہر سے آئے ہوئے بھیک منگوں کی صحبت ہی کا اثر ہے۔ پھر وہ کونسا سبب ہے جو گداگروں کی اس حرکت کا ذمہ دار ہو؟ اس سوال کا جواب آپکو اس مضمون کے عنوان ہی سے ملیگا یعنے خیرات کا بیجا صرف"۔

میں اوپر لکھہ آیا ہوں کہ مسلمان مخیر ہیں۔ اور حقیقت میں بڑے مخیر ہیں۔ کیونکہ صرف شہر بمبئی میں ہی لاکھوں روپیوں کی خیرات سالانہ انکے ہاتھوں ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ خیرات کرنے کا طرز دیگر اقوام سے نرالا اور ایسا بیہودہ ہے کہ بعوض اسکے کہ انکی خیرات ضرورت کے وقت مفلسوں اور تنگدستوں کی حاجت روائی کرکے انہیں ذریعۂ معاش پیدا کرنا سکھلائے۔ تندرست اور توانا اور محنت کے قابل اشخاص کو نکما اور کاہل اور فاقہ مست بنا دیتی ہے۔

بمبئی کے متعدد ڈاکخانوں سے کسی ڈاکخانہ میں ایک روز آپ چلے جائیں اور منی آرڈر کی کھڑکی کے قریب کھڑے ہو کر تماشا دیکھیے کہ کتنے بھیک بخش اور فقیر شاہ اپنے گھروں کو روپیہ بھیجتے ہیں۔ بمبئی میں چونکہ جگہہ کی بڑی قلت ہے لئے مسلمانوں کے اکثر محلوں میں ایک خیراتی مکان بنا ہوا ہوتا ہے جو جماعت خانہ کہلاتا ہے۔ اور اسمیں شادی بیاہ کی تقریبوں پر براتیں اترتی ہیں یا برادری کے رسمی کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ صیغۂ اصلاح تمدن کے ارکین تو برادری کے رسمی کھانوں کا ہی رونا رو رہے ہیں۔ لیکن بمبئی میں ان برادری کے کھانوں پر ایک اور کھانا مستزاد ہے جو فقیروں کا کھانا کھلانا ہے۔ جب کوئی صاحب خیرات جماعت خانوں میں فقیروں کو کھانا کھلاتے ہیں یا کوئی طالب شہرت برادری کا کھانا کرتے ہیں تو وہ طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے کہ الامان! کھانا ہو چکنے کے بعد جب وہ بوریئے جنپر بٹھلا کر کھانا کھلایا گیا تھا اور سالن وغیرہ کے گرنے سے جنکی یہہ حالت ہوگئی تھی کہ دیر میں آنیوالوں کو جوتوں سمیت اور کپڑوں بیٹھکر کھانا کھانا پڑتا تھا باہر دھوپ میں سکھلانے کی غرض سے ڈالدیے جاتے ہیں تو وہ تعفن پھیلتی ہے کہ معاذ اللہ! راہ گیروں کا دماغ پھٹا جاتا ہے! اسجگہہ جناب ناخدا صاحب کے خاندان اور جناب مقبہ صاحب کے خاندان کی ایک قابل تعریف کارروائی کا ذکر بے موقعہ نہیں ہوگا

ان دونوں خاندانوں میں مدتوں سے رسمی اور خیراتی کھانوں کا رواج چلا آتا تھا اور سال میں کئی دفعہ ایسے کھانے ہوا کرتے تھے لیکن موجودہ ورثا نے ہم چشموں کی طعن و تشنیع کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور بغیر کسی بیرونی دباؤ یا تحریک کے صحیفۂ اصلاح کی اشاعت سے بھی کئی سال پیشتر ان کھانوں کو یکلخت بند کر دیا۔

میں یہہ نہیں کہتا کہ بمبئی میں جسقدر خیرات ہوتی ہے وہ سب بیجا ہی ہوتی ہے۔ بعض خیر جاری کے ایسے بھی کام ہیں جو فی الحقیقت نہایت ضروری اور مفید ہیں۔ مثلاً مسافر خانے ہیں۔ مدرسے ہیں۔ لیکن خدا کی رحمت ہو ان واقفوں پر جنہوں نے نہ صرف روپیہ ہی اللہ کے نام پر دیا بلکہ غور و فکر کی تکلیف بھی اٹھائی اور نہایت دانشمندی سے خیرات جاری کے نیک مصرفوں کو سوچکر انکے لیے جائداد یں وقف کیں۔ رونا تو اسی کا ہے کہ ہمارے زمانے مین مسلمان جو خیرات کرتے ہیں وہ ہمارے بزرگوں کیطرح خیرات کے مصرفوں کو سوچنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے اور بے سمجھے سوچے یہہ کہکر کہ "اللہ کے نام پر دینا ہے تو دیں۔ ہم سائل کے حالات کی تفتیش کیوں کریں" غیر مستحقین کو خیرات دیتے ہیں ہمارے بزرگوں کی خیرات ایسی ہوا کرتی تھی جیسے ہمالیہ کی چوٹیوں پر برف جسکے پگھلنے سے بڑے بڑے دریا بہکر ملک کے بڑے حصے کو سیراب و شاداب کرتے ہیں اور ہماری خیرات ایسی ہے جیسے ریگستان میں مینہہ اسکے آگے سستی اور نکبت اور پیچھے گناہ اور بے عقلی ہے ؛

زمین شور سنبل بر نیارد
درو تخم عمل ضائع مگرداں

ابھی پورا ایک مہینہ بھی نہیں گذرا کہ سیٹھہ منجی نتھو نے، جو بمبئی کے ایک بڑے تاجر ہیں اور جنکا وطن مہوا نامی ریاست بھاؤنگر کا ایک قصبہ ہے۔ ساٹھہ ہزار روپئے کی جائداد بطور خیرات کے علیحدہ کر دینے کا اعلان کیا۔ صاحب موصوف مسلمان ہیں اور قوم کے خوجے۔ لیکن انکے نام کی وجہہ سے بعض اخباروں نے انہیں ہندو لکھدیا۔ انکے ایک ہندو ہموطن نے انکی اس خیرات کے متعلق گجراتی اخبار "راست گفتار" میں ایک مضمون چھپوایا ہے جو میرے اس بیان کی تصدیق کرتا ہے کہ مسلمان خیرات کا بجا التصرف نہیں جانتے ؛

صاحب مضمون نے پہلے سیٹھہ منجی کی زندگی کے مختصر حالات لکھے ہیں جنمیں ظاہر کیا ہے کہ انسان اپنی

مدد آپ کرنے" کے سنہری قاعدے پر عمل کرنے سے ضرور ایک روز صاحب عزت وجاہ بن جاتا ہے
سیٹھ صاحب موصوف کا زمانہ طفولیت۔ نہایت عسرت اور تنگدستی میں گذرا تھا۔ مگر محنت و جفاکشی کی
بدولت بھونے ہوئے چنے بیچنے والے کی ادنیٰ حالت سے ترقی کرکے ایک متمول سوداگر کے اعلیٰ درجہ
پر خود کو پہونچایا اور اب لکھ پتیوں میں انکا شمار ہے۔ پھر انکی نیکدلی۔ انکسار۔ تواضع اور فراخ حوصلگی
کی صفات حمیدہ کی تعریف کرکے انکی بعض اگلی سخاوتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رشتہ داروں اور
ملازموں کو تو انہوں نے نہال کیا ہی۔ لیکن فقیروں اور سادھوؤں اور مسکینوں کو بھی بہت کچھ دیا ہے"۔
ساٹھ ہزار کی تازہ سخاوت کی تفصیل اسطرح لکھی ہے کہ مہوے میں خوجوں کی کثرت ہے مگر انمیں دو فریق
ہیں۔ افسوس! فریق مخالف کو بھی انہوں نے پانسو روپئے دیئے ہیں اور آغا خانی فریق کو چار ہزار روپیہ
نقد اسطرح دیا ہے کہ اس رقم کے سود سے سال میں ایکدفعہ کل جماعت کی ایک اچھی دعوت کیجائی
نقد کے علاوہ اس دعوتی چندے میں کپڑے۔ زیورات۔ ظروف وغیرہ بھی بہت دئے ہیں"۔ اس دعوتی
چندے سے قوم کو کیا فائدہ پہونچیگا! سوائے اسکے کہ لوگ بے ضرورت اپنے کاروبار کو ایک روز کے
لئے معطل کرکے اس دعوت میں شامل ہونگے اور کھانا بھی زیادہ تر وہی لوگ کھائیں گے جو ہمیشہ
شکم سیر رہا کرتے ہیں۔" مہوے میں ایک مسافر خانہ تعمیر کروانے کے لئے اپنا ایک شکنجوں کا کارخانہ دیا
ہے جسکی مرمت کے لئے ڈیڑہ ہزار روپیہ نقد اور مسافروں کی خوراک کے لئے مہوے کی تین عمدہ دوکانیں
دی ہیں جنکی قیمت ساٹھ ہزار روپئے ہوگی اور انکا کرایہ اس مد میں خرچ ہوگا۔ عام خیرات کے لئے مہوے
کے دو بنگلے اور چند مکانات دئے ہیں جنکی قیمت ساٹھ ہزار روپئے ہوگی آمدنی ہوتی ہے اُس آمدنی
سے ایک چوتھائی کے مستحق ہندو ہونگے اور تین چوتھائی کے مستحق مسلمان۔ عام خیرات سے مراد غربا
کو کھانا کپڑا پہونچاتا ہے۔ سیٹھ صاحب کی خیرات پر صاحب مضمون نے نکتہ چینی اسطرح کی ہے کہ مسافر خانے
میں مسلمان مسافروں کو رہنے اور کھانیکا آرام تو ملیگا۔ آغا خانی فریق سال میں ایک دفعہ دعوت کے
مزے بھی اُڑائیگا اور عام خیرات کی مد سے ہندو اور مسلمان غریبوں کو بھی پوشیدہ اور ظاہر پہونچیگا۔ اور
غریب دعائیں دینگے لیکن ایسی کوئی خیرات نہیں ہوئی جس سے تعلیم کو مدد ملتی۔ مہوے کا ویسی کتب خانہ
محروم رہا۔ کسی طالب علم کو مہوے سے یوروپ۔ امریکہ یا جاپان بھیجنے کے لئے نہ کوئی وظیفہ مقرر کیا گیا۔
نہ بمبئی اور بہاؤنگر میں مہوے کے طلبا کے لئے بورڈنگ کا کوئی بندولبت ہوا۔ انمیں بورڈنگ سے بہکے کے

ہیرے کو بھی جلا پا کر دنیا میں چمکتے اور انہیں سے شہرۂ آفاق ہوتا ہے"

میں نے اپنے مضمون کو بمبئی والوں ہی کی خیرات پر محدود کر دیا ہے اور تمثیل میں بھی ایک گمنام قصبے کی خیرات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ مسلمانوں کی خیرات ہندوستان کے ہر شہر و قصبے میں یہی کیفیت رکھتی ہے۔ "مشتے نمونہ خروارے"

نوٹ۔ خدا رحم کرے اس قوم پر جس کا نیک مقصد بھی صفر نتیجہ پیدا کرے۔ فقط (ایڈیٹر) عبد الحافظ با عاقلہ دیبانگر

# صفائی کا آسان اور سستا طریقہ

آجکل صفائی کی ضرورت کیطرف تو توجہ دلانیکی حاجت نہیں ہر شخص چاہتا ہے کہ صفائی ہو لیکن اسبات کی ضرورت ہے کہ ایسے قواعد بتائے جائیں جنپر فوراً اور نئے وقت عملدرامد ہو سکے۔

شہروں میں تو بالعموم۔ بڑے بڑے قصبات میں خاص طور پر اور اکثر چھوٹی چھوٹی آبادیوں میں بھی صفائی کا انتظام نہایت دشوار ہے۔

یوں تو کئی طرح خلاف اصول حفظ صحت پر عمل کرنے سے ہوا خراب ہوتی ہے لیکن اصل گندگی یا خانوں بدررؤں اور انکے متعلق بے احتیاطی سے پیدا ہوتی ہے۔ پاخانوں کی حالت ہر جگہ خراب رہتی ہے جس قسم کی سڑی ہوئی کیچڑیں اور بدبو اور غلاظتیں پاخانوں کی نالیوں سے جاری رہتی ہے انکی صفائی سے محکمہ صفائی کا بھی ناک میں دم رہتا ہے۔ جہاں صفائی کا خاص اہتمام نہیں وہاں کا تو ذکر ہی کیا اور اگر باہر سے صفائی کر بھی دیجاوے تو اصل گندگی تو موجود ہی رہتی ہے وہ دور نہیں ہوتی اور ہر وقت ہوا میں مضر صحت اجزا کا اضافہ کرتی رہتی ہے۔

غربا کا تو ذکر ہی کیا ہے اونچے اونچے گھروں کے پاخانے بھی بالکل ناصاف ہی ہیں۔ عام رواج یہ ہے کہ متوسطین بلکہ امرا کے ہاں بھی دونوں وقت بھنگی پاخانہ صاف کرتے ہیں (صبح اور شام) اور غریبوں کے ہاں ایک ہی باری صفائی کی آتی ہے اس درمیان میں تمام غلاظتیں پڑی سڑا کرتی ہیں اور بدبو پھیلاتی رہتی ہیں۔ بلکہ بڑے کنبہ والے گھروں میں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اکثر اوقات (بالخصوص بھنگی کے آنے

اس موقع پر میں سندا اس کے پرانے طریقہ سے (جو بعض اضلاع میں مروج ہے) بحث نہیں کرونگا۔ کیونکہ اسکی صفائی کا کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے اور ضرورت ہے کہ اس مضر طریقہ کو بند کرکے پاخانوں کا رواج دیا جائے۔

کے مقررہ وقت سے کچھ پہلے، بدبو کی وجہہ سے پاخانہ میں جانا دشوار ہو جاتا ہے۔

ایسے خوش قسمت تو بہت کم ہیں جنہیں اپنے پاخانوں کے لئے خاص انتظام میسر آگیا ہو۔ یا جنہوں نے یورپین طرز معاشرت اختیار کر لیا ہے۔ عام طور پر ایسا انتظام کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی عام مالی حالت کے اعتبار سے بہت زیادہ گراں ہے کہ ہر وقت ایک بھنگی متعین رہے اور فوراً پاخانہ صاف کرتا رہے لہذا ضرورت یہہ ہے کہ موجودہ حالت کو پیش نظر رکھہ کر بدبو رفع کرنے اور غلاظت دفع کرنے کی تجویز کی جائے جو بہ کفائت ہر جگہہ باسانی جاری ہو سکے۔

جو چیزیں مضر صحت ہیں انسے بچنے کی تدابیر ہر ذی روح کرتا ہے۔ قدرت کا یہہ ایسا عطیہ ہے کہ کوئی جاندار اس سے محروم نہیں رہا۔ انسان تو انسان حیوان بھی اس انعام میں عام ہیں انسان کو عقل دی اور اختیار دیا کہ وہ عقل سے دفع مضرت کی تدبیریں سوچیں حیوان جنہیں جوہر عقل عطا نہیں ہوا ان کے لیئے ایسی تدابیر طبیعت ثانیہ بنادی گئیں کہ عادت کے موافق خودبخود اُن سے حفاظتی عمل سرزد ہوتے ہیں مثلاً بلی جسکا بول و براز اکثر حیوانوں سے زیادہ متعفن اور اسلئے زیادہ مضر صحت ہے اور تعلقات کے اعتبار سے اسکی مضرت کا دائرہ صحت انسانی تک بھی پہونچتا ہے۔ اسلئے یہہ بات اسکی عادت میں داخل کر دی گئی کہ پیشاب اور پاخانہ کے بعد جبتک وہ اسے مٹی وغیرہ سے ڈھک نہ لے اسکو چین نہیں آتا۔ اور اس کے تعفن اور مضرت سے خودبخود حفاظت ہو جاتی ہے

اگر انسان بھی بعد فراغ اپنے بول و براز کو چھپانے کی کوشش کرے تو بہت کچھہ خرابیاں رفع ہو سکتی ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ بظاہر یہہ اصول ناقابل عملدرآمد معلوم ہوتا ہے۔ اسپر بہت سے اعتراض پیدا کیئے جا سکتے ہیں اور یہہ کام ہے بھی ایسا ہی کہ بہت کم لوگ ابتداءً اسکے کرنے پر آمادہ ہونگے اگر لکڑی کے ایسے قدمچے تیار کرا کر انکا رواج دیا جائے جو (کموڈ کیطرح) باسانی اٹھائے بٹھائے جا سکیں اور انمیں مٹی یا خزانہ ریت کا اندر رکھا جائے اور ایک کمانی اسکے بالائی حصہ میں ایسی لگائی جاوے کہ جسوقت آدمی اسپر پیر رکھے مشین اپنا کام شروع کرے (اور جسوقت بعد فراغ) آدمی نیچے اُترے فوراً ایک مقدار خزانہ سے مٹی وغیرہ کی خودبخود اسپر آپڑے[۲]

[۲] بظاہر یہہ قدمچے نہایت پیچیدہ اور گراں قیمت مشین معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ اسکا ایک نمونہ تجویز کر لیا ہے جو کسی وقت انشاء اللہ پبلک پر ظاہر کیا جائیگا ایسے قدمچے نہایت سادہ و آسانی ہر جگہہ بنائے جانے کے قابل ہیں استعمال کے لائق اور ساتھہ ہی بہت ارزاں ثابت ہونگے

جبتک ایسا سامان تمام طور پر بہم پہونچے میں ایک ایسا دستور العمل پیش کرنا چاہتا ہوں جو بہت کچھہ اس خرابی کو رفع کرتا ہے اور نہایت آسان بلکہ مفت ہے۔

(۱) ہر پاخانہ میں کسی ایسے موقعہ پر جہاں قدمچے پر بیٹھے بیٹھے ہاتھ جا سکے ایک برتن میں (خواہ مٹی کا کونڈا ہی ہو) راکھہ بھر کر رکھدیجاوے۔

(۲) ایک لوہے کا چمچہ لمبی ڈنڈی کا (جو پیسہ دو پیسہ میں آسکتا ہے) اسمیں رکھہ دیا جاوے۔

(۳) ہر شخص اسکا خیال رکھے کہ بعد فراغ قبل از آبدست اس برتن میں سے راکھہ لیکر پاخانہ پر ڈالدے اس طرح سلسلہ قائم رہے تو چاہے کتنی ہی دیر میں صفائی کی نوبت آوے بدبو پیدا نہیں ہوتی اور متعدد آدمیوں کے پاخانہ جانے کے بعد بھی دوسروں کو نفرت نہیں آتی۔ راکھہ ایسی چیز ہے کہ اگر غلاظت پر ڈالدی جاوے تو چاہے کتنی ہی بدبو ہو اسکو اٹھنے پھیلنے نہیں دیتی اور لطف یہہ کہ اسکی کافی مقدار ہر گھر میں مفت ہر وقت موجود رہتی ہے۔

یہہ عمل ایک حد تک نفرت انگیز ہو گا۔ مگر نہ ایسا جیسا کہ غلاظت سے بھرے ہو پاخانہ میں ناک موند بند کر کے رفع ضرورت کے لئے جانا۔ اور ابکاتے ہوتے باہر آنا۔ بہت سے نفیس طبیعت مشترک پاخانوں میں صبح سویرے اول وقت ہو آتے ہیں یا صفائی کے انتظار میں بھنگی کے آنے تک ضرورت کو آخر وقت تک روکے بیٹھے رہتے ہیں لیکن سب تو ایسا نہیں کر سکتے۔ یہہ خرابی جب ہی رفع ہو سکتی ہے کہ ہر شخص دوسرے کے خیال سے یہہ کام اپنے ذمہ ضروری کرے۔ ایسے بھی ہونگے جو اس کام کو گراں سمجھیں تو ایسے لوگ کسی دوسرے سے راکھہ ڈلوانے کا بندوبست کرلیں۔ گو اس سے پورے طور پر بدبو رفع کرنیکا اہتمام نہیں ہو سکتا کیونکہ جبتک کوئی دوسرا راکھہ ڈالنے جاوے۔ بدبو حد تک پھیل چکے گی۔ اس لئے سب سے اچھا طریقہ خود ہی تکلیف گوارا کرنا ہے۔ اور غالباً سوا بعض پورانے خیال کے امرا کے یا انکے ہمخیال لوگوں کے (جو اپنی اکثر ضروریات کے لئے نوکروں کی مدد کے محتاج رہتے ہیں) اور کسی کو ایک مٹھی راکھہ ڈالنے میں کچھہ عذر نہ ہو گا۔

جسطرح بدن کی صفائی کے لئے بعد فراغ آبدست ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح اس جگہہ کی صفائی کے لئے راکھہ ڈالدینا لازمی سمجھیں۔

مینے خود اسکا تجربہ کیا ہے اور کئی سال سے اپنے گھر کے سب پاخانوں راکھہ رکھے جانیکا انتظام

جسمیں مجھے خاص کامیابی ہوئی ہے بعض صاحبوں نے بھی اس طریقہ کو بہت پسند کیا ہے اور اپنے ہاں رواج دینا شروع کر دیا ہے۔

بعض دفعہ ناواقف۔ یا خواہ مخواہ کاہلی کرنے والے اسکی پابندی میں رخنہ انداز ہو جاتے ہیں مگر کسلی یک آدہ کی خلاف ورزی کوئی بُرا اثر نہیں پیدا کرتی۔ اس سہل طریقہ کی صفائی سے ہر ایک شخص کو آسانی ہوگی خصوصاً مسلمانوں کو جو یورپین طرز بود و باش کو مالی حالت کی وجہہ سے اختیار نہیں کر سکتے اور جنگل جانے کے مفید اصول کی (اپنے طرز معاشرت کی وجہہ سے) پیروی نہیں کر سکتے اسکی طرف ضرور توجہہ کریں:

راقم عبدالواحد از بچھراوں (مراد آباد)

# مسلمان فقیر اور گداگر

محرم گنج الہیٰ نیست ہر ناشستہ را
از تونگر فقر را شرط است پنہاں ساختن

بعض بحثیں مختلف طریقوں میں کی جاسکتی ہیں۔ اور ہر بحث میں بحث کرنے والے کی طبیعت یا مذاق کا رنگ کچھہ نہ کچھہ ہوتا ہے چونکہ مذاق اور طریق استدلال میں گونہ فرق ہوتا ہے اسواسطے بحثیں بھی مختلف رنگ رکھتی ہیں۔

ایک منطقی یا ایک فلسفی کسی ایک واقعہ کی نسبت جن دلائل سے بحث کرتا ہے ایک متمدن یا ایک مذہبی طبیعت کا آدمی انسے کسی اور ہی ڈہنگ یا طرز سے پیش کرتا ہے۔

علمی بحثوں میں خواہ کتنے ہی رنگ اور ڈہنگ اختیار کیے جاویں چنداں حرج نہیں ہوتا کیونکہ میدان بحث بہت وسیع ہوتا ہے اور اس قسم کی بحثیں اس حالت میں کسی عمدہ نتیجہ یا تہیوری کی منتج ہوسکتی ہیں جب وہ ایک وسیع پیمانہ پر کیجاویں۔

خلاف اسکے عملی بحثوں میں ہر بحث کے متعلق موجودہ ضروریات کے اعتبار سے ایسے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔

مسلمان فقیروں۔ گداگروں۔ مسکینوں۔ درویشوں۔ غریبوں۔ یتیموں اور سائلوں کے متعلق بحث کرنا دو حال سے خالی نہیں۔ مذہبی رنگ میں بھی کی جاسکتی ہے اور ملکی یا قومی اور سوشیل رنگ میں

میں بھی ہوسکتی ہے ۔

کوئی سے طریق ہوں انہیں عمل کی ضرورت ہے جو [illegible] طریقہ کے [illegible] ضرورت ہے اور جو لوگ پورا اپنے طریقوں خیرات میں کچھ نہ ہم جانتے ہیں [illegible] اس حالت میں کامیاب ہوسکتے ہیں جب [illegible]

الف - کیا مسلمانوں میں فقیروں اور گداگروں کی کثرت [illegible]

ب - اگر کثرت ہے تو اسکی وجہ کیا ہے ؟

ج - کیا یہہ کثرت اور روزافزوں ترقی قوم باعث [illegible]

د - قومی یا مذہبی طور پر فقیروں اور گداگروں کو خیرات [illegible] اور کن حالات میں [illegible]

ھ - خیرات کا اچھا طریقہ اور سود مند ذریعہ کیا ہے [illegible]

ہم اس تصویر کا دوسرا رخ سامنے رکھکر یوں بحث کرتے ہیں ۔

(۱) کیا کسی خاندان یا کسی شاخ خاندان اور کسی قوم میں [illegible] خاندان کا قوم کی [illegible] عزت اور فراخی [illegible] موجب ہے ۔

(۲) کیا کسی خاندان یا قوم کے اکثر ممبروں کا ایسا ہونا اس خاندان یا قوم کی ذلت کا موجب نہیں اور وہ اسکے حق میں مضر نہیں ۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ شرع محمدی یا اسلام کے ہدایتیں باعتبار کلیات صدقہ وخیرات واعانت یتامیٰ اور امداد مساکین اور مروت کے حامی اور تعلیم دہندہ ہیں اسلامی قوانین میں اُن نیکیوں اور معاشرت کے متعلق بہت کچھہ ذکر ہے اور اسلامی قوانین زور سے اس بات کے مؤید ہیں کہ سچے دل سے مساکین، مسافروں اور سائلوں کے ساتھ سلوک کیا جاوے ۔

لیکن باوجود ان تعلیمات اور تاکیدات کے اسلام یہہ تعلیم نہیں دیتا کہ

الف - مسلمانوں یا مسلمانوں کی کسی قوم اور کسی خاندان میں گداگروں کا کثرت سے پایا جانا عظمت اور رحمت کا نشان ہے ۔

ب - یا یہہ کہ ایسے حالات پیدا ہونے کے وقت کون غور اور کون تجویز اٹھیگی ۔

قرن اولے ۔ میں اسلام جہاں صدقہ وخیرات کی تعلیم دیتا ہے وہاں اسکا یہہ مطلب

نہیں ہے کہ مسلمانوں یا مسلمانی خاندانوں میں خواہ نخواہ گداگر اور شوقین بہائیوں کی جماعت روز بروز بڑہتی جاوے۔ اور کبہی انکی خوشحالی کی تجویز نکل سکتی ہو تو اس سے کام نہ لیا جائے۔ اسلام ایسے احکام کی بحث کے مخالف ہے اور کبہی بہی اسکا یہہ منشا نہیں ہوا کہ مسلمانوں میں گداگروں کی جماعت کی روزافزوں ترقی ہوتی جاوے اور اگر بدقسمتی سے ایسی ترقی ہو چکی ہے تو اسکی اصلاح نہ کیجاوے۔ جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہے

ہر شخص۔ یہہ مان لیگا کہ مسلمانوں میں اسوقت

(۱) افلاس اور تنگدستی کی یقیناً ترقی ہے

(۲) سستی اور کاہلی روز بروز بڑہ رہی ہے

(۳) ان دونوں وجہوں سے حمیت اور غیرت میں بہی گونہ فرق آگیا ہے۔

(۴) اور ان ہر سہ اسباب کی روزافزوں ترقی سے گداگروں اور مفت خوروں کی جماعت میں ترقی ہو رہی ہے اور یہہ حالت بتدریج ایک پیشہ کی صورت میں بدلتی جاتی ہے۔ اس پیشہ میں ان خاندانوں یا کنبوں کے ارکان اور لوگ بہی شامل ہوتے جاتے ہیں۔ کسی زمانہ میں جنکی غیرت اور حمیت مشہور تہی۔ یہہ شرمناک ترقی جس پیمانہ پر ہو رہی ہے وہ مسلمانوں کے واسطے بیشک ایک دہبہ اور شرم ہے۔ اسکے ساتھ ہی یہہ بہی تسلیم کرنا پڑیگا کہ مسلمانوں کے حق میں یہہ گدایانہ ترقی نہ تو مذہبًا اور نہ بہی دنیاوی طریق سے کسی مسرت یا فخر کا موجب ہے جسطرح کوئی مسلمان خاندان یہہ قبول نہیں کریگا کہ اسکے خاندان کے دو چار ممبر شومی قسمت سے گداگر ہی ہوں۔ اسی طرح کوئی باحمیت اور باغیرت مسلمان یہہ بہی نہیں قبول کرسکتا کہ مسلمانوں کی قوم یا اہل مذہب کا بہت سا حصہ اور بہت سے ممبر خواہ نخواہ گداگری سے مفتخر ہوں جو شخص اسکے خلاف رائے رکہتا ہے وہ براہ مہربانی سب سے پہلے اپنے دل سے ہی سوال کرسکتا ہے کہ کیا وہ کبہی بہی اپنی یا اپنے خاندان کی نسبت ایسا فخر حاصل ہونے کی تمنا رکہتا ہے۔ افسوس ہم اپنے اور اپنے خاندان کے واسطے تو یہہ وتیرہ باعث بے شرمی اور ادبار خیال کرتے ہیں اور قوم کے حق میں فخر و مباہات (ہرچہ بر خود پسندی بر دیگراں پسند)

نوٹ مردم شماری میں اکثر مسلمانوں نے اپنا پیشہ اور اپنی قوم گداگر یا فقیر لکہا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں میں گداگر یا فقیر کوئی قوم نہیں ہے اور اسیطرح گداگری کوئی پیشہ نہیں۔ چونکہ ایسے لوگ پشتوں سے گداگر چلے آتے ہیں اسواسطے انکے

کیا ہمیں ہمارا پاک اور معقول مذہب اس ناخدا ترسی اور اس بے غیرتی کی اجازت دیتا ہے۔ کیا فقرہ **انما المومنون اخوۃ** کا صحیح مصداق یا صحیح مفہوم نہیں ہو سکتا ہے کہ ہم قوم کے عزیز افراد کو مشرب گداگران میں دیکھہ دیکھکر خوش ہوں مومن جس بات میں اپنے لئے غیرت مند ہے اسمیں دوسرے بھائی کے لئے بھی۔

**قبل اسکے** کہ ہم موجبات یا مانعات گداگری کی نسبت بحث کریں یہہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ گداگری کے مفہوم میں غلطی سے اور کن کن مضامین اور مقاصد کو شامل کیا گیا ہے اور کون کون سے الفاظ یا صورتیں یا گداگری کی ہم صورت یا ہم معنی قرار دی گئی ہیں اور دراصل انکی حقیقت کیا ہے

**اصل بحث** اسلام کی اس تعلیم سے اٹھتی ہے کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے مسلمان یا دوسرے ابنائے جنس اور دوسرے مشارکب انسانوں کے لئے ایک سہارا اور معین ثابت ہو خدا نے اپنے فضل و کرم سے جو کچھہ ایک فراغت اور سائی انسان کو دی ہے اسمیں وہ اور بھائیوں کا بھی حصہ کرتا ہے۔

بقیہ حاشیہ۔ جانشین خود کو گداگر ہی سمجھتے ہیں۔ بقول ایک حکیم کے۔ عیب اور برائی میں بھی ایک آن ہونی چاہیے لیکن مسلمان گداگر اس راہ میں بھی رہ گئے وہ جس بے شرمی اور جس کشادہ چشمی سے دوسری قوموں کے سامنے کوڑی دو کوڑی کے لئے ہاتھہ پھیلاتے ہیں وہ انہیں کا حصہ ہے اگر میرا تجربہ اور میرا مشاہدہ پوسیدہ نہیں ہو گیا تو ایک ہندو گداگر اس بے شرمی سے مسلمانوں کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا ہے اگر کوئی ہندو ہم سے سوال بھی کرتا ہے تو اسکے چہرے سے شرم نمایاں ہوتی ہے۔ اور ہمارے بھائی مسلمان ہیں جنہیں غیر قوموں کے لوگ اپنے فیاض دروں سے کتے کیطرح دہتکارتے ہیں اور نہر اشرے نذار و بخدا یہہ حالت دیکھہ دیکھہ کر دل جلتا ہے اور آنکھوں میں آنسو اتر آتے ہیں اس نکر گدائی اور اس بے شرمی سے تو چوری اور رہزنی بہتر ہے تا رے چوری میں اور رہزنی میں غیرت اور دلاوری تو ہوتی ہے۔ شان خدا جس قوم کے بانی اور مقدس سرپرست نے یہہ تعلیم دی تہی۔ کہ "خدا کے بندو تمہاری آنکھہ بہی کسی اور کے سامنے نہ جہکے" وہ آج کوڑی کوڑی کے لئے غیروں بیگانوں کے سامنے ذلت اور بے شرمی سے سر جہکاتے پہرتے ہیں۔ یوں مذہبی جوش ہیں انہیں کا فرادیکیا کچھہ نہیں کہتے لیکن ایک پیسہ اور مٹھی بہر آٹے کے لئے کی خاطر انکے وہ سنتے اور وہ دیکھتے ہیں کہ خدا ہمارے دشمنوں کو بھی نصیب نہ کرے

میں نہیں جانتا مسلمانوں کی غیرت کو کیا ہو گیا۔ یہیں ہی مزدبات تے نہیں گھیرا اور لوگ بہی ضروریات رکہتے ہیں۔

جو شخص صدقہ دیتا اور خیرات کرتا ہے۔ مساکین اور یتامیٰ کی خبر لیتا ہے اور واجب الامداد لوگوں کی مدد کرتا ہے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں خدا کے مراحم اور عنایات کا مستحق ہوتا ہے۔ سخی اور حملی کا درجہ ان عابدوں اور زاہدوں سے بہتر اور فائق ہے جو دل کے سخت اور ابنائے جنس کے ناخیر خواہ ہیں۔ قیامت کے دن سخیوں اور فیاضوں کا درجہ بلند اور رفیع ہوگا۔

مساکین کی بدد کرو اور یتامیٰ سے مروت اور محبت سائلوں کو نامراد نہ پھیرو اور غربا کی تسکین کا باعث ہو۔ خویشوں اور بیگانوں دونوں سے بہ مروت پیش آؤ "اول خویش بعد درویش"

**دینی ارشادات اور دینی تعلیمات** میں جو مسلمانوں کو ان امور اور ان مقاصد کیطرف رجوع دلاتی ہیں۔ خواہ انکی تعمیل سے کوئی اپنے تئیں بہشت اور جنت کا مستحق قرار دے اور خواہ اسی دنیا میں مراحم ایزدی کا امیدوار ہے۔ ان مراتب کی تعمیل اور حصول مدارج کے واسطے اسلام نے مندرجہ ذیل ارکان کو انکا مورد اور مستحق ٹھہرایا ہے۔

خویش — ابن السبیل — یتیم — مسکین — درویش یا فقیر — سائل

مصیبت زدہ۔

انکی امداد کے اسلام نے مندرجہ ذیل قواعد رکھے ہیں

الف۔ بذریعہ مروت واحسان۔

ب۔ بذریعہ تعاون۔

ج۔ بذریعہ قرض حسنہ۔

د۔ بذریعہ قرض مشروطہ۔

ہ۔ بذریعہ زکواۃ۔

و۔ بذریعہ ادائے شکریہ عائدہ۔

ز۔ بذریعہ ادائے حق واجبہ

مسلمانوں کا فرض ہے یا مسلمانوں پر واجب ہے اور ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کی واجبی امداد کریں

بقیہ حاشیہ۔ انہیں بھی حاجات کا سامنا ہوتا ہے۔ یہاں ایک ہی ضرورت اور ایک ہی مصیبت گداگری تک پہنچا دیتی ہے اور رہی سہی حرمت وعزت برقرار رکھی جاتی ہے۔ بیت۔ بیدمجنوں درتمام عمر سربالا نہ کرد حاصل بے حاصلے بنو و بجز شرمندگی۔

اور انکی مصیبتوں اور تکلیفوں میں انکا سہارا ہوں - یہہ وہ فرض یا وہ واجب ہے جو اسلام نے اپنی وسیع اغراض کے لحاظ سے ہر مسلمان کے اپنے ذمے پر عائد کر دیا ہے - اگر کوئی مسلمان باوجود ثروت اور برکت کے اپنے بھائیوں کی مدد نہیں کرتا ہے تو وہ خدا کی ادن نعمائے عظمیٰ کا شکریہ عملاً ادا نہیں کرتا ہے جو اس حالت میں ہر فرد بشر پر واجب اور لازمی ہے۔

**ان صورتوں** کے علاوہ ایک اور صورت امداد اور معاونت کی ہے جو محض اسواسطے عمل میں لائی جاتی ہے کہ مدد کرنے والے کا نام ابنائے جنس اور ہم مشارب میں فخر کے ساتھ لیا جائے اسلام اس قسم کی امداد اور معاونت سے منع کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام وہی عمل چاہتا ہے جو خالصاً للہ ہو یا محض ذاتی محبت اور ذاتی ہمدردی سے نہ اسمیں نمائش ہو اور نہ دکھاوا۔

**جو سات** صورتیں امداد اور ہمدردی کی ہینے اوپر بیان کی ہیں انہیں **گداگری** شامل نہیں ہے یہہ وہ طریقہ ہے جو اسلامی تعلیمات سے باہر اور خارج ہے یا وہ پیشہ ہے جسکی اسلام میں عزت اور وقعت نہیں ہے۔

**صدقہ اور خیرات** یا طریق صدقہ اور خیرات کے متعلق جن صورتوں کا خلط ملط ہو گیا ہے وہ اس امر کا بھی موجب ہے کہ جو منشا اسلام کا تھا وہ فوت ہو رہا ہے اور حقداروں کے حقوق روز بروز تلف ہوتے جاتے ہیں۔ زیادہ خلط ملط فقیر - سائل اور گداگر کے مفہوم اور معانی میں ہوا ہے

**مسلمانوں میں** لفظ فقیر دو معنوں سے اطلاق پاتا ہے۔ ایک مذہبی حیثیت سے اور ایک عام تمدنی حیثیت سے - مذہبی حیثیت سے فقیر کا لفظ مسلمانوں میں ایک واجب التعظیم لفظ ہے

---

۱؎ اسلام نے اکثر امور صدقہ و خیرات میں صدق نیت کے واسطے فی سبیل اللہ کی شرط لگائی ہے یہہ وہ اعلیٰ فلسفی ہے جو قوموں اور افراد قوم یا گروہ انسان کے لیئے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ اسلام نے اس طریق عمل سے یہہ جتلایا ہے کہ ہمارے کسی کام میں بھی نمائش اور خود غرضی نہیں ہونی چاہیئے۔ جو کام ہو اور جو ہمدردی کیجائے وہ خالصاً اور محض جذبہ محبت اور تقاضا انسانی الفت سے ہو - ہاں اگر بطریق معاوضہ کے کوئی مروت کیجاتی ہے تو یہہ دوسری بات ہے اسلام معاوضہ کی مروت سے منع نہیں کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا کے کاموں میں بہت سی مروتیں اور مہربانیاں بالمعاوضہ ہی کی کرائی جاتی ہیں ایسے ہی اسلام نے خوشی اور یگانگت کے تعلقات بھی نظر انداز نہیں کیئے ہیں بلکہ انہیں سب قسم کے علائق سے بچا رکھا ہے اس تعلیم کا یہہ ثمرہ مصداق ہے - **اول خویش بعد درویش** - فقط شبیہ

ہم بہ حیثیت مسلمان ہونے کے اس لفظ کی ضرورت یا مکرمت سے انکار نہیں کر سکتے۔ جو شخص یہہ ادعا کرتا ہے کہ مسلمانوں میں مذہبی حیثیت سے یہہ لفظ واجب التکریم نہیں ہے یا اسکی تعظیم آگے کے لئے اُٹھا دی جاوے وہ ان صریح مقاصد کے خلاف جاتا اور ان تعلیمات سے صریحاً انکار کرتا ہے جو اسلام نے اس کے متعلق خاطر بیان کی ہیں۔

فقیر کے معنے یا مفہوم مذہبی اعتبارات سے گداگر کے نہیں اور نہ ہی کسی حالت میں اس مقدس لفظ کا یہہ کمینہ اور شرمناک مفہوم قرار دیا جا سکتا ہے۔ لفظ فقیر سے مذہبی پیرایہ یا مذہبی رنگ میں وہ تقدس مآب جماعت مراد ہے جو بہ فحوائے احصروا فی سبیل اللہ ہر حالت میں واجب التعظیم مانی گئی ہے یہہ مفہوم نہیں کسی حالت میں بھی اجازت نہیں دیتا کہ اس پاک گروہ کی تذلیل اور تکذیب کیجائے۔ پھر عمل کے ساتھ بسا اوقات چند ناگفتہ بہ حواشی بھی لگ جایا کرتے ہیں اور لوگ اپنے اپنے مذاق کے مطابق مفہوم نکالا اور اسمیں تاویلیں کیا کرتے ہیں فقیر کے مفہوم میں بھی بعض اوقات ایسی ہی شرمناک تاویلوں سے کام لیا جاتا ہے اور اسے گداگر کے مرادف سمجھا گیا ہے یا سمجھا جاتا ہے۔ بیشک فقیر کا لفظ محتاج کے معانی میں بھی آیا ہے۔ لیکن جب مقدس شارع اور بانی نے اصولاً جن اعتبارات سے ادن معانی سے اعتراض کیا ہے تو پھر کیوں خواہ مخواہ لغوی معنوں میں تاویل کریں۔

مسلمانوں میں اسوقت جو اشخاص اور جو لوگ بصورت شرمناک گداگری کے پائے جاتے ہیں وہ فقیر نہیں ہیں بلکہ تکنر گدا یا گداگر ہیں شخص مذہبی رنگ میں فقیر ہے وہ مرنے پر بھی دست سوال دراز نہیں کرتا۔ دن اور راتیں فاقوں میں گذار دیتا ہے اور زبان تک نہیں ہلاتا اونکی کیمیا اثر نگاہوں میں دنیا وما فیہا اور سونا اور لوہا ایک ہی وزن رکھتا ہے لوگ تھیلیاں لئے لنکے گرداگرد منڈلاتے پھرتے ہیں وہ نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

جو لوگ وجود اہل اللہ اور فقرا سے منکر ہیں وہ مسلمان ہو کر ایک ڈبل غلطی کرتے ہیں یہہ وہ فرقہ ہے جو اسلامی وجود کا زیور اور اسلامی محاسن کا جزو اعظم ہے اگر مسلمانوں کی جماعت میں بلحاظ ذاتی اوصاف اور وسائل کے عملی طور پر کوئی چیدہ اور برگزیدہ گروہ ہے تو یہی ہے انکے حالات عمیق اور انکی کیفیات مستتر ہیں اسلئے لوگوں سے انکار کرتا ہے۔ اسلام سے انکار کرتا ہے۔ خاکساران جہان را بحقارت منگر ٭ تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

کیا مسلمانوں میں اسوقت بھی ایسے صدہا بندگان خدا موجود نہیں ہیں جو سوال کرنا مرنے سے بھی بدتر خیال کرتے ہیں۔

کیا مسلمانوں میں ایسی شریف النفس بیوائیں اور مستورات موجود نہیں جو باوجود اس غربت اور تنگدستی اور کس مپرسی کے زبان تک نہیں ہلاتیں اور گھر کی چاردیواری سے باہر قدم رکھنا انکے لئے مرنے سے پہلے مرنا ہے۔

جسطرح لفظ فقیر اور لفظ گداگر کے مفہوم میں مغالطہ راہ زن ہو رہا ہے۔ اسی طرح سائل اور گداگر کے معانی میں غلطی دخیل ہے۔ لوگوں نے یہہ سمجھ رکھا ہے۔

جو سائل ہے وہ گداگر ہے اور

جو گداگر ہے وہ سائل ہے۔

یہہ تاویل درست نہیں ہے ایک شخص گداگر نہیں ہے لیکن بہ بعض حالات سائل ہے۔ اسی طرح ایک گداگر ہمیشہ سائل کے درجہ میں نہیں سمجھا جا سکتا۔ سائل ضرورت اشد کی حالت میں سوال کرتا ہے اور وہ اسکے لئے ایک وبال جان ہے۔ لیکن ایک گداگر ہمیشہ سوال کرنیکا عادی ہے د قران مجید میں۔

---

ایک صوفی منش حکیم کا قول ہے کہ فقیر بمعنے محتاج ان معنوں میں درست اور صحیح ہے کہ اسکی احتیاج اور اسکی نظر اور دسترس سوائے ذات باری کے اور کسی سے پیوستہ نہ ہو وہ اسی کا محتاج ہو اور اسی کا پرستار اور اس احتیاج سے تمام دوسری احتیاجوں کا عدم لازم آتا ہے اور ایسا شخص ایک ہی کی احتیاج سے دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے ایک نہیں صدہا ایسی زندہ اور مردہ مثالیں مل سکتی ہیں جن سے بوجوہ ثابت ہے کہ مسلمانوں میں فقرا کا تقدس قناعت۔ بردباری۔ شکر۔ توکل۔ استقلال قابل عش عش ہے اگر اور قومیں دوچار ایسی نظیریں پیش کر سکتی ہیں تو اسلام کوڑیاں مد کوڑیاں دکھا سکتا ہے۔ مسلمانوں میں توکل علی اللہ کی تعلیم نہایت شد و مد سے دی گئی ہے اسکا مصداق بھی یہی لوگ ہیں۔ غیر قومیں کبھی کبھی اور کچھ ایسے ہی توکل پر نکتہ چینی کیا کرتے ہیں افسوس ہے کہ وہ اس تعلیم کی علت غائی نہیں سمجھتے یہہ ان لوگوں کا حصہ بخرہ ہے جو الہی طاقتوں پر پورا بھروسہ اور یقین کرتے ہیں۔ ظاہری وسائل اور محنت کا ترک کر دینا توکل نہیں ہے بلکہ محنت اور وسائل جاریہ کا کام میں لاکر ایک اعلی طاقت پر بھروسہ کرنا اور اخیر نتیجہ کو اس ذات پہ چھوڑ دینا ایک توکل ہے اگر مسلمانوں میں بایں مفہوم توکل ہوتا تو آج اسقدر گداگر بھی نہ ہوتے ایک وقت کی بھوک سے تنگ آکر ہمیشہ کے لئے گداگر بن جانا اس کا فرمانی

جہاں یہ کہا گیا ہے اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ اسکا مفہوم ان سائلوں کے متعلق نہیں ہے جو پیشہ ور سائل اور گداگر ہیں۔ ان سائلوں سے مراد ہے جو کسی مصیبت اور ضرورت کی حالت میں اپنے دیگر ابنائے جنس سے مدد چاہتے ہیں گویا انکی مجبوری اور اضطرابی حالت انہیں اس پر مجبور کرتی ہے۔ ایسی حالت ہر شخص کو پیش آسکتی ہے اور اکثر آتی ہے۔ ایسے لوگوں کو وقت پر مدد نہ دینا دوسرے معنوں میں۔ قسی القلبی ہے جو شخص ایسے لوگوں کی حالت سے خبردار ہیں وہ کبھی قبول سوال سے انکار نہیں کرتے

از تلخی سوال کریے کہ آگاہ است

فرصت بہ لب کشودن سائل نمی دہد

جو شخص سوائے سخت ضرورت اور شاذ و نادر صورت کے سوال کرتا ہے وہ سائل نہیں ہے بلکہ مستحق سائلین کا غاصب ہے کیونکہ وہ بغیر سوال کرنے کے ہی اپنی حاجت روا کر سکتا ہے۔ اسکا سستی اور کاہلی کی وجہ سے پیشہ کے طور پر سائل ہونا گویا اُن سائلوں اور ان غریبوں کا حق مارنا ہے جو بوجہ واقعی حالات اور اضطرابی مجبوری کے امداد کے مستحق ہیں۔ مذہب نے خیرات کے واسطے موقعہ اور محل رکھا ہے اور وہ سائل واقعی سے مراد ہے۔ جبتک یہ حالت موجود نہ ہو کوئی سائل صحیح معنوں میں سائل نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسکا فیصلہ کہ کون سچا سائل ہے استدلال سے ہو سکتا ہے:

کیا مذہب اسلام چاہتا ہے کہ کل سلمان سائل اور گداگر ہو جاویں؟ مذہب اسلام یہہ نہیں چاہتا ایسا ثابت ہو لکہ سائل سے وہی شخص مراد ہے جو حقیقتاً واجب الامداد ہو۔

ہم جانتے ہیں کہ مذہب میں ضرور یہہ حکم ہے کہ سائل موڑا نہ جاوے۔ مذہب چھوڑ خود انسانی فطرت

(بقیہ) کا نتیجہ ہر جو توکل کو چھوڑنے سے عاید ہوتی ہے

پنجابی زبان میں ایک ضرب المثل ہے:

"منگن گیا سو مر رہا مرے سو مانگن جا" یعنے جو شخص پیشہ کے طور پر سوال کرنے اور مانگنے کا عادی ہے وہ مردہ ہے

قرآن سے تنگ آتا ہے وہی مانگتا بھی ہے۔ پیشہ کے طور پر سوال کرنا اور مانگنا دراصل تمام اُن اعلیٰ صفات

جذبات انسانی کا خون کرنا ہے جو انسان میں خدا نے ودیعت کر رکھے ہیں استقلال اور حمیت ایک لازمی

امر ہی ہے۔ جو انسان اپنے تئیں ان سے خالی کرتا ہے وہ گویا جامہ انسانیت سے باہر ہوتا ہے اور اُن

بہی اسکی مقتضی ہے کہ جو بجا سائل ہو اسکی دلشکنی نہ کیجائے خاص اتفاقات کی حالت میں۔ مذہبًا۔ عقلاً۔ نقلاً۔ اخوتًا معاونت اور ہمدردی اولٰے اور انسب ہے یہہ جوش اور یہہ خاصہ اون قوموں میں بہی موجود ہے جو اسوقت زمانہ میں سربرآوردہ ہیں اور جنمیں گداگروں کے واسطے سزا مقرر ہے غرض میری رائے میں بایں حالات ایک بھائی کا دوسرے بھائی کی مدد کرنا واحد قومیت اور جذبہ قومیت کو نباہنا ہے

جو لوگ مخصوص من الحیثیات ہوکر عام جماعتوں سے کہ جسقدر دور جا پڑے ہیں وہ کبھی در اصل خاموش سائل ہیں ایسے لوگ قوم یا ایک مذہب کی خصوصیات ہیں اور ایسی خصوصیات کا قائم اور برقرار رکہنا دیگر اعضائے قوم پر فرض عین ہے۔ ان جماعتوں کی چونکہ جیسے باقاعدہ امداد نہیں کیجاتی اسلئے انمیں بے ضابطگی رہتی ہے ورنہ یوروپ کی ترقی یافتہ قوموں میں خادمان دین کی جو کچہہ امداد کیجاتی ہے وہ ہمارے فقرائے قوم اور علمائے مذہب کو کہاں حاصل۔ دینے والے بہی بے ضابطگی میں مبتلا ہیں اور بے قاعدگی کے [illegible] خوگر ہو گئے ہیں بس

ایں خوشد اندر حیئہ آں خشت اندر پہ دو آں قبار بلا

آمدم برسر مطلب۔

جبکہ کوئی قوم اور کوئی خاندان گداگری پر فخر نہیں کرسکتا اور یہہ بات اسکے واسطے موجب ذلت اور حرمت نہیں ہے تو کیا مسلمانوں کا یہہ فرض نہیں ہے کہ اس پیشہ گداگری کی اصلاح کی ہمیشہ تجویز سوچیں اس سے کسی فرد بشر کو انکار نہیں ہوسکتا کہ ہندوستان میں مسلمان گداگروں کو سب ہمسایہ قوموں کے مقابلہ روزافزوں ترقی ہے

یہہ سوال کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں گداگروں کی کثرت ہے اور اس کثرت اور روزافزوں ترقی کا اصل موجب کیا ہے۔ میری رائے میں کثرت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اور اسکے وجوہ حسب ذیل ہوسکتے ہیں۔

* صرف گداگری میں ہی روزافزوں ترقی نہیں بلکہ ہر پیشے کام میں عروج اور اضافہ ہے جیسا لوں یقین جسقدر مسلمان جاتے ہیں اسقدر اور قومیں یا اور قوموں کے افراد کہاں پائے جاتے ہیں۔ کیا اس زمانہ میں مسلمانوں کی شناخت مفلسی و فقیری و ذلت اور گداگری ہی باقی رہ گئی ہے۔ منہ

(الف) قران مجید سے احتراز اسکی پاک تعلیمات سے روگردانی
(ب) بے عقلی۔ بے شرمی اور بے ہمتی۔
(ج) کاہلی سستی۔
(د)۔ افلاس۔ تنگ دستی۔
(ہ) غیر انتظامی بے قاعدگی اور بے ضابطگی۔
(و) اور ابنائے جنس کا ایسے پیشہ ور گداگروں کے واسطے ازراہ ہمدردی اور محبت غیرت مند نہ ہونا اور انکی بہتری کے لئے کوئی عملی تجویز نہ سوچنا

یہہ وجوہ ہیں جو مسلمانوں میں کثرت گداگری کے عناصر کہے جاسکتے ہیں

مذہبی امور سے انکار نہیں ہوسکتا ہے ان گداوں اور گداگروں سے مسلمانوں کو سخت نقصان اور انکا وجود اسلام کے حق میں ہر طرح سے مضر ہے نہ صرف اس وجہہ سے کہ چند افراد مسلمانوں میں سے گداگر ہیں بلکہ اس وجہہ سے بہی کہ یہہ علت اور لوگوں کو بہی اپنے میں شامل کرتی جاتی ہے جو کہ استقلال اور صبر اور شکر کی مؤید بنتے اور ہمیشہ کیلئے ایک ایسا خاندان گداگروں کا بنتا جاتا ہے جو ایک بدنما دھبہ یا شرمناک داغ اسلام کے واسطے ہے اگر یہہ لوگ گداگری کا پیشہ نہ رکہتے تو ممکن تہا کہ انکی نسلوں میں سے ایسے چند افراد بہی پیدا ہوتے جو قوم اور ملک کے واسطے ایک سود مند اور برگزیدہ افراد ثابت ہوتے اس فرقہ کی موجودگی یا کثرت تعداد مسلمانوں کی کمائی اور اندوختہ یا خزانہ پر ایک سخت تکلیف دہ اثر پڑتا ہے اور اسکے ساتہ ہی اُن مساکین اور محتاجوں

خدا کی قدرت اور شان ایزدی کیسی ہے کہ ہم سے قران مجید یوں گیا کہ وہ گداگری کی تہوڑی سے ٹکر نہیں کہاتا اور یورپ اسکی تصدیق نہیں کرتا۔ لنڈن اور ڈبلن کی جگہوں میں نہیں پڑہا جاتا اور ان قوموں سے یوں گیا کہ جس استقلال اور صبر اور شکر کی اسنے تعلیم دی تہی جس غیرت کا اسنے سبق پڑہایا تہا وہ فراموشی میں آگیا گداگری کے معنوں میں آگیا اور توکل کے یہہ معنے لئے گئے کہ ادنیٰ مصیبت سے ہی گداگری اختیار کرلینا اور کہ دمبکے دیر مانگتے پہرنا۔ خدا کی شان یہہ اُس امت کا حال اور چلن ہے جو امت مرحومہ کے لقب سے کسی دن ملقب ہوتی تہی ہر شخص ایک اخلاقی تجویز بتلا سکتا ہے لیکن عمل جو مقدم ہے اسمیں بہت تہوڑے نکلتے۔ بہت لوگ ایسے ہیں جو قوم کو نصیحت کہتے ہیں وہ دوسروں کو رلوانے ہیں خود نہیں روتے۔ ۱۲ م

کے حقوق میں فرق آتا ہے جو قرار واقعی اپنے دیگر ابنائے جنس کی کمائی میں حصہ دار ہونی چاہئے اور لوگ محنت اور تردد سے کمائی کرتے ہیں اور یہہ نکر گدا صرف ایک صدائے فقیرانہ کے بھروسہ پر مزے اڑاتے ہیں دیگر قوموں کے سامنے بھی اس طرز عمل سے ایک بدنما دھبہ اسلام پر عاید ہوتا ہے اور یہہ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام اپنے پیراؤں کے لئے کاہلی اور سستی کا دروازہ کھولتا ہے یہہ بحث کہ یہہ ترقی روزافزوں کسطرح رُک سکتی ہے ایک لمبی بحث یا علمی جھگڑا ہے نقصان دہ حالت اور ہر تکلیف دہ واقعہ رُک سکتا ہے اور اسکی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اسمیں کوئی مشکل نہیں۔ لیکن یہہ صورت اسوقت عمل پذیر ہو سکتی ہے جب :-

(الف) قوم اور قوم کے لوگ ایسے نقصان اور تکلیف کو محسوس کریں۔

(ب) ایسے احساس کے ساتھ انکے دلوں میں سچی ہمدردی کا جوش بھی ہو۔

(ج) ایسے جوش کے ساتھ عمل کی طاقت بھی جوش زن ہو۔

(د) عمل طاقت کے جوش زن ہونے پر متفرق افراد میں بحث و مباحثہ کے ذریعہ سے سودمند تجویزیں سوچی جاویں۔

ان حالات کے سوائے کوئی بُری حالت رک نہیں سکتی ہے اور نہ ہی انکا کوئی انتظام ہو سکتا ہے جس قانون کے ہم تابع اور پابند ہیں وہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ایسی برائیوں اور کمزوریوں کے پیدا ہونے پر یہہ عمل اور یہہ تجویز ضروری ہے لیکن ہمیں اوس قانون اور اس ضابطہ پر کوئی توجہہ نہیں ہے۔ سب سے پہلے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ۔

---

چنانچہ مردم شماری سنہ کی رپورٹ پنجاب میں بالقابہ مسٹر اپٹین صاحب بہادر نے صاف طور پر یہہ نوٹ کیا تھا کہ "اسلام ہی ان لوگوں کو کم ہمت اور سست اور کاہل بناتا ہے۔ اور اسلام ہی کی تعلیم سے یہہ لوگ کم ہمت اور حرام خور ہو جاتے ہیں۔ یہہ وہ الزام تھا جس سے اسلام تو بری الذمہ تھا لیکن اہل اسلام اس سے بچ نہیں سکتے ہیں۔ کیا کوئی انکار کر سکتا ہے کہ ہمارے ایسے بھائیوں کی گداگری اور کم ہمتی یا بے غیرتی اسلام کے واسطے ایک ننگ اور تکلیف دہ داغ نہیں ہے فقیر کے مفہوم کے اشتراک نے اکثر لوگوں کو اس دھوکہ میں ڈال رکھا ہے کہ درحقیقت اسلام ہی اس گداگری کی تعلیم اور ترغیب دیتا ہے۔

فضول اسواسطے ہے کہ تحریروں میں سب کہا جاتا ہے لیکن اسپر عمل کچھہ نہیں ہوتا۔ شور اور واویلا تو بہت ہے قوم

(الف) محنت اور کام میں لگ کر سستی اور کاہلی کو ترک کریں۔
(ب) کام اور محنت کے کرنے میں جو بیجا شیخی اور اکڑ پن حائل ہے وہ یکلخت چھوڑ دی جاوے۔
(ج) محنت اور کام باعتبار محنت اور کام کے کریں نہ اسواسطے یا اس خیال سے کہ طوعًا و کرہًا اسے کرنا ہی ہے۔
(د) فقیروں، مساکین اور گداگروں میں عملی تفریق کی جاوے۔ جائز سائلوں اور ناجائز سائلوں کے مابین تمیز ضرور سمجھی جاوے۔
(ہ) جو لوگ پیشہ ور گداگری کے عادی ہوں انہیں وعظ نصیحت سے باز رکھنا چاہئے اور انکے واسطے بصورتیکہ وہ کوئی کام نہ کر سکیں یا نہ کرنے کے عادی ہوں کام اور محنت کی تجویز کی جاوے۔
(ز) علمائے اُمّت بالخصوص ادہر متوجہ ہوں اور ان خرابیوں کے دکھلانے میں سعی بلیغ دکھائیں۔
(ح) مسئلہ زکواۃ کی پابندی ہر مسلمان پر جو اسکے لائق ہو واجب کی جاوے اور ہر صوبہ اور ہر شہر اور ہر قریہ میں ایک زکواۃ فنڈ کھولدیا جاوے اور اسکا انتظام ان لوگوں کے ہاتھ میں رہے جو اسکے مناسب سمجھے جاویں۔
(ط) ایک اور فنڈ کھولدیا جاوے جس سے حرفتی اور صنعتی مدرسے قائم کئے جاویں جسقدر ایسے لوگ ہوں انہیں اور انکی نسل کو ان میں دستکاری سکھائی جاوے۔
(ی) ہر انجمن سوسائٹی اور ہر جماعت عہد کرے کہ اسے پیشہ ور گداگروں کو مفت خور نہیں بنانا ہے بلکہ انکو کام پر لگانا ہے اور محنتی اور کارکن بنا دینا ہے۔

یہی وہ طریقے ہیں جن سے ان لوگوں کی کثرت بند ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کوشش یا ان تجویزوں میں یہ احتیاط رہے کہ جو واقعی مساکین اور غربا قابل امداد ہیں انکا روزینہ بھی بند نہ کیا جائے۔ خواہ تمام پیشہ ور گداگر نیست و نابود ہو جاویں اور انکا نشان بھی نہ رہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی قوم میں

(ضمیمہ) قوم قوم کرتے خوب خشک ہوتے ہیں۔ لیکن عمل کی باری جب آتی ہے تو فیصدی ایک بھی اثر نہیں رہتا ہے۔ ۔۔
علمائے اُمّت کا اس طرف متوجہ ہونا دین کی تفرقہ اور نمائیدہ ہے کیونکہ جسقدر روپیہ ایسے پیشہ ور گداگروں کی نذر ہوتا ہے اس سے بہت سے کام ہو سکتے ہیں اسلام خود بخود مذہبی اعتبارات سے قائم ہے ورنہ اسکی اشاعت اور قیام کیواسطے مسلمانوں کی جانب سے کوئی باقاعدہ کوشش نہیں ہوتی ہے اگر صدقات اور خیرات کا روپیہ کسی ترتیب اور قاعدے سے خرچ کیا جائے تو ایک اسلامی مشن طیار ہو سکتی ہے۔

مساکین اور واقعی سائل باقی ہی نہ رہیں۔ خواہ قوم بلحاظ دولت کیسی ہی فارغ البال ہو جاوے غربا اور مساکین بھی اسمیں ضرور ہی رہیں گے۔ جو قومیں اسوقت پورے اقبال اور شان و شوکت میں ہیں اور جنکی دولت مندی ضرب المثل ہے انمیں بھی بہت سا حصہ غریبوں اور مساکینوں کا موجود ہے اور انکی گذران اور اوقات بسری انہیں لوگوں کے ذمہ ہمت پر رہتی ہے جو ان میں فارغ البال اور دولتمند ہیں۔ یہہ اصول قرار دے لینا کہ ہم سائل کے نام سے بیزار رہیں درست نہیں ہے۔ جو لوگ واقعی محتاج اور مدد کے قابل ہیں انکی ہمدردی اور مدد ہم پر واجب ہے۔ علی ہذا القیاس یہہ خیال کہ کوئی شخص بھی عام طور پر بغیر اسکے کہ وہ کسی کارخانہ میں کام پر لگایا جاوے ہم سے مدد پانے یا کچھہ حاصل کرنیکا حقدار نہیں ہے۔ ایک ایسا خیال ہے جو کہنے میں آسان لیکن نظر غور سے دیکھا جاوے تو واجب العمل ہے۔ بعض اوقات ایسے ایسے باعزت انسان بھی سوال کرنے پر بوجہہ کسی حادثہ ناگہانی یا ضروریات اتفاقی مجبور ہو جاتے ہیں گو انکا دل شرم کے مارے ڈوبا جاتا ہے لیکن بحالت مجبوری کیا ہو سکتا ہے۔ اس حالت میں بھی ایک قاعدہ کا پابند رہنا ایسے لوگوں کے ساتھہ ظلم اور نا انصافی کرنا ہے۔

کون لوگ ان حالات میں مدد پانے اور فیاضی ابنائے جنس کے مستحق ہیں؟ وہ جو:-

(۱) لولے۔ لنگڑے۔ اپاہج۔ اندھے۔ مریض۔ بے کس۔ بیوائیں اور پردہ نشین مفلوک الحال عورتیں ہیں
(۲) جو کسی ناگہانی مصیبت میں گرفتار ہیں (۳) جو بوجہہ مسافرت کسی ناگہانی حادثہ سے قابل امداد ہیں۔
(۴) جو کسی مسلسل حادثہ یا واقعہ کی وجہہ سے تنگ دست ہیں۔ (۵) فی الحقیقت جنکی گذران کی کوئی سبیل نہیں (۶) جو بہ دائرہ **احصروا فی سبیل اللہ** میں مندرج ہیں

یہی لوگ اور ایسے اشخاص ہیں جو بعض اوقات بغیر پابندی کسی قاعدہ خیرات کے بھی ہماری امداد اور فیاضی کے حقدار ہیں یہی لوگ ہیں جنسے ہمیں دلی ہمدردی اور سچی الفت چاہئے۔ یہی لوگ ہیں

یورپین قوموں میں بھی ایسے شریف سائل بہت سے موجود ہیں جو ضرورت پر اپنی قوم کے بزرگ اور فیاض اہلکاروں کی معرفت مدد حاصل کرتے ہیں صرف طرز سوال میں فرق ہے تو وہ بلکہ مانگتے ہیں اور یہاں کے شریف سائل مونہہ نیچے کئے مانگ لیتے ہیں۔ ایسے لوگ خوشی سے سوال نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی انکے دل اسپر رضامند ہوتے ہیں۔ مجبوری اور لاچاری ہی انہیں ان منزلوں تک لیجاتی ہے ورنہ کسی شریف کا دل کب چاہتا ہے کہ گداگر حال کیطرح گداگری کرتا پھرے۔ ۱۲

جنکی نسبت اسلام وسعت سے تعلیم دیتا ہے اور خبردار کرتا ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری جائدادوں اور دولت میں سے ان لوگوں کا بالخصوص حصہ مخصوص ہے۔

**خیرات اور صدقات کا اچھا طریقہ** خود شریعت نے بتلا رکھا ہے

**زکواۃ کا مقرر کرنا** اس امر کی دلیل ہے کہ شریعت خیرات دینا ایک ضابطہ سے چاہتی ہے اگر ضابطہ کا خیال نہ ہوتا تو زکواۃ نہ عائد کیجاتی

**خیرات اور صدقات** دو قسم پر ہیں۔

(الف) منضبط یا قومی۔ (ب) غیر منضبط یا شخصی

**شریعت اسلامی** یا قوانین اسلامیہ کا منشا یہہ ہے کہ دو طریقوں سے خیرات دیجاوے۔ ایک ان ضوابط اور قواعد کی پابندی سے جو بحیثیت مجموعی مذہب اور قوم کے حق میں سود مند اور ضروری ہیں اور جنسے ان امور اور ان مقاصد کا انصرام ہوتا ہے۔ جو عوام الناس یا رفاہ عام یا سوسائٹی سے وابستہ اور متعلق ہیں اور ایک غیر منضبط یا متفرق طور پر جیسے پہلی صورت ضروری ہے ویسے ہی دوسری بھی اکثر پیش آتی رہتی ہے۔ اگر دوسری صورت جائز نہ رکھی جاوے تو اسمیں بہت حرج ہے کیونکہ اکثر لوگ ایسے نکل آتے ہیں جو فی الوقت خصوصیت سے مدد پانے کے محتاج یا حقدار ہیں اُن جماعتوں میں جو شریف اور محتاط کہلاتی ہیں بمقابلہ اُن لوگوں کو جو قریبًا غیر محتاط ہیں اس لیے اکثر اشخاص نکل آتے ہیں جنھیں خاص طور پر امداد کی ضرورت ہوتی ہے وہ نہ تو کارخانوں میں جا سکتے ہیں اور نہ ہی عام غریب خانوں میں جا کر اُنکا گذارہ ہو سکتا ہے۔ یگانگت اور خویشی میں ایسی حالتیں بالعموم پائی جاتی ہیں اسی طرح راہ چلتے مصیبت زدہ مسافروں اور بیکس مظلوموں کی حالت ہے اگر انکے لئے بھی انہیں قواعد منضبط کی شرط رکھی جاوے تو بہت ہی مشکل کا سامنا ہوگا۔

کچھہ ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ ہم فی الوقت خیرات شخصی یا غیر منضبطہ کے بند کرنے پر زور دیں اسمیں کوئی برائی نہیں ہے ہاں یہہ ضروری ہے کہ خیرات اور یہہ صدقہ یا یہہ فیاضی ان لوگوں کا حصہ سمجھا جاوے جو فی الواقع اسکے حقدار ہیں ان لوگوں کو اسمیں حقدار نہ بنایا جاوے۔ جو پیشہ ور گداگر ہیں اُن کیواسطے یہہ درست ہے اور صحیح ہے کہ یورپ میں ایسے راہ چلتوں کی مدد نہیں کیجاتی اور ایسے لوگوں سے فیاضی کرنا انکی قواعد کے برخلاف ہے لیکن انہیں اور اہالیان ایشیائی طبائع میں فرق ہے اسلامی قوانین کے روسے خفیہ اور اعلانیہ دونوں طریق سے خیرات درست ہے۔

وہی قواعد شرعی رہنے چاہئیں جو ایک منضبط خیرات سے مشروط ہیں۔ یہہ بہت ضروری ہے کہ مسلمان خیرات منضبط کی جانب اب بالخصوص توجہ کریں مسلمانوں میں اسکے قواعد پہلے سے موجود ہیں۔ انہیں وقتی تغیر اور تبدیل سے وہ خوبی پیدا ہو سکتی ہے جو ہونی چاہئیے۔ لوگ اور مصلح اسطرف نہ زیادہ جھک جاویں کہ جو کچھہ ہو یا جو کچھہ کیا کرایا جاوے وہ یوروپ کی طرز پر ہی ہو بلکہ اسطرف جھکنا کہ اگر اپنے طریق عمل میں جزوی ترمیم سے اصلاح ہو سکتی ہے تو اُسے مقدم سمجھا جاوے کیا کوئی قوم اپنی قومیت کی ساری خصوصیتیں اور امتیازات چھوڑ کر فوقیت اور ترقی کر سکتی ہے؟ نقالیہ کبھی وہ شخص نہیں بن سکتا جسکی نقل کرتا ہے۔ ہر شخص اور ہر خاندان اور ہر قوم اپنی حد کے اندر رہ کر ترقی کر سکتی ہے۔ سوائے اُن خاص حالات کے کہ بالکل ہی اپنے آثار اور اپنی خصوصیات سے متنفر ہو جاوے

دونوں صورتوں میں مسلمان سب کچھہ کر سکتے ہیں لیکن ہمت اور صادق جوش درکار ہے جو قریبا اسوقت معدوم ہے شاید کسی وقت پیدا ہو جاوے۔ ہم میں شخصی طریقہ سے خیرات اور صدقات کی کمی نہیں ہے بہت سے اشخاص اسمیں تعریف کے قابل ہیں۔ لیکن قومی خیرات جسے دوسرے الفاظ میں منضبط خیرات کہا جاتا ہے ایک ابتری کی حالت میں ہے سب سے مقدم اور بڑا کام یہہ ہے کہ قومی طریق کی خیرات ایک انتظام کی صورت میں لائی جاوے۔ شخصی خیراتوں اور صدقات کے وہ حصے جو انضباط کے قابل ہیں قومی خیرات میں منتقل کئے جاویں اور ان سب کو ایک ضابطہ میں لاکر سب تجویزات عمل میں لائی جاویں ان سب تجویزات کے لئے مختلف حصص ملک میں کمپنیاں مقرر ہونی چاہئیں اور منجملہ کمپنی طریقوں کے یہہ حصہ زیادہ تر توجہہ کے قابل سمجھا جاوے۔

کمپنیوں کا مقرر ہونا یا کیا جانا مشکل نہیں ہے۔ ہمت اور توجہہ درکار ہے۔

باز مے گیری کمان آسمان نتوان کشید
تا نگردی راست چون تیر کمان نتوان کشید

سلطان احمد۔ میانوالی (پنجاب)

(بقیہ حاشیہ) بلکہ مذہبی قواعد کے رو سے صدقہ خفیہ افضل ہے اور اسلئے صدقہ خفیہ کی حکمت بھی یہی ہے کہ اظہار سے اس ہمدردی صادق میں جو ہر ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے یا ہر مسلمان کو دوسرے مشارکین انسانوں سے ہونا چاہیئے بصورت عجز کمزوری نہ آجاوے اور اس طریق سے مقداروں کو الزام نیت پر ہونا ہے۔

# ریویو کانفرنس لکھنؤ دسمبر ۱۹۰۴ء

## دوسرے دن کی کارروائی

۲۸ دسمبر کو بھی مثل ۲۷ کے ۱۰ بجے دن سے اجلاس شروع ہوا۔

**آزاد تعلیم کی تجویز**

آج کی کارروائی میں نواب وقار الملک انتصار جنگ بہادر مولوی مشتاق حسین صاحب نے ایک تجویز اس مضمون کی پیش کی کہ جن طلبا کا مقصد تعلیم سے سرکاری ملازمت کا حاصل کرنا نہیں ہے انکی تعلیم کے واسطے یونیورسٹیوں اور سرکاری حلقہ کے باہر انتظام ہونا چاہئے۔ نواب صاحب نے نہایت پختہ اور پر مغز تقریر میں اس رزولیوشن کو پیش اور مولوی عبد الحلیم صاحب شرر نے لیاقت سے اسکی تائید کی۔ اس رزولیوشن کی کسیقدر مخالفت ہوئی مگر مابعد جب نواب صاحب نے مطلب سمجھا دیا تو وہ بلا مخالفت اتفاق رائے سے پاس ہوگیا۔

تجویز پاس ہونی تھی ہوگئی مگر دراصل کم صاحبوں نے مطلب سمجھا کہ وہ کیا ہے۔ اور کیوں پیش کی گئی ہے؛ چونکہ تجویز خاص نواب وقار الملک بہادر کی تھی دوسروں نے اسپر نہ توجہ کی نہ بحث کی اور نہ اسکی خوبیاں واضح کیں۔ علاوہ اسکے تجاویز کی دہکا پیل میں تو چل اور میں آیا کا معاملہ تھا۔ اس تجویز سے کسی قسم کے چندہ کی توقع نہ تھی لہذا چپ چاپ پاس ہوگئی۔

نواب صاحب کی آواز بہت کم صاحب سن سکتے تھے اسلئے صرف اخباروں سے تقریر پڑھکر اس معاملہ کی اصل اہمیت کو وہ سمجھ سکتے ہیں۔ حقیقت میں یہہ تجویز ابھی تک تو ایک خیال ہے۔ لیکن جب اسپر عمل ہونے لگا تو وہ ایک تمدنی انقلاب کا نتیجہ اور سرچشمہ ہوگا۔ اپنی مدد آپ کرنے اور عاقبت اندیشی کو اصول کا وعظ اس تجویز میں کیا گیا ہے اور موجودہ کوانہ طریقہ تعلیم جو صرف ملازمت کو انتہائے نیکی سمجھتا ہے اسکے علاوہ اس تجویز کی رو سے دوسرے اصول کی امکان کو باور کیا گیا ہے۔ لیکن ابھی عرصہ کے بعد مسلمان اور انکے افسر یہہ سمجھیں گے کہ تعلیم ہی تحقیقی ہو سکتی ہے کہ تقلیدی اسوقت جب موجودہ تعلیم یعنی جدید و قدیم ہر دو کے بنجر نتائج کو دیکھنے کے بعد اہل الرائے پکاریں گے کہ ہمکو کسی اور شاہراہ پر چلنا چاہئے۔ مگر میرے نزدیک ابھی عرصہ تک مسلمان جدید التعلیم کا انتظام نہ کرینگے۔

**تعلیم عربی** تیسرا رزولیوشن عربی تعلیم کی امداد کے لئے حضور سر جیمس لاٹوش بالقابہ کا [illegible]
کی واسطے راجہ تصدق رسول خاں صاحب نے پیش کیا تھا [illegible] ایک [illegible]
راجہ صاحب نے خاموشی سے تجویز کو پیش کیا اور پچیس ہزار کی رقم کا تعلیم عربی کے لئے [illegible]
صاحب سے آہستگی سے وعدہ کیا اسپر بے حد جوش اور تعریف اور نثار راجہ صاحب ممدوح کی [illegible]
اور ہولی چلنے لگی۔ راجہ صاحب پرانی وضع کے عمر رسیدہ [illegible] بزرگ ہیں [illegible]
اور قومی بہبودی کے لئے انہوں نے یہہ چندہ دیا اور آئندہ بھی انشاءاللہ تعالیٰ دستگیری کرینگے۔

مگر بعض دیکھنے والوں کو اس شکریہ کی تجویز اور عربی کے چندوں پر اظہار خوشی سے تعجب ہوتا تھا۔ آیا یہہ وہی لوگ ہیں جو کل عربی کے شیوع کے خلاف آسمان تک غلغلہ بلند کر رہے تہے اور تحریر و تقریر اور رزولیوشن سے ایک شور قیامت برپا کر رکھا تھا۔ آج وہ [illegible] لنگا بہہ رہی ہے۔ اسی عربی کے محرکوں کا شکریہ ہو رہا ہے اور امداد پر اظہار جوش۔ مگر ان واقعات کو بے صبر ہو کر مناسب تجسس کا اعلان نہ کرنا چاہئے۔ زندگی معنے تجربے کے ہیں۔ دیکھو اور سیکھو یاد رکھو اور سمجھو نہ بقول مرزا غالب کے آدم کے ساتھ بھی تو ایسا ہی متلون سلوک ہوا تھا ؎

ہیں آج کیوں ذلیل؟ کہ کل تک نہ تھی پسند گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں

**تعلیم سائنس کی تجویز** صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ بی اے (کیمبرج) نے جو تہا رزولیوشن اس مضمون کا پیش کیا کہ "بلحاظ حالت ملک و قوم مسلمانوں میں سائنس کی ترقی دینے کے لئے عملی کوشش شروع کیجاوے اور اسکی بہترین شکل یہہ ہے کہ مدرسۃ العلوم مسلمانوں میں جو ہر ایک لحاظ سے قومی تعلیم کا مرکز ہے ایک اعلیٰ درجہ کی سائنس کلاس کہولی جاوے"۔ صاحبزادہ صاحب نے جو اردو اور انگریزی دونوں میں) ایک رواں اور پرجوش مقرر ہیں ایک فصیح اور شاندار تقریر کی۔ اس تقریر کا تین ربع اور زیادہ جوشیلا حصہ تو غالباً وہی تہا جو علیگڈہ کالج کی تعریف اور تائید میں ۱۸۹۷ء سے ابتک وہ برابر کر رہے ہیں اور اس تقریر میں بوجہہ زیادہ واقفیت اور تجربہ اور مشق کے زیادہ زور آتا جاتا ہے۔ لیکن ایک چہارم حصہ جاپان کے متعلق تہا اور اسکی ترقی کا راز بنایا گیا تہا۔ اسکے بڑے حصے کو ہم یہاں بجنسہ نقل کرتے ہیں کیونکہ وہ غور طلب مباحث پر مبنی ہے۔ اور اس یادگار تقریر کے متعلق کسی دوسری جگہہ ہم نے اپنی رائے دی ہے

**تقریر جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خان**

میں دو ایسے ملک کی ترقی کی مثال دونگا جنہوں نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ترقی کی
... انکے سبق ... جو آج تمام عالم ... حیرت میں ہے
سوچنے کی چیز ہے ایک نیا خیال پیدا ہو گیا ہے ہمارے انگلستان کا خاص ...
جاپان نے قلیل عرصہ میں جو ترقی کی اسکے جو اسباب ہیں کو اس غرض سے بیان کرونگا کیونکہ ان سے ہم
سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ جاپان کے حالات جن صاحبوں نے دیکھے ہیں انہیں معلوم ہے کہ ...
تک جاپان کی وہی حالت تھی جو آج چین کی ہے۔ اندرونی حالت غیر منتظم تھی کوئی انتظام نہ تھا ایک
سلطنت۔ مکاڈو کی ہزار برس کی سلطنت ... برس پہلے نکل گئی تھی۔ خاندان شوگن ... دار سلطنت
کے اختیار میں تھا ملک میں تین سو سے زیادہ ... تھے جنکو کوئی تعلق سلطنت سے نہ تھا ہر شخص
خود مختار تھا ایک لاکھ سے زیادہ پیشہ ور فوجی اشخاص جو بطور خود ملک کی آمدنی صرف کرتے تھے نہ
کوئی قانون تھا نہ انتظام۔ ہر شخص جاہل تھا۔ میکاڈو برائے نام بادشاہ تھا۔ ملک کی جگہ ...
ہو رہی تھی۔ پیری نامی ایک امریکن ۱۸۵۳ء میں دو جہاز لیکر آیا جسے دیکھکر تمام جاپان میں ہلچل پڑ گئی
سب لڑنے کو آمادہ ہو گئے لیکن انجام کار جاپانیوں نے شکست پائی اور پیری نے صرف دو جہازوں
سے بندرگاہ اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس شکست کے بعد جاپانیوں نے اس امر پر غور کیا کہ کیا سبب ہے
کہ ایک شخص نے صرف دو جہازوں سے تمام حکومت کو شکست دیدی۔ غور کرنے کے بعد یہہ نتیجہ نکالا
کہ دو سبب ہیں اول یہہ کہ ملک میں اتفاق نہیں ہے۔ دوسرے علوم جدیدہ سے لاعلمی یہی دونوں
مرض آج مسلمانوں میں موجود ہیں۔ جاپان نے اپنے مرض کا کیا علاج کیا جو علاج جاپان نے کیا
وہی ہمارے مرض کی دوا ہو سکتا ہے۔ جسکو ذرا بھی دل و دماغ ہو گا وہ اس سے اختلاف نہ کریگا
کہ جاپانیوں نے کل قوت کو ایک مرکز میں لانیکا انتظام کیا اور یہہ قرار دیا کہ اگر ملکی قوت ایک مرکز
پر جمع ہو تو ہم تمام دنیا کا مقابلہ کر سکیں گے چنانچہ شوگن جنکے ہاتھ میں عملی قوت تھی کھڑا ہوا اور
اسنے کہا کہ میں حکومت چھوڑتا ہوں اور مکاڈو کو مرکز قرار دیتا ہوں۔ کئی سو تعلقہ دار ایکدم سے
اٹھے اور انہوں نے اٹھکر کہا کہ جسقدر ہمارے کھانے کے لائق ہو وہ چھوڑ دو اور باقی سب مکاڈو
کو دیدو اسیطرح ایک لاکھ پیشہ ور سپاہی کھانے کے لئے تنخواہ رکھکر باقی سب جائداد مکاڈو کو دیکر
ہیں نتیجہ یہہ کہ تمام قوت منتشر ایک مرکز پر آگئی۔ اسوقت نہ مکاڈو کی عزت تھی نہ شوگن کی نہ

تعلقہ داروں اور نہ پیشہ ور سپاہ کی لیکن قوت کے ایک مرکز پر آنے پر ایثار نفس کرنیکا نتیجہ یہہ ہوا کہ تمام دنیا آج ہر ایک جاپانی سپاہی کی عزت کرتی ہے یہہ عزت حاصل ہوئی ہے ایثار نفس کرنے سے۔

دوسرا مرض جاپان میں موجودہ علوم سے لاعلمی قرار پایا تھا ۱۸۵۴ء سے قبل دوسرے ممالک میں جانا اور دوسرے ممالک کی قوموں کا جاپان میں آنا ناگوار تھا لیکن اسکے بعد جاپان کے نوجوان ہر قسم کے علم وفن سیکھنے کی غرض سے تمام دنیا میں پھیل گئے۔ یوروپ گئے امریکہ گئے اور حصول علم کے لئے اپنی سب قوتیں صرف کیں۔ اب مہربانی فرماکر آپ اپنی حالت کو ملاحظہ فرمائے اور ۱۸۵۴ء میں جو حالت جاپان کی تھی اس سے اپنی موجودہ حالت کا اندازہ کیجئے اور غور فرمائیے کہ اس تاریخی واقعہ سے ہم کون سا عملی سبق سیکھہ سکتے ہیں۔ ہندوستان میں اسوقت ۶ کروڑ مسلمان ہیں لیکن بنگاہ غور سے دیکھو کہ مجموعی حالت کیا ہے سنی علیحدہ شیعہ علیحدہ مقلد علیحدہ۔ غیر مقلد علیحدہ۔ مذہبی تفریق کے علاوہ دوسری تفریق ہم میں ملکی ہے۔ پنجابی کچھہ تجویزیں کرتے ہیں بمبئی کے مسلمانوں کی خواہشات جدا ہیں۔ بنگالی مسلمان علیحدہ ہیں غرض کہ بلحاظ نا اتفاقی کے ہماری وہی حالت ہے جو ۱۸۵۴ء سے قبل جاپان کی تھی۔ اب رہا لاعلمی اس زمانہ کے مطابق ہماری حالت کیا ہے۔ علوم کے دو بڑے مقصد ہوسکتے ہیں ایک دل ودماغ کی ترقی دوسرے مخلوق پر تصور کرکے اسباب ترقی بہم پہونچانا اب ریل تار برقی اور دوسری قسم صنعتوں کو دیکھیے کہ مسلمانان کا امنین کیا حصہ ہے جسطرح جاپان کو علوم جدیدہ حاصل کرنیکی ضرورت تھی اسی طرح مسلمانوں کو بھی ہے جاپان کی مثال بطور تمہید کے ہے اگر قوم چاہتی ہے کہ ترقی کرے تو ترقی کے اسباب اور اسکے وسائل جاپان کی مثال سے ظاہر ہیں۔ میں ادب سے کہتا ہوں کہ اگر ہم پختہ ارادہ کرلیں تو جلد ترقی کرسکتے ہیں۔ جاپان کی مثال دیکھنے کے بعد یقیناً جو دل اور دماغ رکھتا ہے یہہ یقین کریگا کہ جبکہ جاپان نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا تو خدا کی رحمت سے ہمیں مایوس نہ ہونا چاہیے بشرطیکہ ہم بھی انہیں وسائل کو کام میں لاویں سب سے پہلے منتشر قوتوں کو ایک مرکز پر لانا چاہیے اسکے بغیر کچھہ نہ ہوگا جب ہمکو راستہ معلوم ہوگیا۔ علاج معلوم ہوگیا۔ دوا معلوم ہوگئی تو کیوں کوشش نہ کیجائے جو قومی مرکز پیدا کرنیکا طریقہ ہے وہ یہی ہے کہ قومی مرکز پر ذاتی کام ذاتی مقاصد ذاتی فوائد

ہمارے قومی مرکز کی ایک حد تک ابتدا ہوگئی ہے اسپر مختلف طور سے گفتگو ہو چکی ہے کہ وہ قومی مرکز علیگڈھ ہے۔ اب وقت کو ہاتھ سے نہ کھونا چاہیئے بلکہ کوشش کرکے قومی مرکز بنا دینا چاہئیے۔ اگرچہ مدرسۃ العلوم بہت کچھہ قومی مرکز ہوگیا ہے۔ لیکن اگر نہیں ہوا تو ہماری کم توجہی کا نتیجہ ہے اسمیں قومی مرکز ہونیکی حیثیت موجود ہے۔ جب یہہ مسلم ہے کہ قومی مرکز کی ضرورت ہے تو کہا ہے ہو کسطرح پیدا کیجاوے۔ قومی مرکز اسطرح ہو سکتا ہے۔ جب قومی و ملکی ضرورت کے لحاظ سے ایک قومی آئیڈیل قرار دیں اور سب کا یہی ایک خیال ہو۔ ہماری موجودہ حالت کے لحاظ سے ترقی کے لئے ہمارا آئیڈیل صرف تعلیمی ترقی ہونا چاہیئے موجودہ حالت میں اس سے بہتر آئیڈیل نہیں ہوسکتا ............ تعلیمی ترقی کا ایڈیل وہ ایڈیل ہے کہ اگر آپ قومی ترقی کرنا چاہتے ہیں تو آپ تعلیم کے ذریعہ سے تمام باتیں حاصل کرسکتے ہیں۔ قومی ترقی اور گورنمنٹ میں عزت اور وقار تعلیم ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ سب تعلیم گاہیں جو مسلمانوں کے مختلف مقامات پر جاری ہیں اگرچہ وہ مناسب اور اپنی اپنی جگہہ پر مفید ہیں اور مقامی ضرورتوں کے لئے وہ کافی ہیں لیکن قومی مرکز کے لئے وہ کافی نہیں ہیں۔"

صاحبزادہ صاحب کی تجویز کی تائید نواب محسن الملک صاحب بہادر نے بذریعہ ایک تحریری لکچر کے ایک نہایت عالمانہ اور قابلانہ مضمون کے ذریعہ سے کی اور ثابت کیا کہ سائنس کی تعلیم کی بابت قرآن شریف میں بار بار تاکید آئی ہے۔ اسکے بعد خواجہ غلام الثقلین نے سائنس کی مزید تائید میں تقریر کی اور کہا کہ سائنس کی تعلیم ایک وسیع لفظ ہے۔ موجودہ اوپری کالجی تعلیم سے اسقدر فائدہ نہیں ہے جیسا سائنس کے کسی خاص شعبہ میں مسلمان لائق بنائے جاویں مثلاً علم پالٹیکل اکانمی اور علم کیمیا اور زراعتی تو بذریعہ تجارت و زراعت معاش کے ذریعے بڑھ سکتے ہیں۔

بگر محرک صاحب دوران اس تقریر میں بالکل نیک نیتی کے ساتھہ غالباً یہہ اندیشہ کرنے لگے کہ لوگ مدرسۃ العلوم کی تعلیم سائنس میں چندہ دینے سے دست کش نہ ہوجائیں انہوں نے پریسیڈنٹ سے کہا کہ یہہ شخص میرا مطلب الٹ پلٹ کر رہا ہے۔ پریسیڈنٹ نے مقرر کو بند کر دیا علاوہ ازیں سطر ترمیم کی عبارت بھی نہ پڑھنے دی۔ اس تقریر کا انگریزی ترجمہ ابزرور لاہور میں چھپا ہے اور اس سے ماخوذ کرکے اس ریویو کے آخر میں نوٹ میں ہمنے اضافہ کیا ہے۔ قاری سلیمان

شاہ صاحب نے رزولیوشن کی تائید کی۔ تجویز زور شور سے پاس ہوئی اور چندے بھی ہوتے اور وعدے بھی ہوئے۔ اور یہہ اجلاس مالی لحاظ سے بہت کامیاب رہا۔

ایک بات اس اجلاس میں یہہ لائق لحاظ تھی کہ سائنس کی تائید میں تقریر کرتے وقت زور شور سے محرک اور موئد نے بیان کیا تھا کہ علیگڈھ کالج میں دینیات کی پوری ترتیب ہوتی ہے اور چیلنج دیا تھا کہ کوئی خلاف ثابت کرے۔ حاجی ریاض الدین صاحب نے بیان کیا کہ میں نے نماز کے وقت لڑکوں کو ٹینس کھیلتے یا کرکٹ کھیلتے دیکھا ہے۔ بات معمولی تھی لڑکے معصوم اور فرشتہ نہیں ہوتے۔ ممکن ہے کہ اذان کیوقت مسجد میں نہ آگئے ہوں مگر اس تجویز کے محرک نے بہت غل کیا کہ اس مقرر کو بند کر دو چنانچہ بحکم پریسیڈنٹ صاحب بند کردیے گئے اور چند ناعاقبت اندیش نوجوانوں نے غل کر کے عوام پر یہہ اثر ڈالدیا کہ "یہہ کانفرنس آزاد نہیں ہے اور صرف ایکطرف کی آواز اسمیں سنی جاویگی"۔ خود غیر متعلق تقریریں کرتے ہیں وہ بند نہیں کیجاتیں جب کوئی غیر متعلق تقریر کا غیر متعلق جواب دیتا ہے تو آزادی رائے۔ اور چیلنج اور مساوات سب ہوا کی مغربی اور مشرقی ہر دو تہذیب کو معطل کر دیتے ہیں ؎

اس شان سے وہ آئے تری جلوہ گاہ میں ؛ ہم دیر و کعبہ بھول گئے دو لو راہ میں۔

**طبی تجاویز** سہ پہر کے اجلاس میں دو تجاویز پیش ہوئیں جنکا خلاصہ یہہ تھا کہ طب یونانی اعلی درجہ کے سائنٹیفک اصول پر مبنی ہے۔ بلکہ ایک اسلامی طب ہے آجکل نوجوانوں میں اسکی طرف سے جو حقارت کیجاتی ہے وہ بہت بری ہے۔ کانفرنس اسپر افسوس کرتی ہے۔ دوسرے رزولیوشن میں ایک مدرسہ تکمیل الطب بنایا گیا ہے اسکے مقاصد کی تعریف و ثنا و تائید کی گئی۔

**سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی** کا ایک جلسہ جو ۲۶ دسمبر کو کہیں لیٹ میں ہوا تھا تھا۔ اسمیں سکریٹری صیغہ اصلاح نے کہا تھا کہ یہہ تجویز بالکل سائنٹیفک ہے ہمارا جلسہ اسپر رائے دینے کا مجاز نہیں بلکہ لوگ مضحکہ کرینگے۔ اسپر راجہ نوشاد علی صاحب نے فرمایا کہ اگر یہہ رزولیوشن پیش نہ ہوا تو ہم کوئی تعلق کانفرنس سے نہ رکھیں گے۔ ہماری مقامی مصلحت چاہتی ہے کہ یہہ رزولیوشن پیش ہو (نوٹ) اگلے پرچہ میں قومی مرکز اور جاپان کی مثال پر ایک مستقل آرٹیکل لکھا جاوے گا۔ امید ہے کہ قوم اور حامیان مدرستہ العلوم سچے دل سے اسپر غور فرماوینگے۔ (ایڈیٹر)

پیش ہو آنریبل شاہ دین صاحب کے خیال میں اسطور پر کانفرنس کو دبانے سے آئندہ بری مثالیں قائم ہونگی مگر کانفرنس کے واجب الاحترام سکریٹری نے نہایت مصلحت طرازی کے لحاظ سے خیال کیا کہ جبقدر مقامی سنی کانفرنس میں جمع ہوئے ہیں حکیم عبدالولی و حکیم عبدالعزیز صاحبان کے اثر سے جمع ہوئے ہیں علمائے بھی طبیبوں کی خاطر کفر کے فتوے واپس لیلیئے۔ اسلئے یہہ رزولیوشن پیش ہونا چاہیے کانفرنس نیں مخالفت کرلینا۔

نہایت دلچسپ اور پر لطف مباحثہ اسپر ہوا۔ تائید کرنے والوں میں مولوی عبدالحلیم تو شائد مقامی مصلحتکی خوش آمدید کے واسطے تہے مگر نواب وقار الملک بہادر کا اس رزولیوشن کی تائید کانفرنس کے وقت میں کرنا تعجب سے خالی نہ تھا۔ مخالفت میں کوئی تقریر عبدالعزیز صاحب ایم۔ اے اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر سے بڑھکر نہ تہی۔ جوشیلی۔ فصیح اور سچی تقریر تہی۔ بعض ڈاکٹروں نے بہی تقریر کی۔ غرض اس مقامی مصلحت نے کانفرنس کا نصف دن ضائع کیا اور حکیم صاحب پر ظرافت تقریر کی تجویز بکثرت رائے منظور ہوئی۔ اسکی منظوری سے کیا فائدہ ہوا اسکا حال لائق حکیم صاحب کو معلوم ہوگا۔ کاش حکیم عبدالولی صاحب غور کرتے اور بنظر انصاف دیکھتے کہ ایک جلسہ خاص غرض سے جمع ہوتا ہے۔ وقت محدود ہے۔ لوگوں کا بہت سا روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ آپ کو اصرار نہ چاہیے تھا کہ آپ اندرون وقت کانفرنس بحث کرتے وقت لیتے۔ بیشک اس کام کی اشاعت ضروری تہی مگر رات کو اسکے لیئے وقت ملسکتا تہا مگر جس شخص کو شوق ہوتا ہے وہ اپنے مضمون کو دنیا بھر سے بہتر سمجھتا ہے قصور اگر ہے تو انکا ہے جنہوں نے سر تسلیم خم کیا تھا۔ نواب محسن الملک بہادر اور راجہ نوشاد علی خان صاحب کو مقاصد کانفرنس پر غور کرکے حکیم صاحب کو ملائمت سے سمجہانا چاہیئے یہہ خیال کرنا کہ حکیم صاحب ذی اثر ہیں۔ رئیس انکے کہنے میں ہیں۔ مولوی انکے مطیع ہیں ایک اعلی درجہ کی قرب اندیشی تھی مگر جس قوم میں استقلال و اصول عمل اور اصول اخلاق کی بجائے عارضی مصالح اور وقت بینی کے ذخائر رہجاتے ہیں چند روز کے بعد وہ از منہ تاریخی کی سڑی ہوئی یادگار رہ جاتی ہے۔

اس رزولیوشن میں نہیں ہر جگہہ یہہ اصولی غلطی نظر آئیگی۔ میں نے غلطی اسکو عمداً کہا ہے اس لیئے کہ طریقہ عمل صرف دو ہیں۔ ایک تو اصول پر قائم رہنا ایک دریا کے بہاؤ پر چلنا۔ اصول کہتا ہے

کہ ہم اپنی قوت اور دولت کا بہترین استعمال کفائت شعاری کے ساتھ کریں اور پختہ مثال قوم کے سامنے قائم کریں ورنہ یا کا بھاؤ چاہتا ہے کہ مسلمان زوال اور ذلت اور اسراف کیطرف چلیں - اب سوچ کر ایک طریقہ اختیار کر لو -

یا تن برضائے دوست می باید داد ؛ یا جاں بہ رہ پائے باید کرد

جلسہ صیغہ تعلیم نسواں اسی تاریخ شام کو صیغہ تعلیم نسواں کا جلسہ بصدارت مسٹر پالسین ہوا اور ایک کمیٹی واسطے اس صیغہ کے قائم کی گئی - جلسہ بہت شاندار تھا اس صیغہ کیطرف سے ایک عمدہ ماہواری رسالہ (خاتون) نکلتا ہے جسمیں عورتوں کے مضمون بھی ہوتے ہیں اور جہانتک شیخ عبداللہ صاحب سکرٹری کی محنت کو تعلق ہے وہاں تک یہہ صیغہ بہت کامیاب ہے چونکہ اس صیغہ میں شامل ہونے سے بآسانی روشن خیالی کا تمغہ ملجاتا ہے اور ذاتی ذمہ واری کسی کام کی نہیں ہے - لہذا نئی روشنی کے نوجوان زیادہ جمع ہوگئے ہیں - لیکن اگر شریفوں کے گھروں کے لئے عمدہ استانیاں اس صیغہ کے قائم کردہ نارمل سکول سے ملسکیں تو قوم پر واقعی احسان صیغہ تعلیم نسواں کا ہوگا - مگر یہہ کام نہائت مشکل اور پیچیدہ ہے اور جو لوگ لائق سکرٹری کے مددگار ہیں مشکل ہی معلوم ہوتا ہے - کہ انکے بازو اس بڑے بوجھ کو اٹھا سکیں - بہرحال ہم قادر مطلق سے اُمید رکھتے ہیں کہ سعی و محنت کے بعد کوئی ذریعہ تعلیم نسواں کا قابل عمل سمجھ میں آجائیگا - کیونکہ امید سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے

## تیسرے دنکی کارروائی

تعلیم فارسی کی تائید پہلے ہمارے دوست شیخ عبدالسد صاحب نے ایک تجویز پیش کی کہ فارسی الفاظ سررشتہ تعلیم میں بطور سابق قائم رہنا چاہیئے اسکے پہلے بھی بہت سی کوششیں کی گئی تھیں مگر سید صاحب مرحوم - سید محمود اور مسٹر بک مرحوم کی زبردست مخالفت سے کامیابی نہ ہوئی مخالفان اردو نے اب پھر ہاتھ پیر ہلانے شروع کئے ہیں - کہ فارسی ہی کو آزاد و جو مسلمانوں کے زمانہ کا شعار باقی ہے اردو اب جاتی رہے گی -

اسوجہ سے یہہ تجویز پیش ہوئی مگر یہہ بات معلوم کرنی ہے کہ یہہ رزولیوشن کسی مدلل تحریر کے ساتھ گورنمنٹ میں بھیجے بھی جاتے ہیں یا نہیں اور آسانی کے ساتھ یہہ پیشین گوئی کیجا سکتی ہے کہ مسلمانوں اور انکی لیڈروں کی حالت بے پروائی اور خود پرستی کی جواب سے وہی ہے اور

انہوں نے حقیقی معاملات کیطرف سے بے توجہی رکھی تو فارسی پنجاب والہ آباد کی یونیورسٹیوں سے نکلنا ایسا ہی یقینی ہے جیسا مسلمانوں کی تمدنی اور اخلاقی انحطاط قریب الوقوع ہے۔

بہرحال بعد تائید مسٹر برکت علی منصف کے تجویز مذکورہ بالا بغیر مخالفت و مباحثہ کے بالاتفاق منظور ہوئی۔

**کانفرنس کا دفتر قائم کرنا** پروفیسر گارڈنر بیرون نے ایک تجویز اس مضمون کی پیش کی اس کانفرنس کی لئے میں ملتعلیمی اخراجات کے لئے ایک فنڈ مہیا کیا جائے جس سے (۱) ایک ایجنٹ مقرر کیا جاوے تاکہ وہ ایسے قصبات میں جہاں مسلمانوں کی معقول آبادی ہو وہاں کی مذہبی اور دنیوی تعلیم کی حالت اور تعلیمی آسانیوں کی بابت رپورٹ کرے اور جہاں ضرورت ہو مدارس قائم کرنے میں مدد دیوے۔ (۲) ایک مرکزی دفتر قائم کیا جاوے جو ایجنٹ اور مدارس سے خط وکتابت کرے (۳) ایک دفتر تعلیمی معلومات کا قائم کیا جاوے جسمیں ایک لائبریری گورنمنٹ رپورٹوں کی اور تعلیمی کتب کی موجود ہو۔اس دفتر سے طلبہ اور انکے والدین کو ممالک غیر میں ٹکنیکل و اعلیٰ تعلیم حاصل کرنیکی بابت معلومات مہیا کیجاویں گی۔

تجویز بالا تفاق منظور ہوئی اور کام چلانے کے لئے کئی سو روپیہ بھی جمع ہوا۔اور مسٹر بیرون جائنٹ سکرٹری سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی کے مقرر ہوئے۔ہم پروفیسر موصوف کی اس محنت اور دلچسپی کے بہت مشکور ہیں اگرچہ اندیشہ ہے کہ یہہ دفتر اپنا کام نہ کرسکیگا بہت کوشش ایجنٹ کریگا مگر کانفرنس میں اور وہاں کی چار روزہ کارروائی دیکھکر کلام کرنے والوں کا دل ٹھنڈا ہو جایا کریگا اور تماشائی سیر ہوکر چلے جاویں گے۔اگلی دفعہ محنت پھر نئے سرے سے شروع ہوگی جو لوگ ہاں میں ہاں ملائیں گے صرف انکی بات پوچھی جاوے گی مگر ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ یہہ دفتر برخلاف دیگر انجمنوں کے اپنے فرائض ادا کرے اور صرف یہہ تعجب کرتے ہیں کہ اس رزولیوشن یا کسی دوسری تجویز میں اصلاح تمدن کی ضرورت اور معلومات جمع کرنیکا ذکر معدوم ہے۔

**اعلیٰ تعلیم کے لئے وظائف دینا** آنریبل مسٹر شاہدین نے پیش کیا اور صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے تائید کی کہ اعلیٰ علوم کی بنیاد پختہ کرنے کے یہہ ضروری ہے کہ قابل اور ہونہار مسلمان گریجوایٹس کو معقول وظائف دئے جاویں تاکہ بی۔اے۔ایم اے کے بعد علوم میں کامل ترقی کرسکیں۔

تجویز ایسی عمدہ و معقول بھی ہے کہ اس سے انکار نہیں ہوسکتا نہائت عمدہ موقعہ ایک فصیح تقریر کرنیکا

ہر دو صاحبوں کو علاوہ یہ تجویز پاس ہو گئی اور ہمکو یقین ہے کہ اس تجویز سے اخباروں کے کالموں اور کانفرنس کی رپورٹ کو یقیناً زینت ہوئی اور ممکن ہے کہ ایک صدی کے بعد کوئی نامعلوم جماعت کسی طریقے سے بدولت، فیلوشپ کا بھی کر دیوے۔ ہمنے نکتہ چینی صرف اس غرض سے کی کہ ہر تجویز کے ساتھ ایک ضمیمہ ہونا چاہیئے جسکی رو سے تعین کیجاوے اور کوئی اسکا ذمہ وار ہے اور اگلے سال رپورٹ کون پیش کرے۔

نواب وقار الملک بہادر نے ایک تجویز پیش کی معاملات متعلقہ مدارس میں ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کو مدد دینے کے لئے غیر سرکاری ممبروں کی ایک کمیٹی ہونی چاہیئے۔ یہہ تجویز بالاتفاق منظور ہوئی چونکہ اسکا تعلق نواب مشتاق حسین صاحب سے ہے اسلئے ہم ذرا شبہہ نہیں کہ وہ اسکی طرف گورنمنٹ کو متوجہہ خود کریں گے اور اس تجویز کو مناسب تائید کے ساتھ روانہ کرینگے۔

اسکے بعد چند تجویزیں شکریوں کی اور کچھہ تمغے اور اعانت دن روپی فنڈ کے لئے دئے گئے خاصکر مسٹر بل لفٹننٹ گورنر صاحب پنجاب کا شکریہ ادا کیا گیا اور مس نصیر الدین حیدر کے نام پر تمغہ میر جعفر حسین صاحب نے دیا اور آصف زمان صاحب کو تمغہ پہنایا گیا۔ آنریبل راجہ علی صاحب بہادر نے ایوننگ پارٹی دی اور رات کو مولوی محمد سلیمان صاحب کا وعظ قریباً ڈیڑھ گھنٹے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ ہوا جسمیں انہوں نے اسلام کیطرف نئی روشنی والوں کو خاص طور پر متوجہہ کرنیکی کوشش کی

(تیسرے دن کی کارروائی ختم ہوئی)

**نوٹ**۔ تقریر خواجہ غلام الثقلین بابت تعلیم سائنس ماخوذ از ابزرور لاہور ۱۸۔ جنوری ۱۹۰۷ء

جس لیاقت اور فصاحت سے سائنس کی تعریف میں پہلی تقریریں کی گئیں انکے بعد سائنس کی تعریف میں کچھ کہنا فضول ہے۔ میرے دوست صاحبزادہ صاحب نے جاپان کی مثال سے اور میرے بزرگ [illegible] صاحب نے آسمانی صحیفوں سے سائنس یعنی علوم صحیحہ کی تائید فرمائی میری رائے میں تو [illegible] ایسا علم ہے جسکے حصول میں کوشش بلیغ کرنی چاہیئے۔ کچھہ عرصے سے میں تحریر و تقریر کے ذریعہ سے زور دے رہا ہوں کہ ہمارے لائق نوجوان شاعری اور ادب میں قوت کو جو ضائع کر رہے ہیں اسکی جگہہ سنجیدہ مطالب کیطرف متوجہ ہوں [illegible] کے ایک مشہور مقولے کے مطابق دو ہی علم ایسے ہیں جو علم ہیں یعنی علم جسمانیات کا اور علم روحانیات کا اور بوجہ ضرورت اولیٰ اول کو دوسرے پر سبقت

دی گئی ہے العلم علمان علم الابدان و علم الادیان۔ سائنس سے تمکو چار ناچار معاملہ کرنا پڑیگا۔ فرق یہہ ہے کہ اگر تم عقلمند ہو تو قوانین فطرت تمہارے غلام ہیں نادان ہو تو تم انکے غلام ہو آپ کو اختیار ہے کہ فن جہاز رانی نہ سیکھو مگر یہہ اختیار نہیں کہ سمندر تمہارے ہی کو ڈبانے سے رک جاوے۔ آپ کو اختیار ہے کہ بھاپ کی طاقت کو اپنی خدمت کے لئے استعمال نہ کرو لیکن یقین جانیے کہ یہہ طاقتیں آپکو کچل رہی ہیں اور کچلیں گی۔ آپ کو اختیار ہے کہ کیمیا نہ سیکھو مگر یاد رکھو کہ زہریلے اجزا آپکو ضرور مار ڈالیں گے۔ سائنس سے بچکر ہم کہاں جا سکتے ہیں چلو تو علم الحرکت ہے بیٹھو تو علم السکون ہے۔ سانس لو تو کیمیا ہے"

"مگر اے حضرات جس سوال پر ہمکو متانت کے ساتھ غور کرنا چاہیئے وہ سائنس کی لفظی تعریف یا اسکے بظاہر کے مطالعہ اصول کا سوال نہیں ہے۔ میں محرک تجویز کو یقین دلاتا ہوں کہ جاپانیوں کی ترقی محض خیالی اصول سائنس پر غور کرنے سے نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے ان اصول کو اپنے گرد کے حالات پر منطبق کیا فوراً سائنس سے کام لینا شروع کر دیا"

"سائنس کی بیشمار شاخیں ہیں ہمکو دیکھنا ہے کہ ہماری موجودہ حالت میں بحیثیت ایک قوم کے کونسی شاخ ہمکو مفید ہے۔ مثلاً علم ہیئت ہے۔ علم نباتات ہے۔ علم حیوانات ہے۔ طبعیات ہے کیمیائی ہے طبقات الارض ہے۔ علم النفس ہے۔ پالیٹکل اکانمی یا علم دولت ہے۔ ہمارے محترم پریسیڈنٹ صاحب نے اپنی عالمانہ تقریر میں وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم ہیئت میں ترقی کرینگے تو ہمارے علما کی قدر مثل جاپان کے علمار کے انگلستان میں ہوگی۔ غالباً ایسا ہو لیکن جناب سوال یہہ ہے کہ اس سے ہماری جماعت کی دولت بڑہے گی یا نہیں کسی خاص آدمی کی شہرت سے اس مفلس قوم کو کیا فائدہ ہے جسکے پاس ذرائعہ معاش نہ ہوں۔ (پریسیڈنٹ صاحب "وقت ہو گیا۔ جلد ختم کیجے")

"خیر تو میرے نزدیک ہندوستان کے کالجوں میں جس سائنس کی تعلیم ہوتی ہے اسکا کوئی عملی فائدہ نہیں ہے اس تعلیم نے موجد۔ مخترع یا ملک کی آمدنی بڑہانے والے لوگ پیدا نہیں کئے ہیں۔ اس وجہ سے مرحوم سید نے معمولی سائنس کی تعلیم کو پسند نہیں کیا تھا کیونکہ انکی رائے میں اسکے واقف کار نہ گو نہ سرکاری ملازمت میں ترجیح دیجاتی ہے نہ وہ اپنی علمیت سے ملک کو خاص فائدہ پہونچا سکتے ہیں"

"مگر ہمارا فرض سب نقائص کے ظاہر کرلینے پر ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ غور کرنا چاہیئے کہ ہم سائنس کو"
"کس طرح اپنی لیئے مفید بنا سکتے ہیں اسکے لیئے میرا مشورہ یہہ ہے کہ اگر آپ سائنس سے فائدہ اٹھانا"
"چاہتے ہیں تو بہتر ہے کہ پالٹیکل اکانمی کا مطالعہ کرو تاکہ دولت کے پیدا کرنے اور تقسیم کرنیکے قواعد"
"آپکو معلوم ہو جاویں اور اس علم کو اور علوم سے پیشتر غور سے پڑہو۔ (شہیں۔ نہیں "۔ اور چیرز) پہر ایک"
"دوسرا ہم بلکہ ایک ہی ذریعہ معاش ہندوستانیوں کے لیئے ہے اور وہ زراعت ہے اور میں عرض کرونگا جیسا"
"ڈین سوفٹ نے کہا ہے کہ بڑی سے بڑی خدمت انسانوں کی یہہ ہے کہ جہاں دو دانے پیدا ہوتے"
"ہیں تین دانے اناج کے پیدا کرو۔ اور یہہ اسطرح ہو سکتا ہے کیمیائی زراعتی کا مطالعہ کرو۔ اگر ملک"
"کی دولت بڑہانا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو ان دو علوم کا مطالعہ کرو یہاں پریسیڈنٹ نے
مقرر کو بند کر دیا اور ترمیم کے الفاظ نہ پڑہنے دیئے۔ اور مقرر نے ادب سے حکم کی اطاعت کی اور
آخر میں صاحبزادہ صاحب نے جوابی تقریر میں صرف فرمایا کہ "پالٹیکل اکانمی کوئی سائنس نہیں ہے"

# معین الآثار معروف بہ تاریخ روضہ ممتاز محل

مولفہ

معین الدین جنرل سپرنٹنڈنٹ کلکٹری متہرا

دنیا کی عجیب و غریب عمارت روضہ ممتاز محل کی مفصل اور مشرح حالات مصنف نے نہایت محنت اور جانفشانی کے ساتھ لکھے ہیں اور چند نفیس ولائتی فوٹو بھی شامل کر کے کتاب کی زینت کو دوبالا کر دیا ہے۔

قوم کے مشاہیر مثلاً شمس العلماء مولانا حالی و شمس العلماء مولانا شبلی و مولوی سید حسین صاحب ڈسٹرکٹ جج اورنگ آباد دکن وغیرہ نے اس کتاب کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور نیز نامور اور ایڈیٹران اخبار مثلاً علیگڑھ انسٹیٹیوٹ۔ علیگڈہ منتھلی۔ عصر جدید۔ ابزرور۔ وکیل۔ پیسہ اخبار۔ تالیف و اشاعت۔ مشیر دکن۔ تحفہ دکن۔ البشیر وغیرہ نے قابل قدر ریویو تحریر کیئے ہیں۔

قیمت کتاب صرف ایکروپیہ علاوہ محصولڈاک رکہی ہے کتاب مصنف سے ملسکتی ہے۔

تحقیق ہم تمکو آزمائیں گے کسقدر خوف سے اور بھوک سے اور مال اور اولاد کے نقصان سے (قرآن)

# محرم الحرام

**۱۔ وجہ وقعت۔** (اڈیٹر عصر جدید)

دنیا کے دیگر واقعات بہ لحاظ شہرت اور یادگاری سب کے سب گمنام نظر آنے لگتے ہیں جب انکا مقابلہ حسینؑ ابن علیؑ سید الشہدا قتیل کربلا اور نور چشم فاطمہ زہرا کی وفات سے کیا جائے۔

آخر یہہ کیوں؟

ملحدانہ یعنے احمقانہ نظر سے اُن واقعات کو دیکھا جا ے تو وہ کچھ بھی نہیں۔ ایک شخص نے بادشاہ وقت سے قلیل جمعیت کے ساتھ مقابلہ کیا اسلئے معہ تمام عشیرہ اور ساتھیوں کے مارا گیا۔ مگر دینداری کی باطنی نظر سے اور بلند نظر تاریخانہ تنقید سے یہہ معاملہ کچھہ اور ہی نظر آئیگا۔

اندازاً کچھہ سال قبل نانا نے ایسے وقت جبکہ دنیا میں انسان پرستی اور شرک کا اندھیرا تھا ایک دعوے اور ایک خیال کیطرف قوم کو بلایا۔ بہت کم نے مانا۔ اکثر نے انکار کیا۔ یہانتک کہ اسکو مضحکہ اور تکلیف کے ساتھ بھوکا۔ ستر سال قبل طائف سے جہاں وہ اپنے وطن سے نکلکر امداد طلبی کی لئے گیا تھا نکالدیا۔ نانا اسلئے پریشان تھا کہ اسکا چچا ابو طالب جسکی حفاظت میں بھتیجہ تھا فوت ہوگیا تھا۔

اب بچھتر سال بعد ایشیا کے اکثر حصہ میں خدا کی وحدانیت اور نانا کی رسالت کا علم لہرا رہا ہے دنیا کی کوئی قوت نانا کے نام کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی مگر یہہ بات عجیب ہے کہ تمام قوت عظمت حکومت۔ شان۔ دولت۔ غرض کا دنیا اون لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جنھوں نے پہلی نسل میں نانا کو سخت آذیتیں دی تھیں انکو جھوٹا قرار دیا تھا اور ہر طرح اس روشنی کو بجھانا چاہا تھا جسکو خدا نے پورا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہی ابو طالب جسنے نانا کو امن دیا تھا اسکا پوتا اور اس علی کا بیٹا جسکی بے مثل شجاعت نے نانا کے دشمنوں کو زیر کیا تھا۔ حدیجہ

مجبوری اور مقہوری کی حالت میں ہے۔

کیا یہ کایا پلٹ اسلئے ہو گئی کہ نواسا نانا کے راستہ سے برگشتہ ہے؟۔

خدا کی توحید پر پوری طرح قائم نہیں ہے۔ فسق و فجور آرام طلبی، جاہ طلبی، زر پرستی، نمود و ریا اور دیگر انسانی قبائح سے خاندان رسالت اور اسکا فرزند جو اسوقت رسول کا چھوٹا نواسا ہے گھر کر لیا ہے؟ تو واقعات بالکل اسکے برخلاف ہے صبر تحمل، تقوی، خوف خدا سخاوت، شجاعت، علم و انواع یا ضمنی اور صفات قدسیہ اعلیٰ درجہ میں موجود ہیں اور دین کا وہ ایک ہی زبردست وارث زندہ ہے کیونکہ اسکے واسطے کتاب الٰہی میں لکھا ہوا ہے کہ رسول کا بیٹا ہے اور جب اسکو اور اسکے والدین اور بھائی کو ساتھ لیکر رسول نے مانگے تو کوئی مذہب رسول پر غالب نہیں آسکتا (قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ-) جب یہ حالت ہے تو نواسا مصیبت میں کیوں مبتلا ہے؟ کیا دنیا مشرک ہو گئی اور منکر رسالت ہے۔ مگر بادشاہ یا خلیفہ وقت بھی اسلام ہے اور تمام ماتحت بھی مسلمان ہیں صبح سے شام تک اشہد ان محمد الرسول اللہ کی آواز پانچوں وقت آتی ہے اور تمام اسلام کے نمازی ختم نماز کیوقت محمد و آل محمد پر درود بھیجنے کے بغیر نماز ختم نہیں کر سکتے۔

مگر اختیار اور حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جنکے دل میں اسلام کی وقعت تو کجا بے عزتی ہے جو علانیہ فسق و فجور میں مبتلا ہیں جو خدا کے زمانہ کے کنبے اس آل رسول سے نکالنا چاہتے ہیں جیسے اب تک انکی منافق زبانیں درود بھیجنے پر مجبور ہیں اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے اعمال اور افعال شنیعہ اور مظالم اور بے اعتدالیوں پر محمد ابن رسول کی بھی مہر کرالیں یعنے اس سے اطاعت کا اقرار لیں اگر یہ ایک نفس جو باقی رہ گیا ہے سچائی اور اسلام کیطرف سے زمانہ کی ہوا پھری ہوئی دیکھکر مغلوب ہو جائے تو پھر کفر اور ظلم کی طغیانی کا مقابلہ مشرق سے مغرب تک کوئی نہیں کر سکتا۔

مگر یہ لوگ حسینؑ سے واقف نہ تھے۔ اعزیز الدین

فیق نہیں بدلے اور تین دن کے بھوکے پیاسے خدا کی تعریف کرتے ہوئے قربان ہو گئے

اور کلمہ توحید جکی حالت تمام دنیا میں نزع کی تھی اسکو ہمیشہ کے لیئے قائم کر گئے۔ لوگوں نے نانا کے کام کو بالکل بے اثر او زائل کر دیا تھا مگر اس ہولناک واقعہ سے اسلامی دنیا کے دل ہل گئے اور ایک جوش ایسا پیدا ہوگیا کہ جس سے اسلام پھر زندہ ہوگیا اور نفاق و ظلم کی بنیاد اسی آن اور اسی وقت ہل گئی جبکہ شمر نے سر حسین خنجر سے علیحدہ کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم سب خدا کے لئے ہیں اور اسیکی طرف لوٹنے والے ہیں

مسلمانوں کا اسقدر شور و بکا اول تو توحید کی اس دوسری زندگی کی یادگار کے لیئے ہے کیونکہ بقول خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔ ؎

دین است حسین و دین پناہ است حسین
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

دوسرے اُمت محمدی نے (خواہ وہ منافق ہوں) جو شرمناک کام کیا ہے جکی وجہ سے وہ جد حسین کے سامنے منہہ دکہانے کے قابل نہ رہے انکی تلافی منظور ہوتی ہے۔

اترجوا امۃ قتلت حسینا۔ شفاعۃ جدہ یوم الحساب

جب ہم ان اصول پر خیال کرتے ہیں تو ہم اپنے شیعہ دوستوں سے تعجب کرتے ہیں کہ عشرہ محرم کو تمام بدعات کا ہم وہ کاٹ جاتے ہیں کہ کہیں نام حسین رخصت نہ ہو جائے۔ نادان دوستو یہہ بڑی غلطی ہے لغویات کے دور ہونے سے حسین کا نور اور زیادہ چمکیگا۔

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

۲۔ روئداد محرم سے اخلاقی سبق (از مولانا حالی)

فضائل اخلاق کا نمونہ اس سے اعلیٰ اور اشرف کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے نبی کا نواسہ جسکے آگے ہر مسلمان کا سر جھکنا چاہیئے تھا اور جسکو ان سے بے انتہا اُمیدیں ہونی چاہیئے تھیں وہ چند عزیزوں اور دوستوں کے سوا ہر مسلمان کو اپنے خون کا پیاسا دیکھتا ہے۔ ریگستان عرب کی لو اور گرمی ہے عورتیں صغیر سن بچے اور سارا کنبہ ہمراہ ہے۔ مدینہ سے کوفہ تک مہینوں کی راہ طے کرنی ہے۔ جو اعوان و انصار بکر ساتھ چلے تھے انہیں سے چند کے سوا سب ساتھ چھوڑ چھوڑ کر چلدیے ہیں جن لوگوں نے متواتر خط اور پیغام بھیجکر آورغدا رسول کو درمیان دیکر

نصرت دیار ہی کے ارادوں پر اڑا یا تھا۔ وہ انکو اگر یکقلم منحرف اور برگشتہ پاتا ہے اور تمام امیدیں مبدل بہ یاس ہوگئیں۔ باینہمہ وہ راضی برضا ہے۔ ہر حال میں خدا کا شکر کرتا ہے اور اپنے ارادہ پر ثابت قدم ہے۔ جس شخص کے تسلط کو وہ ملک اور قوم اور دین کے حق میں ایک مرض مہلک سمجھکر اسکی بیعت سے انکار کر چکا ہے باوجود ان تمام شدائد کے اپنے انکار پر اسیطرح قائم ہے۔

دشمنوں نے کھانا اور پانی سب بند کر رکھا ہے اور دریائے فرات آنکھوں کے سامنے بہ رہا ہے۔ دشمنوں کے گھوڑے گدھے اور اونٹ تک اس سے سیراب ہو رہے ہیں مگر اسکا سارا کنبہ تین روز سے پیاسا ہے۔ اسکے ننھے ننھے بچے پانی کی ایک ایک بوند کو ترستے ہیں اور یہہ سب کچھ اسلئے ہے کہ وہ ایک نالائق آدمی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتا۔ باینہمہ وہ اپنے ارادہ پر اسیطرح ثابت قدم ہے۔ کسی سختی اور کسی مصیبت سے اسکے استقلال میں فرق نہیں آتا۔

اسکے یار و مددگار کل ستر اور بہتر آدمی ہیں اور ایک ٹڈی دل سے مقابلہ ہے۔ لڑنے میں اپنا اور سب عزیزوں اور دوستوں کا خاتمہ نظر آتا ہے خیمہ اور اسباب کا لٹنا یا قیماندوں کا اسیر ہونا۔ عورتوں کی بے ردائی اور بادیہ پیمائی۔ یہہ سب آفتیں گویا آنکھ سے دکھائی دیتی ہیں مگر وہ ان سب کو گوارا کرتا ہے اور بہتر سمجھتا ہے بہ نسبت اسکے کہ ایک نالائق آدمی کے ہاتھ پر بیعت کرے اور اسکی حکومت کو تسلیم کرے۔

وہ اپنے بھائی بیٹے بھتیجے اور بھانجوں کو نہایت اطمینان کے ساتھ مسلح اور آراستہ کرکے ایک ایک کو ہزاروں کے ساتھ لڑنے کے لئے بھیج رہا ہے۔ انکے بازو تلواروں سے کٹتے انکے کلیجے برچھیوں سے چھدتے دیکھتا ہے ایک ایک کی لاش کاندھے پر رکھکر لاتا ہے اور اپنے ہاتھ سے زمین میں دفن کرتا ہے۔ خیمہ میں عورتوں کے کہرام سے ہر وقت ایک قیامت برپا ہے۔ بی بی بیٹی اور بہنوں کی دلخراش صدائیں دلمیں ناسور ڈال رہی ہیں۔ چھ مہینے کا شیرخوار بچہ ایک بے رحم کا تیر کھاکر گود میں مرغ بسمل کیطرح تڑپ رہا ہے۔ اسکے حلق سے خون کا فوارہ جاری ہے۔ سب چھوٹے بڑے کام آچکے ہیں اور بچہ بھی کوئی دم

کا مہمان ہے۔ اب سبکے بعد اپنی باری نظر آتی ہے اور پھر اہل بیت کے جہاز کا خدا کے سوا کوئی ناخدا نظر نہیں آتا۔ ان سب بلاؤں کا سامنا ہے اور مصائب اور آفات کی گھنگھور گھٹا چاروں طرف چھائی ہوئی ہے مگر انمیں سے کوئی چیز اسکے عزم و استقلال میں تزلزل پیدا نہیں کر سکتی وہ کوہ راسخ کیطرح اپنے ارادہ پر ثابت قدم ہے اور اپنے قول سے نہیں ہٹتا

وہ بے رحم قوم جو نانا کا کلمہ پڑھتی ہے اور اسی کے خون کی پیاسی ہو جو چند نفوس کے مقابلہ کے لئے ایک ٹڈی دل کو ساتھ لیکر آتے ہیں اور تمام طاقت اس بات میں صرف کر رہے ہیں کہ جو ایذائیں اور تکلیفیں آدم سے تا ایندم کسی ذی روح نے کسی ذی روح کو نہ دی تھیں وہ سب اپنے نبی کے دلبندوں اور جگر کے ٹکروں پر ختم کی جائیں جو حرص و طمع کے نشے میں دین و ایمان۔ رحم۔ انصاف۔ آدمیت۔ ہمدردی اور تمام انسانی اخلاق سے دستبردار ہو کر نانا کا گھر ڈھانے یعنی خاندان نبوت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر تیار اور کمر بستہ ہیں نہ وہ انکو بددعا دیتا ہے نہ انکی شکایت کرتا ہے نہ انپر غصے ہوتا ہے بلکہ نہایت ٹھنڈے دل کے ساتھ اپنے حقوق جنکے ماننے کا وہ دعوائے کرتے ہیں انکو جتاتا ہے اور انکے فرائض جو خاندان نبوت کیساتھ انکو بجالانے چاہئیں انہیں یاد دلاتا ہے۔

چھوٹے سے بڑے تک ہر شخص کے دلمیں یہہ امنگ ہے کہ سب سے پہلے اپنی جان خاندان پر نثار کر دوں۔ باپ کی یہہ خواہش ہے کہ تلوار کی آنچ میں بھائی بھتیجے اور بھانجوں سے پہلے اپنے جگر بند کو جھونک دوں۔ بھائی۔ بھائی اور بھتیجوں سے پہلے مرنے کو تیار اور میدان جنگ کا خواستگار ہے۔ بھانجوں کی یہہ تمنا ہے کہ ماموں اور ماموں کی اولاد پر سب سے پہلے قربان ہوں بھتیجے کی یہہ آرزو ہے کہ چچا کا فدیہ سب سے پہلے میں بنوں بہن کا یہہ ارمان ہے کہ اپنے بچوں کو بھائی اور بھتیجوں پر قربان کر دے بھائی اس فکر میں گھلا جاتا ہے کہ اگر بھانجے میری رفاقت میں مارے گئے تو بہن کو کیا منہ دکھاؤنگا۔ چچا گو خود بھی تین دن کی پیاس سے بیقرار ہے مگر اپنی پیاس کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ لیکن پیاسی بھتیجی کی بیقراری کسیطرح نہیں دیکھ سکتا وہ مشکیزہ گلے میں ڈال اور جان ہتھیلی پر رکھ دشمنوں کی صفیں چیرتا ہوا دریا میں گھوڑا جا ڈالتا ہے جہاں دریا کا سرد اور شیریں پانی لہریں مار رہا ہے اور پیاس کے مارے آنکھوں میں دم ہے دل

قابو سے باہر ہوا جاتا ہے۔ وہ چلو پانی میں پیاس بجھتی ہے۔ مگر غیرت اور حمیت اجازت نہیں دیتی کہ ننھے ننھے بچوں کی پیاس بجھنے سے پہلے اپنی پیاس بجھالے وہ مشکیزہ بھر کر اسیطرح پیاسا دریا سے پھرتا ہے تاکہ جلدی جاکر بچوں کے حلق میں پانی چوائے۔ لیکن دشمنوں نے گھیر کر دونوں بازو کاٹ ڈالے۔ اسپر بھی اسکو اپنے بازوں کا کچھ خیال نہیں اگر ہے تو مشکیزہ کی فکر ہے کہ مبادا پانی ضائع ہو جائے اور بچے پیاسے رہ جائیں وہ سب تیر اپنے اوپر لیتا ہے مگر مشک پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ جبتک کہ زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے نہیں گرتا۔

بی بیاں خاوندوں کو اور مائیں بیٹوں کو قتل اور زخمی ہوتے دیکھتی ہیں مگر کوئی زبان سے اُف نہیں کرتی اور مونھہ سے سانس تک نہیں نکالتی صرف اس خیال سے کہ جس مربی اور سرپرست کی رفاقت میں وہ کام آئے ہیں اسکے دل پر میل نہ آجائے اور وہ اپنے دلمیں جیسے محبوب ہو سب وسکی اور اسکی اولاد کی خیر مناتی ہیں اپنے بچھڑے ہوؤں کو کوئی یاد نہیں کرتی۔

دو صغیر سن بھائی ہیں جو صرف اس قصور پر کہ نبی کے نواسے کے رشتہ دار ہیں حاکم کے حکم سے واجب القتل ٹھہرے ہیں۔ جلاد دونوں کے سر پر تلوار لئے کھڑا ہے۔ بڑا بھائی منتیں کرتا ہے کہ پہلے میرا سر اُتار اور چھوٹا بھائی کہتا ہے کہ مجھپر وار کر۔ ایک خدا کا بندہ جو دشمنوں کی فوج کے ساتھ نبی کے نواسے سے لڑنے کو آیا ہے باوجودیکہ دشمنوں کا ساتھ دینے میں اسکو ہر طرح دولت اور جاہ اور منصب کی توقع ہے اور انکا ساتھ چھوڑنے میں جان و مال اور خاندان کی تباہی کا یقین واثق ہے۔ جس قوم میں وہ گھرا ہوا ہے وہاں کوئی ترغیب یا تحریک ایسی نہیں جو اسکا دل ظلم و بے دردی اور بے دینی اور حب جاہ و ثروت سے ہٹا کر رحم و ہمدردی و دینداری کیطرف مائل کر سکے۔ اسکو ہر طرف سے یہی آواز آتی ہے کہ جلد اس قلیل جمعیت پر فتح حاصل کیجئے۔ مردوں کے سر اتار لیجئے عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے لے چلئے اور حاکم سے چلکر اپنی خدمات کا صلہ لیجئے۔ دوسری طرف کوئی ظاہری سامان ایسا نظر نہیں آتا جسکے لالچ میں وہ ان تمام فائدوں سے قطع نظر کر کے اپنی فوج کا ساتھ چھوڑ دے بلکہ برخلاف اسکے طرح طرح کی بلاؤں اور آفتوں کا سامنا نظر آتا ہے۔ باینہمہ وہ تمام دنیوی منفعتوں اور امیدوں پر خاک ڈالکر ظالموں سے کنارہ کرتا ہے۔ حق کی نصرت پر اپنی جان

دینے کو فوز عظیم جانتا ہے اور سب سے پہلے خاندان نبوت پر اپنی جان فدا کرتا ہے۔

چند وفادار رفیق اور دوست جو فرزند نبیؐ کے ہمراہ ہیں اور جو ایک ٹڈی دل کے مقابلہ میں اسقدر قلیل ہیں جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں وہ ایک عالم کو اپنے سردار سے برگشتہ اور منحرف پاتے ہیں خود اسکے ساتھیوں اور رفیقوں کو اثنائے راہ میں اسکا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر اور آنکھیں چرا چرا کر جاتے دیکھ چکے ہیں اپنے لئے اسکا ساتھ دینے میں کوئی نفع عاجل اور دنیا کی کوئی بھلائی نہیں سوجھتی بلکہ ہر وقت موت کا سامنا ہے اسکی رفاقت کی بدولت بھوک اور پیاس میں تین دن سے جان لبوں پر آرہی ہے نہ کوئی رشتہ ہے نہ قرابت ہے جو اس کی رفاقت چھوڑنے سے مانع ہو مگر وفاداری کا طوق انکی گردن میں اور دوستی اور اخلاص کی زنجیر انکے پاؤں میں پڑی ہوئی ہے۔ کوئی خوف اور کوئی طمع انکے اس تعلق کو قطع نہیں کر سکتی ہر وقت یہ آرزو ہے کہ کب اذن ہو جنگ ملے اور کب خاندان نبوت پر اپنی جانیں قربان کریں اور کب اس فرض سے سبکدوش ہوں۔

## ۴۴: بمبئی کا محرم اور اسکی بدعات (از مسٹر باحافظ)

لکھنو اور حیدر آباد کا محرم تو کاشمیر سے کماری اور کلکتے سے کراچی تک مشہور ہے۔ لیکن ان دونوں شہروں کی کیفیت سنی سنائی ہے اور بمبئی کی حالت خود دیکھی ہے۔ پھر شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ لکھنو میں چونکہ شیعوں کی کثرت ہے۔ اسلئے وہاں امام باڑوں میں خوب چہل پہل ہوتی ہے۔ مرثیہ خوانی کی دھوم اور عزاداروں کا ہجوم رہتا ہے۔ اور حیدر آباد کا لنگر جسمیں ریاست کی باقاعدہ اور بے قاعدہ فوجیں شامل ہوتی ہیں قابل دید سنا جاتا ہے۔ مشاہدہ کی آنکھیں حیدر آبادیوں کو انکے اصلی رنگ میں جسقدر اس موقع پر چند گھنٹوں میں دیکھ سکتے ہیں اسقدر شاید ہفتوں اور مہینوں میں بھی نہیں دیکھ سکتیں۔ یقین ہے کہ سیندھی بھی خوب لنڈھائی جاتی ہوگی۔ حیدرآباد کے کسی تہوار یا کسی عام جشن کی کیفیت بیان کیجائے۔ پھر وہ کیسی ہی مجمل کیفیت کیوں نہ ہو اگر سیندھی کا اسمیں ذکر نہیں تو ضرور وہ ناتمام ہے

بمبئی چونکہ ہندوستان کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے اسلئے جسقدر مختلف قومیں اور ملتیں وہاں آباد ہیں اسقدر ہندوستان میں کسی شہر میں نہیں بلکہ مبالغہ نہ ہو اگر یہہ کہا جاوے کہ روئے زمین پر کسی شہر میں نہیں۔ اور یہی وجہہ ہے کہ وہاں ہر قوم کی علیحدہ رسمیں اور قسم قسم کے رواج دیکھنے میں آتے ہیں۔ محرم کی بھی یہی کیفیت ہے۔ سنیوں کی بدعتیں علیحدہ ہیں شیعوں کی الگ۔ پہلے میں سنیوں کا بیان کرتا ہوں اسلئے کہ بمبئی میں سنیوں کی کثرت ہے۔

سنیوں میں ایک تو وہ بھلا کا گروہ ہے جو تعزیے اور تابوت بناتا ہے اور انپر فخر و بیتاز چڑھاتا ہے۔ تعزیے کچھہ مفت نہیں بنجاتے انکے لئے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے اور پیسہ اسطرح جمع کیا جاتا ہے کہ محلے کے چند اوباش ملکر دوکان دوکان گھومتے ہیں اور دوکاندار سے جبرًا پیسہ وصول کرتے ہیں انکے ساتھ بڑے بڑے ڈھول ہوتے ہیں یا کسی اور قسم کا باجا۔ بعض کے ہمراہ بینڈ باجا بھی ہوتا ہے اور ڈھول وغیرہ اس زور سے بجاتے ہیں کہ وہ لین دین نہیں کرسکتا آخر مجبور ہوکر وہ کچھہ نہ کچھہ دیدیتا ہے اور یہہ بلا اپنے سر سے ٹالتا ہے۔ محصلوں کا یہہ گروہ بڑی سرگرمی سے اپنا کام انجام دیتا ہے اور تعجب یہہ ہے کہ وہ لوگ جنکی زندگی کا کوئی کام باقاعدہ اور منتظم نہیں اس موقعہ پر بڑی باقاعدگی اور انتظام سے کام کرتے ہیں انکے پاس ایک فہرست موجود ہوتی ہے جسمیں گذشتہ سالوں کی وصول شدہ رقمیں اور چندہ دینے والوں کے نام درج ہوتے ہیں۔ اکثر دوکاندار تو انکی صورت دیکھتے ہی فوراً پیسہ دیدیتے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ بے لئے نہیں ٹلیں گے۔ پیسہ وصول ہونے میں تاخیر وہیں ہوتی ہے جہاں کسی بخیل سے پالا پڑے یا جہاں کسی دوکاندار نے تجارت میں ترقی کی ہو اسلئے معمول سے زیادہ چندہ مانگا جاتا ہو۔ چندہ لینے میں اسبات کا خیال نہیں کیا جاتا کہ مسلمانوں ہی سے وصول کیا جائے بلکہ ہندؤں اور دیگر قوموں سے وصول کیا جاتا ہے۔

اسطرح جو روپیہ جمع کیا جاتا ہے وہ تعزیے کی لاگت سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسلئے فاضل رقم سے ایک حصہ ٹولیوں پر خرچ ہوتا ہے۔ ٹولی میں سب سے آگے ایک جھکڑا ہوتا ہے۔ جسپر

ایک یا دو چار پارٹیاں کس دی جاتی ہیں اور ان پر شہنائی نواز اور نقارچی بیٹھتے ہیں اس چھکڑے کے پیچھے محلے کے لڑکے اور اوباش بانس کے ونڈے جن پر سرخ و سبز و پیلی پنی لپٹی ہوئی ہوتی ہیں ہاتھوں میں علم لئے وحشیوں اور مجنونوں کی طرح آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے شور مچاتے دوڑتے پھرتے ہیں۔ انہیں میں ایک شخص شیر کی شکل بنائے ہوئے ہوتا ہے جسکے سر پر طرہ ہوتا ہے پر سفید چاند اور تارا بنا ہوتا ہے اور ایک دوسرے شخص کے ہاتھ میں ایک لکڑی پر ایک تختی بندھی ہوئی ہوتی ہے جس پر محلے کا نام لکھا ہوتا ہے۔ اسکے بعد بینڈ باجا اور ڈھولک والے اور دیگر قسم کے سوانگ ہوتے ہیں۔ آخر میں محلے کے بزرگ نہایت سنجیدگی سے خراماں خراماں چلتے ہیں اور ٹولی کا انتظام کرتے جاتے ہیں۔ ٹولی پانچویں سے نویں تاریخ تک حسب حیثیت ایک یا زیادہ نکلتی ہے اور رات ہی کو نکلتی ہے۔ روشنی کے لئے مشعلیں ساتھ ہوتی ہیں اور پولیس کا بھی معقول بندوبست ہوتا ہے۔ ایک یورپین افسر، جمعدار، حوالدار اور متعدد سپاہی ہمراہ ہوتے ہیں ٹولیاں محلے محلے گشت لگاتی ہیں اور اہل پولیس حتی الامکان دو ٹولیوں کی مڈبھیڑ ہونے نہیں دیتے۔ کہیں اتفاقیہ دو ٹولیاں جمع ہو جاتی ہیں تو پولیس والے صف باندھ کر دونوں ٹولیوں کے درمیان دیوار بن جاتے ہیں اور دم دلاسا دیکر دائیں بائیں نکال دیتے ہیں۔ کسی سے کسی کی دشمنی ہوئی تو ایسے موقعہ پر ایک ادنی سی حرکت پر لاٹھی چل جاتی ہے۔ اور گھمسان کی لڑائی کا سماں نظر آتا ہے۔ جو عرب کے ایام جہالت کی یاد دلاتا ہے۔ بہتوں کے سر پھوٹتے ہیں۔ کچھ ہسپتال پہنچائے جاتے ہیں۔ کچھ حوالات کی ہوا کھاتے ہیں۔ عاشورے کی شب کو اور عاشورے کے روز بھی جب تعزیے اٹھتے ہیں تو یہی جلوس ساتھ رہتا ہے۔

چندے کی ایک رقم تعزیے کے مجاوروں اور منتظموں کے ہتھے چڑھتی ہے جس سے خوب شراب لنڈھائی جاتی ہے۔ عشرہ محرم میں کل شراب خانے بحکم سرکاری بند کئے جاتے ہیں مگر یہ حضرات پیش بینی کر کے پہلے ہی سے بوتلیں خرید کر رکھتے ہیں۔ ورنہ یوڈی کولان شراب کے عوض خوب اڑتا ہے۔ ان تمام اخراجات سے جو کچھ بچ جاتا ہے وہ زیارت کے روز کھچڑی پکانے پر خرچ ہوتا ہے۔

سنی جاہلوں میں تعزیہ بنانے کا شوق اسقدر بڑھا ہوا ہے کہ بعض پختہ عاشور خانے

لعزیے رکھنے کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً محلہ سات تاڑ میں ایک اسی قسم کا عاشور خانہ ہے جسکی مرمت وغیرہ کے اخراجات کے لئے شاید کوئی جائداد بھی مقرر ہے جسکا حساب کتاب مسجد کے حساب کتاب کے ساتھ رکھا جاتا ہے اور مدرسہ محمدیہ متعلق مسجد جامع کی شاخ نظام پورہ کا مکان بھی اسی کام آتا ہے۔

جہلا کے اسی گروہ میں وہ بھی شامل ہیں جو طرح طرح کے سوانگ بھرتے ہیں کوئی شیر بنتا ہے کوئی بھوت کوئی جوگی۔ کوئی پنڈاری کوئی کبیر پنتھی۔ کوئی بچاری۔ کوئی عیسائیوں کا پاپا۔ کوئی پارسیوں کا دستور۔ وغیرہ وغیرہ۔ عاشورے کے روز تعزیوں کے ساتھ چھکڑوں پر جو سوانگ بنائے جاتے ہیں انمیں بعض ایسی فحش حرکتیں کی جاتی ہیں جنکو دیکھکر بیحیائی خود شرماتی ہے۔ ایک آغا صاحب کے ساتھ میرا تعارف تھا۔ انہوں نے ان سوانگوں کو دیکھکر ایک روز مجھ سے کہا تھا کہ ان سوانگوں کی اصلیت اسطرح پر ہے کہ یزید کے لشکری جب امام حسینؑ کو قتل کر چکے تو اسی طرح شیر اور خرس بنکر اکڑنے اور اینٹھنے لگے تھے۔ انکی یہہ توجیہ صحیح ہو یا نہ ہو لیکن یہہ قصہ معقول اور قرین قیاس ہے۔

اس گروہ کے ساتھ ہندوں کی بھی بہت قومیں شامل ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً گھانی اور کمالی۔ اور انکا انکے ساتھ ملجانا کوئی تعجب کی بات ہی نہیں۔ کیونکہ تعزیہ پرستی اور بت پرستی میں فرق اگر ہے تو بہت کم ہے۔ اجس پاسی بھی تعزیوں پر نذریں چڑہاتے ہیں۔ کمالی صرف پرستش ہی نہیں کرتے بلکہ خود بھی تعزیے بنالیتے ہیں اور پنجے اٹھالیتے ہیں۔

اس گروہ کا بیان ناتمام رہ جائیگا اگر پنجوں کے متعلق چند جملے نہ لکھے جائیں۔ پنجے اکثر چاندی کے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور غالباً انکو پنجے اسلئے کہتے ہیں کہ انکی شکل انسانی پنجہ کی مشابہ ہوتی ہے لیکن بعض انمیں ہلالی شکل کے ہوتے ہیں۔ جو نعل صاحب کہلاتے ہیں۔ نعل صاحب غالباً دلدل کی یادگار ہونگے ایک پنجے پر ایک خوبصورت اور سب چاندی کی چھتری بنی ہوئی ہوتی ہے جسکے گرد گھنگروں لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہہ چتر دار پنجہ امام قاسم کی سواری کہلاتا ہے ہر ایک پنجہ بانس کے گز سوا گز ڈنڈے کے ایک سرے پر نصب ہوتا ہے اور بانس کو کسی قسم کے سرخ یا سبز کپڑے کی تہوں سے پوشیدہ کر دیا جاتا ہے۔ غرض پنجے کی شکل ایسی ہی

ہے جیسے کسی علم کا حصہ زیرین کاٹ دیا گیا ہو۔
کوئی سات پنجوں کو پہلو بہ پہلو ایک تخت پر کھڑا کر دیا جاتا ہے اور وہ تخت ایک چھوٹے سے منڈوے کے نیچے رکھدیا جاتا ہے۔ درگاہوں کیطرح اس منڈوے میں بھی مورچھل رکھے ہوتے ہیں۔ روشنی ہوتی ہے۔ مجمروں میں عود۔ لوبان جلتا ہے اور مجاوروں اور معتقدین کا جمگھٹا رہتا ہے۔ یوں تو پنجوں پر ہر روز ہی نذریں چڑہائی جاتی ہیں اور باری باری سے ایک ایک پنجہ گشت کے لئے نکالا جاتا ہے۔ مگر زیادہ دہوم ساتویں تاریخ کو ہوتی ہے جبکہ روز امام قاسم کی سواری نکلتی ہے۔ بچوں کو سبز کفنیاں پہنا کر اور گلے میں سیلیاں ڈالکر امام حسین ع کا فقیر بھی اسی روز بناتے ہیں۔ شہیدان کربلا سے جس بزرگ کے نام کا پنجہ اٹھایا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اس بزرگ کی روح پنجہ اٹھانیوالے کے جسم میں حلول کرتی ہے! یہہ بھی انکا اعتقاد ہے کہ پنجے نکالنیکا ہر کس و ناکس کو مجاز نہیں ہے بلکہ وہی شخص یہہ شرف حاصل کر سکتا ہے جسکو رویا میں جناب سید الشہدا نے بشارت دی ہو اور پنجہ نکلنے کے مقام سے مطلع کیا ہو اسی بشارت کے مطابق ابتداءً کسی کنوئیں یا کسی ویرانہ سے برآمد ہوتے ہیں۔ بمبئی میں چھوٹے بڑے کل تعزئے قریب تین سو کے ہوتے ہیں۔ اور علم تخمیناً ایکہزار۔

اب میں سنیوں کے اس گروہ کا ذکر کرتا ہوں جو متذکرہ بالا اعتقادات کو خرافات سمجھتا ہے اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جو ارادات و عقیدت اسکو ہے اسکے اظہار کے لئے مجالس وعظ منعقد کرتا ہے۔ کون ایسا مسلمان ہو گا جو وعظ کی مجلسوں کو برا کہے۔ وعظ کے بنفسہ ایک نیک فعل ہونے میں کسی مسلمان بلکہ کسی انسان کو بھی کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ اس مضمون کے لکھنے سے اصل غرض یہہ ہے کہ ان قابل اعتراض رسموں کا ذکر کیا جاتے جو ہمارے ہاں مروج ہیں تاکہ ہم اپنے عیبوں پر مطلع ہو کر انکے دور کرنے کیطرف ہوں۔ اسلئے محرم کی مجالس وعظ کے طریقے کا تاریک پہلو ہی میں دکھانا چاہتا ہوں۔
کرافرڈ مارکٹ کے قریب انگاری محلہ۔ محلہ حافظ نظام اور قصاب محلہ تین محلے ہیں جو ایک دوسرے

* اس محلہ کا موجودہ سرکاری نام سرنگ اسٹریٹ ہے اور عوام میں مرغی محلہ مشہور ہے۔

سے متصل اور متوازی ہیں۔ ان تینوں محلوں میں وعظ کی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں۔ وعظ تو ہر محلے میں ہر شب نو بجے سے بارہ بجے تک ہوتا ہے۔ لیکن شیرینی تقسیم کرنیکا وقت آدھ آدھ گھنٹہ کے تفاوت سے مقرر ہے۔ زنگاری محلہ میں دس بجے، محلہ حافظ نظام میں ساڑھے دس بجے اور قصاب محلہ میں گیارہ بجے شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔ میں بمبئی میں محلہ حافظ نظام میں رہتا تھا اسلئے وہاں کی کیفیت ہر روز میرے دیکھنے میں آتی تھی۔ شیرینی تقسیم ہونے کے قبل سامعین وعظ کی تعداد بمشکل سو پچاس ہوتی ہوگی۔ لیکن جہاں زنگاری محلہ میں شیرینی تقسیم ہو چکی وہاں سے لوگ اٹھ اٹھ کر ہمارے محلے میں جوق جوق آنا شروع ہوتے تھے۔ دس پندرہ منٹ میں تمام محلہ مرد عورت اور بچوں سے بھر جاتا تھا اور وہ ہجوم ہوتا تھا کہ راستہ چلنا دشوار ہو جاتا تھا شور و غل بھی اسقدر بلند ہوتا تھا کہ وعظ کی آواز تو کہاں اگر پاس بیٹھا ہوا شخص بھی زور سے نہ بولے تو سمجھ سکتے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ شیرینی کی ایک ایک ٹکی کے لیے سامعین وعظ کی بے صبری! بعض کا ایک سے زیادہ دفعہ بمکر و فریب حصہ حاصل کرنے کی رکیک کوشش، شیرینی تقسیم کرنے والوں کی جھڑکیاں اور گالیاں۔ غرض عجیب طوفان بے تمیزی کا سماں ہوتا ہے اس وقت ہر محلوں کی جو حالت ہوتی تھی اسکے بیان کرنے سے نہ بیان کرنا بہتر ہے! شیرینی کی تقسیم ختم ہوتے ہی میدان صاف ہو جاتا تھا جو آدھ گھنٹہ پیشتر تھا۔ اور پھر قصاب محلہ میں یہی نظارہ نظر آتا تھا۔ مندرجہ بالا کیفیت پڑھ کر آپ خود خیال فرما سکتے ہیں کہ مجلس وعظ منعقد کرنے سے جو اصلی منشا ہوتا ہے وہ کہاں تک حاصل ہوا۔ ہمکو لازم ہے کہ یا تو ان مجلسوں کے انعقاد کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے وعظ اصلی مقصد حاصل ہو یا جو روپیہ ان مجلسوں پر خرچ ہوتا ہے اسکو کسی دوسرے شایستہ حقیقی فائدے کے کام میں صرف کریں۔ موجودہ صورت میں تو سوائے مباہات مجلس کی تشہیر نام کے اور کسی نفع کی توقع نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں کے کل محلوں میں اس قسم کی مجلسیں عشرہ محرم میں منعقد ہوتی ہیں اور ہر مجلس کا روزانہ خرچ جسمیں شیرینی۔ آرائش روشنی اور واعظ و منقبت خوان کی فیس شامل ہے بالاوسط ڈیڑھ سو سے دو سو روپے تک ہوتا ہے۔ ان مجلسوں کے لئے چندہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بعض متمول اشخاص خود متکفل ہوتے ہیں۔

شیعوں کی سنئے۔ بمبئی میں شیعوں کے چار فرقے ہیں۔ ایرانی۔ مغل۔ داؤدی اور سلیمانی بوہرے اور خوجے ان چار فرقوں کے علاوہ شیعیان لکھنو وغیرہم بھی کسب معاش کے لئے یہاں مقیم ہیں۔

مغلوں کے امام باڑوں میں آغا زین العابدین کا امام باڑہ قابل دید ہے۔ اس امام باڑے میں دو صحن ہیں اور ایک بالاخانہ۔ بالاخانے پر روضہ خوانی ہوتی ہے۔ ایرانی علماء کی فصیح اور بلیغ روضہ خوانی سننے کے قابل ہوتی ہے۔

بیرونی صحن میں بوشہری سینہ کوبی کرتے اور بڑے زور سے سینہ پیٹتے ہیں۔ کوئی دو سو قدم کے فاصلہ سے سینہ کوبی کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ لوگ اسطرح سینہ کوبی کرتے کہ بچیس تیس آدمی ایک حلقہ بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں ہر شخص بائیں ہاتھ سے اپنے ہمسایہ کا کمر بند پشت کی جانب سے تھام لیتا ہے اور دائیں ہاتھ سے چھاتی پیٹتا جاتا ہے اور ایک شخص بیچ میں کھڑا ہوا کسی مرثیہ کے ایک شعر یا ایک مصرعہ کو بار بار دہرا کر انکو اُبھارتا جاتا ہے۔ یہ حلقہ آہستہ آہستہ اپنی جگہہ پر گھومتا بھی جاتا ہے اور تال کے لحاظ کے ساتھ بیچ میں تھوڑا تھوڑا وقفہ دیکر تین تین دفعہ سینے پر ضرب لگاتا ہے۔ بوشہریوں کی حرکت پر جوش وحشیانہ اور مجنونانہ ہوتی ہے۔ بعض ناخنوں سے چھاتی کو زخمی کر لیتے ہیں جس سے خون کے قطرے ٹپکنے لگتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے دو شخصوں کو دیکھا تھا جو باریک زنجیروں کے گچھے اپنی پیٹھ پر مارتے جاتے تھے جہاں ضرب لگتی تھی وہ مقام بالکل سیاہ ہو رہا تھا۔ اور شائد جس بھی ہو گیا ہو۔ کیونکہ لوگ کہتے تھے کہ وہ محرم ہی میں نہیں بلکہ تمام سال اسیطرح کیا کرتے ہیں۔

اندرونی صحن کے وسط میں ایک مستطیل حوض ہے۔ اس حوض کے چاروں طرف ایک قطار میں شیرازی کھڑے ہو کر سینہ کوبی کرتے ہیں۔ شیرازیوں میں ایک شہری انداز پایا جاتا ہے اور انکی ہر ایک ادا اُن کو بوشہریوں کے گنوارپن سے علیحدہ کرتی ہے۔ یہ لوگ سینہ زنی بھی آہستہ کرتے ہیں اور انکی مرثیہ خوانی بھی خوش الحانی کے ساتھ ہوتی ہے۔ بوشہری شیرازیوں پر طنز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکی طرز زنانہ ہے۔ سینہ زنی اکثر غرباء کرتے ہیں جو لوگ متمول یا مرفہ الحال ہوتے ہیں وہ سینہ زنی میں شامل نہیں ہوتے اور اردگرد کرسیوں پر بیٹھ کر قلیان یا سگرٹ پیتے ہیں اور آپس میں آہستہ آہستہ گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ سینہ زنوں کو

اگر یہ اندرونی صحن سے علیحدہ کر دیا جاوے تو یہہ نہ معلوم ہو کہ یہہ مجلس عزاداری ہے بلکہ اسپر ایک مہذب اور شائستہ ایوننگ پارٹی کا دھوکا ہوتا ہے۔

مغلوں کا وہ فعل جس سے حضرات مجتہدین بھی ناراض ہیں اور جسکے خلاف فتوے دیتے ہیں۔ ان کا شبیہہ بنانا ہے۔ شبیہہ کو واقعات کربلا کا ناٹک سمجھنا چاہیئے جو بغیر پردوں کے کھلے میدان میں کیا جاتا ہے۔ کل اہل بیت کے کیرکٹر بنائے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ بعض امرد لڑکے بیبیوں کی نقل بھی کرتے ہیں! نہیں معلوم یہہ توہنک آمیز دل دکھانیوالا فعل کیوں روا رکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی خود ہمارے باپ دادا کا ایسا تماشا کرے اور سوانگ بنائے تو ہمکو کسقدر رنج ہوگا اور غصہ آئیگا! پھر کسقدر افسوس کی بات ہے کہ جن بزرگوں پر ہم اپنے والدین کو قربان اور اپنی روح کو فدا کرنیکا دعوے کرتے ہیں انہیں کے واقعات جانگزا کو نقل محفل بنائیں! کیا اہل بیت کی محبت اور امام حسینؑ کے غم کا ہمارے دلوں میں قائم اور ہمارے سینوں میں تازہ رہنا ایسے ہی سالانہ جلسوں کا محتاج اور انہیں پر منحصر ہے؟

مینے جب یہی سوال اپنے بعض مغل احباب سے کیا تو انہوں نے یہہ جواب دیا کہ جیسے سنی بہت سی حرکات ناشائستہ کرتے ہیں اور آپ انکا انسداد نہیں کرسکتے اسیطرح ہمارے ہاں بھی جہلا میں یہہ رسم قبیح جاری ہوگئی ہے ورنہ علما اور مجتہدین اس امر کے سخت مخالف ہیں۔

آغا زین العابدین کے امام باڑہ میں صرف شب عاشورہ کو شبیہہ ہوتی ہے مینے غالباً اس امام باڑہ میں دو دفعہ شبیہہ دیکھی ہے۔ ایک دفعہ امام حسینؑ اور علی اصغر کا شہید ہونا دکھایا گیا تھا اور ایک دفعہ علی اکبر کی شہادت۔ آغا خانی خوجوں کے جماعت خانے میں عزہ محرم کی شب سے عاشورے کی شب تک ہر رات شبیہہ ہوتی ہے۔ وہاں ایک رات میں گیا اور امام قاسم کی شبیہہ دیکھی تھی ہز ہائنس آغا خان کے حسین آباد میں جہان ان کے جد کا مقبرہ ہے عاشورے کے روز علی الصباح شبیہہ ہوتی ہے۔ ایک دفعہ وہاں بھی میں گیا تھا لیکن اسقدر ازدحام تھا کہ میں دیکھہ نہ سکا کہ کونسی شبیہہ کی گئی ان مقامات پر کسی سنی کا گذرنا نہائت دشوار ہے اور مینے کبھی کسی سنی کو وہاں نہیں دیکھا۔ چونکہ بہت سے مغلوں کے ساتھ میرا تعارف ہے اور میں ہمیشہ امام باڑوں میں جایا کرتا تھا اسلئے کوئی میرا مزاحم نہیں ہوا

اور پولیس کا سخت پہرا رہتا ہے۔ البتہ وہاں بعض یورپین مدعو ہوتے ہیں۔
جن دنوں مجھے ان شبیہوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا انہیں دنوں اخباروں کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ اہل فرانس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناٹک کرنے کا ارادہ کیا تھا اور گو کہ انکا منشا اس ناٹک کے کرنے سے آنحضرت کی ہتک کر کے مسلمانوں کو برکہانا نہیں تھا بلکہ وہ آنحضرت کو ہیرو بنا کر آپکی خوبیاں ایک موثر پیرائے میں دکھلانا چاہتے تھے۔ تاہم باب عالی کی ایما اور مسلمانوں کی دل آزاری کے خیال سے وہ اپنے اس ارادہ سے باز رہے۔ وہ تو اہل فرانس شاید مغلوں کے اس فعل سے واقف نہیں تھے ورنہ باب عالی اور کل اہل اسلام کو ساکت ہونا پڑتا اگر وہ انہیں شبیہوں کا حوالہ دیکر اپنے فعل پر استدلال کرتے۔
داؤدی بہروں ۔۔۔ ب ۔ یں کبھی نہیں گیا لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عبادت اور مرثیہ خوانی میں زیادہ مشغول رہتے ہیں اور بظاہر انہیں کوئی بدعات شنیعہ دیکھنے میں بھی نہیں آتیں۔
سلیمانیوں کی حالت کو بھی انہیں پر قیاس کر سکتے ہیں۔ انکی مسجد میں داؤدیوں کیطرح صبح کو مجلس وعظ منعقد ہوتی ہے اور رات کو مرثیہ خوانی۔ سلیمانیوں کی مسجد میں دو تین دفعہ گیا ہوں۔ مسجد کے طبقہ زیرین میں مردانہ نشست ہوتی ہے اور بالاخانے پر عورتیں بیٹھتی ہیں مردانہ میں ایک کرسی رکھدی جاتی ہے اور جو شخص چاہتا ہے باری باری سے کرسی پر بیٹھکر مرثیہ پڑہتا ہے۔ اور لوگ فرش پر بیٹھتے ہیں اختتام مجلس سے پہلے ہر شخص کو گرم گرم دودھ کا ایک ایک پیالہ دیا جاتا ہے جسمیں بادام پستہ وغیرہ کتر کر ڈالے ہوتے ہیں۔
شیعان لکھنؤ و کشمیر وغیرہم کی مجالس عزاداری میں مجھے شمول کا اتفاق نہیں ہوا اسلئے انکے حالات لکھنے سے قاصر ہوں۔
میں نے تو صرف بمبئی ہی کا حال لکھا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کے ہر شہر ہر قصبے اور ہر گاؤں میں نادان مسلمانوں کا محرم میں کم و بیش یہی طریقہ عمل ہے

اور ان کا لاکھوں روپیہ ہر سال اسطرح برباد اور رائگان جاتا ہے
برادران ملت! ہم اپنی گاڑھی کمائی کا روپیہ تو یوں ضائع کریں اور پھر اپنے عزیز بچوں کی تعلیم اور سرکاری ملازمت کے لئے خاص توجہ اور خاص رعایت کی استدعا کرکے گورنمنٹ کے سامنے گڑگڑائیں اور جھڑکیاں کھائیں! اغیار کے سامنے ہاتھ پسارنے سے تو ہمارا مرمٹنا بہتر ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار! ۔

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس
در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

عبد الحافظ باعکظہ (تعلیم باغ بھاونگر)

## رسالہ اصلاح رسم و رواج و عادات

{ہم اپنے لائق دوست سید جمال احمد ایڈیٹر سہدر رو کٹرا (جسکی قیمت سالانہ اب انہوں نے کم کرکے اسکو خالص پبلک کے لیے محدود کر دیا ہے) کا یہ مضمون بجنسہٖ خوشی سے چھاپتے ہیں۔ انہوں نے متوسط طبقہ کے مسلمانوں کے لئے اسکو قلمبند کیا ہے۔ میں اسپر جب ضرورت آئندہ رائے دونگا بالفعل جملہ صاحبان رائے اور صاحبان اخبار خاصکر ممبران کمیٹی منتظمہ صیغہ اصلاح اسپر رائے دیکر ممنون فرماویں۔ (ایڈیٹر)}

## دیباچہ

### مباحثہ یا عرضیہ بخدمت ممبران اصلاح تمدن

سب سے پہلے میں نے اصلاح تمدن کے بارے میں ایک مضمون بعنوان "رسوم مروجہ اور انکا تدارک" عصر جدید میں لکھا جو کہ مارچ سنہ میں شائع ہو چکا ہے اور اس مضمون میں میں نے ممبران اصلاح تمدن سے درخواست کی تھی کہ اسپر اپنی رائے ظاہر فرماویں۔ چونکہ علاوہ سکریٹری صاحب کے بہت افسوس ہے کہ اکثر صاحبوں نے اسپر مدلل مضامین نہیں لکھے اور میں خوش ہوں کہ میرے بڑے کام سے اتفاق کیا گیا اسکے بعد میں نے اور بھی چھوٹے چھوٹے مضامین اس صیغہ کے مقصد تھا لیکن اسکا گذرنا نہایت مگر مجکو برابر یہ خیال رہا کہ ایک دستور العمل اس صیغہ کے لئے تیار کیا جاوے

چنانچہ بہت غور کے بعد یہہ دستور العمل آپ صاحبوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور اپنے اسپر آزادانہ طور سے بحث کرنیکی درخواست کیجاتی ہے۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ اسمیں بہت کچھ کمی ہے جو کہ بحث کرنے کے بعد طے پاسکتی ہے۔

مینے چند اصول بھی جو کہ گو میرے ذاتی ہیں مگر اس خیال سے کہ شائد ممبران اصلاح تمدن کے لیئے مفید ہوں نقل کرتے ہیں۔

اس امر کو ہر فریق اور ہر خیال کے لوگوں نے مان لیا ہے کہ ہماری اکثر رسومات ترک کرنے کے قابل ہیں اسلیئے میں اسپر بہت تھوڑی بحث کرونگا۔

میرے ایک دوست نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ کیا ہمارے اباؤ اجداد بیوقوف تھے جنہوں نے یہہ رسوم قائم کیئے تھے۔ میں ضرور خیال کرتا ہوں کہ میں اپنے مضمون کے ساتھ اس جواب کو بھی شامل کرتا ہوں جو مینے انکو دیا ہے۔ مینے انسے کہا کہ میرا خیال یہہ نہیں ہے کہ وہ لوگ بیوقوف تھے۔ بلکہ یہہ رسوم جو انہوں نے قائم کیئے تھے۔ اس زمانہ کے لحاظ و خیال سے اعلی درجہ کے رہے ہونگے مگر اب نہ وہ زمانہ ہے اور نہ اب وہ ہماری حالت ہے ہم زمانہ کے ساتھ ان رسوم کو قائم رکھکر ہرگز نہیں چل سکتے ورنہ اب وہ رسوم موجودہ زمانہ کے لیئے ویسا ہی ضروری خیال کیئے جا سکتے ہیں جیسا کہ پہلے خیال کیئے جاسکتے تھے دوسرے ہم میں بہت سے رسوم ایسے ہیں جو کہ دوسرے مذاہب سے بوجہ ہمسائگی اختیار کیئے گیئے تھے۔ مثلاً ہندوستان کے مسلمانوں میں بہت سے رسوم ایسے ہیں کہ ہندوؤں سے لیئے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ان رسوم کو قائم رکھیں۔

جن رسوم کو ہم ... برتتے ہیں ہم یہہ بھی سمجھتے ہیں کہ آیا یہہ کیوں ضروری ہیں۔

بہت سی رسمیں مثلاً بیاہات۔ سوئم وغیرہ ایسی ہیں جو کہ صرف ناموری کے خیال سے قائم کی گئی تھیں مگر اب انکی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہہ نہیں کہتا کہ انسان کو اپنی ناموری کی کوشش نہ کرنا چاہیئے ضرور کرنا چاہیئے مگر کوشش کرنے کے قبل دو باتوں کا خیال کر لینا چاہیئے۔

اول یہہ کہ کن باتوں میں ناموری ہوتی ہے دوسرے یہہ کہ ناموری اسقدر خرچ کرکے حاصل کرے جسقدر وسعت ہو نہ یہ کہ اپنے آپ کو تباہ کرکے آجکل کے زمانہ میں انہیں دو باتوں کا خیال کیا جاتا ہے۔ پہلے زمانہ میں بیشک ... ۲۰۰۰ ہزار روپیہ ایک رسوم کے لیئے خرچ کرد

ناموری خیال کیجاتی تھی مگر اب ان باتوں میں کوئی ناموری نہیں ہے۔

دوسرے پہلے لوگوں کو وسعت تھی وہ اسقدر خرچ کر سکتے تھے مگر زمانہ موجودہ میں اگر ہم اپنی زندگی عزت سے بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہمکو ایسے فضول مراسم نہ قائم کرلی چاہئیں اور نہ ہم ان مراسم کو قائم رکھکے کچھ پس انداز کر سکتے ہیں بلکہ ان مراسم کے بجالانے کے لئے کسی مہاجن کے دروازہ پہ جانا پڑتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب لوگوں میں وہ وسعت اور تمول نہ رہا تو لوگوں نے اپنی اس ناموری کے لئے قرض لینا شروع کیا۔ جسکا نتیجہ دو گھنٹہ کی واہ واہ تو ضرور ہوا۔ مگر چند دنوں کے بعد مہاجن کے تقاضی نے اسکو پریشان کردیا۔ اور وہ سب ناموری خاک میں ملگئی۔

پس ایسی حالت میں کسی کو ایسی اُمید رکھنا کہ اسکو ایسی باتوں میں ناموری ہوگی غلط ہے مذہب کی رو سے بھی اگر غور کیا جائے تو ان امور کی ممانعت ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یحب المسرفین۔ یعنے تحقیق اللہ دوست نہیں رکھتا فضول خرچ کرنے والونکو۔

ناظرین! اسقدر بحث جو میں نے رسومات مروجہ کے خلاف کی گو میرے مقصد سے فروتر کچھ ہی ہوئی ہے مگر غالباً آپکے لئے باعث دلچسپی ضرور رہی ہوگی۔

اب میں آپسے معافی مانگ کر انسان کی زندگی پر غور کرنا چاہتا ہوں اور جو رسوم پیدائش کے وقت سے مرنے تک اور بعد موت کے قیامت تک برتے جاتے ہیں انپر غور کرنا چاہتا ہوں مگر قبل اسکے کہ میں کچھ لکھوں میرا فرض ہے کہ میں یہ بھی بتلادوں کہ جو بات میں خلاف لکھوں یا کوئی بات رہ جاوے اسکی نسبت ناظرین اپنی رائے ظاہر کریں۔

## چند فلسفیانہ اصول

(۱) انسان کو پہلے اپنی حالت درست کرنا۔ بعد ازاں اپنے گھر کی پھر اپنے خاندان کی پھر وطن کی اور پھر تمام قوم کی۔

(۲) اگر درستی کا یہ سلسلہ قائم نہ رہا تو کوئی حالت درست نہیں ہوسکتی

(۳) انسان کو مروت یا نیکی اسی حدتک کرنا چاہیئے جبتک اسکا کوئی نقصان نہ ہو اور اگر نقصان ہو تو یہہ مروت اور نیکی نہیں۔

(۴) جو کام کرو اسکے کرنے کے قبل اسکے نتائج اور حسن و قبح پر خوب غور کرو تاکہ آئندہ تمکو تکلیفیں نہ برداشت کرنی پڑیں۔

(۵) دوسروں سے مشورہ لینا عمدہ اصول ہے مگر اس شخص سے مشورہ لو جسکا کوئی تعلق اس کام سے نہ ہو اور جو کہ آزادانہ رائے دے سکے نہ کہ تمہاری ہاں میں ہاں ملائے یا تمکو خوش کرنے کیونکہ ایک بڑے فلسفی کا قول ہے کہ "مشورہ اُس سے لینا چاہیے جو کہ رولائے نہ کہ ہنسائے"

(۶) خوب یاد رہے کہ زمانہ کبھی یکساں نہیں رہتا اور اسمیں قوت کہربائی ہے پس جو تبدیلیاں کہ زمانہ میں ہوں انکے کرنیکو انہیں کے موافق ہمیشہ تیار رہو۔

(۷) اپنی زندگی باعتدال کے ساتھ بسر کرو نہ خرچ اتنا بڑھا دو کہ دو روز میں کسی لائق نہ ہو اور نہ گھٹا دو کہ لوگ تمکو ذلیل سمجھیں۔

(۸) جو آمدنی تمکو ہو اسمیں سے کم سے کم ۲۵ فیصدی بچاؤ۔

(۹) موجودہ زمانہ میں انگریزی میں طرز معاشرت بہت عمدہ ہے مگر منشیات۔ مسکرات۔ اور بیجا مصارف سے ہمیشہ بچے رہو اور انگریزی پوشاک بھی کچھ عمدہ نہیں مسلمانوں کی قومی وردی ترکی ٹوپی اور کوٹ علیگڈہی پائجامہ اور انگریزی جوتا بہت ہی عمدہ ہے۔

(۱۰) تمام لوگوں سے کشادہ پیشانی اور اخلاق سے ملو۔ لیکن اس بات کا خیال رکھو کہ تمہارے اخلاق سے بد شعار لوگ تمہارے فائدہ نہ اٹھا دیں۔

(۱۱) زمینداری میں رعب اور دبدبہ کا ہونا لازمی ہے۔

(۱۲) نوکروں سے کبھی مصاحبت نہ کرو ورنہ گستاخ ہو جائیں۔

(۱۳) بلا قصور نوکروں پر خفا ہونا یا انکو نکالنا بہت فضول ہے۔

(۱۴) قرض لینے و دینے سے بہت بچو۔ عزیزوں اور دوستوں کے معاملہ میں اس اصول پر سختی سے عمل کرنا چاہیے۔

(۱۵) جو روپیہ کہ اپنے آرام کے لیے [illegible] بہت اچھا ہے [illegible] لئے صرف کیا جائے۔

(۱۶) ایسی جگہ مت جاؤ جہاں [illegible] اقعی عزت نہ ہو گی۔

(۱۷) خودداری اور انکساری اپنے مقام کے لئے عمدہ ہے
(۱۸) سچائی اور ایمانداری اعلی ورجہ کے جوہر ہیں۔
(۱۹) حساب کے معاملہ میں ایک ایک پیسہ کو خیال کرنا چاہیئے۔حساب جو بخشش سو سو۔
(۲۰)، حتی الامکان اپنی آزادی کو ہر موقع پر قائم رکھنا چاہیئے۔
(۲۱)، مذہبی فرائض سے کبھی نہ غافل رہنا چاہیے۔(۲۲) حتی الامکان اپنی زندگی خوش گذارنا چاہیئے۔ (۲۳) حسن وہی اچھا ہے جو دلکو بھاوے اور فیشن وہی مناسب ہے جس سے آرام (۲۴) لڑکوں کو کبھی روپیہ پیسہ نہ دینا چاہیے۔ہاں انکی ضروریات اور خوشیدوں کو جنسے کوئی نقصان نہ ہو پورا کر دینا چاہیئے۔(۲۵) جس بات کو عمدہ سمجھے پہلے خود کرے اور پھر دوسروں سے کرنیکو کہے۔

## چند اصول بطور مقدمات

### (رسوم خوشی)

(۱)، تمام رسوم خوشی بجز (رسوم شادی۔بسم اللہ۔عقیقہ اور ختنہ) ترک کیے جائیں۔
(۲)، جن رسوم کو ہم ادا کرینگے وہ بھی نہایت کفایت سے ساتھ کیے جائینگے جنکی تفصیل آیندہ درج ہوگی۔
(۳)، کسی تقریب میں ناچ نہ کیا جائیگا۔

### (رسوم خوشی ولادت)

جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو ولادت کے روز علاوہ چھٹی اور چلے کے بڑی دہوم کیجاتی ہے اور ہزاروں روپیہ میراثنوں اور گویوں وغیرہ کی نذر کیا جاتا ہے۔
ہماری رائے میں یہہ تمام رسوم فضول ہیں مناسب یہہ ہے کہ اگر کچھ حیثیت ہو تو اپنے احباب کی دعوت ولادت کے روز کر دیجائے یا کچھ شیرینی تقسیم کرادی جائے اور کچھ خیرات بھی کر دیجائے مناسب ہے کہ خاندان کی عورتیں مبارکبادی کے لئے جاویں اور صاحب خانہ انکی دعوت کرے۔اگر اندرون خانہ اعتدال کے ساتھ گانا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

## عقیقہ

یہہ رسم ایک مذہبی رسم قرار پاگئی ہے اسلئے اسکا ہونا ضروری ہے مگر اسمیں کسی ظاہری شان وشوکت کی ضرورت نہیں۔

## بسم اللہ

یہہ رسم مسلمانوں میں بہت عمدہ ہے کیونکہ اسروز لڑکے کو باضابطہ طور سے تعلیم کیجانب توجہہ دلائی جاتی ہے مگر اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعد ادائیگی رسم مدتوں تعلیم نہیں دیجاتی۔ لہذا مناسب ہے کہ جسوقت یہہ رسم ادا کیجائے اسوقت سے باضابطہ تعلیم کا بھی بندوبست کیا جائے۔ مگر اسمیں بھی بہت سے فضولیات کا بلکہ بڑا حصہ بڑہا جاتا ہے۔ مثلاً ناچ باکثرت سے شیرینی کا تقسیم ہونا۔

نہایت مناسب ہے کہ لڑکے جو ہمسن ہوں انکو بلا کر خاندان اور برادری کے لوگوں کو جمع کر کے ایک مختصر سا جلسہ ترتیب دیا جائے بعد ادائیگی رسم حاضرین کو شیرینی تقسیم کیجائے۔

چونکہ اسروز لڑکے کی تعلیم ابتدا کیجاتی ہے اسلئے اگر روشنی وغیرہ کیجائے تو کچھہ مضائقہ نہیں مگر اعتدال کے ساتھہ۔

**ختنہ** - یہہ رسم بھی دہوم دہام سے کیجاتی ہے اسمیں بھی فضول خرچی کا بڑا دخل ہے۔ ہماری رائے میں یہہ رسم بھی محدود ہونی چاہیے ختنہ کے بعد تہوڑی سی خیرات کردیجائے تو بہت مناسب ہے اور غسل صحت کے بعد لڑکے کو اختیار دیا جائے یا والدین خود اپنی رائے سے اسکے ہمسن لڑکوں کو جمع کر کے ایک دعوت دیں یا شیرینی تقسیم کریں۔

**قبل بلوغ شادی** - ہندوستان کے مسلمانوں نے جہاں ہندوؤں کے اور مراسم اختیار کئے ہیں انہیں میں سے ایک یہہ بھی ہے مگر مسلمان ہوں خواہ ہندو "قبل بلوغ شادی" کے مسئلہ میں نہایت غلطی میں پڑے ہوئے ہیں اگر تہوڑا سا غور کیا جائے تو یہہ بات نہایت ہی آسانی سے معلوم ہو جائیگی کہ شادی کا منشا قبل بلوغ حاصل نہیں ہوتا ہے۔

کیا منشا شادی کا ہے؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے ایک حکمت تو قدرتی ہے دوسری انسانی یہہ۔ قدرتی حکمت کیا ہے؟ خدا نے مرد اور عورت میں ایسی قوت عطا کی ہے جس سے

دونوں کے ایک جگہ جمع ہونیکی ضرورت ہے اور جسکا نتیجہ ازدیاد مخلوق قرار دیا ہے :
مگر کون کہہ سکتا ہے کہ قبل بلوغ شادی سے ایسا ہو سکتا ہے۔

دوسری حکمت جو کہ انسانی کہی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک لحاظ سے وہ بھی قدرتی ہے وہ یہ کہ انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے اور اسکو ایک ایسے مونس کی ضرورت ہے جو کہ اسکی خوشی اور غم میں برابر کا حصہ لے اور ظاہر ہے کہ وہ عورت سے زیادہ کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر قبل بلوغ شادی میں یہہ نتیجہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

اسکے علاوہ ہمارا طرز معاشرت ایسی نہیں ہے کہ خانہ داری کے کام بالکل عورت ہی کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں مگر ایک کمسن عورت کیونکر ان کاموں کو انجام دے سکتی ہے۔ اسکے علاوہ قبل بلوغ شادی میں بہت سے طبعی نقصانات بھی ہیں۔

پس جہانتک غور کیا جاتا ہے "قبل بلوغ شادی" منشا انتظام خداوندی کے بالکل خلاف ہے۔

## مراسم قابل اصلاح یا قائم رکھنے کے

**بارات۔** ہمارے یہاں بارات نکالنے میں عجیب طوفان بے تمیزی کیا جاتا ہے کثرت سے لوگ باراتی بنکر جاتے ہیں کچھ گھوڑے پر کچھ ہاتھی پر کچھ پیدل۔ ہماری رائے میں اول تو بقدر کثرت نہ ہونی چاہیئے۔ دوسرے اگر سواریوں پر ہوں تو سب ہوں۔ ادھر دلہن کی جانب سے یہ انتظام کیا جائے کہ مکان کافی فرش و روشنی اور پھولوں سے آراستہ کیا جائے اور جب بارات پہونچے تو اسکی پیشوائی کیجائے۔

**جہیز۔** جہیز کا قاعدہ ایک لحاظ سے عمدہ ہے۔ کیونکہ جب لڑکی رخصت کیجاتی ہے تو اسکو تمام ضرورت کی چیزیں دیکر رخصت کرتے ہیں مگر اسمیں کچھ اصلاح کی ضرورت ہے جو کہ ذیل میں درج کیجاتی ہیں (میرے نزدیک جہیز سوائے نہایت ضروری لباس کے باقی فضول ہے۔ نقد دیا جائے تاکہ حسب ضرورت اپنا انتظام دونوں کر سکیں۔ ایڈیٹر) جہیز میں تین قسم کی چیزیں دیجاتی ہیں۔ زیورات۔ کپڑے۔ ظروف۔

**زیورات۔** اکثر اس امر کی کوشش کیجاتی ہے کہ جسقدر زیادہ زیور ہو اتنا ہی اچھا ہے۔ اور اسیقدر

اپنی ظاہری ناموری ہے اور ہندوستان کی موجودہ روشنی کے موافق یہہ خیال ٹھیک بھی ہے
مگر جبکہ زمانہ نے تمام باتوں کو بدلدیا تو تمکو اسمیں بھی بہت کچھہ اصلاح کرنی چاہیئے۔ میں اون
لوگوں سے بھی مخالف ہوں جنکا خیال ہے کہ زیورات ایک دم سے بیکار ہیں کیونکہ زیورات
عورتوں کی زیبائش کے لیے ہیں اور زیبائشی اشیا کی جانچ افادی کے اصول سے نہیں ہوا
کرتی ہے بلکہ زیورات کی جانچ اسی طریقہ سے کرنا چاہیئے جیسے کہ دوسری اشیا جو مردوں کی زیبائش
کے لیئے ہوا کرتی ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ہماری نکٹائی میں ایک ہیرا جڑا ہوا ہو تو عورتوں کے کانوں میں
بُندا نہ ہو یا انکے گلے میں ایک خوبصورت گلوبند ہاتھوں میں خوبصورت کڑے نہوں۔ ہاں
جو بات قابل اصلاح ہے وہ اسقدر ہے کہ زیورات کی اسقدر کثرت نہ کیجائے بلکہ حسب
ذیل زیورات عورتوں کے لیئے مقرر کیے جائیں۔ کان میں بُندے یا پتلی سی بالیاں۔
گلے میں۔ ہار گلوبند۔ ہاتھہ میں انگوٹھیاں۔ چوڑیاں اور کڑے۔ بس اتنے زیو نیز زیرک
بہت کافی ہیں اور عورتوں کی زیبائش بھی ہوسکتی ہے۔ ہاں یہہ البتہ خیال رکھنا چاہیئے
کہ جو چیز دیجائے اچھی ہو (مگر یہہ کون کہتا ہے کہ آپ کی نکٹائی ہو تو اسمیں ہیرا ضرور ہو بیشک زیورات
کی تعداد کم کرنی چاہیئے اور ایکدم انکو بند کرنا مضر ہے (ایڈیٹر))

کپڑے۔ جہیز میں کپڑے بھی بکثرت دیے جاتے ہیں گو یہہ کسی حالت میں خراب نہیں ہوتے
مگر اسقدر کپڑونکا دینا فضول ہے بلکہ جہانتک ممکن ہو کم دیے جائیں مگر پردہ پوش اور پائدار
بیکار اور لغو ہے اور بغیر زردار کپڑوں کی پوٹلیں نہائت لغو ہیں۔ اور یہہ خیال رہے کہ گرمی اور
سردی دونوں موسم کے لئے موزون ہوں۔

ظروف ودیگر اشیار۔ جو طوفان بے تمیزی جہیز میں ظروف کے دینے میں برتا جاتا ہے شاید کہ
کسی بارے میں نہ برتا جاتا ہو اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ ظروف اسقدر بیکار اور زائد دی جاتے ہیں
کہ بجز کوٹھری میں مقفل کرنے کے اور کوئی نتیجہ نہیں ہوتا۔ لہذا اون ظروف کا دینا بند ہونا چاہیئے
اور بجائے انکے ایسے ظروف دیے جائیں جو کہ طرز معاشرت کے مناسب ہوں۔ مثلاً چینی اور تمام
چینی کے گلاس۔ لالٹین اور لیمپ۔ میز۔ کرسی دریاں۔ قالین وغیرہ وغیرہ۔

مانجھا خانہ۔ یہہ وہ رسم ہے جسکے ذریعہ سے نوشہ کے احباب ایک مقام پر جمع ہوکر کچھہ کھیلتے

کھیلتے ہیں یا شیرینی کھاتے ہیں یہہ رسم واقعی ہر لحاظ سے بہت ہی اچھی ہے۔ ہمارے بعض احباب اسکی مخالفت اس بنا پر کرینگے کہ اسمیں بہت سے حرکات ناشائستہ مثلاً مارکوٹ وغیرہ بھی کیجاتی ہے ہم کہتے ہیں کہ انسان اپنی تمام زندگی میں ایسے ناشائستہ حرکات کرے تو معاف ہونا چاہیے کیونکہ شادی کا زمانہ ایسا ہوتا ہے جسمیں ہر قسم کی خوشیوں اور دلچسپیوں میں حصہ لینا چاہیے

(ہماری طرف یہہ رسم نہیں ہے۔ ہمارے دوست یاد رکھیں۔ بنیا و ظلم و رجہاں اندکے بوفند ایڈیٹر)

**دلہاکو میوہ یا شیرینی دلہن کے یہاں لیجانا** یہہ دستور اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب برات جاتی ہے تو دولہا دلہن کے یہاں میوہ یا شیرینی لیجاتا ہے اس رسم کو قایم رکھنا چاہیے مگر کثرت سے میوہ یا شیرینی نہ لیجانا چاہیے۔ جیسے کہ دستور ہے بلکہ کچھ لیجانا چاہیے

(شائستہ بری سے مراد ہے جو ایک فضول رسم ہے۔ سب ہمبر رلستہ نہ ہویں (ایڈیٹر)

**دعوت ولیمہ**۔ ہمارے یہاں دعوت ولیمہ کی رسم نہایت ہی عمدہ ہے لہذا ان تمام لغویات کو اوڑاکر دعوت اور نکاح کی رسم جاری رکھی جائے۔ (سنت بھی ہے ایڈیٹر)

**پوشاک**۔ ایک چیز جو اصلاح طلب ہے وہ دولہا کی پوشاک ہے معلوم نہیں کہ کونسی پوشاک ہے جو دولہا کو بوقت شادی زیب تن کرائی جاتی ہے۔ لہذا اسکو ترک کرنا چاہیے۔ مگر ترک کرنے کے بعد جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہہ ہے کہ کونسی پوشاک اختیار کی جائے۔ کیونکہ ہماری کوئی قومی پوشاک کسی زمانہ میں مخصوص نہیں رہی۔ ہماری رائے ہے کہ پوشاک کا مسئلہ بالکل دولہا کی طرز معاشرت پر چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر دولہا انگریزی تعلیم یافتہ ہے۔ ترکی ٹوپی علیگڈہی پاجامہ بہت موزون ہے اگر دولہا عربی تعلیم یافتہ ہو تو مروجہ لباس عبا و عمامہ خوشنما ہوگا۔ (میرے نزدیک تو شادی میں عبا و عمامہ سب کو پہننا چاہیے تاکہ عمر میں ایک دفعہ تو اپنا اصلی لباس پہن لے (ایڈیٹر)

**تہوار**۔ مسلمانوں کے اصل میں دو تہوار ہیں۔ عید اور بقرعید اسلئے مسلمانوں کو ان دونوں موقعوں پر خوشی کرنیکا حق ہے۔ مگر وہیں تک جہانتک جائز ہے جو کہ صرف اتنی ہی ہو سکتی ہے کہ سب مسلمان ایک جگہ بیٹھ کر اسروز کھانا کھائیں اور یہہ ممکن نہ ہو تو ہر ایک خاندان کے لوگ ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھائیں تو مناسب ہے۔

## غمی

(۱) جو کہانا کہ غمی میں تقسیم کیا جاتا ہے وہ یکلخت بند کیا جاوے (۲) تمام وہ مراسم جو کہ سیوم، چہلم، لوآں، چہلم اور برسی کے نام سے مشہور ہیں وہ سب بند کئے جاویں۔ ہاں قرآن خوانی اور فاتحہ کیجاوے (۳) جو خیرات کہ غمی کے موقع پر تقسیم کیجاتی ہے اسکے مستحق صرف وہی لوگ ہیں جنکا ذکر فصل مستحق خیرات میں ہے (۴) بہاتی کی رسم عمدہ ہے اور قائم رہنی چاہیئے اور تین دن تک متوفی کے گہر کہانا نہ پکے بلکہ قریب کے اعزا کہانا پکا کر کہلا دینگے

## محرم

چونکہ محرم کا بیشتر حصہ بہت کچھ مذہبی رنگ رکہتا ہے [illegible] اختلاف ہے۔ اسلیے مجکو اس مسئلہ پر رائے [illegible] ظاہر کرتا ہوں جبپر شیعوں کے سمجہدار مجتہدوں کا طبقہ اور اکثر سنی متفق ہیں [illegible] محرم میں مجلس عزا کا ہونا اور اسکو بطور ایک یادگار جسنے کہ بنیاد اسلام کو مستحکم کر دیا قائم رکہنا ضروری ہے مگر ایسی باتوں کا بیان کرنا جس سے کہ کسی فریق کا دل دکہے یا مذہب اسلام پر مضحکہ اوڑایا جائے بالکل فضول ہے۔

**میلاد شریف** | مسلمان اگر حضور سرور کائنات کی پیدائش کی روشنی کریں اور شیرینی تقسیم کریں اور حالات مبارک بیان کریں تو کچھ مضائقہ نہیں مگر اعتدال کا اصول نہیں بہولنا چاہیئے۔

فہرست اخراجات ایک اوسط درجہ کی آمدنی والے کے لئے۔ یعنے جو کہ شادی میں ۲ ہزار سے کم نہیں خرچ کرے۔

(۱) زیور۔ ضروری زیورات سے مطلب۔ گلو۔ کان۔ اور ہاتھ کا زیور مراد ہے قیمتاً اندازاً ۳۰۰ سار (۲) کہانا مہانداری (۳) کہانا باہر کی بارات کے لئے۔ (۴) کپڑا جہیز (۵) اشیائے دیگر برائے جہیز (۶) متفرقات (۷) خرچہ بارات اگر باہر لیجانا ہو۔ (۸) کپڑا و شیرینی جو کہ دولہا دولہن کے یہاں لیجانا ہے (۹) دعوت ولیمہ۔ فی یکصد روپیہ میزان الخ تمام

مراسم ولادت میں علاوہ اخراجات زچگی ۳ سے زیادہ نہ ہونا چاہیے۔

تسمیہ اللہ میں سو روپیہ سے زائد خرچ ہونا چاہیئے ۔ ختنہ میں کل اخراجات [illegible] سے زائد نہ ہونی چاہیئیں ۔ تہواروں تک [illegible] سے زائد خرچ نہ ہونا چاہیئے [illegible] شریف میں ۔ عقیقہ میں [illegible] روپیہ سے [illegible] خرچ نہ ہونا چاہیئے ۔

**انعام** ۔ انعام کن موقعوں میں دینا چاہیئے ۔ [illegible]

**مستحقین انعام** ۔ [illegible] ۔ مثلاً [illegible] اپنے سے [illegible]

**نقشہ تقسیم انعام** [illegible]

| مستحقین انعام | عید و بقرعید | شادی | ولادت | ختنہ | بسم اللہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ملازمین خاص | ۸/ | ایک جوڑا کپڑا | " | " | " |
| حجام | ۸/ | ۵ | صہ عقیقہ میں | صہ | صہ |
| باغ کا مالی | ۸/ | ایک تھان کپڑا [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| دھوبی | ۴/ | عہ اور جوڑا [illegible] | عہ | [illegible] | " |
| خاکروب | ۴/ | صہ اور جوڑا | ۸/ | ۸/ | " |
| چھوٹے اعزا اور اسکا لڑکی بھائی بہن | عہ | کل اعزا کو [illegible] | ۵ | " | " |

**نوٹ** ۔ عقیقہ میں ایک روپیہ قصاب کو بھی دیا جائیگا ۔

شادی میں [illegible] اور ختنہ اور ولادت میں [illegible] روپیہ [illegible] کو دیا جائیگا

**مستحقین خیرات** ۔ خیرات کے مستحق وہ لوگ ہیں جو کہ ہر طرح سے محتاج ہوں اور کوئی ذریعہ معاش کا نہ رکھتے ہوں ۔ مثلاً اندھے ۔ لولے ۔ لنگڑے ۔ بوڑھے ۔ شریف پردہ نشین عورتیں ۔ مسافر ۔

## خیرات کی اصلاح

جو طریقہ خیرات کا ہمارے یہاں مروج ہے ۔ یقیناً وہ سخت مضر اور قوم کو تباہ کرنیوالا ہے

**نوٹ** [1] ملازم خاص سے مطلب ڈیوڑھی کے ملازم ہیں ۔ [2] شاگرد پیشہ میں نائی دھوبی خاکروب شامل ہیں [3] عزیزوں میں عورتیں بہ نسبت مردوں کی زیادہ مستحق ہیں ۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ غمی کے موقعوں پر خیرات چماروں کو بھنگیوں کو یا ایسے غاصے مضبوط اور تنا ور آدمیوں کو دیجاتی ہے۔ یقیناً نوے فیصدی ایسے لوگ خیرات پاتے ہیں جو کہ اسکے ہرگز مستحق نہیں ہو سکتے۔ لہذا اگر اسکا تدارک مناسب طریقے سے نہ کیا گیا تو عنقریب ایسی خرابیاں پیدا ہو جائینگی جنکا دور کرنا ناممکن ہوگا۔ اگر حسبِ ذیل طریقے اختیار کئے جائیں تو بہت بہتر ہے۔

(۱) ہر قصبہ اور شہر میں کمیٹیاں قائم کیجائیں (۲) سب لوگ اس بات کا اقرار کرلیں کہ ایسے آدمیوں کو بھی خیرات نہ دینگے۔ (۳) ایک رجسٹر ان لوگوں کا طیار کیا جائے جو کہ واقعی محتاج ہوں۔ (۴) قصبے اور شہر والوں کو ان کمیٹیوں کے پاس زکوٰۃ اور خیرات کا روپیہ بھیجنا چاہیئے۔ (۵) کمیٹی کو چاہیئے کہ وہ روپیہ ان لوگوں پر ایمانداری سے صرف کرے۔ (۶) ان محتاجوں میں جو لوگ کام کرنے کے لائق ہوں (مثلاً پردہ نشین عورتیں) ان سے جو کام انکے موافق ہو لیا جائے۔ ممکن ہے کہ یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ لوگ جو پیشہ ور بھکاری ہیں جب انکی بھیک بند کردیجائیگی تو انکی بسر اوقات کہاں سے ہوگی۔

ہماری لئے ملک میں بہت سے کام ممکن ہیں۔ مثلاً مزدوری۔ زراعت۔ چھوٹی چھوٹی صنعت لہذا انکی طرف توجہ کرنا سب سے ضروری فرض ہے۔

## ہماری طرزِ معاشرت کیا ہونی چاہیئے

اگر غور سے دیکھا جائے تو طرزِ معاشرت میں وہ باتیں شامل ہو سکتی ہیں جو کہ اوپر بیان کی گئی ہیں مگر معنی کو محدود کرکے ہم اس مقام پر طرزِ معاشرت سے اپنے رہنے کا طریقہ لیتے ہیں۔ زمانے نے بخوبی ثابت کردیا کہ پرانی طرزِ معاشرت کو اختیار کرکے ہم اپنی زندگی آرام اور عزت سے نہیں بسر کرسکتے۔ ——— لہذا ہم انگریزی طرزِ معاشرت کو اختیار کرنے کے لئے مجبور مگر وہ باتیں ہیں اول تو ہماری طرزِ معاشرت میں بہت ——— عمدہ باتیں بھی شامل ہیں۔ اور نئی طرزِ معاشرت میں بہت سی باتیں ہمارے لئے موجودہ زمانہ میں مضر ہیں لہذا اسکا خاص طور سے خیال رکھنا چاہیئے اور پرانی طرزِ معاشرت کی بری باتوں کو ترک کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے دوسرے نئی طرزِ معاشرت میں پرانی طرزِ معاشرت سے زیادہ اصراف ہے لہذا اسکو ترک

کرنا چاہیے۔ نئی طرز معاشرت میں جن باتوں میں صرف ہے وہ درج ذیل ہیں۔
**فیشن** ۔ ایک فیشن ایبل آدمی کو بہت زائد خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ مانچسٹر کا کپڑا۔ پیرس کی کاٹ چھانٹ۔ ڈاسن کی جوتی۔ لنڈن کا کالر اور نکٹائی ایک آدمی کے تباہ کرنے کے لئے کافی ہیں لہذا اسطرف ہمارے نئے تعلیم یافتوں کو خاص توجہہ کرنی چاہیے۔ اول تو انگریزی لباس ہی کچھ عمدہ تقلید نہیں اور اگر ایسا ہی شوق ہے تو کیا وجہہ ہے کہ کانپور کے بنے ہوئے جوتے دیسی دوکان کے کپڑے نہ استعمال کئے جائیں۔ بہ لحاظ کاٹ چھانٹ اور خوبصورتی اسمیں اور اسمیں تھوڑا ہی فرق ہوگا مگر قیمت میں اگر وہ سوٹ تمہارا ہیں طیار ہوگا تو یہہ پچاس میں۔
**ولایتی اشیا کا استعمال** ۔ نئے تعلیم یافتے میں ایک یہہ خبط بھی بڑھتا جاتا ہے اور کوشش یہہ کیجاتی ہے کہ اگر پاندان ہو تو وہ بھی لنڈن ہی کا بنا ہوا ہو۔ یقیناً یہہ خبط بھی تباہ کرنیوالے ہیں ہی ولے میں لنڈن۔ پیرس کے اشیا کے استعمال کو ترک کرنا چاہیے اور اگرہ کی بنی ہوئی دریاں۔ امرتسر کے قالین۔ بریلی کی کرسیاں اور میزیں ہمارے آرام اور شوق کو پورا کر سکتی ہیں اور خوبصورتی میں بھی لنڈن اور پیرس سے کم نہ ہونگی۔ فرق کیا ہوگا؟ فرق یہہ ہوگا کہ جو مکان لنڈن اور پیرس کی اشیا سے ... میں آراستہ ہوگا۔ ان دیسی اشیاؤں میں وہ دو سو ۲۰۰ روپیہ میں آراستہ ہوجائیگا۔
**ڈنر** ۔ نئے تعلیم یافتوں کو تباہ کرنیوالی رسموں میں سے ایک رسم انگریزی قسم کے ڈنر کی بھی ہے۔ اور یہہ اصحاب ڈنر صرف اسواسطے دیتے ہیں کہ معلوم ہو کہ ہمارے یہاں کلکٹر صاحب نے کھانا کھایا۔ اول تو اس اصول کو ترک کرنا چاہیئے دوسرے اگر ڈنر دیا بھی جائے تو اسمیں انگریزی اور اپنے اصول کی آمیزش ہونی چاہیئے۔ میز پر کسی قسم کی شراب یا سور کا گوشت نہ ہونا چاہیئے کیونکہ علاوہ مذہبی ممانعت کے اسمیں حرج بھی بہت ہوتا ہے۔ اگر یہہ اصول اختیار کیا جائے تو آدھے سے زائد کی کفایت ہوجائیگی۔ طرز معاشرت کے بارے میں ایک علیحدہ مضمون عصر جدید اپریل نمبر ۱۹۰۳ء میں شائع کرا چکا ہوں۔ (جمال احمد)

# جدید کتب ماہ گذشتہ

ہمارے پاس مندرجہ حاشیہ کتب بغرض ریویو وصول ہوئی ہیں جنمیں سے بائیبل کا الہام اور فلسفہ تعلیم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اول کتاب اگرچہ عیسائیوں کی لئے ہے لیکن تمام معتقدان مذہب اور وحی والہام کے قائل اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قریب قریب ہر تعلیم یافتہ شخص پر ایک زمانہ آتا ہے جب الحاد کی رو اسکے اوپر سے گذرتی ہے۔ اگر اس شخص کی فطرت سلیم اور تعلیم صحیح اصولوں پر ہوئی ہے تو وہ محض عقلیت تک ٹھہر جاتا ہے ورنہ انکار قیامت وجزا و سزا تک جا پہونچتا ہے مگر اسی کے ساتھ پھر ایک زمانہ ایسا آتا ہے۔ جب فطرت مذہبی بہ منشائے فطرة اللّٰہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللّٰہ پھر پلٹتی ہے اور بہت سی باتیں جو بوجہ ماورائے طبیعت ہونے کے ناممکن معلوم ہوتی تھیں اب یقین انپر جمتا جاتا ہے

وحی اور الہام بھی ایسے ہی مسائل ہیں کوئی قائل الہام اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ مجموعہ عہد قدیم اور عہد جدید کا بڑا حصہ خالص طور پر الہی کلام ہے۔ کلام الہی کے کیا معنی ہیں اسکی توضیح اس کتاب میں حکیمانہ طور پر کی گئی ہے۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے ہم توراة اور انجیل موجودہ سے بھی انکار

---

(۱) علمی جنتری کانپور۔ بالتصویر بابت ۱۹۰۵ء ۱۶۰ اسمیں ۲۰ صفحہ پر دو کالم مضامین جنتری ہیں اور سلاطین روم کا حال مراد بن حسن مرحوم تک درج ہے قیمت درجہ اول ۸؎۔ بلا مبالغہ صرف تصویروں کی قیمت کئی روپیہ کم ہے اور چھاپہ اور کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہے۔ (نامی پریس کانپور سے ملسکتی ہے)

(۲) درخت۔ مولفہ لالہ دیویدیال ترشتہ تعلیم کی تقطیع صفحات ۲۲۰۔ کاغذ چھاپہ اعلیٰ درجہ کا کئی سو قسم کے درختوں کا بیان انکا اور کاشت کا حال مختصر مختصر درج ہے۔ ہر درخت کا علمی نام لاطینی اور انگریزی میں بھی دیا ہے خوشنما جلد ہے اور مصنف سے یا چند کتب فروش دہلی سے بہ قیمت ؏ ملسکتی ہے اور علمی کتب میں اچھا اضافہ ہے۔

(۳) فن زراعت حصہ اول مصنفہ جے بی فلر کا ترجمہ ۲۰۳ صفحہ پر محمد صدیق صاحب طالب علم نے کیا ہے کاظمی پریس آگرہ میں چھپی ہے قیمت صرف ۸؎ (۴) بائبل کا الہام مصنفہ ڈاکٹر پٹرسن سمتہ حجم ۲۱۹ صفحے۔ اصول تہذیب کی تقطیع پر بہت خوشخط چھپی ہے پنجاب ایجنسی بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے ۸؎ کو ملسکتی ہے۔

(۵) فلسفہ تعلیم مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور۔ عصر جدید کے حجم کے تین سو صفحے نہایت خوشنما قیمت ؏

نہیں کرتے کیونکہ آخر انجیل کی تعریف میں قرآن کہتا ہے کہ وہ تصدیق کرتا ہے اس چیز کو جو ہاتھوں میں یہود اور نصاریٰ کے ہے۔ رہی یہہ بات کہ اسمیں غلطیاں اور غلط فہمیاں ہیں اور ہو سکتی ہیں مصنف کو بھی اس سے انکار نہیں ہے۔ مصنف نے بعض پیشین گوئیوں پر اعتراض کیا ہے۔ مگر وہی اعتراض عیسائیوں پر بھی کیا ہے۔ اور یہودیوں پر قرآن کے نزدیک جو اعتراض تھا یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔

ایک بات ہم بلا تامل یہ کہتے ہیں کہ بائبل اگر الہامی ہے تو تثلیث کا اعتقاد یقیناً غلط ہے۔ سوائے اسکے کہ جس طرح دوسرے پاک بندے خدا کے بیٹے کہے گئے ہیں اسی طرح مسیح کی نسبت بھی آیا ہے یہہ ممکن نہ تھا کہ ایسا ضروری مسئلہ صرف ایک الحاقی فقرہ میں تذکرۃً بیان ہوا ہو۔

فلسفۂ تعلیم کی تعریف ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں اور اسکے دو ایک ناکامل نمونے جلد اول اور جلد دوم عصر جدید میں بھی چھپ چکے ہیں۔ ایک ادیب محنتی اور لائق مترجم نے دو سال کی محنت میں اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے جسکو مصنف نے گویا تمام علوم پر غور کرکے لکھا ہے۔ ہم اسوقت اس سے بہتر نہیں کر سکتے کہ اپنے دوست مولوی سید وحید الدین سلیم پانی پتی سابق ایڈیٹر معارف اور علمی مددگار سر سید مرحوم نے جو رائے ترجمہ کی نسبت دی ہے اسکو درج کر دیں:—

"اگر کوئی زمانہ ہندوستان میں ایسا آئے کہ یورپ کے علوم جدیدہ کی تمام ابتدائی اور انتہائی کتابیں اردو زبان میں ترجمہ ہو جائیں اور علمی الفاظ کی قسمتیں معین ہو جائیں اور علمی اصلاحوں کی فرہنگیں مرتب کی جائیں تو وہ زمانہ اس قابل ہوگا کہ ہربرٹ اسپنسر کی کتاب ایجوکیشن کا ترجمہ اردو زبان میں شائع کیا جائے اس سے نتیجہ صاف طور پر مستنبط ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مترجم مولوی خواجہ غلام الحسنین نے جو کام کیا ہے وہ زمانہ موجودہ کی قابلیت سے اور اسلئے انکی طاقت سے باہر تھا اور جو کامیابی انہوں نے اس کام میں حاصل کی ہے اسکی کوئی نظیر اس زمانہ میں نہیں مل سکتی۔"

دیباچہ میں لائق مترجم نے جو مشکلات اس کتاب کے ترجمہ کی بیان کی ہیں انمیں سے ایک مشکل یہہ تھی کہ انجمن ترقی اردو نے انکو ہدایت کردی تھی کہ مصنف کے خیالات کو اپنی زبان میں ادا کرنے ہی پر قانع نہ ہوں بلکہ اسکی طرز تحریر اور اسلوب بیان کو بھی علی حالہ رہنے دیں۔ لائق مترجم نے اس قید کو ایسی لیاقت سے نباہا ہے کہ اگر انکو بس یہی فتح حاصل ہوتی تو یہہ اسبات کے لئے کافی تھی کہ انکو تمام مترجموں پر ترجیح دی جائے۔ عربی زبان میں جو ترجمے علمی کتابوں کے ہماری نظر سے گذرے ہیں حالانکہ عربی زبان میں نسبت

اردو زبان کے علمی مطالب کو ادا کرنیکی زیادہ قابلیت ہے۔ انہیں ہمیشہ مترجموں نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ مصنفوں کے خیالات عربی زبان میں ادا کئے جائیں۔ نہ یہ کہ انکی لفظی ترکیبیں بھی بدستور قائم رکھی جائیں۔ کتاب زیر بحث کے بعض بعض مقامات بھی ترجمہ ہوکر بطور اقتباس کے عربی زبان کی جدید کتابوں میں داخل کئے گئے ہیں وہ بھی ہماری نظر سے گذرے ہیں مگر انہیں بھی کسی جگہہ اس مالا یطاق شرط کی پابندی نہیں کی گئی ہربرٹ سپنسر کی سوشیالوجی (علم عمران) کے بعض مضامین بھی ہمنے عربی زبان میں پڑھے ہیں مگر انمیں بھی اس قید کی پرواہ نہیں کی گئی۔ کتاب ہذا کے اردو ترجمے کو اس قید سے مقید نہ کیا جاتا۔ تو لائق مترجم اس کام کو غالبًا اس کام بہت آسانی سے اور بہت جلد پورا کر دیتے۔ مگر اس صورت میں وہ غیر معمولی تعریف انکی ہرگز نہ ہوتی جس کے کہ وہ اب مستحق ہیں۔

اسکے علاوہ مصنفوں نے جو ہربرٹ سپنسر کا تذکرہ کتاب ایجوکیشن کے مطالب کا خلاصہ۔ فٹ نوٹ مارجنل نوٹ اور مجمل اور مفصل فہرست۔ مطالب کتاب کی اپنے ترجمہ کے ساتھ شامل کی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لائق مترجم نے ترجمہ ہی کے فرض سے سبکدوشی حاصل نہیں کی بلکہ اس سے کچھہ بڑھ کر کام کیا ہے اور بالفاظ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے ترجمہ بھی کیا ہے اور اپنے ترجمہ کو ایڈٹ بھی کیا ہے۔

مصنف کی نسبت [illegible] عالم بالا [illegible] ہے۔ مگر مترجم کی نسبت بھی اسوقت تک زندہ رہنے کی امید نہیں کیجا سکتی ہے بلکہ [illegible] کی [illegible] ہو گئی۔ [illegible] کام کی بہی تعریف اکثر لوگوں کی زبان پر رہیگی بشرطیکہ ہندوستان میں کوئی ایسا [illegible] اگر لائق مترجم [illegible] ذرا بہہ ہو سکیتے تو ایسی کتابوں کا ترجمہ کر [illegible] سپنسر کیطرح مفلس ہو جاتے

شاید عام لوگ میرے اس کہنے کو مبالغہ میں داخل سمجھیں مگر جب انہیں معلوم ہوگا۔ کہ یہ کتاب جسمیں قومی ترقی کے اعلیٰ سے اعلیٰ اسرار کہولکر بیان کئے گئے ہیں۔ اس فائق ترین علامہ اور استاد فلاسفہ کی تصنیف ہے جس نے ابتداے آفرینش سے آجتک کی معلومات انسانی کو اپنے دماغ میں جمع کرکے انپر اپنے فلسفہ کی بنیاد رکھی ہے اور یہہ ترجمہ حتی الامکان اس کتاب کا بہتر سے بہتر ترجمہ ہے جو زیادہ سے زیادہ انسانی محنت اور لیاقت سے تیار کیا گیا ہے تو کچھہ عجب نہیں ہے کہ آخرکار ہر شخص میری رائے سے اتفاق کرنے پر مجبور ہوگا۔" (ایڈیٹر)

## ایڈیٹری نوٹ

**التجاو۔ معذرت** | چند رسالوں سے اصلاحی خبریں بوجہ کثرت مضامین نہیں چھپیں ہم آئندہ اسکی تلافی کرینگے۔ رپورٹ ندوہ میں چھاپی جاتی ہو اور نواب محسن الملک بہادر کی خدمت میں بھیجکر نامور اخبار ... اور لیسر میں شائع ہوتی ہے۔ ناظرین مطمئن رکھیں کہ آہستہ آہستہ کام اصلاح کا برابر چل رہا ہے۔ امید ہے کہ باقی سب ممبر بھی اپنے فرائض میں مشغول رہینگے ہمارا ارادہ ہے کہ آئندہ اصلاحی نوٹوں اور خبروں کے چند صفحے بالکل جدا کر دیں۔

**غلط فہمی کا عمل** | ہمارا ادھ کے چند صاحبوں نے رسالہ اصلاح کی نسبت چند باتوں سے ایڈیٹر عصر جدید کے برخلاف ایک شور برپا کر رکھا ہے اور کوشش تمام کی ہے کہ ان لوگوں میں ملانا چاہتے ہیں جنکو وہ ملحد اور بے دین کہتے ہیں مگر ہم اپنے دوستوں اور بزرگوں کو یقین دلاتے ہیں کہ سوائے ارباب کے علما اور شیعہ علمار کو دو چار دفعہ پچھلے ۲۵ رسالوں میں انکے فرائض کیطرف متوجہ کیا گیا اور کوئی کلمہ بے دینی ہمارے قلم سے نہیں نکلا اگر کلمۂ حق شان علما میں کہنا خلاف دین ہے تو تمام شعرائے ایران بلکہ حضرت علامہ بہاء الدین آملی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی میر عباس مرحوم جو فخر لکھنؤ ہیں بلکہ عوام کے نزدیک جو اُن سے بھی بڑھکر ہیں یعنی میرزا فصیح نے اپنی کتب میں ایسا ہی کہا ہے

خواجہ حافظ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎ فقیہ مدرسہ دی مست بود و فتویٰ داد

کہ مے حرام ولے بہ ز مال اوقاف است

اے حضرات مکرم! دین اور چیز ہے اور مدعیان دین دوسری چیز ہیں۔ توراۃ و انجیل و اخبار و رہبان میں بڑا فرق ہے جو کوئی شخص دنیا میں اس ظلی بت پرستی کو توڑنا چاہتا ہے اسکو ہمیشہ ملحد اور بیدین کہا گیا ہے۔ تاہم یہ بھی یاد رکھئے کہ علما دنیا داروں کی مذمت ہمیشہ کرتے رہتے ہیں اور دنیا دار اسکے مستحق بھی ہیں۔ اگر جو غفلت یا تعصب یا دنیا طلبی کا رخ علما میں ہے اسکو دنیا دار ظاہر کریں تو مقدس علما جتنا چاہیں چیں بجبیں ہوں اور ان ناکردہ گناہوں پر الفاظ کی بھرمار کریں مگر کسیقدر ان مقدس بزرگوں سے بھی کہیں کہ اپنی خبر لیجیے اور دنیا میں اگر خادم بنے آپ مخدوم بننے کے مستحق ہونگے۔ ہم تو چھوٹے۔ نامہذب خلاف شرع مصلح ہیں۔ مگر سچے

ہادیان وعلمائے ملت بھی تو لوگوں کے لئے کچھ کریں اور انکے عادات اور اخلاق کی درستی میں سعی فرمائیں ورنہ یہہ جم غفیر اہل **شریعت** کی غفلت اور اپنے رکھہ رکھاو اور **اہل الحاد** کی ضلالت ہر دو کی وجہہ سے قعر تباہی میں گر جائیگا۔ ؎

گیرم کہ وقت ذبح تپیدن گناہ من
دانستہ دشنہ تیز نہ کردن گناہ کیست

**درشتی یا شوخی تحریر کی** | بعض اوقات چند معاصر بلکہ واجب التعظیم بزرگ جیسے افسران علیگڈہ جن کا ادب ہمکو دل سے منظور ہے طرز تحریر عصر جدید سے ناراض ہوتے ہیں اور انکی ناراضی سے خود ایڈیٹر کو ملال ہوتا ہے۔ اپنے قصور کا اعتراف کرکے صرف اتنا عرض کرنا ضرور ہے کہ یہہ ناراضی اگر اسوجہہ سے ہے کہ عصر جدید میں کبھی واقعات غلط ہوتے ہیں تو ہم نہایت خوشی سے اطلاع ملنے پر تصحیح کر سکیں گے۔ اگر اسوجہ سے ہے کہ طرز بیان شوخ ہے تو تہذیب الاخلاق کے پرانے پرچے اور شعرائے متصوفین کے کلام ملاحظہ فرماکر معذور رکہیں اگر ہمارے اصول میں غلطی سمجھی جاتی ہے تو ہم نہایت خوشی اور ادب کے ساتھ اسپر بحث کرنیکو تیار ہیں کیونکہ چھوٹی امت کی مضحکہ بازی اور مخالفت سے قطع نظر کرکے ہم قوم کے باخبر لیڈروں کی خدمت میں اپنے اصول عرض کرنا چاہتے ہیں یہہ اصول حال میں پیسہ اخبار میں **اصلاح کی ضرورت** کے نام سے بعد نظر ثانی چھپوائے گئے ہیں اور لکچر لکھنؤ میں اصول مذہب کی رو سے انکی تائید کی گئی ہے یہہ مضامین و لکچر عصر جدید میں بھی شائع ہونگے۔ اسمیں شک نہیں کہ ان تحریروں سے بعض حضرات کو صدمہ پہونچتا ہے مگر غور کرنا چاہئے اور اپنے دل سے محاسبہ کریں کہ یہہ صدمہ اسلئے تو نہیں ہوتا کہ ہم سچ بات کہکر کچے پھوڑوں کو چھیڑتے ہیں اور اسلئے وہ بات کھٹکتی ہے۔

دیکھنا تقریر کی شوخی کہ جو اُسنے کہا۔ میں نے جانا کہ گویا یہہ بھی میرے دلمیں ہے۔

**انجام بینی بُری چیز ہے؟** | مولانا حالی مدظلہم کی ایک زبردست غزل میں ایک شعر ہے جو باطنی لحاظ سے نہایت گہرا اور پر لطف ہے ؎ دور ہولے دل مآل اندیش ٭ کھو دیا عمر کا مزا تونے۔

غالباً ہمارے امراء عالی تبار اسی اصول پر انجام بینی کو سخت حقارت سے دیکھتے ہیں **اخبار مشیر دکن** جو حیدرآباد کی خلایق اور ریاست کو عموماً اچھی نصیحتیں کیا کرتا ہے اور اسنے ۲۲ جنوری سنہ ۵ء کے پرچہ میں ایک نوٹ **بنگال کے متمول ترین مسلمانان کی نسبت** لکھا ہے جسکو ہم بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔ لیکن جو نتیجہ ہمارے ہمعصر نے نکالا ہے وہ صحیح نہیں۔ ہماری فضول خرچی اپنی حماقت کا نتیجہ ہے۔ لاٹ صاحب

صاحب کا اسمیں ایسا ہی دخل ہے جیسا ختنہ و نکاح کے شرعی حکم کو یا شہادت سید الشہدا کو ہماری اسراف میں دخل ہے۔ ہم نمود اور ریا کے بندے ہو گئے ہیں۔ ہم بہانہ سے اسراف کرتے ہیں۔ بہ فرض محال والیسرائے ناراض بھی ہو جاویں تو وہ چند روز میں پھر راضی ہو سکتے ہیں اور جب انکو معلوم ہو گا کہ رئیس قرضہ سے بچنا چاہتا ہے تو خوش ہونگے مگر ہمارے امرا کی تو یہ حالت ہے کہ وہ پریشانی اور قرضداری میں معمولی ممبران قوم سے بھی بدتر ہیں۔ کیا فائدہ دولت کا جب اطمینان نہ ہو۔ قرض کا فکر ہو بدنامی ہو۔ ایسے بزرگوں کا عام لوگوں سے جلد تر زوال ہو گا! اسلئے مناسب ہے کہ سنجیدگی اور عملیت سے اپنی حالت پر غور کریں

"**نواب صاحب ڈھاکہ پر دعوے**" ہفتہ گذشتہ کو ہائیکورٹ کلکتہ میں مسٹر جسٹس سٹیفن کے اجلاس پر مسٹر سنہا نے درخواست پیش کی کہ نواب صاحب سے سوالات کرنیکی اجازت دیجائے کہ جیسپر وہائٹ وے لیڈ لا رنے بابت اس سامان آرائش کے ۱۱ ہزار روپیہ دلانیکا دعوے کیا ہے جو انہوں نے کچھ عرصہ ہوا حضور والیسرائے بہادر کی تشریف آوری ڈھاکہ کے موقعہ پر کمپنی مذکور سے خرید کیا تھا۔ اس مقدمہ کے دائر عدالت ہونے سے اسبات پر روشنی پڑے بغیر نہیں رہ سکتی کہ والیسرایان ہند کا اپنے اپنے زمانہ میں جو دورہ فرط عنایت اور فرط نوازش سے دیسی رئیسوں اور دیسی والیان ملک کے علاقوں میں ہوتا ہے وہ بظاہر کیسا ہی خوشگوار اور فرحت و انبساط بخش معلوم ہوتا ہو۔ دیسی رؤسا والیسرایان ہند کی خاطر و تواضع اور انکی تشریف آوری کی مراسم کی ادائی میں روپیہ بیدریغ صرف کرتے ہیں اور روپیہ صرف کرنیکے وقت انکو اپنی مالی حالت کا کچھ خیال نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ نواب صاحب ڈھاکہ کو کلکتہ کے ہائیکورٹ میں مدعا علیہ بننے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ دیسی رؤسا اور دیسی والیان ملک کی حالت اس لحاظ سے قابل ہمدردی ہے کہ وہ کہ وہ اگر حضور والیسرائے بہادر کی تشریف آوری پر کچھ ٹیپ ٹاپ اور دھوم دھام کرتے ہیں تو انکو اس قسم کے خمیازہ بھگتنے کے لئے طیار رہنا پڑتا ہے جیسا کہ اب نواب صاحب ڈھاکہ بھگت رہے ہیں اور اگر انکی تشریف آوری کے موقعہ پر کچھ طمطراق نہ کریں تو ریاست کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا دغدغہ لگا رہتا ہے"۔

**انجام بینی اچھی چیز ہے**۔ اسی نیک مقصد کے لئے مولانا روم ایک جگہہ فرماتے ہیں ؎

آخر بیں گریہ ما خندہ الیست
مرد آخر بیں مبارک بندہ الیست

معمولی شعر معلوم ہوتا ہے لیکن سوچو اور سمجھو تو اسمیں بڑے بڑے غوامض بھرے ہوئے ہیں۔ اسی قسم کے چند شعر مولانا حالی کی مشہور ترکیب بند معروف بہ تحفۃ الاخوان میں ہندوں اور مسلمانوں کی مآل اندیشی کا مقابلہ جہاں کیا گیا ہے درج ہیں۔ چند شعر یہاں قابل بیان ہیں۔

اَور ہیں سب سود لینے میں یہ دینے میں دلیر ٭ اَور ہیں سب لوٹنے پر یہہ لٹانے پر فدا
اَور قومیں ہیں جہاں مال تجارت بیچتی ٭ یہ وہاں گھر بار کی کرتی ہیں کوڑے پر ملا
اَور تنگی سے گذارہ کرتے ہیں آج اسلئے ٭ تا نہ کل کرنی پڑے غیروں کی آنکو التجا
یہاں گیا ملی کے بہاگوں لوٹ آگر چہنکا کہیں ٭ پڑ گئی پشتوں تلک یاں فاقہ مستی کی بنا

یہہ تصویر بالکل درست ہے اور ہر جگہہ صحیح ثابت ہو گی۔ یہاں مالیر کوٹلہ میں عموماً ہندو جالٹوں یا سکھوں کے گاؤں ہیں بہت کم گاؤں مسلمانوں کے ہیں۔ لیکن جیسا حضور پرنور ہز ہائنس نواب احمد علیخاں بہادر ایک بار فرماتے تھے "معاملہ سرکاری انسے بمشکل وصول ہوتا ہے اور مفلوک اور قرضدار اور خراب حال ہیں"۔ ہمارے علما امرا کی حالت تو جو ہے سو ہے۔ خود طالب علموں کا گروہ جو قوم کی آئندہ کی بنیاد قائم کرتا ہے سستی اور اسراف میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسکی حالت کو سنبھالنا ہر محب قوم کو فرض ہے اس لحاظ سے آج جبکہ نواب صاحب ڈہاکہ کے متعلق لکھہ رہا تھا سید قبول احمد صاحب طالب علم فتح گڈہ کا خط وصول ہوا ہے جسکو بعض جگہہ حذف کرکے یہاں نقل کرنا ضروری ہے۔ اول میں سگریٹ نوشی کی عادت کے متعلق یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ سال گذشتہ انگلستان میں پالیمنٹ نے جو کمیشن مقرر کی تہی کہ انگریزوں کے جسم اور قوی کیوں کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ اسنے ایک صلاح یہہ بہی دی ہے کہ **طالب علمی میں تمباکو اور سگار نوشی بہت مضر ہے کم کیجاوے اور دانت** خاص طور پر صاف رکہے جاویں نیز لکھنؤ سے واپسی پر ایک سولہ سترہ برس کے لڑکے کو جو علیگڈہ سکول میں پڑہتا تھا سگریٹ پیتے اور رینلڈ کی فحش ناول رونر لیمبرٹ کا ترجمہ ریل میں پڑہتے دیکہکر سخت افسوس کیا اور اس عزیز کو سمجھایا ۔ سو اسلئے یہہ خط بہی ایک دوسرے طالب علم کا چہاپتا ہوں۔

**ایک طالب علم ممبر صیغہ کی اصلاحی کوشش**۔ آپ نے خط مطبوعہ کے نیچے انگریزی میں مجھے تحریر فرمایا تھا کہ "مجھے امید ہے کہ آپ مسلمانوں کو ایک سنجیدہ اور عملی قوم بنانے میں کوشاں ہونگے" جناب والا۔ میں کانفرنس لکھنؤ کے موقعہ پر ممبر ہوا تھا جسکو اب ایک ماہ کا عرصہ ہوا۔ وہ

ہفتہ سخت بیمار رہا اور وطن سے باہر رہا ہ اجنوبی کو صحت حاصل ہوئی یہاں اگر مینے خیال کیا کہ اب مجھے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے چاہئیں مگر چونکہ ہر ممبر کے لئے یہہ لازمی ہے کہ پہلے وہ خود کاربند ہو اور نمونہ بنے اور پہر اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کرے۔ لہذا چونکہ مجھ میں یہہ تصور فضول خرچی وغیرہ تہے مینے اسکو ترک کرنیکی کوشش کی۔ میں صاف صاف عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں سگریٹ پینے کا بہت عادی تھا یہانتک کہ روز ایک بکس خرچ ہوتا تھا آپ یقین فرمایئے اب مینے رفتہ رفتہ بالکل ترک کردیا اسی طرح سے اور بھی فضول خرچیاں اور جو کچھہ کہ وقت ضائع ہوتا تھا ترک کیا۔ علاوہ اسکے یہہ کوشش بھی کی گئی کہ یہہ خیالات جسطرح سے ہوسکے پھیلیں چنانچہ اتوار کو چند اپنے دوستوں کو جنمیں زیادہ تر طالب علم تہے اور چند احباب بھی تہے بلاکر اپنے مکان پر جلسہ کیا جسمیں مسلمانوں کی حالت اور انکی تمدنی خرابیاں کہیں اور صیغہ کے ساتوں مقاصد پر مفصل بحث کی . . . اور سب احباب سے استدعا کی حتی الامکان اسکے متعلق کوشش کریں اور نیز اسپر کاربند ہوں۔ مینے زیادہ زور دینا مناسب سمجہا کیونکہ ہر ایک اتوار کو جلسہ ہونا تجویز کیا جاچکا ہے۔ انشاء اللہ تعالی بعض میرے دوست پورے طور پر اسپر کاربند ہونگے۔ اور آئندہ اس بات کی بھی کوشش کیجاویگی کہ ہر ایک صاحب جلسہ کے دن یہہ بتادیں کہ ہفتہ کے اندر انہوں نے عملی کارروائی کیا کی ہے" (یہہ حسب عمدہ طریقہ کام کرنے اور اثر ڈالنے کا ہے دیگر ممبر صاحبان بھی اسپر غور فرماویں (ایڈیٹر)

"یہاں چند میرے دوست ایسے بھی ہیں جو انگریزی اشیاء کے اسقدر دلدادہ ہیں کہ اپنے والدین کا روپیہ بیفائدہ طور پر کثرت کے ساتھ صرف کرتے ہیں مینے انسے بھی عرض کیا کہ حضرت اپنی استطاعت سے زیادہ خرچ نہ کیجئے مگر ابھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ (خدا کی چکی آہستہ آہستہ پستی ہے آپ کوشش کیو جائیں ضرور اثر ہوگا۔ ایڈیٹر)

آخر میں یہہ خط لغیر جناب کے شکریہ کے ختم نہیں کرسکتا ہوں۔ میں عصر جدید کا پہلے بھی خریدار تھا مگر صرف خریدار۔ مگر جبسے مینے کانفرنس میں جناب کا لکچر سنا ہے سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھپر وہ اثر ہوا کہ ہرگز زائل نہیں ہوسکتا یہہ کوئی تعریف کی بات نہیں ہے بلکہ ایک سچی بات ہے کہ جس شخص نے آپکا لکچر غور سے سنا ہو ممکن نہیں کہ اسپر اسکا اثر نہ ہوا ہو۔ اسکا مشاہدہ تو غالباً آپ

کو بھی ہوا ہوگا کہ اسوقت دوران تقریر سامعین کی کیا حالت تھی ....."

**صیغہ کا کام** | کام کرنیوالے ممبروں کی اور سکرٹری کی ذاتی تعریف کے خط ممبروں کے پاس سے اکثر آتے رہتے اور انکو عمداً یا تو شایع نہیں کیا جاتا یا تعریفی حصہ کو نکالدیا جاتا ہے۔ چنانچہ خط مندرجہ بالا میں بھی کیفیت ایسا ہی کیا ہے۔ اس خط کے چھاپنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے بعض احباب نے ایڈیٹر کو اب صرف ایک الزام خود بینی اور ضد کا ملزم قرار دیا ہے مگر بات یہ ہے کہ ایسی تحریک چل نہیں سکتی۔ جب تک لوگوں کی سرد مہری اور توجہی کے خلاف اصرار و استقلال نہ دکھایا جائے۔ اور جب اپنی بات پر کوئی زور دیگا تو **خود بینی** کا عنصر عام لوگوں کو ضرور نظر آویگا۔

لکچر و عملی کام کے اظہار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ **پیسہ اخبار** روزانہ نے ایک لیڈنگ آرٹیکل میں لکھا تھا کہ لکھنؤ میں سکرٹری صیغہ نے روئداد صیغہ بیان کرکے لکچر دیا۔ لیکن صیغہ اصلاح تمدن نے اسکے سوا کام نہیں کیا کہ لوگوں کے کان لفظ اصلاح سے مانوس ہوگئے۔ مگر سب اخباروں میں یہہ خبر غلط مشہور ہو گئی ہے کہ سکرٹری صیغہ اصلاح نے اپنے صیغہ کی کیفیت بیان کی۔ رہا یہہ کہ صیغہ نے کام نہیں کیا۔ یہہ درست نہیں اسلئے کہ ہمارے کام کا اندازہ اعداد و حروف سے نہیں بلکہ دلوں کے اثر سے کرنا چاہیئے۔ اور با وجودیکہ صرف ایک لکچر اسطرح پڑھا گیا جسطرح میل ٹرین چلتی ہے۔ پھر بھی صیغہ اصلاح نے جو کچھ کیا ہے اسمیں ایک مقصد پیش نظر رکھا گیا جسکی قوم کو ضرورت تھی

ہمارے ادیب معاصر **ریاض الاخبار** نے لکھا ہے کہ کانفرنس میں صیغہ اصلاح تمدن کا کہیں ذکر نہیں سنا اگر اسکے لائق ایڈیٹر یا ان کے رپورٹر رات کے جلسہ میں ۷ بجکو نہیں آئے یا انتظام کانفرنس نے لکچر اصلاح تمدن کا وقت ایسے موقعہ پر رکھا جب کوئی کام باقی نہ تھا اور بہت سے صاحب بار رپورٹر چلے گئے تھے۔ اگر جو رسالے اور اعلانات صیغہ نے تقسیم کئے وہ ہمارے معاصر کے پاس نہیں پہونچے تو ہم یہہ عرض کریں گے کہ اسمیں صیغہ کی بدقسمتی ہو مگر قصور نہیں ہے ہمکو امید ہے کہ وہ اور دیگر معاصر ہماری نا ئندشل معزز معاصرین **وکیل** اور **چودھویں صدی** اور نہ قوم کے کرینگے۔ اور اس کوشش کو جو شہرت ... سے ... سمجھ کر ... سے اسکے اصول قواعد نتائج کو دیکھیں گے۔ فقط (ایڈیٹر)

کتب مصنفہ مولوی خواجہ غلام الحسنین صاحب سابق انسپکٹر مدارس گلبرگہ

۱۔ اصول تربیت۔ یہ رسالہ جدید اور قدیم اصول کا جامع ہے اور تمام والدین اور معلمین کو اور عام اہل علم کو اسکا پڑھنا ضروری ہے نہایت عمدہ اور اعلیٰ ترتیب سے مضامین اسمیں جمع کئے گئے ہیں جسمانی۔ عقلی۔ اخلاقی تربیت کے اصول مقاصد طریقہ حصول بتلائے گئے ہیں یہہ کتاب نہایت خوشخط اور صاف چھپی ہے حجم ۱۱۲ صفحہ قیمت ۸

۲۔ قوانین دولت مشرہل کی کتاب لاز آف ویلتھ جسکی قیمت انگریزی میں ۸ ہے اسکا نہایت سلیس ترجمہ اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں ۲۰۰ صفحہ چھپا ہے قیمت کیا چیز ہے؟ کیونکہ ہدیہ ابھی ہے غرض ۲۸ مضامین علم پولیٹیکل اکانمی کی اسطرح بیان ہوئے ہیں کہ مبتدی اور عام شائقین آسانی سے سمجھہ سکیں جو طلبا یا مدرسین یا عام شائقین اس علم کے ابتدائی اصول کو جاننا چاہیں اس سے بہتر کتاب انکو نہیں ملسکتی مترجم نے بعض مفید حواشی بھی دئے ہیں قیمت عہ ۸ ۱۲

۳۔ فن تعلیم یہ کتاب اہل علم اور عام شائقین و معلمین کیلیے جنکو تعلیم سے دلچسپی ہے مفید ہے بقول شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب اردو میں اس سے بہتر کتاب اس مضمون پر نہیں لکھی گئی حجم ۵ جزو قیمت ۱۲

کتب مصنفہ حافظ عبدالرحمن صاحب امرتسری ساکن مصر

عربی بول چال ۱۲ کتاب الصرف ۸ کتاب النحو ۱۰

الشافی او تمام۔ مرتبہ مولوی نظام حسین صاحب ایڈیٹر ذوالقرنین نے البشر سے مختلف صاحبوں کے دلچسپ مضامین جنمیں نجوم جفر۔ رمل کیمیا اکسیر و تسخیرات۔ تعویذ گنڈوں جنتر منتر۔ ٹونوں اور ٹوٹکوں۔ علاج آسیب۔ اعمال علوی و سفلی کی حکمائی کی گئی ہے اور دیگر عجیب نکتی دہوکہ بازی۔ مطبع رفاہ عام میں نہایت عمدہ چھپی ہے حجم ۱۲۵ صفحہ قیمت ۸

حیات جاوید۔ یہہ مشہور کتاب سر سید احمد خاں صاحب بہادر مرحوم کی مفصل سوانح عمری مصنفہ شمس العلما مولوی الطاف حسین صاحب حالی قیمت سے حجم ۵۰ جزو ہے اردو زبان کی ایک نہایت زبردست و حکیمانہ اور مفید تصنیف ہے اس سے کوئی کتب خانہ خالی نہ رہنا چاہیے

کتب مصنفہ خواجہ غلام الثقلین صاحب۔ بی اے۔ ایل ایل بی وکیل ایڈیٹر عصر جدید میرٹھ

۱۔ اصول و اخلاق اسلام۔ بیس ۲۰ صفحے کا رسالہ بہت جلی اور خوشنما چھپا ہوا۔ کم عمر بچوں اور لڑکیوں کیلئے مفید ہے اور مدرسہ کا ر نظام کے مدارس میں رائج ہے ۲ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ۲ رسالے مفت بذریعہ ڈاک دیگر بھیجدیے جاوینگے۔ ۲۔ اسپنز اینڈ آپاچھنز۔ علمی اور فلسفیانہ مضمون انگریزی میں ہیں یعنی پالٹکس۔ تہذیب۔ کلچر۔ حیات۔ مشاہیر اور سہ عدد کلمات۔ نہایت عمدہ کاغذات پر ٹائپ میں چھپی ہیں۔ حجم ۱۲۵ صفحے قیمت سابق ۲ قیمت حال ۱۲۔ ۳۔ عصر جدید کی نصف جلد پچھلی ششماہی کی یعنے جولائی ۱۹۰۳ء سے دسمبر ۱۹۰۳ء تک کی قیمت ۱۲۔ ۴۔ پرانے پرچے عصر جدید کے متفرق فی پرچہ ۲

اسلام کی صداقت۔ مصنفہ نواب صدر الدین حسین خاں بہادر مہتمم بڑودہ ایک جزو کا نہایت عمدہ رسالہ قیمت ۲ گلدستہ منافع معظم مولفہ الیضاً ۸ جزو کا نہایت خوشخط لکھا ہوا مجموعہ مختلف علمی و اخلاقی مضامین کا ہے۔ قیمت ۲ یکشت خریداروں کے ساتھ رعائت۔

یہہ سب کتابیں دفتر عصر جدید امیر کلاں میرٹھ سے مل سکتی ہیں۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۱۴

قیمت معہ محصولڈاک عہ سالانہ

۲۸۶


# عصر جدید

ایک ماہانہ ریویو


جلد ۳

نمبر ۵


مقاصد

مسلمانوں میں عملیت ۔ صداقت اور کفایت پھیلانا


ایڈیٹر

خواجہ غلام الثقلین ۔ سکریٹری اصلاح تمدن



مئی ۱۹۰۵ء





مطبوعہ خادم پنجاب پریس امرتسر باہتمام منشی نبی بخش صاحب مینیجر چھپا

# غلطنامہ لکچر لکھنؤ کانفرنس (ضمیمہ عصر جدید نمبر ۴ جلد ۲)

بہ وجہ بدانتظامی مطبع، شیوع پلیگ، مینجر کی مجبوری غیر حاضری کے پچھلے چند پرچے (خاصکر لکچر لکھنؤ) غلط چھپے۔ ہم معذرت کرتے کرتے عاجز آ گئے۔ مگر رسالہ ٹھیک مرکز پر نہ آیا۔ وقت پر نکالدینا غنیمت سمجھا گیا۔ اب اس کی طبع و تصحیح کا کام ایک لائق و ہمدرد بزرگ کے ماتحت کر دیا گیا ہے۔ کیا عجب ہے کہ آیندہ موقع شکایت نہ رہے۔ فقط ایڈیٹر

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ٹائٹل ۲ | ۵ | نظر ڈالتے ہیں | نظر نہیں ڈالتے | ۱۳ | ۸ | من | من ھو |
| ۲ | ۲ | سحرا | صحرا | ۱۳ | ۱۸ | ان المنذین | ان المنذرین |
| ۳ | ۱۳ | قرن | قرنِ | ۱۴ | ۱۱ | ابالسان | للنسان |
| ۳ | ۱۳ | بملن | نملت | ۱۴ | ۱۳ | تجاما | فانھما |
| ۵ | ۱۲ | الالیان راے | الالی راے | ۱۴ | ۱۵ | النفساد | القساد |
| ۶ | ۸ | بہلا | بھلا | ۱۶ | ۷ | وہ بائیں | وہ یہ باتیں |
| ۶ | ۲۰ | الجنبر | الجزائر | ۱۶ | ۱۰ | نستہ | لشتة |
| ۷ | ۹ | انتیب | انیب | ۱۶ | ۱۴ | ام المحاص | ام المحاسن |
| ۸ | ۱۵ | حدیث قدی | حدیث قدسی | ۱۷ | ۲۳ | فنضاد | متضاد |
| ۹ | ۱۶ | لعبادلا | لعبادہ | ۱۸ | ۱۵ | تربیت | ترتیب |
| ۱۰ | ۱۰ | قریشی | قریسی | ۱۸ | ۲۲ | لا یعقلون | لا یفقھون |
| ۱۲ | ۹ | تعبدعرون | یتدبرون | ۱۹ | ۱۰ | سیکش | سیکشن قوم |
| ۱۳ | ۳ | لا یحنب | لا یحنث | ۲۰ | ۲۱ | اوبالی مذہبی | ادعاے مذہبی |
| ۱۴ | ۸ | لا یحذق | لا یتحذی | ۲۱ | ۱۷ | آپ تو | اب تو |

## اعلان

:- آیندہ سے انشاء اللہ مفصلۂ ذیل طریقے سے عصر جدید کے باقاعدہ ۵ حصے ہونگے

ا- مضامین مستقل مثل سابق (اندازاً ۲۰ صفحے)

ب- انجمن اصلاح معہ خط و کتابت متعلقہ (اندازاً ۲ صفحے)

ج- علمی خبریں اور نئی کتابوں پر سرسری نظر (کم و بیش ۳ صفحے)

د- ایک اعلےٰ درجہ کا ادب مشرق و مغرب سے مفید انتخاب (۲ صفحے)

ہ- ماہ گزشتہ یا ایڈیٹری راے حالات و معاملات پر (۲ صفحے)

۷۸۶

# عصرِ جدید

## قبل از وقت کوئی رائے قائم نہ کرو

(ایک تاریخی واقعہ)

خاکساران جہان را بہ حقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

بہت مدت کا ذکر ہے کہ وارسا[1] یونیورسٹی کے دو طالب علم شہر کے بازار میں اُس جگہ سے گزر رہے تھے۔ جہاں شاہ سیجسمنڈ[2] کا بنایا ہوا ستون واقع ہے۔ اِس ستون کے اردگرد بہت سی عورتیں مردٹی۔ پھل۔ ترکاری وغیرہ اشیائے خوردنی راہگیروں کے ہاتھ بیچنے کے لئے بیٹھی ہوئی عموماً دیکھی جاتی ہیں +

اِن نوعمر طالب علموں کو بازار میں ایک عجیب و غریب صورت نظر پڑی۔ جس نے اُن کی توجہ کو اپنی طرف مائل کرلیا۔ اور وہ اُس کو دیکھنے کے لئے چلتے چلتے ٹھیر گئے + یہ ایک شخص کی صورت تھی جس کی عمر ظاہرا پچاس ساٹھ سال کے درمیان تھی۔ اُس کے کوٹ کا رنگ کبھی تو سیاہ ہوگا۔ مگر اب تو گھس گھسا کر تار تار الگ ہوگیا تھا۔ اُس کا چوڑا ٹوپ اُس دُبلے چہرہ پر جس میں جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ چھایا ہوا تھا۔ اُس کے بدن کا گوشت بہت کچھ اُتر گیا تھا۔ اور پوست و استخواں باقی رہ گئے تھے۔ مگر وہ ایک مستقل اور تیز قدم کے ساتھ چلتا تھا +

ستون کے نیچے جو دُکانیں لگی ہوئی تھیں اُن میں سے ایک دُکان پر ٹھیر کر اُس نے دو پیسے کی روٹی خریدی۔ کچھ تو وہیں کھالی۔ اور کچھ جیب میں رکھکر جنرل زیرے اونزک نائب السلطنت کے محل کی طرف روانہ ہوا جو زار روس الگزنڈر[3] کی عدم موجودگی میں صوبہ پولینڈ میں

[1] وارسا فرنگستانی روس کا ایک شہر ہے۔ دریائے وسچولا پر واقع ہے۔ اور ایک زمانہ میں پولینڈ کا دار السلطنت تھا +
[2] سیجسمنڈ اول۔ ملک پولینڈ کا بادشاہ تھا۔ ۱۴۶۷ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۵۴۸ء میں فوت ہوا +
[3] الگزنڈر اول۔ شہنشاہ روس ۱۷۷۷ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۲۵ء میں فوت ہوا +

شاہی اختیارات رکھتا تھا +

ایک طالب علم نے دوسرے سے پوچھا۔ "تم اس شخص کو جانتے ہو" ؟

(دوسرا طالب علم) میں نہیں جانتا۔ مگر اس کے پُرانے دُھرانے وضع ار کپڑوں اور اُس کی روتی صورت کو دیکھکر میں گمان کرتا ہوں کہ یہ شخص مُردوں کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرنیوالا ہے۔

(پہلا طالب علم) دوست! یہ بات غلط ہے۔ یہ **توسٹانس لاس سٹینزک** ہے۔

اِسوقت جب کہ وہ محل میں داخل ہونے ہی کو تھا۔ دوسرا طالب علم اُس کی طرف دیکھکر بول اُٹھا ہیں! یہ **سٹینزک** ہے۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک ذلیل آدمی جو اپنی صورت سے مصیبت زدہ معلوم ہوتا ہے۔ جو بازار میں روٹی کا ایک لقمہ خریدنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے صاحب ثروت حکومت ہو۔

اُس کے ساتھی نے جواب دیا۔ "کچھ بھی۔ ہے تو وہی شخص"۔ اِس ظاہری خراب حالت میں ہمارے مُلک کا ایک نہائت مقتدر وزیر اور یوروپ کا ایک اعلیٰ درجہ کا **عالم و فاضل** چھپا ہوا ہے +

یہ شخص جس کی ظاہری حیثیت اُس کے عہدہ کے بالکل برعکس تھی۔ جو اتنا ہی صاحب اقتدار تھا جتنا بے حقیقت معلوم ہوتا تھا اور اتنا ہی دولتمند تھا جتنا محتاج معلوم ہوتا تھا۔ اس نے اپنی تمام دولت اپنی ہی محنت اور لیاقت کی بدولت حاصل کی تھی +

وہ ایک ادنٰے خاندان کا آدمی تھا۔ اور بچپن میں تحصیل علم کے لئے اپنے وطن **پولینڈ**[1] سے نکل گیا تھا۔ اُس نے چندسال **لیبزک** اور **گاٹنگن** کی یونیورسٹیوں میں صرف کئے تھے۔ **فرانس** کے کالج میں تعلیم پائی تھی۔ **بفن**[2] سے دوستی پیدا کی۔ **کوہ الپس**[3] اور **کوہ اپی نائنز**[4] کی سیر کی۔ اور آخرکار طرح طرح کے قیمتی علم و ہنر سے مالا مال ہوکر اپنے وطن واپس آگیا +

تھوڑے عرصہ کے بعد ایک امیر نے اُس کو اپنے بیٹے کی تعلیم کے لئے طلب کیا + اس کے بعد **گورنمنٹ** نے اُس کی لیاقت سے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ اور **سٹینزک** درجہ بدرجہ ترقی پاکر سلطنت کے اعلےٰ سے اعلےٰ عہدوں پر پہنچ گیا + اُس کی **کفایت شعاری** نے اُسے دولتمند بنا دیا تھا۔ پانچ سو غلام اُس کی جاگیر میں کاشت کرتے تھے اور بہت سا روپیہ سود پر لگا ہوا تھا +

[1] پولینڈ فرنگستانی روس کا ایک حصہ ہے اور اس کے مغرب میں واقع ہے۔ ۱۸۱۵ء میں یہ مُلک شاہنشاہ روس کے ماتحت ایک جداگانہ سلطنت بن گیا تھا۔ مگر رعایا کی بغاوت کی وجہ سے ۱۸۳۲ء میں اُس کو سلطنت روس کا ایک صوبہ بنالیا گیا۔ اہل پولینڈ بڑے بہادر اور محب وطن ہیں۔ یوروپ میں جس قدر یہودی آباد ہیں۔ ان کا نصف حصہ خاص پولینڈ میں آباد ہیں +

[2] بفن۔ ملک فرانس کا ایک مشہور مصنف ہوا ہے۔ ۱۷۰۷ء میں پیدا ہوا تھا۔ اور ۱۷۸۸ء میں فوت ہوا +

[3] کوہ الپس۔ ملک اٹلی کے شمال میں واقع ہے +

[4] کوہ اپی نائنز۔ ملک اٹلی کے شمالاً جنوباً اس سرے سے اُس سرے تک پھیلا ہوا ہے +

دُنیا کا دستور ہے کہ جس درجہ میں کوئی شخص پیدا ہوتا ہے۔ جہاں اُس کو اصلی درجہ سے زیادہ عروج حاصل ہوا۔ اور حاسدوں نے اُس کو حسد کے تیروں کا نشانہ بنایا۔ میانہ روی ہمیشہ قابل الزام سمجھی گئی ہے۔ سٹینرک کو بھی اس سے سابقہ پڑا۔ کیونکہ وارسا کے "بھلے آدمی" اُس کے تمام کاموں کو اغراض فاسدہ سے منسوب کرتے تھے +

جہاں یہ دونو طالب علم کھڑے تھے۔ وہاں بہت سے بے کار آوارہ گرد آدمیوں کی ایک بھیڑ لگ گئی سب کی نگاہ وزیر کی طرف تھی۔ اور ہر شخص اُس کے خلاف کچھ نہ کچھ کہتا تھا +

ایک امیر نے کہا "کون خیال کرسکتا ہے کہ یہ شخص وزیر سلطنت ہے۔ اگلے وقتوں میں جب کبھی کسی شاہی عہدہ دار کی سواری شہر میں سے گزرتی تھی تو سواروں کے دستے آگے پیچھے رہا کرتے تھے۔ مگر ایک بڈھے کنجوس کی کیا توقیر ہو سکتی ہے۔ جس کا اتنا دل نہیں کہ سواری کے لئے ایک بگھی بھی رکھ سکے۔ جو بازاروں میں کھڑا ہو کر روٹی کا ٹکڑا کھاتا ہے۔ جیسے کوئی فقیر ہو"

ایک پادری صاحب بولے "اجی! اس کا دل ایسا ہی سخت ہے جیسا لوہے کا صندوق جس میں یہ اپنا روپیہ رکھتا ہے۔ کوئی محتاج اس کے دروازہ پر بھوکا مر جائے۔ تو بھی یہ شخص اُس کو ٹکڑا دینے والا نہیں" +

ایک اور شخص نے کہا "جناب! دس سال سے یہ شخص اسی کوٹ کو پہنتا ہے +

ایک شوخ لڑکے نے جس کے چہرہ پر شرارت برستی تھی۔ یہ آوازہ کسا "اجی جناب! یہ شخص اس خوف سے کہ کرسیاں نہ گھس جائیں۔ زمین پر بیٹھتا ہے" اور جملہ حاضرین اس تمسخر آمیز قہقہہ میں شریک ہوئے +

ایک سرکاری مدرسہ کا نوعمر طالب علم چپ چاپ کھڑا ہوا یہ باتیں سُن رہا تھا۔ جو اُس کے دِل کو نہایت شاق گزرتی تھیں۔ آخر اُس سے نہ رہا گیا۔ پادری سے مخاطب ہو بولا۔ "جناب پادری صاحب! جو شخص اپنی فیاضی کی وجہ سے ممتاز ہو اُس کا ذکر ذرا ادب کے ساتھ کرنا چاہئے + اگر وہ اپنی دولت کو اچھے کاموں میں صرف کرتا ہے۔ تو ہمیں اس سے کیا بحث کہ وہ ایسا کھانا کھاتا ہے اور ایسے کپڑے پہنتا ہے"

(پادری) "ذرا مہربانی کر کے یہ تو بتایئے کہ وہ اپنی دولت کو کس کام میں لاتا ہے"؟

(نومبر طالبعلم) یہاں کے دارالعلوم کے کتب خانہ کے لئے ایک مکان کی ضرورت تھی۔ اور اتنا سرمایہ نہ تھا کہ کرایہ کا مکان لے سکیں ۔ کہئے - اِس کتب خانہ کے لئے ایک عالیشان محل کس نے عطا کیا ؟ یہ شخص سٹینرک نہیں تو اور کون تھا ؟

(پادری) "جی ہاں - مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تعریف کا ایسا ہی بھوکا ہے جیسا روپیہ کا ۔ صاحبزادے ! اگر تم کو کسی شخص کا اصل حال معلوم کرنا ہو تو اس کی روزانہ طرز زندگی پر غور کرنی چاہیئے یہ نمود یا کنجوس اپنی تصنیفات میں کاشتکاروں کی قسمت پر گریہ زاری کرتا ہے اور خود اپنی وسیع جاگیر میں پانچ سو مصیبت زدہ غلاموں سے سخت محنت مشقت لیتا ہے ۔ کسی روز صبح کو اس کے گھر پر جا کر دیکھو تو عجیب کیفیت نظر آئے گی کہ ایک غریب عورت آنکھوں میں آنسو بھرے ایک مغرور سنگدل آدمی سے گڑگڑا کر کچھ مانگ رہی ہے اور وہ اُس کو دھتکار رہا ہے ؟ وہ سنگدل کون ہے ؟ یہی سٹینرک ۔ اور وہ عورت کون ہے ؟ اُس کی بہن ۔ کیا اس مغرور محل بخشنے والے اور شاندار اسٹیشن بنانے والے کے لئے یہ بات بہتر نہ تھی کہ اپنے مظلوم غلاموں کو آرام دے۔ اور اپنے محتاج عزیزوں کی مدد کرے" ؟

طالبعلم نے اس بات کا جواب دینا شروع کیا - مگر کوئی شخص اُس کی بات پر کان نہیں دھرتا تھا - اِس لئے وہ اپنے مربّی اور سچے دوست کی نسبت ایسی گفتگو سُننے سے غمگین اور آزردہ دل ہوکر اپنے کلبۂ احزاں کی طرف چلا گیا ۔

اگلے دن صبح کو سویرے اُٹھ کر اپنے محسن و مربّی کے مکان پر گیا - تو کیا دیکھتا ہے کہ سچ مچ ایک عورت رو رہی ہے - اور اپنے بھائی کی سخت دلی پر واویلا کر رہی ہے ۔ لڑکے کو پادری کے قول کی تصدیق ہوگئی - اور اس نے ایک مستقل رائے اپنے دل میں قائم کر لی ۔ سٹینرک ہی نے اس لڑکے کو کالج میں داخل کرایا تھا - اور وہی اُس کی تعلیم کا کفیل تھا ۔ اب اُس نے یہ ٹھان لی کہ وزیر کا عطیہ آیندہ نہ لوں گا - جس شخص کا دل اپنی بہن کی گریہ وزاری سُن کر متاثر نہیں ہوتا - اس کے روپیہ سے ہرگز فائدہ نہیں اُٹھاؤں گا ۔

عالم و فاضل وزیر اپنے منظور نظر طالبعلم کو اندر آتے دیکھ کر اپنے کام سے نہیں رُکا - بلکہ لکھتے ہی لکھتے بولا - "بھلا - اوّالفی ! آج کیونکر آنا ہوا - اگر تم کو کتابوں کی ضرورت ہو تو میرے

کتب خانہ سے لیجاؤ۔ آلات کی ضرورت ہو تو فرمائش کرکے کسی کارخانہ سے منگا لو۔ اور بل میرے پاس بھیج دو۔ اور اگر کسی اور شے کی ضرورت ہو تو مجھ سے صاف صاف کہہ دو"۔

(طالبعلم) جناب! یہ بات نہیں ہے۔ میں تو آپ کی پچھلی عنایتوں کا شکریہ ادا کرنے اور یہ کہنے آیا ہوں کہ آیندہ آپ کے عطیوں کا لینا مجھے منظور نہیں ہے"۔

(وزیر) "تو پھر مالدار بن گئے ہو گے"؟

(طالبعلم) "میں تو اب بھی ایسا ہی مفلس ہوں۔ جیسا پہلے تھا"۔

(وزیر) "اور کالج کی بابت کیا کہتے ہو"؟

(طالبعلم) "میں کالج ضرور چھوڑوں گا"۔

یہ سن کر سٹیرک کھڑا ہو گیا اور طالبعلم کی طرف ٹکٹکی باندھ کر کہا "یہ بات ناممکن ہے تم ہمارے طالب علموں میں سب سے زیادہ ہونہار ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہونا چاہئے"۔ لڑکے نے ہرچند اپنے دل کی بات چھپانے کی کوشش کی۔ مگر بے فائدہ۔ سٹیرک نے اس کا سبب معلوم کرنے پر اصرار کیا۔

اڈالفی نے کہا "جناب من! آپ اپنے مصیبت زدہ خاندان کی حق تلفی کرکے مجھ پر بار احسان رکھتے ہیں"۔

وزیر یہ بات سن کر اپنے جوش طبیعت کو چھپا نہ سکا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور گرم جوشی سے نوجوان طالبعلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا "عزیز من! اس نصیحت کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ "وقت سے پہلے کسی بات پر رائے قائم نہیں کرنی چاہئے" ممکن ہے کہ کسی شخص کی زندگی میں اس کی نہایت ہی خالص نیکی کو لوگ بدی خیال کرتے ہوں۔ اور سخت سے سخت الزام جو اس پر لگایا جاتا ہو۔ بے بنیاد ثابت ہو جائے۔ میرا چال چلن درحقیقت ایک معمّا ہے۔ جس کو میں حل نہیں کر سکتا۔ یہ میری زندگی کا بھید ہے۔ میرے مرنے کے پیچھے آپ کھل جائے گا"۔

یہ دیکھ کر کہ اس گفتگو سے طالب علم کا اطمینان نہیں ہوا اور وہ اب بھی پس و پیش کر رہا ہے وزیر نے کہا۔ "جو روپیہ میں تم کو دیتا ہوں اس کا حساب رکھو۔ اس کو

قرضہ سمجھو۔ اور جب خدا وہ دن دکھائے کہ تم اپنی محنت کی بدولت پڑھ لکھ کر دولت مند بن جاؤ۔ اُس وقت کسی غریب اور مستحق طالب علم کو تعلیم دِلا کر میرا قرضہ ادا کر دینا۔ رہا میں۔ میری موت کا انتظار کرو۔ اُس وقت میری زندگی کی نسبت کچھ رائے قائم کرنا ٭

پچاس برس اسی طرح گزر گئے۔ اور اب وقت آیا کہ تیس ہزار باشندگان پولینڈ اُس کے جنازہ پر آکر جمع ہوئے۔ اور تابوت کی چادر کو ایک متبرک اور قابل قدر تبرک سمجھ کر چھونا چاہتے تھے ٭ وارسا کے باشندوں نے جو اس مشہور و معروف شخص کی اِس قدر تعظیم و تکریم کی تھی۔ اُس کی وجہ روسی فوج کی سمجھ میں نہ آئی۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ میں ظاہر ہو گئی ٭ اُس کے آخری وصیت نامہ سے اُس کی ظاہری طمع کا عقدہ اس طرح حل ہو گیا کہ

**اوّل** اُس کی وسیع جاگیر پانچ سو حصوں میں تقسیم کی گئی اور ہر ایک حصہ اُس آزاد کاشت کار کی ملکیت قرار دیا گیا۔ جو پہلے اُس کا غلام تھا۔

**دُوم**۔ کاشت کاروں کے بچوں کو مختلف پیشوں کی تعلیم دینے کے لیے ایک نہایت عمدہ اور بڑے وسیع پیمانہ پر ایک مدرسہ کا قائم کیا جانا تجویز ہوا۔

**سوم**۔ بیماروں اور بڈھوں کی امداد کے لئے مد محفوظ میں ایک رقم رکھی گئی۔

**چہارم**۔ آزادہ کردہ غلاموں پر تھوڑا سا سالانہ محصول اس غرض سے لگایا جانا تجویز ہوا کہ اس آمدنی سے آہستہ آہستہ دوسرے غلاموں کو آزاد کرایا جائے جو سخت محنت مصیبت میں مبتلا تھے اور جن کی محنت کی کچھ داد نہیں ملتی تھی

**پنجم**۔ اپنے کاشت کاروں کے لئے اس طرح انتظام کرنے کے بعد سٹینزک نے یہ وصیت بھی کی کہ چھ لاکھ فلارن (تخمیناً نو لاکھ روپیہ) سے ایک نمونہ کا اسپتال قائم کیا جائے۔

**ششم**۔ بہت سا روپیہ محتاج اور شوقین بچوں کی تعلیم کے لئے چھوڑا۔

**ہفتم**۔ رہی اُس کی بہن۔ اُس کو وہی سالانہ گزارہ ملتا رہا۔ جو اُس نے اپنی زندگی

میں اُس کے لئے مقرر کیا تھا۔ کیونکہ وہ ایک ناعاقبت اندیش اور فضول خرچ عورت تھی۔ اور جتنا روپیہ اُس کو ملتا تھا۔ سب بے وقوفی سے اُڑا دیتی تھی +

سٹانس لاس سٹینزک کی قسمت عجیب و غریب تھی۔ عمر بھر شہید تہمت رہا اور مرنے کے بعد ہزاروں آدمی۔ جن کے ساتھ اُس نے احسان کئے تھے۔ اُس کو دُعائے خیر سے یاد کرتے تھے اور ادب سے اُس کا نام لیتے تھے +

غلام الحسنین

# مُردوں کی دعوتیں

مسلمانوں میں جن اعجوبہ اور رنگ برنگ صورتوں سے مُردوں کی دعوتیں کی جاتی ہیں۔ کسی قوم اور مذہب میں اُن کی نظیریں نہ مل سکیں گی۔ ہنود کو اعجوبہ پرست، اور بُت پرست بتایا جاتا ہے۔ مگر کیا اُن کے مقابلے میں مسلمان مُردہ پرست نہیں ہیں؟ وجہ یہی ہے کہ مُردوں کو زندہ سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی زندوں کی طرح روٹی کپڑے کے محتاج ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب کسی گھر میں کوئی نئی اور نفیس شے پکتی ہے یا کوئی پھل یا ترکاری وغیرہ بازار سے آتی ہے تو مُردوں کا حصہ بھی کسی مُلا کو کھلایا جاتا ہے یا مسجد میں بھیجا جاتا ہے۔ ایسی مُسرفانہ بدعتیں زیادہ تر عورتوں کی طرف سے ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ ضعیف المزاج ضعیف القلب ضعیف العقیدہ ہوتی ہیں اور مُردوں کو بھی اپنے ڈھب پر کر لیتی ہیں + جس طرح زندگی میں بی خیر النساء کا بچہ دودھ کی خاطر پڑا روتا ہے اور بی خیر النساء کہتی ہیں۔ "اے ہے! بُوا بچہ کب سے بلبلا رہا ہے۔" یہی اُس کے مرنے پر کہتی ہیں +

جب کوئی شیر خوار بچہ مر جاتا ہے تو چالیس روز تک اُس کے حصہ کا دودھ مسجد میں بھیجا جاتا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ بھوکا ہے اُس کو دودھ پلانا چاہئے۔ چالیس روز تک اکثر یہی مراعات جوان اور بوڑھے مُردوں کے ساتھ کی جاتی ہے۔ چالیس روز تک تو لگاتار۔ اس کے بعد وقفہ ہو کر سہ ماہی۔ پھر شش ماہی پھر برسی کی جاتی ہے۔ گویا بیچ کے دنوں میں مُردوں کو بھوکا رکھنے کی کچھ پرواہ نہیں کی جاتی اور برسی کے بعد تو وہ بالکل یاد ہی نہیں رہتے۔ مُلکِ عدم میں یا گور میں ہمیشہ بھوکے ہی رہتے ہیں

رسمیں اور بدعتیں جن میں ہمارے فرقوں اور رشتوں میں مسلمان مبتلا ہیں۔ اُن کا بڑا حصہ مُردوں کی دعوتیں ہیں۔ قبروں پر چڑھاوے۔ پیروں کے توشے۔ فاتحہ۔ نذر وغیرہ۔ سالانہ عرس۔ مولود کی مجلسیں۔ بڑے پیر کی گیارھویں وغیرہ سب مُردوں کی دعوتوں کی مد میں ہیں۔ اس میں قوم کا سالانہ لاکھوں روپیہ برباد ہوتا ہے۔ جن کی تفصیل تکلیف مالایطاق ہے۔

مُردوں کو زندہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ ان کو قاضی الحاجات اور دستگیر مانا جاتا ہے اور یہ عقیدہ دلنشیں ہوتا ہے کہ اگر ہم مُردوں کو دعوتیں نہ کھلائیں گے تو وہ یقیناً ہم کو کھا جائینگے۔ تباہ کر دیں گے۔ لوٹ لیں گے۔ زندگی میں تو وہ فرشتہ صفات۔ بااوصاف۔ صاحب کشف و کرامات بڑے شفیق اور رحیم تھے۔ مرتے ہی ڈاکو بن گئے۔ لٹیرے بن گئے۔ زندہ اہلکاران عدالت سے بڑھکر رشوت خوار ہو گئے۔ اہلکاران عدالت بھی رشوت اُس وقت لیتے ہیں جب اہل معاملہ کو اُن سے کوئی کام نکالنا ہوتا ہے۔ مُردہ پیر تو سالانہ رشوتیں کھاتے ہیں بلکہ ہمیشہ کھاتے ہیں اُن کا پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ کالی دیوی وغیرہ دیویوں اور اوتاروں کے استھانوں پر ہندو کیوں بکرے چڑھاتے ہیں! اس لئے کہ وہ ایسا نہ کریں تو یہ دیویاں اُن کو نگل جائیں۔ یہی عقیدہ مسلمانوں کا اپنے پیروں کی نسبت ہے تو بتایئے کفر و اسلام میں کیا فرق رہا۔

اگر قرآن مجید پر ایمان ہے تو اُس کی رو سے کسی مُردے کو کچھ نہیں پہنچتا۔ نہ مالی خیرات۔ نہ بدنی خیرات۔ نہ دعا نہ درود۔ نہ روزہ نہ نماز۔ نہ قرآن نہ وظیفہ۔ اگر قرآن سے بڑھکر کوئی اور کتاب واجب العمل ہے تو ہمارے پاس اس کا جواب نہیں۔ فبای حدیث بعد الله و آیاته یومنون۔ الآیہ یعنی خدا اور اُس کی آیتوں (قرآن مجید) کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے۔ کلام مجید صاف طور پر ناطق ہے۔ لیس للانسان الا ما سعی وان سعیه سوف یُری۔ یہ آیہ ہے اور استثناء کے طور پر ہے کہ انسان کو صرف وہی ملیگا جس کے لئے وہ بذات خود کوشش کرے گا اور اُسی کی ذاتی سعی دیکھی جائے گی۔ پس مُردہ پرستوں کو خسر الدنیا والآخرہ کے سوا کچھ نہیں مل سکتا۔

دوسری آیہ لاتزر وازرة وزر اُخریٰ ہے یعنی نہیں اُٹھائیگا کوئی اُٹھانے والا دوسرے کا گناہ۔ دیکھئے اس سے بھی مُردوں کی دعوتیں رخصت ہو گئیں۔ دعوتوں کے تو یہی معنی ہیں کہ

کہ مُردوں کو ثواب پہنچے۔ گویا وہ ثواب کے بھوکے اور محتاج ہیں اور جب وہ خود تمہارے محتاج ہیں تو قاضی الحاجات کیونکر ہوئے۔

خدا کے یہاں یہ ناانصافی ہرگز نہیں کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ کرے ڈاڑھی والا اور دھرا جائے مونچھوں والا۔ پھر کفارہ مسیح کا کیوں انکار ہے +

بُت پرستوں کا عموماً یہ عقیدہ ہے کہ اگر ہم اپنے دیوتاؤں کو دکھشنا نہ دیں گے۔ تو وہ ہمیں تباہ اور برباد کر دیں گے اور جس قدر ہم اُن کے لئے مالی اور بدنی تکلیفیں اُٹھائیں گے وہ اسی قدر ہم سے خوش ہوں گے۔ چنانچہ بعض بُت پرست کسی دیوتا کے نام سے اپنا کوئی عضو معطل کرتے اور سکھا لیتے ہیں۔ بعض اپنی زبانیں کاٹ کر مندروں میں چڑھا دیتے ہیں بعض خودکشی کر بیٹھتے ہیں۔ بعض اپنے بدلے دوسرے انسانوں کی قربانی چڑھا دیتے ہیں۔ کیا مُردہ پرست مسلمانوں میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں۔ افسوس۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

پھر قرض وام کیا جاتا ہے۔ سودی روپیہ لیا جاتا ہے۔ تمام ضروری کاروبار بند کئے جاتے ہیں۔ مگر کیا ممکن ہے کہ گیارھویں کرنا اور عرسوں وغیرہ کا منانا اور اُن میں جانا بند کیا جائے حالانکہ کلام مجید میں ہے۔ لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا الآیہ

دہلی میں ایک فاتحہ دی جاتی ہے۔ جس کا نام تبارک کی روٹی ہے۔ یہ شیرمال کی قسم سے ہوتی ہے۔ اور اس پر خشخاش اور سونف وغیرہ چھڑکا اور جمایا جاتا ہے۔ یہ دعوت رجب کے مہینے میں ہوتی ہے۔ برادری کے کنبے میں تقسیم کی جاتی ہے۔ اس سے گویا مُردے بہت خوش ہوتے ہیں۔ پلاؤ وغیرہ سے خوش نہیں ہوتے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ اکثر حضرات اپنی زندگی ہی میں یہ تقریب کرتے ہیں۔ یعنی اپنے کو مُردہ قرار دے کر آپ اپنی دعوت کر جاتی ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

فاتحہ دینے والو تم نے کیا ہی اعجوبہ کام کیا + آپ پکایا آپ ہی کھایا مُردوں کو بدنام کیا

عجیب بات ہے۔ زندہ اپاہج۔ یتیم۔ بے کس بے بس تو خیر خیرات کے مستحق نہ ہوں۔ اور مُردے مستحق ہوں۔ غریب لاوارث طالب علموں کی مدد نہ کی جائے اور ایسے پیروں کا پیٹ بھرا جائے جو مُردہ پرستوں کو مال دولت۔ نوکری۔ بیوی اور اولاد دلوانے پر قادر ہیں +

بی ظریفن کہتی ہیں۔ "بُوا! میں تو اپنی روٹی اپنی زندگی میں کر جاؤں گی۔ آدمی پانی کا بُلبلا ہے۔ اور میرے بال تو سَن جیسے سفید ہو گئے۔ پیٹھ جُھک گئی۔ دانت گر گئے۔ جیتے جی کے سب ہیں۔ موئے کا کوئی نہیں۔ میری روح قبر میں لوٹتی رہے گی۔ نہ کوئی کرے گا۔ نہ کوئی دھریگا۔ اور دُنیا ہی میں کون کسی کا ہے۔ اللہ میاں چلتے ہاتھ پاؤں اُٹھالے۔ بس اور تو کیا کہوں۔ میں اَڈ بَدا کے سب کو دیکھ چُکی ہوں اور بُھگت چُکی ہوں۔ اور بیٹی صغیرن! جب تمہارے ابا جان خرچ دبا کرتے تھے۔ تو میں اپنی روٹی (اسی تبارک کی روٹی) کے لئے تنگی تُرشی کر کے کچھ بچا لیتی تھی۔ اب میرے پاس کوئی سوا ستائیس روپے ہیں۔ یہی اوڑھنا یہی بچھونا اسی میں سب کچھ کر کرا دو"۔

(صغیرن) "اُوہی اماں جان! بھلا ستائیس روپیہ کس کس کی ناک پہ دھرو گی۔ اونٹ کے منہ میں زیرہ۔ یہ بھی وہی بات ہوئی کہ ہاتھ نہ مُٹھی ہربراتی اُٹھی۔ اللہ رکھے ڈھائی سو آدمیوں کا تو تمہارا کُنبہ اور ہزار آدمیوں کی برادری۔ بتاؤ ستائیس روپے کو کہاں تک بھاگ لگیں گے۔ ننگی کیا نہائے گی کیا نچوڑے گی"۔

یہ سُنتے ہی بی ظریفن اپنے سر میں دُہتڑ مار کر زار قطار رونے لگی۔ یہ تو میں پہلے ہی جانتی ہوں۔ کہ میرے مُردے کی مٹی خراب ہو گی۔ مر گئے مردود۔ فاتحہ نہ درود۔ تم یہ چاہتی ہو۔ کہ ستائیس روپے بھی جو میں نے سو جتن کر کے جوڑ جاڑ کے رکھے ہیں۔ میرے مرنے پر تمہارے ہی تلھڑ میں اُتر جائیں اور نہ نو مَن تیل ہو نہ رادھا ناچے۔ اللہ کرے جو میری روٹی کرنے میں بھانجی ماریں۔ اُن کی صورت کو مُردہ شو لیجائیں۔ اور وہ بھی دُنیا سے روٹی کو اسی طرح ترستی اُٹھ جائیں۔

(احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنہ ہند و طوطی ہند میرٹھ)

**نوٹ** ۔ مولانا شوکت نے اپنے خیالات کے مطابق نہائت درست نصیحت مسلمانوں کو کی ہے۔ میت کے کھانے کے متعلق دو باتیں قابل لحاظ ہیں۔ اوّل۔ اُس کی مذہبی حیثیت دوسرے۔ اُس کی دُنیاوی حیثیت۔ مذہبی لحاظ سے علماء اور عوام ہر دو میں اختلاف ہے کہ مُردہ کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں اور یہ اختلاف اس لحاظ سے جائز ہے کہ ماخذ اولیٰ یعنی قران شریف میں نہ صاف حُکم ہے اور نہ ممانعت ہے

مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ برادری کے بھائیوں کو کھلانا یا مُردہ کی وجہ سے اپنی ناموری کرنا کسی طرح موجب ثواب نہیں ہو سکتا۔ سب سے انسب اور عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ہم لوگ اس قابل نفرت نمود اور ناموری کو چھوڑ کر کسی عزیز کے مرتے پر ایک حصہ خیرات نکال کر الگ کر دیں۔ اُس سے یا تو برادری کے کسی نہایت محتاج اور غریب آدمی کو کام سے لگا دیویں یا یہ نہ ہو تو ان غریب بھائیوں۔ بیواؤں یتیموں کو نقد یا جنس کی شکل میں بھیجدیں جن کو نان شبینہ بمشکل میسر آتی ہے۔ اس نیک طریقہ سے شاید خُدا رحم کر کے اُن کے عزیز کے گناہوں میں تخفیف کر دیوے۔

یہ منوں کھانا اور پلاؤ پک کر جو بٹتا ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ ہر مستطیع شخص اس کو فوراً واپس کر دیوے۔ چنانچہ کئی ممبر صیغہ اصلاح اور سکرٹری ایسا کرتے ہیں۔ فقط ایڈیٹر

# کیا شادی بیاہ میں سب کچھ جائز ہے؟

تعجب اور بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ ایک بات جو ایک وقت شرعاً ناجائز سمجھی جائے دوسرے وقت میں اسی کو جائز قرار دیدیا جائے۔ حالانکہ کوئی اضطراری حالت بھی پیدا نہ ہوئی ہو۔ اس کی وجہ جہاں تک ہم نے غور کیا ہے ہماری سمجھ میں یہی آئی ہے۔ کہ رسم و رواج کی پابندی آدمی کو ہلنے نہیں دیتی۔ اور جو کسی وقت خاص پر مذہب کو جس کے آگے انسان کا دل ہر وقت سجدہ کرتا رہتا ہے یا لاے طاق رکھ دیتی ہے۔ دُنیا میں اگر کوئی زبردست طاقت ہو سکتی ہے تو وہ مذہب ہے۔ مگر حضرت بنی نوع انسان نے مذہبی قیود سے گاہے گاہے سبکدوش ہونے کے لئے رسم و رواج کی نئی نئی صورتیں پیدا کر رکھی ہیں۔ نئی روشنی والوں کا تو ذکر ہی کیا جو سرے سے پردہ کو ایک وحشیانہ رسم قرار دیتے ہیں۔ ہمیں سردست ان بزرگوں کی خدمت میں کچھ عرض کرنا ہے جو یہ بھی گوارا نہیں کرتے۔ کہ عورتوں کی آواز بھی نامحرم کانوں میں پڑے۔ اگر ان سے کہا جائے کہ عورتوں کو چار دیواری میں قید کر رکھنا اور سیر و تفریح کے لئے باہر نہ جانے دینا کون انسانیت ہے؟ تو یہ سُنتے ہی اُن کی رگِ حمیت جوش میں آجائے گی۔ چہرہ تمتما جائے گا۔

آنکھوں سے انگارے برسنے لگیں گے۔ اول تو امید ہے کہ کہنے والا پٹ کے آٹے گا نہیں تو بُرا تو ضرور بن جائے گا۔ ان بزرگوں کے اس خیال سے تو ہم بھی متفق ہیں۔ مگر دوسری طرف ہمیں سخت تعجب و مایوسی ہوتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ شادی بیاہوں میں وہی بزرگ زنانخانوں کے صحنوں میں رنڈیوں کے ناچ اور بھنڈیلوں کی نقلیں کرواتے ہیں خصوصاً صوبجات متحدہ میں اس کا زیادہ رواج ہے۔ ہم نے خود بیاہ والے گھروں میں دیکھا ہے کہ زنانہ میں پردہ کرا دیا جاتا ہے۔ مہمان اور عزیز و اقارب شامیانہ کے نیچے مکلف فرش پر آ بیٹھتی ہیں اب رنڈی کا ناچ شروع ہوتا ہے۔ عورتیں جو اندر ہیں یا اوپر شامیانہ کے پاس کو ہیں۔ اُن کی عجیب کیفیت ہے۔ کوئی شامیانہ کا پردہ پھاڑے ڈالتی ہے۔ اور رنڈی کی صورت دیکھنے کو اندر سر دیئے دیتی ہے۔ اندر کی عورتیں ہیں جو جھانکنے جھانکنے کو اڑ کھولے دیتی ہیں۔ اُس کے حُسن و آرائش اور خوش گلوئی پر آپس میں ایسی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ جن کو کان برداشت نہیں کر سکتے۔ اب بھنڈیلوں کی باری آئی۔ وہ نالائق بھی ایسے ایسے موقعوں پر عجیب عجیب سوانگ بھر کر آتے ہیں۔ کوئی زچہ بنتا ہے کوئی بچہ۔ کوئی زنانہ بھیس میں آتا ہے کوئی مردانہ میں (ایسے جلسوں کے لئے رات کا وقت ہی مخصوص نہیں۔ بلکہ جس وقت طبیعت چاہے۔ خواہ صبح ہو خواہ دوپہر یا شام)۔ اب مہمان ہیں کہ مارے خوشی کے لوٹن کبوتر بنے ہوئے ہیں۔ عورتیں ہیں کہ مارے ہنسی کے بچھی جاتی ہیں۔

ان تماشوں سے جو بُرا اثر مستورات پر پڑتا ہے۔ ناگفتہ بہ ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ان رنڈیوں کی بھی کچھ ماں اور بھنڈیلے آدمی نہیں ہوتے؟ وہ فرشتے ہوتے ہیں؟ یہ کون سی حمیت ہے۔ کہ عورتیں ان کو دیکھیں رنڈی یا بھنڈیلے فحش کے نمونہ ہوا کرتے ہیں۔ تو پس حضرات! مستورات کو فحش کے نمونے دکھانے کس مذہب میں جائز ہے؟ اب صاحب خانہ ہیں کہ کھلے پڑتے ہیں کہ ہم نے بھی عورتوں کو عجائبات دنیا کی گھر بیٹھے بیٹھے سیر کرا دی۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ ایک زہریلی ہوا تھی جو سب پر اثر کر گئی۔

شرم کی بات ہے کہ ہم اُن عورتوں میں جن کو ہمیں پاکبازی کا سبق سکھانا چاہئے ایسے مخرّب اخلاق اور بد تہذیب جلسے کرائیں۔ اگر اُن سے کہا جائے کہ ایسے جلسے خلاف تہذیب ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ "آپ میری عادت جانتے ہیں میں تو خود ایسے جلسوں کو ناپسند کرتا ہوں مگر لڑکیوں اور مستورات کے اصرار پر میں نے بھی کہا کہ یہ ایک رواج سا چلا آتا ہے۔ کیا مضایقہ

ہے۔ اگر پردہ میں سے وہ بھی سن لیں" *

جہاں تک ہمیں معلوم ہے - اس میں زیادہ تر قصور ان مستورات کا ہے جو ایسے تماشوں پر زور دیتی ہیں - مگر اس کی ذمہ واری سے وہ آدمی بھی بری نہیں ہو سکتے جو اُن کی یہ خواہشیں پوری کرتے ہیں

دوسری بُری رسم سلامی کی ہے - جب دولہا سلامی کے لئے گھر میں آتا ہے تو اس وقت شائد دولہا کو فرشتہ سمجھ لیا جاتا ہے یا شاید اُس کی ہستی کو انسانی ہستی ہی نہیں سمجھا جاتا ایک لطیف وجود خیال کر لیا جاتا ہے کہ سب عورتیں اُس کے سامنے آجاتی ہیں بلا لحاظ اس کے کہ کنبہ کی ہوں یا غیر کنبہ کی - محرم ہوں یا نا محرم - کسی نے بہت احتیاط کی تو عورتوں کے بیچ میں کو ہو کر دُزدیدہ نگاہوں سے دولہا کی طرف ٹکٹکی باندھ کر کھڑی ہو گئی - کوئی ہے کہ چلمن کو پھاڑے ڈالتی ہے - لیکن دولہا کو ضرور دیکھینگی *

بعض جاہل عورتیں تو یہاں تک کہہ دیتی ہیں - کہ نوشہ سے پردہ نہیں کیا کرتے *کیا ہمارے بزرگوں کو یہ خبر نہیں کہ سلامی کی بھی کوئی رسم ہے ؟ اور کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ اس موقعہ پر پردہ کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا - وہ سب کچھ جانتے ہیں - مگر جب اِن کے انسداد کے واسطے عرض کیا جاتا ہے تو یہ کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں کہ قدیم سے ہوتی چلی آئی ہے - گویا اُن کے نزدیک رسم ورواج کے سامنے مذہب کی بھی کچھ حقیقت نہیں - اور مسلمانوں کی ذلت اور ادبار کی بڑی بھاری وجہ ہی یہ ہے - کہ انہوں نے مذہب کو پس پشت ڈال دیا - اب ہم

اُن سے جن کے ہاں یہ رسمیں جاری ہیں ادب سے پوچھتے

ہیں کہ وہ سب پردے کہاں گئے

سیّد محمد عبد المجید

ممبر اصلاح تمدن

از کپور تھلہ

# انجمن اصلاح

(۱) پچھلے پرچہ کے ساتھ جو لکچر تقسیم ہوا وہ اور چند رسالے خاص طور پر بدرسے چھپے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوکل مطبع نیا تھا۔ ناتجربہ کار ہاتھوں میں تھا اور پچھلے لکچر میں آیات قرآن شریف کی مکتوبی غلطیاں کاتب نے نہیں بنائیں۔ ایڈیٹر ایک خانگی ضرورت سے دو ہفتہ کے لئے باہر چلا گیا تھا۔ شیوع طاعون کی وجہ سے اور کوئی بھی اس قابل باقی نہ تھا کہ تصحیح کر لیوے۔ جو کچھ کاتب نے چاہا لکھدیا۔ لیکن انشاء اللہ اس کی تلافی ہو جاوے گی۔ یہ لکچر علیحدہ صحیح اور خوشخط چھوٹی تقطیع پر شائع کیا جائے گا۔ اور آیندہ سے رسالہ کی تصحیح کا مستقل انتظام بالمعاوضہ کر دیا گیا اور چھپائی بھی اچھی ہوگی +

(۲) سید جمال احمد صاحب کے رسالہ رسم و رواج (مطبوعہ عصر جدید جلد ۲ نمبر ۴) کی بابت کمیٹی صیغہ کے ایک لائق ممبر اور سکرٹری انجمن اصلاح مواثمہ نے جو رائے بھیجی ہے اُس کو ہم ذیل میں چھاپتے ہیں +

**شیخ فیض اللہ صاحب کی رائے بابت اصلاح مراسم**

مَیں بذات خود وہ مراسم جو خلاف شرع اور باعث ننگ و عار ہوں اور جو حسب منشاء صیغہ اصلاح تمدن فضول خرچی پیدا کرتے ہوں۔ اُن کا قائم رکھنا ہرگز پسند نہیں کرتا۔ رہی یہ بات کہ بہت سارے مراسم ایسے ہیں جس سے ضمناً نام و نمود کا خیال پیدا ہوتا ہے اور باعث ترقئ اسلام سمجھا جاتا ہے اور جس کو بہت لوگ اسلام کے ظاہری شان و شوکت پر محمول کرتے ہیں۔ کیا اسلام انہیں تباہ کُن مراسم کی بدولت اس قدر ترقی پر پہونچا ہے؟ کیا انہیں خلاف شرع و تہذیب اور فضول خرچ مراسم نے اسلام کے ظاہری شان و شوکت کو دوبالا کیا ہے؟ ہرگز نہیں + اسلام میں اور بہت سے اوامر و نواہی ایسے ہیں کہ اگر اُس پر عمل کیا جاوے اور اُس کی شان کا اظہار کیا جاوے تو عالم جگمگا اُٹھے۔ اسلام ظاہر دلیل کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ نہ یہ ریا کا سبق سکھاتا ہے + اسلام نام ہے اخلاقی بُرائی کے دور کرنے اور بھلائی کے پیدا کرنے کا اسلام سکھاتا ہے کہ دِل کو صاف رکھو اور دلی جگمگاہٹ دِکھاؤ۔ اسی اسلام کے جتانے

اور بتانے پر اُس کے پیروؤں نے ایک آن واحد میں اپنی عظمت و تمکنت کا سہرا تمام عالم کے سامنے باندہ کر دکھادیا ۔ غرض مَیں ایسے خلاف شرع مراسم کے ادا کرنے اور نام و نمود اور ظاہری شان و شوکت کے رواج کو ترقی دینے و قائم رکھنے کو ہرگز پسند نہیں کرسکتا۔

بسم اللہ۔ بسم اللہ کی رسم مسلمانوں میں بہت عمدہ ہے ۔ اُسی روز سے لڑکے کو باضابطہ تعلیم کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے ۔ ہاہا! کیوں مسلمانوں کے یہاں بہت عمدہ رسم سمجھی جاتی ہے؟ کیا دوسری قومیں بھی بسم اللہ یا مکتب کی رسم ادا کرتی ہیں ؟ کیا اُن کے لڑکوں کو تعلیم نہیں دی جاتی ؟ اور وہ تعلیم یافتہ نہیں ہوتے ؟ کیوں ضرورت ہے کہ ایک خاص دن سے بچوں کو شوق تعلیم دلایا جاتا ہے؟ اور کیوں نہیں والدین بچوں کو ہمیشہ سے علم کی طرف متوجہ کرتے؟ اور کیوں اُنہیں ایک خاص دن کا پابند کیا جاتا ہے ؟ اور کیوں اُن کی تربیت کا زمانہ جب سے شروع ہوتا ہے اُسی وقت سے تربیت و تعلیم نہیں دی جاتی ؟ اور کیوں ایک خاص دن کا انتظار کرکے اُن کی تعلیم کا نقصان کیا جاتا ہے ؟ کیا جب کہ دوسری قوموں میں مکتب کی رسم نہیں ادا کی جاتی اور "روشنی" وغیرہ نہیں ہوتی اُن کی شان میں فرق آجاتا ہے ؟ اِن کی مذہبی عزت و عظمت گھٹ جاتی ہے یا اُس میں فرق آجاتا ہے ؟ ہرگز نہیں اور اس طرح کوئی مجمع برادری کا ہو یا خاندان والوں کا ۔ میرے خیال میں جب متوسط درجہ کی شرط لگائی جائے ۔ تو یہ لوگ کبھی برداشت کرنے کی قوت نہیں رکھتے ۔

میرے قصبہ موائمہ کی وہ فہرست جو آپ عصر جدید کے اسی پرچہ میں چھاپنے والے ہیں ۔ اور اُس میں جو رائے ایک شخص کی طرف سے لکھی گئی ہے وہ میری یا میری انجمن کی ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ وہ رائے برائے سہولیت ممبران منتخب شدہ قصبہ موائمہ درج کی گئی ہے چونکہ میری انجمن کے مقاصد میں یہ ہے کہ جو کام کیا جاوے وہ جمیع برادری کی آسانی اور سہولت کی غرض سے ہو اور وہ طریقہ اختیار کیا جاوے جس پر کُل لوگ آسانی سے عمل پیرا ہوسکیں ۔ اس لئے مَیں اپنی رائے آزادی سے اُس میں نہیں دے سکا اور اب جب کہ سید جمال احمد صاحب نے قوم کے سامنے ایک مختصر سی فہرست پیش کی ہے ۔ اور اُس پر آپ رائے کے طالب ہیں تو میرا یہ فرض ہے ۔ کہ اپنی ذاتی رائے کا آزادی کے ساتھ

اظہار کروں - میں خود اپنے قول پر فعل کے ذریعہ سے عامل ہوں اور بفضلہٗ جو کچھ کہتا ہوں وہ کرتا ہوں - اس لئے اس بات کے اظہار کی ضرورت ہے کہ میں اُنہیں باتوں کو پسند کرتا ہوں اور اُنہیں سے اتفاق ظاہر کرتا ہوں جو خلاف شرع نہ ہوں اور جو باعث تذلیل اسلام نہ ہوں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں - کہ جب خلاف اسلام مراسم ادا کی گئی اور پیروئی اسلام نہ ہوئی اُسوقت تک کوئی کام ہم مسلمانوں کا انجام پذیر نہیں ہوسکتا اور یہی آواز آجکل ہر چہار طرف سے آرہی ہے - کہ مسلمان ہرگز اُس وقت تک ترقی نہیں کرسکتے - جب تک کہ پورے طور پر پابند اسلام کے احکام کے نہ ہوں گے +

خیرات کی اصلاح و طرز معاشرت کی بابت جو کچھ جناب سید جمال احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے - میں اُس سے اتفاق ظاہر کرتا ہوں + یہ میری مختصر و بالاجمال رائے بابت مضمون سید جمال احمد صاحب ہے - بقیہ ممبران کمیٹی منتظمہ صیغہ اصلاح جو رائے دیویں اُن کو اختیار ہے اور اُس پر مجھکو بھی اتفاق کرنا مجبوراً لازم ہوگا + فقط شیخ [illegible]

نوٹ - دوسری فہرست بھی پیش ہے - میری خواہش ہے کہ یہ بحث انجمن اصلاح کے کالموں میں ماہ دسمبر تک جاری رہے - فقط سکرٹری

## ایک ممبر کی سالانہ رپورٹ

یہ سچ ہے - کہ ہاتھ کی پانچوں انگلیاں مساوی نہیں ہوتیں مگر یہ بھی سچ ہے کہ ہر انگلی میں کام کرنے کی کچھ نہ کچھ قوت ہوتی ہے - بعض صاحب خفیہ کام کرتے ہیں ظاہر نہیں کرتے - مگر شرعی واجبات کے ادا کرنے میں - اور واجبات بھی وہ جس سے علمائے دین اور مشائخ تک غافل ہیں افشا بھی لازم ہے - ظاہر پرستی اور اسراف کو بند کرنا - محنت کا سبق سکھانا میرے نزدیک ایک اعلیٰ مذہبی فرض ہے - سب ممبروں کو مسلسل اس کے لئے کوشش کرنی لازم ہے - اسواسطے بطور نمونہ کے میں ایک رپورٹ یہاں درج کرتا ہوں - امید ہے کہ سب ممبران اسی طرح عمل فرمائینگے

## رپورٹ مسٹر با علظہ ممبر صیغہ

جناب من !

حسب دفعہ ۷ (ب) دستورالعمل صیغہ اصلاح تمدن جو کام میں نے از ابتدائے ممبری لغائت ۳۰ نومبر ۱۹۱۰ء صیغہ کے لئے کیا - اس کی رپورٹ مرسل خدمت ہے

میں عذر خواہ ہوں کہ سالانہ جلسے سے ایک ماہ قبل رپورٹ نہ بھیجی گئی۔ میری یہ غلط فہمی ہوئی کہ میں سمجھتا تھا کہ "عند الطلب" رپورٹ بھیجنی چاہئے۔ اس سے اب تک آپ کی جانب سے طلبی کا متوقع رہا لیکن جب دوبارہ دستور العمل کو غور سے پڑھا تو اس میں "عند الطلب" کا لفظ نہ پایا۔ رپورٹ حسب ذیل ہے:-

(ا) دسمبر ۱۹۰۳ء میں مندرجۂ ذیل اصحاب کو رسالۂ خیرات اور اصلاح منگوا دیا اور انہیں اور ان کے متعلقین کو ان دونوں رسالوں کے پڑھنے کی تاکید کی اور ترغیب دی

(۱) ہز ہائنس نواب محمد شیر خاں بابی - والیٔ ریاست رادھن پور

(۲) صاحبزادہ جلال الدین خاں متعلم راجکمار کالج راجکوٹ

(۳) جناب فتح الدین خاں صاحب بابی والیٔ ریاست مانا ودر - کاٹھیاواڑ

(۴) صاحبزادہ کمال الدین خاں بابی متعلم راجکمار کالج راجکوٹ

(۵) شیخ غلام جیلانی رئیس دائی - ضلع ستارا

(۶) میرزا فتح علی خاں آف کھمبایت - متعلم راجکمار کالج راجکوٹ

(۷) ہز ہائنس نواب عبد المجید خاں آف سچین - دھاڑواڑ

(۸) صاحبزادہ فیروز خاں آف بجانا - متعلم راجکمار کالج - راجکوٹ

(ب) روزانہ پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۳ء میں کانگران بمبئی کے متعلق بعنوان "ممبران کانفرنس کو بمبئی میں کیا کیا دیکھنا چاہئے" ایک مضمون چھپوایا

(ج) ۱۰ جنوری ۱۹۰۴ء کو انجمن اسلام راجکوٹ کے سالانہ جلسہ میں انجمن اصلاح تمدن کے اغراض و مقاصد و مفاد بیان کئے

(د) محرم میں دستور توڑ کر سوانگ بھرنے والوں کو کچھ نہیں دیا

(ہ) عصر جدید میں مندرجۂ ذیل مضامین چھپوائے

(۱) "میں نے شراب کا خیال کیوں چھوڑ دیا" فروری میں چھپا

(۲) "غیر کفو میں شادی نہ کرنا" مارچ "

(۳) "بیاہ کے بعد ماں باپ سے علیحدگی" مئے "

(۴) "لحم الخنزیر کیوں حرام ہے" نومبر میں چھپا

(و) اکثر اصحاب سے انجمن اصلاح تمدن کے ممبر بنجانے کی درخواست کی لیکن چونکہ وہ اس قدر اخلاقی جرأت نہیں رکھتے تھے کہ دستور العمل پر کامل طور پر عمل کرسکیں - اس لئے ان کے ممبر بنانے کی کوشش میں ناکامیابی ہوئی - تاہم بعضوں سے وعدہ لیا کہ حتے الامکان وہ اصلاح میں کوشش کریں گے

(ز) رسالہ خیرات کو بحروف گجراتی لکھنے میں جناب منشی غلام محمد صاحب بیرسٹرایٹ لا کی مدد کی - گجراتی حروف میں رسالہ خیرات منشی صاحب موصوف نے اپنی جیب سے خرچ کرکے ایک ہزار نقل چھپوایا ہے اور مفت تقسیم کرتے ہیں

نیلم باغ - بھاؤنگر ۴ ادسمبر ۱۹۰۴ء عبدالحافظ باعلنظ

**نوٹ** - دیگر رپورٹیں بھی وصول ہوئی ہیں - مابعد انشاء اللہ شائع ہوں گی فقط سکرٹری

# سنّی وشیعہ کا اتفاق

(ایک صلاح عصر جدید کو)

جناب میرزا نعیم بیگ صاحب بی - اے چغتائی ڈپٹی کلکٹر ہردوئی جو مدرستہ العلوم کے نہایت قابل گریجویٹ اور حامیہ اصلاح کے ممبر ہیں عصر جدید کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ ابھی سے اس کا اثر لوگوں پر شدہ ہونے لگا ہے اور جن اصول کی وہ تعلیم دیتا ہے وہ ازبس مفید ہیں اور اس کی نیک نیتی شبہ کے دائرہ سے بالا ہے - اور خدا سے امید ہے کہ آیندہ زیادہ فائدہ ہوگا آخر میں وہ ایک تجویز یہ بتاتے ہیں - کہ اس رسالہ کے ذریعہ سے سُنّی اور شیعوں میں اتفاق کی کوشش بھی مناسب معلوم ہوتی ہے ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تجویز نہایت عمدہ ہے - جب کہ خاصکر اس زمانہ میں نا اتفاقی کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں - مگر ایک سنجیدہ - کفایت شعار اور عاقبت اندیش قوم کے مفہوم میں دراصل یہ سب باتیں شامل ہیں کہ سُنّی اور شیعوں میں بالکل علیحدگی

ایسی ہی عجیب ہے جیسے دانت اور گوشت میں - اور جب جدائی ہوگی - دونوں کو تکلیف ہوگی
شرفا کے اکثر خاندانوں میں بیٹی شیعہ ہے تو باپ سُنّی - اور ماں شیعہ ہے اور بیٹا سُنّی ہے
بھانجا سُنّی ہے - ماموں اور ماں شیعہ ہے - باپ شیعہ ہے - بیٹا سُنّی ہے - بھائیوں میں
سے کوئی ایک راستہ پر ہے - کوئی دوسرے راستہ پر ہے - اس لیے نااتفاقی تمام
قوم کی اندرونی زندگی کو ہلا دیتا ہے -

اتفاق کا آسان گُر یہ ہے - شیعہ جو زیادہ تر عقلمند اور باشعور ہیں - وہ اس بات کو
خوب سمجھ لیں - کہ اپنے مذہب کی تائید میں نہایت ہی احسن طریقہ اور تہذیب اور شائستگی کا
طریقہ اختیار کریں - مذہب کی تائید اور اشاعت ضرور کریں - مگر دیکھا دیکھی امام علی نقی کے
احسن کے طریق پر اور اس نفس مقدس کی پیروی کے ساتھ جس نے تیسری دفعہ
بھی خلافت نہ ملنے پر فَصَبرٌ جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون (صبر نیک کرتا ہوں
اور خدا لوگوں کی تعریف سے بے نیاز ہے یعنی ولی اللہ کو لوگوں کی اطاعت
کی پروا نہیں ہوتی ہے) کہکر مسلمانوں کے اتفاق میں خلل اندازی کے اندیشہ سے باوجود علم و
فضیلت و ولایت و شجاعت و اخوت نبی خانہ نشیں ہونا پسند کیا - ایسی ذات کا نام لیوا ہوکر
اب تیرہ سو برس کے بعد ایسی حرکات کرنا جس سے فساد پیدا ہو **شاید دینداری ہو**
**مگر عقلمندی یقیناً نہیں ہے** - اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ سُنّی اگر ناحق پر بھی ہیں
تو اپنے ذاتی فائدے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے سچے یقین کی وجہ سے ہیں - اس لئے لائق
ہمدردی ہیں نہ کہ لائق عداوت ہیں

دوسری طرف ہمارے سنی دوستوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے - کہ شیعہ ہمارے طریق کے خلاف محض
اس **زائد از اعتدال** محبت کی وجہ سے ہیں جو اُن کو خاندان رسول اور اہلبیت کے ساتھ
ہے - اُن کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں ہے بلکہ اپنے یقین کی وجہ سے وہ ایک اسی راستہ پر ہیں
جس پر اُن کے بزرگوں نے اُن کو محکم کردیا ہے - اگر وہ کسی بزرگ دین کو بُرا بھی کہتے ہیں
تو وہ اُس بزرگ کو بُرا نہیں کہتے - جس کو سُنّی برگزیدہ سمجھتے ہیں - بلکہ اُس بزرگ
کو بُرا کہتے ہیں - جس کا وجود شیعوں کے ذہن میں ہے -

اسوقت تو سنیوں اور شیعوں کے سامنے انسان موجود نہیں ہیں۔ محض نام موجود ہیں۔ اُن کی تعبیر ہر فرقہ اپنے علم اور عقل کے موافق کرتا ہے۔ پس جب مفہوم میں اختلاف ہے تو ناموں کی وجہ سے جھگڑنا بیوقوفی کی دلیل ہے

مگر ناچیز ایڈیٹر عصر جدید اس اتفاق کی کوشش کرے تو کامیابی مشکل شے ہے اس وجہ سے کہ شیعوں کی اصلاح کے دو تین آرٹکل جو اُس نے لکھے اُن کی وجہ سے ناعاقبت اندیش اور متعصب شیعہ اُس کو سنی بلکہ اُن سے بدتر یعنی مار آستین سمجھتے ہیں اور کچھ تعجب نہیں کہ دشمنان اہل بیت کے وسیع مفہوم میں اس مخالف تنہا سے طریقہ حقہ کو شامل کر کے اُس کو بھی عزت تبرا میں شریک ہونا پڑے

بعض لوگ جو شخص اُن کے مثل تعصبات میں مبتلا نہ ہو اور جو قوم کو گرداب فنا میں جاتے دیکھکر اُن کو متنبہ کرے اُس کو مومن صادق نہیں سمجھتے اور صاف طعنہ دیتے ہیں کہ تم ہماری طرف کیوں نہیں مل جاتے ۔

دوسری طرف متعصب سنی کیسے اُس شخص کی نیک نیتی پر بھروسہ کر سکتے ہیں جو مسئلہ ولایت و امامت کا معتقد ہے۔ غرض لن ترضیٰ عنک الیہود والنصاریٰ حتی تتبع ملتہم کے باطن معنی پر غور کیا جاتا ہے تو کوشش سے فائدہ نظر نہیں آتا۔

مجھکو امید تھی کہ ہمارے دوست عبدالحلیم صاحب شرر جن کے مضمون سکینہ بنت الحسین علیہ السلام نے ایک زمانہ میں اکثر سنیوں اور شیعوں کو اُن کے خلاف ناحق برانگیختہ کر دیا تھا۔ انہوں نے جو اخبار اتحاد ہندو مسلمانوں کے اتفاق کی غرض سے نکالا ہے وہ اس نیک غرض میں مدد دیں گے۔ مگر ہمارے دوست کے نزدیک شاید مسلمانوں کا فائدہ اسی میں ہے کہ ہندوؤں سے گلے مل مل کر محبت میں رویا کریں اور مسلمانوں میں باہم فساد اور معرکہ سنی اور برین دسن براو خنا دہ۔ قائم رہے۔ انہوں نے چند نوٹ ایسے لکھے ہیں جن سے عصبیت ٹپکتی ہے۔ یہ سچ ہو کہ رسالہ شیعہ جو ایک تعلیم یافتہ شیعہ نوجوان کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے شرر صاحب کی طرح تعصب کا اظہار کیا ہو۔ مگر ایک ناتجربہ کار نوجوان کے ایک مذہبی اور مجدد رسالہ کی وجہ سے ایک ذی فہم شخص بگڑ جائے تو حیرت کا موجب ہے

یہ خیال جو ظاہر کیا گیا ہے محض غلط ہے کہ شیعہ اور سنیوں میں دوستی محال ہے اور ہندو اور مسلمانوں میں ممکن ہے۔ النجم ہو یا کوئی اخبار ہو وہ ایسے خیالات کے اظہار سے محض اپنی جہالت کا ثبوت دیتا ہے۔ ہر مذہب کے بے وقوفوں میں دوستی محال ہے۔ لیکن اس فقرے کے کہنے والے لکھنؤ کے فتنہ انگیز دائرہ سے باہر نکل کر دیکھیں بلکہ قسطنطنیہ چلے جاویں۔ وہاں بھی خاصی دوستی ہر دو فریق کے اکابرین پائیں گے۔

الغرض ہر شخص اپنے نفس سے سوال کرے کہ تو نے خاص کر اس اتفاقِ اسلامی کو مضبوط کرنے میں کیا کام کیا ہے اور دوسروں کے تعصب کی وجہ سے اپنے صفوں کو رسوا خوار کیا ہے۔ تو کچھ نہ کچھ اچھا نتیجہ نکلے گا۔

یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و رسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا فتذہب ریحکم

اے ایمان والو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو تمہاری بات بگڑ جائے۔ فقط

# اِصلاح طلب رُسُوم

(بغرض طلب رائے)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

(اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ آپ اپنی حالت نہ بدلے)

بمطابق فیصلہ جلسہ انجمن اصلاح منعقدہ برمکان شیخ محمد عیسیٰ و شیخ محمد عمر صاحبان و نیز جلسہ منعقدہ برمکان ڈاکٹر محمد وانر صاحب۔ کُل رسوم کی فہرست آپ حضرات کی خدمت میں طیار کر کے بھیجی جاتی ہے کہ آپ لوگ رائے ظاہر فرماویں کہ ان میں سے کون کونسی رسمیں ترک کی جاویں۔ ہم کو امید ہے کہ کل حضرات منتخب شدہ ضرور بہت جلد اپنی اپنی رائے سے ہم لوگوں کو سرفراز فرماویں گے۔ کیونکہ تمام ہندوستان میں اب اصلاح معاشرت کا کام جاری ہے اور ہر جگہ اس کے لئے انجمنیں اور کمیٹیاں قائم ہو گئی ہیں۔ اگر آپ لوگ اس میں سبقت کیجئے گا تو پیشقدمی اور سبقت کا سہرا آپ ہی کے سر رہیگا۔ اور آپ کی اصلاح رسوم کی فہرست تمام ہندوستان میں شہرت پا دیگی۔

اس فہرست میں ایک شخص کی رائے بھی درج کی جاتی ہے تاکہ آپ لوگوں کو غور کرنے و رائے دینے اور فیصلہ کرنے میں سہولت ہو۔ یہ کوئی قطعی رائے نہیں ہے بلکہ اسکو ایک معمولی رائے سمجھکر ہر شخص کو اپنی رائے نہایت آزادی سے ظاہر کرنی چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس رائے میں ہماری رائے کے خلاف درج ہے۔ رائے لکھتے وقت ذیل کی باتوں کا خیال رکھنا چاہئے

۱۔ اپنے گھر کی دنیز اپنے محلہ کی مستورات اور مردوں سے حتی الوسع مشورہ کرکے رائے دینا چاہئے

۲۔ ہر شخص کی اصل حیثیت و آمدنی کا خیال رکھکر رائے دینا چاہئے نہ کہ نمایشی حیثیت کا خیال رکھکر یعنی کوئی ایسی بات نہ قرار دی جائے جس سے کسی آدمی پر اتنا بوجھ پڑ جائے کہ جو کچھ اُس کو پس انداز ہوتا ہو اُس سے زیادہ خرچ ہو اور ایسی رائے نہ دی جائے کہ جس سے غریب برادری کو زیادہ خرچ کرنے کا حوصلہ ہو

۳۔ یہ کہ مستورات اور مردوں کے کل مجمعوں کو قطعاً نہ بند کرنا چاہئے کیونکہ اس سے اتحاد و اتفاق کی ترقی ہوتی اور اخوت ظاہر ہوتی ہے اور کچھ نہ کچھ زندہ دلی اور خوشی کا اس سے اظہار ہوتا ہے

۴۔ جو رسوم خلاف شرع و تہذیب اور باعث ننگ و عار ہوں اُن کو قطعاً بند کرنا چاہئے ۔

## فہرست رسوم قصبہ سُوانمہ ضلع الہ آباد

| نام رسم | کیفیت | ایک شخص کی رائے | سکریٹری صیغہ اصلاح کی |
|---|---|---|---|
| چھٹی | یہ رسم پیدایش کے چھٹے یا ساتویں روز ہوتی ہے اس میں برادری کی عورتیں بلائی جاتی ہیں | خاص خاص اعزہ کی عورتیں بلانا کافی ہے | |
| عقیقہ | یہ رسم درحقیقت بچوں کے نام رکھنے کیلئے ہوتی ہے اسمیں برادری کی عورتیں بلائی جاتی ہیں۔ برادریوں کا باہم مجمع ہوتا ہے اعزہ کی دعوت ہوتی ہے اور مٹھائی برادری میں بھیجی جاتی ہے۔ بکری ذبح کئے جاتے ہیں اور بچوں کے سر بال مونڈے جاتے ہیں | اس رسم میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ لوگ اپنی آمدنی و کفایت کا خیال رکھیں | |

| | | | |
|---|---|---|---|
| بیس روز کا نہان | یہ رسم لڑکے کی پیدایش کے بیسویں روز ہوتی ہے اس میں زچہ غسل کرتی ہے۔ مستورات برادری کی جاتی ہیں | اس رسم میں غسل معمولی طور پر ہو جاوے۔ عورتیں قطعاً یعنی ہونا | |
| چلّہ یا چالیسویں روز کا نہان | زچہ لڑکے کی پیدایش کے چالیسویں دن غسل کرتی ہے اس میں بھی برادری کی مستورات بلائی جاتی ہیں | خاص خاص اعزہ کی عورتوں کو بلانا کافی ہے | ولی مولود کی ۳ روز کی آمدنی سے زیادہ رسوم یا مہمانی میں خرچ نہ ہو |
| زچہ کا اپنے میکے جانا | بعد غسل چالیسویں روز کے زچہ اپنے میکے جاتی ہے اور وہاں بھی برادری کی مستورات بلائی جاتی ہیں | ایضاً | کسی کو بلانے کی ضرورت نہیں کوئی خاص دوست یا عزیز بطور خود تفنن دہی کیلئے آسکتے ہیں |
| نمک چشی | یہ رسم اُسوقت کی جاتی ہے جبکہ لڑکا اولاً نمک چکھتا ہے۔ بعد اس رسم کے لڑکا غذا کھانے لگتا ہے | قطعاً بند ہونا چاہئے | قطعاً بند |
| کنچھیدن | یہ رسم لڑکی کے ناک اور کان چھیدنے کے لئے کی جاتی ہے۔ مستورات برادری کی بلائی جاتی ہیں اور گڑ برادری میں تقسیم ہوتا ہے | اس میں صرف حقیقی رشتہ دار عورتوں کا آنا کافی ہے گُڑ وغیرہ کا تقسیم ہونا فضول ہے۔ قطعاً بند ہونا چاہئے | محض فضول رسم ہے بالکل بند ہونی چاہئے |
| ختنہ | یہ رسم لڑکے کے ختنے کے لئے ہوتی ہے بعد ختنہ شیرینی اور کوڑی یا پیسہ فقیروں کو لٹایا جاتا ہے۔ مستورات برادری بلائی جاتی ہیں | اس رسم میں لُٹانے فقیروں کو دمڑیاں روپیہ پیسہ تقسیم کرنا فضول ہے ہاں دو چار آنہ کی کوڑیاں لُٹانے میں مضائقہ نہیں ہے۔ خیرات مستحقین کو | ناچ۔ گانا۔ جلسہ دعوت وغیرہ اس رسم میں سب لغو ہے حجام کو انعام دیدیویں اور ۳ دن سے زیادہ کی آمدنیا |

| | | | |
|---|---|---|---|
| | | دی جایا کرے صرف حقیقی رشتہ داروں کی عورتیں جمع ہوں | اسکا بیں مجموعتہً صرف نہ ہو |
| مکتب | یہ رسم اس وقت ادا ہوتی ہے جبکہ لڑکا پڑھنے کے لئے بٹھایا جاتا ہے استاد کو کپڑا اور روپیہ دیا جاتا ہے۔ مٹھائی تقسیم ہوتی ہے برادری کے لوگ جمع ہوتے ہیں | یہ رسم اس قصبہ میں بہت کم رائج ہے۔ صرف دو چار گھروں میں معمولی طور پر ادا کی جاتی ہے | لڑکا آگے چل کر خواہ اعلیٰ رتبہ کا کودن اور غبی نکلے مگر اکثر جگہ اس میں فضولخرچی ضرور ہوتی ہے۔ دلی اپنی ایک سال کی آمدنی سے زیادہ اسکی تقسیم یا خرچ نہ کرے |
| روزہ کشائی | یہ رسم اسوقت ادا ہوتی ہے جب کوئی لڑکی یا لڑکا پہلی مرتبہ روزہ رکھتا ہے اس میں خاص خاص مستورات جمع ہوتی ہیں اور افطاری برادری میں تقسیم کی جاتی ہے | اس میں صرف تقسیم افطاری نہ ہونا چاہئے | عبادت الہی میں بہ نمود و نمائش یا نامناسب ہے زیادہ سے زیادہ صرف ۵ آدمیوں کو طلب کیا جائے |
| | **رسوم شادی** | | |
| منگنی | یہ رسم نسبت کے طے ہونے کے لئے کی جاتی ہے۔ اس میں چند چیزیں مثل زیور وغیرہ جو لڑکی کے لئے ضروری ہوں بھیجی جاتی ہیں اور مٹھائی بھی بھیجی جاتی ہے۔ یہ رسم یہاں بہت کم مروج ہے۔ | قطعاً بند ہونی چاہئے | نکاح و رخصت میں کیا کم فضولی ہوتی ہے جو منگنی سے بھی اضافہ ہو۔ بیشک اس رسم کا خرچ بالکل بند ہونا چاہئے |

| | | | |
|---|---|---|---|
| لگن | یہ رسم بارات کی تاریخ مقرر کرنے کے واسطے ہوتی ہے۔ اس میں برادری کی عورتیں بلائی جاتی ہیں باہر مردوں کا مجمع ہوتا ہے تاریخ بذریعہ برہمن مقرر ہوتی ہے جو نیگ پاتا ہے۔ آج ہی کے روز سے لڑکے اور لڑکی کے اوبٹنا تاریخ بارات تک لگایا جاتا ہے اور اسی روز چھلا پہنایا جاتا ہے لڑکی کے یہاں سے لگن اور کچھ روپیہ وغیرہ لڑکے کے یہاں بھیجا جاتا ہے | اس رسم میں صرف اُن اعزہ کا جمع ہونا کافی ہے جو تاریخ بارات کے مقرر کرنے میں مشورہ دینے کے لئے ضروری ہوں برہمن قطعاً نہ بلائے جائیں چھلا وغیرہ پہنانا فضول ہے | ہندوانی رسم ہے ہماری طرف غالباً صرف اجپواڑے میں ہے۔ غیر ضروری رسم ہے |
| شگون | یہ رسم بارات کے دو روز پہلے ہوتی ہے مردوں اور عورتوں کا بدستور مجمع ہوتا ہے باہر قوالی ہوتی ہے | یہ رسم قطعاً بند ہونی چاہئے | بیشک بند ہونی چاہئے |
| مایں | یہ رسم بارات کے ایک روز پہلے ہوتی ہے قوالی ہوتی ہے۔ عورتوں اور مردوں کا مجمع ہوتا ہے | خاص خاص اعزہ کی مستورات کا بلانا کافی ہے | مجھے بھی آپ سے اتفاق ہے |
| بارات و ڈال لگانا | رسم ڈال بارات کی شام کو ہوتی ہے اس میں مردوں کا مجمع ہوتا ہے۔ قوالی ہوتی ہے اور جو کپڑا لڑکے کے یہاں سے دلہن کے لئے بھیجا جاتا ہے وہ مردوں کے مجمع میں آراستہ کیا جاتا ہے۔ تمام برادری کی مستورات جمع ہوتی ہیں | عورتوں کے مجمع میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ڈال ہرگز باہر مردوں کے مجمع میں نہ آنا چاہئے۔ زنانہ میں مستورات کپڑوں کو آراستہ کرلیں۔ لڑکے کے یہاں صرف آج عام برادری کی مستورات کا مجمع ہوتی رہتی ہے | اتفاق ہے |

| | | | |
|---|---|---|---|
| بدہاوا اور جوڑا | اس رسم میں رشتہ کی بہنیں و پھوپھیاں اپنے بھائی یا بھتیجے کی شادی میں یا لڑکے کی پیدائش میں جوڑا و سیدھا وغیرہ لیکر باجے کے ساتھ آتی ہیں۔ جو چیزیں وہ لاتی ہیں اس کا معاوضہ نقد بعد میں وداع کرائی کے نام سے دیا جاتا ہے۔ باجے کے ساتھ ناچ بھی ہوتا ہے | اس رسم میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ ناچ ہرگز نہ ہونا چاہئے۔ سواریاں باجے کے ہمراہ نہ آدیں۔ | جو کچھ دینا ہو اس کا کل حصہ نقد ہونا چاہئے اور بچہ کے نام پر جمع کیا جاوے |
| دہی دھنیکر | یہ رسم لڑکے کے یہاں سے ہوتی ہے اسمیں دہی وغیرہ بارات کے تھوڑی دیر قبل لڑکی کے یہاں بھیجا جاتا ہے | قطعاً بند ہونا چاہئے | اتفاق ہے |
| بری | اس رسم میں بارات کی تھوڑی دیر قبل لڑکے کے یہاں سے لوگ مع باجا وغیرہ لڑکی کا کپڑا لیکر دلہن کے یہاں جاتے ہیں اور وہاں سے لڑکے کا کپڑا پہننے جامہ لاتے ہیں۔ بری کے ساتھ شکر و سہاگ پوڑا جاتا ہے شکر میں عام طور پر حیثیت آمدنی سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے۔ اور اکثر اکیاون اکانوے یا اکاون روپیہ خرچ ہوتا ہے اور بعض گھروں میں ایک سو ایک روپیہ خرچ ہوتا ہے یہ شکر بعدہٗ تمام برادریوں میں تھوڑی تھوڑی تقسیم ہوتی ہے | اس رسم میں کچھ حرج نہیں ہے مگر شکر کا بھیجنا قطعاً بند ہونا چاہئے کیونکہ شکر برادریوں میں اس قدر تھوڑی تھوڑی تقسیم ہوتی ہے کہ وہ کسی مصرف میں نہیں آسکتی اگرچہ درحقیقت اس کی خرید میں بہت بڑا خرچ ہوتا ہے جیسا کہ کیفیت میں لکھا ہے برادری کے گھروں میں پہونچنے تک عام طور پر مقدار شکر کی ایک چھٹانک یا آدھ چھٹانک سے کبھی زیادہ نہیں ہوتی | میرے نزدیک رسم ضرور فضول ہے |

| | | | |
|---|---|---|---|
| نوشہ کے مہندی لگانا | بارات کی رات کو نوشہ کے ہاتھ پیر میں مہندی لگائی جاتی ہے | یہ رسم خلاف شرع ہے اسکو قطعاً بند ہونا چاہیئے | میری نزدیک محض مہندی لگانے میں اگر دیگر اسراف نہ ہوں کچھ ہرج نہیں |
| نوشہ کا جامہ و دیگر اشیاء آرایش | نوشہ کو ایک پرانے قسم کا جامہ پہنایا جاتا ہے جو اب بالکل قابل مضحکہ ہے۔ بعد شادی یہ جامہ کسی پرجا کو دیا جاتا ہے بعد دستار بندی ایک قسم کا سنہرا کپڑا جسے گوشوارہ کہتے ہیں نوشہ کی دستار پر چہرہ کے سامنے باندھا جاتا ہے اور نقرئی یا طلائی چوٹی (ایک گول چیز) دستار میں باندہ کر سر کے دونوں طرف لٹکائی جاتی ہے پھولوں کا سہرا و ہار وغیرہ بھی پہنایا جاتا ہے | جامہ میں ضرورت زمانہ کے لحاظ سے کچھ تبدیلی ہونا چاہیے معمولی کرتہ و انگرکھا و پاجامہ و عبا و عمامہ بہتر ہوگا موجودہ جامہ بالکل بیکار ہے اور بدن پر بجائے زیبائش دینے کے بدنما معلوم ہوتا ہے۔ گوشوارہ و چوٹی فضول ہے۔ پھولوں کے سہرے اور ہاروں میں کوئی ہرج نہیں البتہ بدہی بدنما معلوم ہوتی ہے۔ | اس راے سے اتفاق ہے |
| سہرا و چوٹی | نوشہ کی آرایش کے بعد اسی وقت اس کے عزیز و اقربا دوست و آشنا کچھ نقد اسے دیتے ہیں اور اس رقم کا کچھ حصہ خیرات میں دیا جاتا ہے | اس کو قایم رکھنا چاہیئے | پیٹ بھرے کی باتیں ہیں |
| عورتوں کا شربت پلانا | جس وقت نوشہ گھوڑے پر سوار ہو کر لڑکی کے یہاں جانے کے لئے طیار ہوتا ہے اُس وقت اس کے گھر کی مستورات اُسے | عورتوں کی بے پردگی کا خیال ہونا چاہیئے بہتر ہے کہ نوشہ خود اندر جاکر شربت | قریب رشتہ دار ہوں تو مضایقہ نہیں |

| | | | |
|---|---|---|---|
| | شربت پلاتی ہیں اور بلائیں لیتی ہیں اس وقت اکثر عورتیں دروازہ تک چلی آتی ہیں اور بے پردگی ہوتی ہے | پی آوے یا شربت باہر بھیج دیا جاوے | |
| بارات | نوشہ معہ برادری کے گھوڑی پر سوار گشت کرتا ہوا دولہن کے گھر جاتا ہے باجہ وغیرہ ساتھ ہوتا ہے | حسب معمول رہے | اتفاق ہے |
| نوشہ کا مسجد یا مزار پر جانا | بارات کے گشت کے درمیان نوشہ کسی مسجد یا مزار پر رسماً جاتا ہے۔ | مسجد پر بغرض ادائے شکریہ باریتعالیٰ جانے میں کچھ ہرج نہیں ہے مزار پر جانا فضول ہے | التزام کرکے مسجد و مزار دونوں جگہ جانا بدعت ہے نماز شکر پڑھنے میں ہرج نہیں جزو شادی یہ رسم نہ ہونی چاہیے |
| دولہن کے غسل کا پانی | دولہن کے گھر بارات پہونچنے پر دولہن کے غسل کا پانی نوشہ کی گھوڑی کے نیچے ڈالا جاتا ہے | لغو ہے بند ہونا چاہیے | محض فضول ہے |
| لولاس | نوشہ کو اتارنے کے بعد گھر کے اندر زنانہ میں لیجاتے ہیں اور اسوقت ایک ہلکی چھڑی سے دلہن نوشہ کو مارتی ہے | محض لغو اور خلاف تہذیب ہے قطعاً بند ہونا چاہیے | محض بیہودہ ہے |
| نکاح و مہر | نکاح کے بعد شکر لوٹی جاتی ہے مہر کے مقرر ہونے کے وقت عام طور پر مقدار مہر کی نسبت تکرار ہوتی ہے | بہتر ہے کہ مقدار مہر قبل پہونچنے بارات کے چند معزز اشخاص کے روبرو طے کر لیا کریں | اتفاق ہے |
| چھپڑی و چاول مارنا | بارات کی صبح کو نوشہ معہ اپنے احباب و اعزہ کے زنانہ میں ناشتہ کے لئے بلایا جاتا ہے۔ تنہا | اس رسم میں اس قسم کی تبدیلی ہونا چاہیے کہ نوشہ | اتفاق ہے |

| | | | |
|---|---|---|---|
| | تاشہ میں نوشہ اور اس کی احباب کے اوپر مستورات چاول مارتی ہیں اس میں نقصان غلہ و بے پردگی ہوتی ہے گھی و شکر میں چپڑی ہوئی روٹیاں برادری میں تقسیم کی جاتی ہیں | زنانہ میں نہ جاوے بلکہ باہر ناشتہ بھیجدیا جاوے چپڑی تقسیم نہ ہونا چاہئے۔ فضول ہے | |
| نوشہ کا کھانا | بارات کی صبح کو نوشہ کے احباب و اعزہ جن کی تعداد اکثر زیادہ ہوتی ہے اس کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں | اعتدال کے ساتھ کچھ ہرج نہیں ہے | اتفاق ہے |
| دلہن کی رخصت کے قبل ست کورا وسلام کرائی | رخصتی سے تھوڑی دیر قبل نوشہ زنانہ میں بلایا جاتا ہے وہاں دلہن اس کے روبرو بٹھائی جاتی ہے اور دلہن کے ہاتھ پر چاول رکھا جاتا ہے اور نوشہ کی سالی یا بھاوج وغیرہ بمقابلہ نوشہ کے چاول کو دلہن کے ہاتھ پر سے پہلے اٹھالینے کی کوشش کرتی ہیں۔ لہذا نوشہ مستورات کو سلام کرتا ہے اور اسی سلام کرائی نقد ملتی ہے | ست کورا کی رسم قطعاً بند ہونا چاہیے محض خلاف تہذیب و ناشائستہ ہے البتہ رسم سلام کرائی جاری رہنی کچھ مضایقہ نہیں ہے بہتر ہوگا کہ نوشہ زنانہ میں عام عورتوں کے سامنے نہ بلایا جاوے | اتفاق ہے |
| رخصتی وجہیز | بارات کے دوسرے روز شام کو رخصتی کے وقت باہر مرد جمع ہوتے ہیں اور زنانہ میں عام برادری کی مستورات جمع ہوتی ہیں۔ جہیز کی فہرست طیار ہوکر تمام برادری کو دکھلائی جاتی ہے اور لڑکی باجے کے ساتھ رخصت کی جاتی ہے | رخصتی کے دن عام برادری کی مستورات کا لڑکی کے یہاں جمع ہونا اچھا ہے رسم بدستور قائم رہے جہیز کے دینے میں حیثیت آمدنی کا خیال رکھنا چاہئے | |

| | | | |
|---|---|---|---|
| بارات کا کھانا یا ڈھکنی | عموماً رخصتی کے روز یعنی بارات کی صبح کو لڑکی کے گھر سے عام برادری کو کھانا یا چاول ڈھکنی تقسیم کی جاتی ہے۔ یہ چیزیں جس قدر زیادہ تقسیم کی جاویں اسی قدر مستحسن سمجھا جاتا ہے | اس رسم کے قائم رہنے میں کچھ مضایقہ نہیں ہے لیکن حیثیت آمدنی کا بہت خیال چاہیے۔ | |
| ولیمہ | بعد فراغت شادی بعض گھروں میں نوشہ کی طرف سے اعزہ کی دعوت کی جاتی ہے اور عام لوگوں کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ رسم یہاں بہت کم رائج ہے | یہ رسم بصورت موجودہ قائم رکھنے میں کچھ مضایقہ نہیں ہے۔ لیکن اس کو خاص طور پر اب زندہ کرنا خلاف مصلحت ہے حد شرع تک جائز ہے | |
| مُنہہ دکھائی | جب دُلہن نوشہ کے گھر آتی ہے تو اُس وقت نوشہ کی عزیز مستورات جمع ہوتی ہیں دُلہن کی رونمائی ہوتی ہے اور کچھ نقدیا زیور کی قسم سے دُلہن کو دیا جاتا ہے اور گھی و شکر میں چپڑی ہوئی روٹی برادری کو تقسیم ہوتی ہے | اس رسم کے جاری رہنے میں کوئی ہرج نہیں ہے البتہ چپڑی ہوئی روٹی تقسیم نہ ہونا چاہیئے | |
| گون تھون و پھیونی | جب لڑکی نوشہ کے یہاں سے واپس جاکر پھر نوشہ کے یہاں آنے لگتی ہے تو کم از کم تین بار لڑکی کے ساتھ کچھ غلہ وغیرہ آتا ہے | یہ رسم محض ہے۔ ہنود کی تقلید ہے۔ قطعاً بند ہونا چاہیئے | |
| چوتھی | بارات کے چوتھے روز نوشہ اپنی سسرال میں معہ اپنے اعزہ واقربا و دوست و آشنا | یہ رسم محض لغو ہے اس کی وجہ سے نہایت زیرباری | |

| | | | |
|---|---|---|---|
| | کے دعوت کہاتا ہے۔ بعد کھانا کھاتے کے مستورات و نیز مردوں میں بہلوا ڑی وغیرہ کی مار پیٹ بدتہذیبی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسی روز پھر دُلہن اپنی سسرال جاتی ہے اور نوشہ اور اس کے باپ کو وداع کرائی دی جاتی ہے | ہوتی ہے۔ اس رسم کو قطعاً ترک کرنا چاہیئے | |
| کھچڑی | شادی کے کچھ عرصہ بعد نوشہ کے گھر میں دلہن کھانا پکاتی ہے اور اس روز برادری کی عورتیں جمع ہوتی ہیں اور بعض خاص خاص اعزہ میں رسا دل تقسیم ہوتا ہے | یہ رسم قطعاً بند ہونا چاہیئے محض لغو ہے | |
| پیر چلنا و رسم دیوا | شادی کی کچھ عرصہ بعد دُلہن سینی میں چراغ لے کر معہ قوالنوں اور چند عزیز عورتوں کی باہر نکل کر اپنے گھر سے دوسرے کسی عزیز کے گھر میں جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ رات کے وقت پا پیادہ اپنے عزیزوں کی یہاں جانے کی مجاز ہوتی ہے۔ اسی روز تمام گھر میں چراغاں ہوتا ہے | ایضاً | |
| رحم چڑھانا | مستورات خوشی کے موقعوں پر بامنت کے لئے مسجد یا مزار قبرستان یا امام باڑے پر رحم چڑھانے جاتی ہیں رحم تقسیم کیا جاتا ہے۔ رحم چاول کا مانڈہ و گھی و شکر کو باہم ملانے سے بنایا جاتا ہے | یہ رسم بدعت ہے اور اس میں بیحد بے پردگی ہوتی ہے مستورات ہرگز خود نہ جاویں | |

| | | |
|---|---|---|
| بلاوے کی روٹی | جب مستورات برادری کسی تقریب میں بلائی جاتی ہیں تو علاوہ اس کے کہ وہ بلانے والے کے گھر میں کھانا کھاتی ہیں کچھ روٹیاں ان گھروں میں جو بلائے گئے تھے بھیجی جاتی ہیں اس میں بہت خرچ ہوتا ہے اور اکثر لوگ اس رسم کا خاص طور پر لحاظ رکھتے ہیں | ظاہر ہے کہ جب مستورات کھانا کھا چکیں تو بلاوے کی روٹی بھیجنا بالکل فضول ہے یہ رسم قطعاً بند ہونا چاہیئے |
| ستوانسہ | یہ رسم اُس وقت ادا کی جاتی ہے جب کسی عورت کو پہلے پہل حمل رہتا ہے۔ حمل کے ساتویں مہینے کی جاتی ہے اس میں مستورات برادری جمع ہوتی ہیں شب بیداری ہوتی ہے اور رحم چڑھایا جاتا ہے | یہ رسم قطعاً بند ہونا چاہیئے |
| دعوت | یہ رسم عیدین و شبرات و محرم میں نوشہ کے سسرال میں ہوتی ہے۔ اس میں نوشہ مع اپنے عزیز و دوست و آشنا کے سسرال میں دعوت کھاتا ہے اور واپسی کے وقت عیدی و شبراتی کے نام سے کچھ نقد پاتا ہے | یہ رسم اگر اعتدال و کفایت کے ساتھ ہو تو کچھ حرج نہیں ہے |
| نوالہ عید الفطر عید الضحیٰ محرم | عیدین و محرم میں روٹیاں مع سالن نوالہ کے نام سے لڑکی و خاص عزیز کے یہاں بھیجی جاتی ہیں۔ یہی روٹیاں بعد میں برادری کے یہاں تقسیم کی جاتی ہیں | اس قدر روٹیاں جو صرف لڑکے و عزیز کے یہاں کھانے کو کافی ہوں بھیجنا چاہئیں تقسیم بند ہونا چاہیئے |
| شبرات | اس میں بھی نوالہ و حلوا مذکورہ بالا طریق سے بھیجا جاتا ہے | اس میں نوالہ و حلوا صرف اسقدر پکنا چاہیئے جو اپنے خاص عزیزوں کے یہاں تقسیم ہونے کیلئے کافی ہو |

| | | | |
|---|---|---|---|
| محرم | اس میں روٹی و شربت و تن چوڑی و کپڑا ایک کر ہٹے کٹے فقیروں و مجاوروں کو دیا جاتا ہے اور امام باڑوں پر بھیجا جاتا ہے جو خلاف شرع ہو اور بعض عورتیں نیت پوری کرنیکی غرض سے چوکی بھرتی ہیں یعنی ایک رات و دن تعزیہ کی ہمراہ کھڑی رہتی ہیں نیت کی رسم لونڈی باندیوں کے ذریعہ سے ادا کی جاتی ہے | اس میں مستحقین کو دینا چاہئے ہٹے کٹے فقیروں کو نہ دینا چاہئے ۔ تعزیہ پر شربت وغیرہ نہ جانا چاہئے اور چوکا قطعاً بھرنا بھروانا نہ چاہئے | |
| | **رسوم میت** | | |
| لحد کھودنا | لحد میت کا کوئی بھائی یا عزیز اس غرض سے کھودتا ہے کہ میت کو غسل کا پانی نہ بہنے پاوے ۔ بعد دفن میت کے جس جگہ پانی جمع رہتا ہو اس کو صاف کرکے اُسی جگہ فرش بچھایا ہے جو چٹائی کے نام سے مشہور ہے اور میت کی نہائت قریب رشتہ دار عورتیں اُسی فرش پر جب تک سیوم کے بعد جمعہ نہیں پڑتا بیٹھتی اور سوتی ہیں | یہ رسم سہواً انجمن کی توجہ سے رہ گئی تھی اس لئے قائم ہے | |
| صدقہ | دفن کیوقت غلہ قبرستان میں گداگروں اور چماروں میں تقسیم ہوتا ہے | مستحقین کو صدقہ دیا جاوے | |
| یوم موتا دوم معہ بھاتی | یہ رسم بطور ہمدردی میت کے بہت قریبی رشتہ دار کی طرف سے کی جاتی ہے اس میں میت کے یہاں دو روز زنانہ میں صرف چاول و دال پک کر اور مردانہ میں معمولی کھانا آتا ہے۔ چاول برادریوں میں تقسیم ہوتا تھا اور میت کے یہاں برادری کی مستورات کھاتی تھیں جواب بذریعہ انجمن بند ہے | اس قدر بھاتی جاری رہی جو بخانہ میت کھانے کے لئے کافی سمجھی جاوے انجمن نے اسی طرح پر طے کیا ہے | |

| | | | |
|---|---|---|---|
| سوم | کل مستورات برادری میت کے یہاں جمع ہوتی ہیں اور کھانا کھاتی بھی ہیں اور تقسیم بھی ہوتا ہے اور باہر مردوں کا مجمع ہوتا ہے جس میں قرآن خوانی ہوتی ہے اور چنوں پر کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ کچھ خاص اعزہ مردانہ میں میت کے گھر کے لوگوں کے ساتھ کھاتے ہیں | انجمن کے طے کرنے پر یہ رسم بند ہوگئی قرآن خوانی ہوتی ہے | |
| چٹائی اٹھانا | یہ رسم سوم کے بعد جب پہلا جمعہ پڑے کی جاتی ہے اس میں فرش جو وفات کے روز بچھایا گیا تھا اور جن پر عورتیں رہا کرتی تھیں اٹھایا جاتا ہے اس کے بعد عورتیں مجاز ہو جاتی ہیں کہ پلنگ وغیرہ پر بیٹھا کریں اس روز بھی بدستور کل عورتوں کا مجمع ہوتا ہے اور کھانا کھلایا جاتا ہے اور تقسیم ہوتا ہے | صرف چٹائی کی رسم اتفاق سے جلسہ رسوم میت کے روز فروگذاشت ہوگئی تھی اس لئے جاری ہے بعد میں بند ہو جاویگی | |
| مستورات کی آمد و رفت | چٹائی اٹھانے کی رسم کے ختم ہونے کے بعد عورتیں سال بھر تک دوشنبہ و جمعہ وغیرہ کو میت کے یہاں کثرت سے آیا کرتی ہیں اور کھانا کھاتی ہیں۔ اس میں بہت خرچ ہوتا ہے | انجمن کے طے کرنے پر بند ہے | |
| روحی یا جمعگی | یوم وفات سے چالیس روز کے اندر جو اخیر جمعہ پڑتا ہے اس روز عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ آج میت کی روح گھر میں آتی ہے۔ اس لئے ثواب پہنچانے کی نیت سے فاتحہ کیا جاتا ہے۔ مستورات برادری کل جمع ہوتی ہیں اور ہر قسم کا عمدہ کھانا کھاتی ہیں اور تقسیم بھی ہوتا ہے | ایضاً | |
| چالیسواں | وفات کے چالیسویں روز مستورات جمع ہوتی ہیں اور پلاؤ قورمہ پکتا ہے جسے مستورات کھاتی ہیں اور وہی برادری میں تقسیم بھی ہوتا ہے۔ اس رسم میں جمعگی سے کم خرچ ہوتا ہے | ایضاً | |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ششماہی اوّل | یہ رسم ساڑھے چار مہینہ بعد ہوتی ہے یہ بالکل جھگی کی رسم کے مطابق ہوتی ہے اور اسی قدر خرچ پڑتا ہے | ایضاً | |
| عورت کا میکے جانا | ساڑھے چار مہینے بعد میت کی قریب ترین رشتہ دار عورت مثلاً ماں و بیوی وغیرہ ایک روز کے لئے اپنے میکے جاتی ہے برادری کی مستورات عام طور پر جمع ہوتی ہیں اور کھانا کھلایا جاتا ہے | یہ رسم سہواً وقت تحریر اقرارنامہ رسوم میت رہ گئی اور جاری ہے | |
| ششماہی دوم | یہ رسم پوری چھ مہینے پر ہوتی ہے چالیسویں کی رسم کی طرح ادا ہوتی ہے عورتوں کا مجمع ہوتا ہے اور کھانا برادری میں تقسیم ہوتا ہے | بذریعہ انجمن بند ہے | |
| کمی کی برسی | یہ رسم دس یا ساڑھے دس مہینہ بعد ہوتی ہے رسم جھگی کی طرح ادا ہوتی ہے عورتوں کا مجمع ہوتا ہے ۔ صرف کثیر پڑتا ہے | ایضاً | |
| برسی | یہ رسم پوری سال پر ہوتی ہے ۔ سال اول میں یہ رسم چالیسویں کی طرح ادا ہوتی ہے عورتوں کا مجمع ہوتا ہے اور کھانا تقسیم ہوتا ہے ۔ بعدہٗ جب یہ رسم ہر سال ہوتی ہے تو صرف کھانا تقسیم ہوتا ہے ۔ عورتوں کا مجمع نہیں ہوتا اس رسم کا سلسلہ برابر چلا جاتا ہے + | ایضاً | |

خاکساران

شیخ فیض اللہ شیخ سعدالدین جنید شیخ محمد احمد سکریٹریان انجمن اصلاح مئوآئمہ

# ماہ گزشتہ

## ایڈیٹری نوٹ

**زلزلہ**

عذاب کا وہ عظیم الشان چمکارا جس نے پنجاب کے بعض حصّوں میں ہزاروں گھروں کو بے چراغ اور کروڑوں روپیہ کا نقصان کردیا ہے اور جس کی وجہ سے ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کی تاریخ یادگار رہے گی۔ کم سے کم ہم کو ایک مفید سبق سکھاتا ہے۔ وہ ان غافلوں کو جو روز موت کا بازار گرم دیکھ کر اس دنیا کو سب کچھ سمجھتے ہیں بتاتا ہے کہ عمر طبیعی کا بلکہ دُنیا کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ شہروں کی زندگی اور فنا میں ۳ منٹ کے زلزلہ کا فرق ہے۔ جہاں ۲ منٹ تک زلزلہ آیا وہ آبادی قائم رہی مگر دل ہل گئے۔ جہاں ۵ منٹ تک زلزلہ رہا وہاں قیامت آگئی اور فنائے محض ہوگیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زلزلہ بظاہر اسباب طبیعی سے پیدا ہوتا ہے اور جو عذاب قوم لوط۔ قوم نوح اور قوم عاد اور اصحاب فیل وغیرہ پر آیا۔ سب قدرتی اسباب سے تھا۔ مگر ذرا تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ان اسباب ظاہری کے پردہ میں ایک ہاتھ ہے جس کے بلا منشا اور مرضی کے [illegible] نہیں آسکتی۔ احادیث میں آیا ہے کہ جب فسق معلن ہونے لگتا ہے تب عذاب الہٰی علانیہ آتا ہے اور قرآن شریف میں سورۂ نسا میں آیا ہے کہ اگر تم شکرگزاری کرو اور خدا پر ایمان رکھو تو وہ تم کو عذاب کیوں دینے لگا۔

پنجاب کے ایک گاؤں میں کسی صاحب نے جو دعوئ مسیحیت اور ابن اللہ ہونے کا کیا ہے اُس دعوی کی صحت سے ہم کو بحث نہیں۔ لیکن اُن کا یہ اشتہار کہ بندے خُدا سے ڈریں اور گناہوں سے توبہ کریں۔ بہرحال مفید ہے۔ اے کاش کہ بانیان مذہب اور گنہگاران امت مرحومہ اس سے سبق حاصل کریں

**خطابات سالگرہ**

اعلان کیا گیا ہے کہ خطابات اس دفعہ بہت کم خالی ہیں اسلئے یکم جون کو کسی کو خطاب نہ ملیں گے۔ شروع سال کے لئے ملتوی ہونگے

سخت افسوس کا مقام ہے - تُف ہے اُس زندگی پر جو خطابات سے خالی ہو - افسوس ہے اُس ناپائدار دولت پر جس کا صاحب ۶ ماہ تک امید خطاب سے بھی محروم رہے

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

**افسوس** ڈپٹی مہدی علیخاں صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر جو ایک لایق مصنف اور مشہور شخص صوبہ جات متحدہ میں تھے اُن کا انتقال حال میں ہوگیا۔ خداتعالی مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے - مرحوم نے مسٹر علی اوسط بیرسٹر ایک لائق فرزند چھوڑا ہے

آپ مدرسۃ العلوم کے قدیم ٹرسٹی تھے - ہمارے نزدیک اُن کی جگہ بہترین انتخاب حامد علیخاں صاحب بی - اے بیرسٹرایٹ لا لکھنو کا ہوسکتا ہے یا نواب محسن الملک بہادر کے لایق برادر و عزیز جو کونسل اندور میں ممبر ہیں اور جن کی بابت ہم دو سال سے لکھ رہے ہیں - ان ہر دو صاحبان کا پچھلے پانچ چھ سال سے منتخب نہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ ہمارے معاملات میں صفائی نہیں ہے - لیکن قطعی وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ان ہر دو صاحبوں میں سے ایک بھی منتخب نہ ہوگا - اس عہدہ کی کوشش کے لئے جس قدر پستی کی ضرورت ہے وہ ان حضرات میں نہیں ہے اور انتخاب کرنے میں جسقدر عالی حوصلگی اور بلندی کی ضرورت ہے وہ قابضان مشین میں نہیں ہے -

"خواہندۂ مغربی در صف بزازان حلب میگفت - اے خداوندان نعمت! اگر شما را انصاف بودے و ما را قناعت - رسم سوال از جہاں برداشتے"

مگر خوش قسمتی سے مستحقان ٹرسٹی شپ میں قناعت ہے گو روساء عالی تبار جن کے ہاتھ میں اس نعمت عظمی کی تقسیم ہے اُن میں انصاف کمتر ہو - اسی لئے سوال نہیں ہوتا جھگڑا نہیں پڑتا + فقط

**پادریانہ تعصب** کسی چیز کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے کرسچین لٹریچر سوسایٹی نے ایک مینول جاگرفی بنایا ہے جو مدارس سرکاری کے نصاب میں داخل ہے اُس میں مذاہب کے بیان

کے متعلق صفحہ ۸۴ سطر ۱۷ و ۱۸ میں جو فقرے ہیں۔ اُن کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:۔

"یہودیت کی بنا عہد عتیق پر ہے یعنی اُس وحی پر جو یہودیوں پر کی گئی مسیحیت عہد عتیق کو منظور کرتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ عہد جدید بھی ملاتی ہے۔ کیونکہ بقول مسیحیاں عہد جدید میں وہ کامل تر انکشاف حق ہے جو خدا نے تعالیٰ نے خود ذات مسیح میں آکر ظاہر کیا محمدیت کی بنا قرآن پر ہے جس کو محمدؐ نے عہد عتیق و جدید سے تالیف کیا"

یہ معاملہ مولوی بشیر الدین نے سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی کے سامنے پیش کیا۔ اور سب ممبروں کی رائے طلب کی گئی ہے۔ سکرٹری صیغہ اصلاح تمدن نے جو رائے دی ہو اُس کا خلاصہ ذیل میں درج ہو۔

"یہ عبارت یقیناً مسلمانوں کے مذہب کی تکذیب کرتی ہو۔ یہودیت اور مسیحیت کو تو خدائی الہام قرار دیا گیا ہے اور اسلام کو یعنی قرآن کو طبعزاد تصنیف آنحضرتؐ کی بتایا ہے۔ حالانکہ مسلمان آنحضرتؐ کی تعلیم کو ایسا ہی منزل من اللہ اور پاک اور حق جانتے ہیں جیسا موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی تعلیم کو۔ چھوٹی عمر میں جب بچے اس قسم کے خیالات پڑھیں گے تو اُن کا ذہن سے نکلنا سخت دشوار ہوگا۔ ٹکسٹ بک کمیٹی کو کرسچن سوسائٹی کی کوئی کتاب بھی نہ لینی چاہئے۔ کیونکہ یہ سوسائٹی ہر طرح سے محض اپنے مذہب کی اشاعت چاہتی ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی اس کتاب پر اعتراض کرے گی تو ضرور کامیاب ہوگی"

ہم لائق پادری مولف سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اے بزرگ! بھلا یہ کس طرح معلوم ہوا کہ بائبل خدا کی وحی ہے اور قرآن انسان کی تالیف ہے۔ اگر طرز کلام۔ شان عبارت پختگی تعلیم کو دیکھا جاوے تو شاذ بے لاگ آدمی اُلٹا نتیجہ نکالے۔ ایڈیٹر

## ایک سوال جواب طلب

عصر جدید اپریل کے ضمیمہ میں جو لکچر چھپا ہے۔ اس کے صفحہ ۵ پر ایک اعتراض کیا گیا ہے۔ وہ سوال نہایت غور طلب ہے۔ میں زور کے ساتھ تمام ناظرین عصر جدید اور ممبران صیغہ اور صاحبان اخبار سے استدعا کرتا ہوں کہ اُس سوال کو تمام علمائے دین اور مجتہدان اور قومی لیڈر روشن کریں اور جواب حاصل کریں اور اس بحث کو جاری رکھیں۔ اس سے بہت مفید اور علمی نتائج پیدا ہوں گے۔ وہ سوال بصورت اعتراض یہ ہے

"مسلمانوں کے مذہب میں کچھ ایسے بیج زوال۔بے اعتدالی اور انحطاط کے موجود ہیں کہ جہاں یہ مذہب جاتا ہے خرابی لاتا ہے۔ ایران یا کشمیر کی آرین زمین نسلوں کو اور خوشگوار آب و ہوا کو لو تو۔ تاتاری اور مغول کی جبری قوموں پر نظر ڈالو تب۔ عرب اور افریقہ کے صحراؤں میں جاؤ تو۔ ہندوستان کی مخلوط النسل اقوام کو لو تو۔ ہر جگہ آپ کو یکساں بے اعتدالی۔ جہالت۔ خرابیاں۔ سستی اور پستی ملے گی۔ پس نسل۔ آب و ہوا۔ زبان وغیرہ کے اضافی اختلافات کو دُور کرو اور ان سے قطع نظر کرو تو اصل علت مشترک مذہب باقی رہ جاتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کا زوال اُن کی مذہب کی وجہ سے ہے"

اگرچہ ناچیز ایڈیٹر نے اپنے نزدیک سارے لکچر میں اسی سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ وہ توجیہ غلط ہو۔ اس واسطے یہ سوال بطور خاص ایڈیٹر صاحبان انسٹیوٹ گزٹ۔ وکیل۔ وطن۔ الہدیٰ۔ تالیف و اشاعت۔ حبل المتین۔ الندوہ۔ ہمدرد۔ معالم الحکم البیان۔ العرفان سے کیا جاتا ہے کیونکہ اس زمانہ اور نسل کے مفتی اور مجتہد اخبار نویس ہی سمجھے جاتے ہیں اور علما میں مولانا ناصر حسین۔ قاری سید سلیمان شاہ صاحب۔ مولوی نذیر احمد صاحب اور مولوی نظام الدین حسن صاحب اور مولانا سید عباس حسین اور مولانا شبلی اور مولانا خلیل احمد صاحب اور مولانا حالی سے یہی استفتا کیا جاتا ہے۔ یقین ہے کہ یہ بیس صاحبان تکلیف فرما کر اس کا جواب روانہ فرمائیں گے۔

## مسافرت شہنشاہ ایران

یہ بات کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ ایران کا شہنشاہ بار بار یوروپ کا سفر کرے۔ اعلیحضرت کے مشیروں نے اُن کو کوئی اچھی صلاح نہیں دی ہے۔ خود اُن کی سلطنت میں ہر قسم کی آب و ہوا کے مقامات موجود ہیں اور بے انتہا موقعہ انتظام اور کام کا مظفر الدین شاہ قاچار کو حاصل ہے۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ دُنیا میں انقلاب ہو رہا ہے۔ روس میں بغاوت ہے پھر روس کی ریل میں اُن کا سفر کرنا مصلحت کے خلاف بھی ہے۔ مگر ہمارے بادشاہ سے لے کر گدا تک سب عاقبت اندیشی کو سب سے بڑا گناہ سمجھتے ہیں

# نئی کتابیں اور علمی خبریں

پچھلے دو ماہ میں بہ غرض ریویو آٹھ کتابیں وصول ہوئی ہیں۔ کوئی خاص نامور کتاب مثل پروفیسر اقبال کی علم الاقتصاد یا خواجہ غلام الحسنین صاحب کی مرتبہ فلسفہ تعلیم کے ہمارے سامنے نہیں ہے

پہلی کتاب لڑکوں کے رہنما میں اُن خرابیوں کا ذکر ہے جن میں مبتلا ہو کر لڑکے اپنی صحت جسمانی اور قوائے عقلی کو بگاڑ لیتے ہیں اور اُن سے بچنے کی تدبیریں اور ہدایتیں خطوں میں درج کی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر سیلوینوس اسٹال صاحب ہیں اور ڈاکٹر ناظر اسسٹنٹ سرجن بٹالہ نے اس کا ترجمہ عام فہم کیا ہے۔ لڑکوں کو اور ان کے والدین کے لئے یہ کتاب بہت مفید ہوگی اور عمدہ نصیحتیں نوجوانوں کے لئے اس میں ملیں گی +

دوسری کتاب میں دیسی اور انگریزی صابون بنانے کے نسخے اور مصالحہ صابون سازی کی کیفیت اور ماہیت بہت تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ اس کتاب کی تالیف ملک کے صنعت و حرفت کے نوزائیدہ شوق کو ثابت کرتی ہے۔ جن لوگوں کے یہاں کچھ بہت

---

(۱) لڑکوں کا رہنما۔ چھوٹی تقطیع۔ مجلد از بورڈ۔ فہرست مضامین ۶ صفحہ کتاب ۸۰ صفحہ۔ خوشخط چھاپہ۔ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی نے چھاپی۔ قیمت درج نہیں اندازاً ۶ ر

(۲) رسالہ صابون سازی۔ تقطیع ۱۸-۲۲ صفحے ۷۵۔ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس۔ مؤلفہ شیخ قاسم الدین سابق مترجم دفتر امیر کابل قیمت ۱۰ ر لاہور موتی بازار میں مترجم صاحب سے کتاب مل سکتی ہے

(۳) نوٹ ضابطہ فوجداری صلہ
(۴) نوٹ تعزیرات ہند صلہ
} چھوٹی جیبی تقطیع پر مولفہ سید نذیر علی صاحب وکیل رسنت بیکانیر۔ قیمت ہر ایک رسالہ کی ۶ ر ۔ قانون پیشہ صاحبان کو نہیں بلکہ عام لوگ بھی ہندوستان کے ان ہر دو مجموعہ ہائے قوانین فوجداری کے خلاصہ سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں

(۵) بہبودی مصنفہ میر سعادت علی صاحب فریدآبادی تقطیع ۱۸-۲۲ صفحات ۶۴ مطبوعہ افضل المطابع دہلی قیمت ۸ ر

(۶) حقیقی طبعی غذا انسان کی ترجمہ محمد امیر مرزا صاحب سابق ہیڈ ماسٹر شہزادہ سکول صفحات ۴۴ قیمت ۴ ر

(۷) رسالہ علاج بے دوا و بے جراح مصنفہ ڈاکٹر لوئی جرمنی ترجمہ امیر مرزا صاحب ۱۸-۲۱ کے ۶۶ صفحے قیمت ۱۲ ر

کثرت سے دھلتے ہیں یا جو صابون بنانا چاہتے ہیں اُن کے لئے یہ کتاب بیشک مفید ہے۔ بہتر ہو کہ خود لایق مولف اس کے مطابق کارخانہ صابون سازی کا قایم کردیویں۔

**رسالہ بہبودی** میں عمدہ نصیحتیں ہیں اور فضول رسموں اور فضول خرچی کو ترک کرنے کی نصیحتیں ہیں۔ شادی خلاف مرضی اولاد۔ شادی کم عمری۔ شادی میں فضول خرچی زیور میں روپیہ کا خرچ۔ جہیز بلا ضرورت۔ سسرال کے تعلقات۔ رسوم تعزیت۔ خاوند کی بُری عادات کا چھڑانا۔ غرض اس قسم کے اچھے اچھے مباحث ہیں۔ جن کا پڑھنا ممبران صیغہ اور عموماً مسلمانوں کے لئے مفید ہوسکتا ہے۔ اصلاحی لٹریچر (مجموعۂ ادب و انشاء) میں یہ رسالہ خاصہ اضافہ ہے۔ قیمت اس کی بہت زیادہ ہے۔ عام طور پر سودمند بنانے کے لئے ۴ر سے زیادہ نہ ہونی چاہیئے۔

محمد امیر میرزا صاحب سابق ہیڈ ماسٹر شہزادہ ہائی سکول کی دونوں کتابیں جنکی تفصیل ہم نے حاشیہ پر دی ہے ملک کی قدر دانی کے قابل ہیں۔ صاف اور صحیح چھپی ہیں۔ بیماروں۔ حکیموں اور ڈاکٹروں کو خاص کر ایسی کتابیں خریدنی چاہئیں۔ ترجمہ کا نمونہ بتانے اور مضمون کی سودمندی کے واسطے ہم چند فقرے **طبعی انسانی غذا** صفحہ ۳۶ سے نقل کرتے ہیں۔

"غذا آجکل بہت نامعقول طور سے پکائی جاتی ہے۔ مثلاً جو پانی جوش دینے کے کام میں لایا جاتا ہے اور جو بہت سا مقوی مادہ جوش کی ہوئی شی کا جذب کر لیتا ہے۔ اکثر پھینک دیا جاتا ہے۔ تب نچڑی ہوئی ترکاریاں کھانے کی میز پر لائی جاتی ہیں۔ یہ بالکل غلطی ہے۔ تمام ترکاریاں جہاں تک ممکن ہوں تھوڑے پانی میں پکانی چاہئیں یا کسی دخانی برتن میں۔ اور پانی ان کے اوپر چھوڑ دینا چاہیئے"

آٹھواں رسالہ جو ریویو کے لئے ہمارے سامنے ہے اُس کا نام **اصلاح الرسوم** مطبع بلالی سٹیم پریس ساڈھورا میں ۹۲ صفحہ کی بڑی تقطیع پر مولوی محمد یحیی صاحب مقیم لال مسجد گنگوہ ضلع سہارنپور نے فرمایش کرکے چھپوایا ہے اس کی قیمت صرف ۴ر ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ مولانا اشرف علی گنگوہی کی یہ کتاب اُن خاندانوں کے لئے جو احکام و الفاظ شریعت پر قایم ہیں ایک تازیانہ کا کام دے سکتی ہے اور بہت سی لغو رسوم

ہٹا سکتی ہے - مگر اس کتاب کو پڑھ کر ہم کو افسوس ہوتا ہے کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی مضر رسم کو دُور کرنے کے لئے شرک اور جہنم کی سخت دھمکی سے کام لیا گیا ہے اور زندگی کو ایسا مشکل - ایسا خشک اور مذہب کو ایسا ہیبت ناک کر کے دکھایا ہے کہ بچانوے نیصدی مسلمان ایسے دشوار طریقے سے دُور رہنا غنیمت سمجھیں گے ہمارے علما کو یاد رکھنا چاہیئے کہ

**خُدا ہمارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے نہ کہ مُشکل کا**

خیر کسی طور ست بے نصیب مسلمانوں کا روپیہ اون کی جسمانی دولت یعنی صحت نیچے - ہم مشکور ہیں

# نئی علمی تجویزیں

(۱) مس نصیر الدین حیدر صاحبہ تیموریہ جن کی مضمون نگاری - لیاقت اور حُب قومی اور ایک روپیہ فنڈ کی امداد نے اُن کو تعریف سے مستغنی کر دیا ہے ہم کو اطلاع دی ہے کہ جناب سہروردیہ صاحبہ نے ایک کتاب کوکب دری میلاد خاتم الانبیا محمدن المصطفیٰ علیہ وعلےٰ آلہ السلام میں تصنیف فرمائی تھی اور اس کی کاپیاں جسقدر باقی تھیں اور کاپی رائٹ ون روپی فنڈ کو دے دیا -

آپ چاہتی ہیں کہ کوئی صاحب مطبع اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مفت چھاپ دیویں - بعض مطابع بڑے بڑے نامی اور دولتمند ہیں - سو ڈیڑھ سو کے خرچ سے وہ نہایت عمدہ طریقہ سے ناموری - شہرت اور اجر حقیقی حاصل کر سکتے ہیں - فقط

(۲) مولوی ممتاز علی صاحب نے اب تک تہذیب الاخلاق نہیں نکالا۔ غالباً اس نام پر انہوں نے بلا اجازت جانشین سرسید مرحوم قبضہ کرنا پسند نہیں کیا۔ مگر تالیف و اشاعت جیسا مفید پرچہ کچھ عرصہ سے بند ہوگیا۔ سنا جاتا ہے کہ مولوی ممتاز علی صاحب کسی اور نام سے کوئی ماہواری مذہبی رسالہ نکالنا چاہتے ہیں۔ خیر وہ رسالہ تو ابھی نہیں نکلا۔ لیکن سید جال احمد صاحب ایڈیٹر ہمدرد اپنے ماہواری رسالہ کو سہ ماہی کرنا چاہتے ہیں۔ جو ایک سو سے زائد صفحوں پر چھپ کر تہذیب الاخلاق کے بڑے مقاصد کو پورا کرے گا۔ اس کی سالانہ قیمت ڈھائی روپیہ سال ہوگی۔ یہ درخواست کرنا کچھ فضول سا ہے کہ روشن خیال مُسلمان اُس کی مدد کریں۔ اس لئے کہ روشن خیال اوّل تو ہیں نہیں۔ ہیں تو پڑھتے نہیں اور پڑھتے بھی ہیں تو اُردو نہیں پڑھتے اور اردو بھی پڑھتے ہیں تو رنگین بے مصرف مضامین۔ ہم اپنے دوست کے مضامین کو بہت عزّت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اسی واسطے صلاح دیتے ہیں کہ اپنے رسالہ کی سالانہ جلدوں کو بندھوا کر کئی سو کاپیاں محفوظ رکھوا دیں۔ سنجیدہ کتب اور رسالوں کی قدر ہوگی مگر ناقدریوں کے بعد۔ ایک زمانہ میں یہ کتابیں اور مجلّدات مثل دوا کے نایاب ہوں گے۔ وہ زمانہ آہستہ آہستہ آرہا ہے۔

اس وقت سنجیدہ اخبار و رسالے سب نقصان سے چلتے ہیں۔ بہت محنت کے بعد کاغذ اور ڈاک و چھپائی کے خرچ نکل آنے کو بھی نقصان ہی سمجھنا چاہیئے۔ جو شخص دوسری طرح ایک ہزار روپیہ سال کما سکتا ہے۔ تصنیف و تالیف میں سو روپیہ بھی نہیں کما سکتا ایسے مُلک میں صرف فارغ البال لوگ یا جن میں ایثار کا مادہ اعلیٰ درجہ کا ہے یا جن میں کچھ مادہ نہیں علمی اور قومی خدمت پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔ بہرحال ہم ہمدرد سے ہمدردی رکھتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ کامیاب ہو۔ فقط

# رسید کتب مابعد

مفصلہ ذیل چھ کتب خوشخط بڑی تقطیع پر مجلّد مولفہ مولوی نظام الدین حسن نیوتنوی، بی۔ اے۔ بی۔ ایل۔ معین المہام ریاست بھوپال سے وصول ہوئی ہیں۔ رائے مفصل انشاءاللہ مابعد دیویں گے۔ مولوی صاحب موصوف کی علمی اور دینی خدمتوں کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔ قیمت کسی کتاب کی درج نہیں ہے۔ لائق مصنف کے پاس سے کتاب مل سکے گی

(۱) **قرآن مجید۔ مترجم بزبان اُردو۔** یہ دراصل مقدمہ ترجمہ کا ہے جسمیں ترتیب آیات۔ سند روات۔ تعداد آیات و رکوعات و اعراب و علامات قرأت سے بحث ہے۔ و نیز فلسکیپ پر چھپا ہے۔

(۲) **صحیفہ ذکر اللہ۔ ایضاً۔** خدائے تعالیٰ کے سات سو کئی نام مختلف جگہ قرآن شریف میں جو آئے ہیں اُن کی فہرست۔ بتہ۔ شرح اور تقسیم بلحاظ مختلف صفات کے خوبی سے کی گئی ہے

(۳) **اوقاف العبارت۔** ضخیم اور خوشنما جلد۔ بہت محنت اور خوض سے قرآن شریف کے اوقاف کے متعلق لکھی گئی ہے

(۴) **تقسیم علم ادب۔** یہ رسالہ بھی بطور تمہید و مقدمہ ترجمہ کلام الٰہی کے ہے۔

(۵) **جنتری عیسوی سنہ ۱۹۰۴ء**
(۶) " " **سنہ ۱۹۰۵ء**
نہایت صحیح اور مفصل جنتری ہے جس میں سنہ محمدی بعثت بھی شامل کیا گیا ہے +

# آؤ ہم بتلائیں پچیس ہزار مریض کس طرح صحتیاب ہوئے ہیں

**سرمہ ممیرہ کراماتی** - مقوی بصر - محافظ بینائی دافعہ نزول الماء اور درد حشد غبار - آب داغی غیرہ فی تولہ عہ

**حب ذیابیطس** - پیشاب کا بار بار آنا اور شکر کی تنا پستی نصیب ہو فی تولہ ... ... ... عہ

**حب دائمی قبض** - ایک گولی سے دائمی قبض دور اور تمام عوارض تندہ وغیرہ کافور قیمت عاً

**سیلان الرحم** - عورت کی صحت بحال زردی چہرہ اور کمزوری - دو ہفتے کے لئے ... عاً

**جوہر عشبہ** - صفائی خون کیلئے بےمثل - گندی خون کو زہر سے صاف کرتا ہے وافعہ پھوڑا پھنسی ناسور کھجلی خارش عہ

**سرخ رو** - اس کے لگانے سے چہرہ بارونق چھائیاں وغیرہ دور - چہرہ گلفام سا ہو جاتا ہے فی شیشی ... عہ

**نور علے نور** - چند منٹ میں بال دور ۴ تولہ ... عہ

**حب دافع وجع المفاصل** - درد اعضاء جوڑوں کا درد دور ہو دو ہفتے کے لئے ... عاً

**حب دافع طحال** - تلی یا لف کے دفعیہ کیلئے شرطیہ - دو ہفتے کے لئے ... ... ... عاً

**ہیرا تیل** - دلربا خوشبو کی علاوہ بال بیوقت سفید نہیں ہونے دیتا - نزلہ کو دور کرتا ہے - ضعف دماغ کو مفید - فی شیشی ... ... ... ۸

**زود رس** - اس کے لگانے سے بال بکثرت پیدا ہوتے ہیں فی شیشی ... ... ... عاً

**دوائی خارش** - رانوں کی خارش اور بچے دانے دو دن میں خشک ہو جاتے ہیں دو تولہ ... عاً

**تریاق السعال** { اخراج بلغم درد سینہ سرفہ کہنہ اور خراش گلو نزلہ کا چھاتی پر گرنا اس کے استعمال سے بند - ہر موسم میں کارآمد ایک تولہ قیمت دو روپے ... ... ... عاً

**حب قاطع اقسام افیون** - چاندو افیون بلا تکلیف اس سے چھوٹ جاتے ہیں - ایک تولہ ... عہ

**روغن اعجاز** - برسوں کا زخم بھر جاتا ہے - بھگندر وناسور کے لئے اکسیر اور عجیب الاثر دو تولہ ... عاً

**دوائی درد کان** - دو قطرے ڈالنے سے آرام ایک شیشی دو سو مریض کو کافی ... ... عہ

**چورن مقوی معدہ** - خوش مزہ بھوک لگاتا اور کھانا خوب ہضم کرتا ہے ۴ تولہ ... عہ

**سنون مستحکم دنداں** - ہلتے دانت مضبوط - بدبو میل دور - ۴ تولہ ایک روپیہ عہ

**ید اللہ دافع بخار** - ۲ رتی بھر بخار اتر جاتا ہے اور پسینہ خوب آتا ہے ۲ درجن ایک روپیہ عہ

**حب دافع بواسیر** - بواسیر خونی ہو یا بادی یعنی ہو یا سادی مسوں کا درد وغیرہ کافور - دو ہفتہ عاً

**دمہ یا ضیق النفس** - سانس رکنا اور بلغم وغیرہ دور ہو کر صحت ہو جاتی ہے ... ... ... عہ

**رعنا** - چہرے کے بدنما داغ چھیپ وغیرہ دور ۴ تولہ عہ

**مدر حیض** - باقاعدہ ایام کھل کر مقررہ وقت پر آ جاتے ہیں - قیمت دوائی دو ہفتے کے لئے ... ... عاً

**پیچش و مروڑہ** { جب اجابت بار بار آئے اور زور لگانا ہے - بجز دو قطرے کے اور کچھ نہ نکلے - تو یہ مفید ہے ۴ تولہ ... ... ... ... عہ

**سفوف درد گردہ** - دورہ درد دور اور ریگ مثانہ بلا تکلیف خارج ہو جاتا ہے - قیمت دوائی ۴ تولہ ایک روپیہ ... ... ... عہ

**اکسیر الشفا** { دوائی طاعون - بطور علاج ماتقدم عائل - مرض کے حملہ سے محفوظ رہتا ہے - غربا کو مفت - قیمت فی شیشی ... ... عہ

حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکماء ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور موچی دروازہ عنوان منزل

رجسٹر نمبر ایل ۱۴۱۴ — قیمت مع محصولڈاک ۸عہ سالانہ

# عصرِ جدید

## ایک ماہانہ ریویو

نمبر (۶) جلد (۲)

مقاصد

مسلمانوں میں علمیت۔ صداقت اور کفایت پھیلانا

آنریری ایڈیٹر

## خواجہ غلام الثقلین سکرٹری اصلاح تمدن

فہرست جون ۱۹۰۵ء



خادم پنجاب پریس امرتسر میں باہتمام منشی نبی بخش صاحب چھپا

# اصول صیغہ اصلاح

۱۔ عدل واعتدال یعنی میانہ روی پرہیزگاری۔ سادگی

۲۔ کفائت شعاری یعنی اسراف دولت۔ اسراف وقت سے بچنا۔ دولت کا صرف مفید کاموں میں کرنا۔ رسمیات کے اخراجات میں کمی کرنا

۳۔ سعی ومحنت۔ گداگری۔ بیکاری۔ سستی کو قابل نفرت سمجھنا۔ خود کام کرنا اور ایک شخص کو کام پر لگانا

۴۔ اتفاق۔ نیک مقاصد کے حاصل کرنے کیلئے ملکر کوشش کرنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا

# ضروری ہدایات اور قواعد عصر جدید

(۱) رسالہ کا حجم ۴۴ صفحے سے کم نہ ہوگا

(۲) قیمت پیشگی یا نقد ہوگی۔ یا بذریعہ ویلیوپے ایبل پارسل سالانہ معہ محصولڈاک وغیرہ ؏

(۳) نمونہ کی درخواست کے ساتھ ۲ ؍ کے ٹکٹ آنے چاہئیں

(۴) خط وکتابت یعنی نام۔ پتہ مضامین سب صاف اور خوشخط ہوں

(۵) جملہ مناسب مضامین ترتیب اور گنجائش کے لحاظ سے چھاپے جاویں گے۔ بصورت عدم مناسبت ایڈیٹر مضمون کو مختصر کرسکتا ہے۔ مگر مطلب پلٹ نہیں سکتا

(۶) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ہونا مناسب ہے

(۷) جو صاحب ایکسال یا چھ ماہ کی بابت ۱۰ نئے خریداروں کی قیمت ادا فرماوینگے انکو ایکسال یا چھ ماہ کیلئے رسالہ کمیشن میں ملیگا

(۸) رسالہ نہ پہونچنے کی شکایت اندر دن۔ سہ یوم وصول نہ ہو تو مابعد رسالہ بھیجنا لازم نہ ہوگا

(۹) ایسے معتبر کتب فروشوں کی ضرورت ہے جو ہمارا رسالہ اور کتب اپنے پاس رکھیں معقول کمیشن دیجائیگی تصفیہ بذریعہ خط وکتابت

**اُجرت اشتہارات:** (۱) جو صاحب اخبار و رسائل تقید سے سادی ہماری اشتہار چھاپیں ان سے کچھ اجرت نہ لیجائیگی

(۲) فحش کتب یا ادویہ کا اشتہار نہ چھپیگا (۳) اجرت اشتہار فی سطر ۲ ؍ مگر ایک روپیہ سے کم اُجرت کا اشتہار نہ لیا جائیگا

(۴) اُجرت فی صفحہ ایکبار کے لئے ؏ ششماہی کیلئے ؏ سالانہ ؏ نصف حصہ ایکبار ؏ ششماہی ؏ سالانہ ؏

(۵) جبتک اشتہار چھپے پرچہ رسالہ صاحبان اشتہار کو بلا قیمت ملیگا۔ مگر محصولڈاک ان کو بھیجنا ہوگا ۔

# عصرِ جدید

## ہماری خیرات کا بیجا طریقہ

ہم نہایت خوشی اور شکریہ کے ساتھ اس محترم بیگم کا مضمون چھاپتے ہیں۔ اس معا،
ہیں مس نصیر الدین حیدر اور مس نذر الباقر کی کوششیں اور مضامین نہایت قابل تعریف
ہیں۔ جب عام رائے کسی قدر تیار ہو جاوے تو حسب تحریک مس نذر الباقر صاحبہ اصلاح
خیرات کیلئے بیشک ایک مستقل عملی انجمن بننی چاہیئے۔ میں اس معاملہ کو ایسا اہم
سمجھتا ہوں اور مذہب اور تمدن اور انتظام عالم کے وہ اصول خیرات کے مسئلہ میں
پنہاں ہیں کہ اس کی اصلاح کے لئے سو مسلمان مرد اور عورت اپنی زندگی وقف کر دیں
تو بھی کام بڑا ہے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ فقط ایڈیٹر

میں اگرچہ اپنے خیالات اس موضوع پر گذشتہ سال رسالہ خیرات کے ریویو میں لکھ چکی ہوں اور ظاہر کر چکی ہوں کہ میں مروجہ طریقہ خیرات کی سخت مخالف اور اُس میں اصلاح ہونے کی دِلی آرزومند ہوں چنانچہ جہاں تک ہو سکا اپنے گھر کی محدود خیرات میں بہت کچھ اصلاح کر دی۔ اور آیندہ بھی کوشش میں ہوں کہ جو نقص ہیں وہ نکل جائیں۔ نیز اپنے ملنے جلنے والیوں کو حتی الامکان ادھر متوجہ کرتی رہتی ہوں۔ مگر چونکہ ہماری معززہ بہن بنت نذر الباقر صاحبہ نے حال میں مرقوم الصدر عنوان سے ایک مضمون اخبار وکیل میں شایع کر کے ہم سے خواہش کی ہے کہ جو بہنیں اصلاح خیرات پر متفق ہیں اُن کو اخبارات میں میرا ہم آہنگ ہونا چاہیئے۔ تاکہ عورتوں کا خیرات کیا ہوا روپیہ فراہم کرنے اور خرچ کرنے کا مناسب انتظام کیا جائے۔ اس لئے میں اپنے خیالات کا اعادہ مناسب سمجھتی ہوں +

ہماری خیرات جیسی کچھ بے تکی ہے ایک زمانہ جانتا ہے۔ قوم کے سمجھدار افراد۔ اصلاح تمدن۔ کے ممبر۔ قومی اخبارات اور سب سے بڑھکر صیغہ اصلاح تمدن کے سکرٹری صاحب اس پر خوب خوب لکھ چکے ہیں اور اب بھی یہی رونا رو دیا جا رہا ہے کہ مفت خورے اور پیٹ بھرے فقیروں کو

نہ دو۔ اس کے بدلہ وہی روپیہ ایسے مفید کاموں میں لگاؤ جو روپے کے نہ ہونے سے ادھورے
پڑے ہوئے ہیں۔ اور قوم کی صلاح و فلاح کے منحصر علیہ ہیں۔ یہ سچ ہے کہ مسلمانوں میں افلاس
عام ہے۔ لیکن افلاس کے ساتھ بخل نہیں ہے۔ سارے دن کی محنت کے بعد جو شخص چند آنے
کماتا ہے وہ کم سے کم ایک پیسہ فقیر کو ضرور دیدیتا ہے۔ وہ چھوٹے چھوٹے گھروندے جن پر
رات دن نکبت برستی ہے۔ سائل کی آواز کو خالی نہیں جانے دیتے۔ مٹھی بھر اناج یا روٹی کا
ٹکڑا ہی سہی پھرے گا فقیر وہاں سے بھرا پُرا۔ اُن افلاس زدہ جھونپڑیوں کی رہنے والیوں سے
ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ فقیر دروازہ پر کھڑا بلکے اور وہ کانوں میں انگلیاں دیئے بیٹھی رہیں۔
علاوہ روزانہ کی بھیک کی خیرات کے خاص جمعرات کے دن ایک معقول رقم ہر شہر میں کوڑیوں پیسوں
اور پکے ہوئے کھانے کی صورت میں بھیک منگوں کو مل جاتی ہے۔ دوسرے شہروں کی نسبت
میں زیادہ تفصیل سے نہیں کہہ سکتی۔ ہمارے حیدرآباد میں بفضلہ بعض گھر ایسے ہیں جہاں
بیسیوں بلکہ سینکڑوں روپے تک فی جمعرات فقرا کو تقسیم ہو جاتے ہیں۔ دینے والوں کے دروازوں
پر بلکہ محلوں میں فقیروں کی برات کھڑی ہوتی ہے۔ اگر کسی کو کسی سے زیادہ مل گیا تو آپس میں
وہ جوتی پیزار اور گالی گفتار ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ رمضان کے سارے مہینہ میں افطاری
وغیرہ تقسیم ہوتی ہے اور یہ امتیاز نہیں کیا جاتا کہ روزہ دار کون ہے اور بے روزہ کون۔ عید الفطر میں
اناج۔ کپڑا۔ نقدی کل فقیروں کو دیا جاتا ہے۔ (مزا یہ ہے کہ اُدھر سے تو فقیر گیہوں وغیرہ وصول کرتے
ہیں اور دوسری طرف اونے پونے بیچ ڈالتے ہیں) محرم میں نذر نیاز۔ رسم فقیری ادا کرنے۔ اور رنگوں
(سوانگ) کو انعام اکرام دینے میں بہت کچھ خرچ ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر نہ صرف بھک منگے بلکہ عام
طور سے کمینہ قوموں کے بچے اور ادنے درجہ کے مسلمانوں تک کے لڑکے ایک لغو سانگ بنتے ہیں
اور لینے کے لئے بے تکلف ہاتھ پھیلا دیتے ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ ضرور ہی لے مرتے ہیں۔ یہ زہریلی تعلیم
اس ملک میں بد و شعور سے بچے کو ہونے لگتی ہے۔ اور انتہائے عمر تک اُن کا ساتھ دیتی ہے۔
گیارھویں کی نیاز محرم کی طرح عام نیاز ہے حتے کہ میسر نہ ہو تو سودی قرض لیکر بلکہ مانگ تانگ کر
کی جاتی ہے۔ اور دیکھو تو ان نیازوں کا مصرف اصل مقصود سے بہت دور جا پڑتا ہے۔ ان تمام
خیراتی صیغوں کی رقمیں اگر جمع کی جائیں تو معلوم ہو کہ سارے ملک میں خدا کے فضل سے ہزاروں

کیسے لاکھوں کی خیرات ہوتی ہے۔ افسوس اتنی بڑی رقم محض ہماری بیوقوفی سے ٹکڑے ٹکڑے ہوکر اس طرح منتشر ہوجاتی ہے کہ نہ دینا بھلا نہ لینا بھلا۔ ہاں یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ ملک وقوم میں نکھٹو۔ بدچلن اور شوربہ پشت لوگوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ اور ان کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ اور وہ نیک بخت ہمدرد جنھوں نے قومی محبت اور خدا کے خوف سے بڑے بڑے مفید قوم کاموں کے انجام دینے کا بوجھ اپنے کندھے پر رکھا ہے روپے کے نہونے سے کف افسوس ملتے اور ایک ایک کا منہہ تکتے ہیں۔ حضرتنا ومخدومنا قاضی شاہ سلیمان صاحب مدظلہم کی کانفرنس والے وعظ میں یہ پڑھکر کیا دل کو صدمہ ہوا ہے کہ اگر مسلمان پابندی سے زکوٰۃ نکالیں اور اپنی زکوٰۃ وخیرات کا روپیہ تعلیمی کاموں میں دیں تو ان قومی لیڈروں کو بڑھاپے اور بیماری کی حالت میں کیوں دردر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ اور ان کی بلا کسی کے آگے دست سوال پھیلائے۔ (گو اس دست سوال پھیلانے سے اُن کی عزت بڑھتی ہو گھٹتی نہیں) ہائے سچ ہے کوئی کس طرح سمجھائے۔ اب یہ ہماری بدنصیبی وکورعقلی نہیں تو اور کیا ہے کہ جو قومی عزت وخوشحالی اور لوگ لاکھوں کروڑوں خرچ کر کے حاصل کر رہے ہیں۔ وہ ہم کوڑیوں کی مول نہیں لیتے اور جو ذلت۔ بدبختی اور بے غیرتی دوسری قومیں مفت نہیں لینا چاہتیں۔ اُن کو ہم گرہ سے سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں دے دے کے سمیٹتے ہیں۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

اس وضع کی خیرات سے فی الواقع یہ مقصد بھی تو حاصل نہیں ہوتا۔ کہ بھوکوں کے پیٹ بھرگئے ننگوں کے تن ڈھک گئے۔ محتاجوں کی دستگیری ہوگئی۔ استغفراللہ! وہاں تو جو زیادہ ڈھنگا بیحیا اور بے غیرت ہے وہی زیادہ لے نکلتا ہے۔ ہمارے شہر کے ٹکڑ گداؤں کا قاعدہ ہے کہ جمعرات کے دن پاؤں میں دھجیاں باندھکر ساری خدائی سے وصول کرتے ہیں اور جمعہ کے دن زن ومرد سب مل کر باغوں کی سیر مناتے ہیں۔ اور مفت کی کمائی کو دل کھول کر اٹھاتے ہیں۔ کیوں نہ اٹھائیں "مالِ مفت دلِ بیرحم" مشہور ہے ہمارے گھر کے آگے سے جو سڑک جاتی ہے وہ ایسے مقام کو پہنچتی ہے۔ جہاں ان لوگوں کی تفریح گاہیں ہیں۔ بس جاتے وقت ان کی فارغ البالی اور آتے وقت ان کی حالت دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ جس سے ان کی فقیری کی قلعی کھل جاتی ہے۔ اور ہرگز دل نہیں چاہتا کہ کبھی کچھ انہیں دیجیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قید کے زمانہ میں بادشاہ مصر

نے جو خواب دیکھا تھا کہ سات موٹی گائیں سات دُبلی گاؤں کو اور سات دُبلی گائیں سات موٹی گاؤں کو کھاتے جاتی ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اُس کی تعبیر دی تھی کہ آخر قحط پڑیگا تو اب ایسی ہی حالت ہندوستان کے مسلمانوں میں دیکھی جاتی ہے۔ کہ اُن کے مالدار بھیک منگے بے مایہ کمانے والوں کی آمدنی کا خون چوسے چلے جاتے ہیں اور اُن کے کاہل فقیر اہل تمول کا مال دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ اُس خواب کا نتیجہ قحط تھا۔ اور اس غفلت کا مآل مفلسی ہے۔ عبرت! عبرت!! عبرت!!! غضب یہ ہے کہ ہمارے ملک کے اپاہج فقیر بھی کچھ کم مرشد نہیں ہوتے۔ منھ کو خاک مل کر چپکے ہی چپکے وہ جتھّا باندھتے ہیں کہ مرنے کے بعد اُن کی پونجی دیکھکر لوگوں کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ بنت نذر الباقر صاحبہ نے جو واقعے دو فقیروں کے لکھے ہیں کہ اُن کے مرنے کے بعد اُن کے پاس سے مال نکلا۔ بالکل ٹھیک ہیں۔ ہر شہر اور ہر جگہ ایسے سرمایہ دار منگتے موجود ہیں۔ اور حیدرآباد جیسے متمول شہروں میں تو شاید کوئی فقیر محتاج نہ ہو۔ میرے نزدیک صرف ہٹے کٹوں اور مشٹنڈوں ہی کے دینے سے ہاتھ نہ روکنا چاہئے بلکہ آجکل کے اپاہج اور معذور فقیروں کے دینے میں بھی احتیاط کرنی چاہئے۔ کاش ہم لوگ طریقہ خیرات میں دوسری تعلیم یافتہ قوموں کی پیروی کریں۔ جس سے اپنے تو اپنے غیر قوم کے محتاجین تک ٹھکانے لگ جاتے ہیں۔ میں نے سُنا ہے۔ کہ حیدرآباد میں بیس برس دو برس سے ایک انگریزی مشن نے ایک بنگلہ میں دارالمساکین قائم کیا ہے۔ اُس کے دروازے پر لکھا ہے "محتاجوں اور ضعیفوں کا گھر"۔ اس محتاج خانہ کا انتہائے مقصد کچھ ہی ہو۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ہر مذہب و ہر قوم کے لوگ کھنچے چلے جاتے ہیں۔ اور اُن کی معقول اور باعزت طریقہ سے امداد ہوتی ہوگی۔ دیکھئے ہم لوگوں میں وہ دن کب آتا ہے کہ خیرات کا کل پیسہ اکٹھا ہو۔ اُس سے محتاج خانے بنیں۔ مدرسوں کو امداد دی جائے۔ غریبوں۔ یتیموں اور لاوارث بچوں کو وظائف دے کر اسکولوں۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم دلائی جائے۔ اور اس طرح وہ گھرانے جو شریف سے رذیل بن گئے ہیں پھر روپیہ کما کر آبرو پیدا کرلیں۔

بنت نذر الباقر صاحبہ سچ فرماتی ہیں کہ عورتوں کی نسبت مرد پھر سوچ سمجھ کر دیتے ہیں۔ عورتوں کی رحمدلی کسی طرح فقیر کی حالت جانچنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتی۔ فقیر جتنا فریبی۔ کلا دینا

اور ہرہ بابی ہوگا اتنا ہی جلد دینے والیوں کی ہمدردی سے فائدہ اُٹھائیگا۔ بیشک ان سادہ لوح اور صاف قلب خیرات کرنے والیوں کی بدولت اب تو بعض ایسے شرمناک ایجاد فقیروں اور فقیرنیوں نے بھیک کے فن میں کئے ہیں کہ جن کو بیان کرتے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ کئی عورتیں ایسی دیکھنے میں آئی ہیں۔ کہ دن دہاڑے غیر مشروع حالت میں کھڑی بھیک مانگ رہی ہیں یعنی جسم پر کپڑے کا تار نہیں۔ اور یہ بالکل اُن کی بناوٹ تھی نہ کہ محتاجی۔ اندھیر یہ ہے کہ اپنے تئیں مجن اور ناشرہ بیان کرتی ہیں۔ معاذاللہ! اس سے بڑھکر اور کیا شرمناک بات ہوگی اس ڈھنگ سے پیسوں اور کپڑوں کا مینہہ اُن پر برس جاتا ہے۔ اگر ایک دفعہ ایسی حرکت کرنے والیوں کو منہہ نہ لگایا جائے۔ اچھی طرح دھتکار دیا جاوے۔ تو دوسری دفعہ اس ناشائستگی کی جرأت نہ ہو۔ ہماری بہنوں کو ذرا عقل سے کام لینا چاہئیے۔ ایسے فریبیوں۔ دغا بازوں اور لچوں کو ایک پیسہ خیرات نہ دینا چاہئیے۔ ایک بات بڑے اندھیر کی ہے۔ کہ اگر کوئی دینے کے وقت روکے اور ایسے فقیروں کو ٹالدینے کی ہدایت کرے تو اُس کو کہا جاتا ہے کہ "داتا دے بھنڈاری کا پیٹ پھٹے"۔ ساتھ ہی اس کے یہ حکم خداوندی پیش کردیا جاتا ہے۔ کہ "فاما السائل فلاتنہر" ۔ اسے بلاشبہ یہ حکم الہی ہے۔ مگر وہ اصل سائل ہیں کہاں۔ اس طریقہ سے خیرات دیکر تم اُسی خدا کے حکم کے خلاف اُنہیں مانگنے کی ترغیب وہمت دیتے ہو جس کے رسول برحق نے سوال کو حرام فرمایا ہے۔ اگر اُن کی مُنہہ مانگی مراد پوری نہ کرو۔ تو دوسری دفعہ وہ تمہاری دروازہ پر آنے سے خود ہی جھجکیں گے۔ اور تم بے محل خیرات سے بچو گے میں اپنی ہم جنسوں کو سنانے کے لئے ایک بزرگ کا ذکر کرتی ہوں جو میرے والد کے بڑے دوست تھے۔ اور مروجہ ابتر طریقہ سے خیرات کرنے کے دشمن تھے۔ اُن کا طرزِ عمل یہ تھا کہ پہلے سائل کو جانچتے تھے۔ اگر وہ جوان تندرست ہوتا تھا تو ہرگز مفت نہ دیتے تھے۔ اُس کو کسی کام پر لگا لیتے تھے۔ اپنے ہاں جگہ خالی ہوئی تو مرد کو خدمتگاری پر اور عورت کو ماماگری پر نوکر رکھ لیا۔ نوکری کا موقع نہ ہوا تو اجرتی کام سامنے کردیا۔ غرض اس وقت کسی نہ کسی حیلہ سے لگاکر اُس کے سوال کو مزدوری کی صورت میں پورا کرتے تھے۔ سائل نے منظور کیا تو فبہا ورنہ خشک جواب دیدیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محنت سے جی چرانے والے اور مفت خورے اُن کے دروازہ پر آنے سے کنیاتے تھے

جو آگیا وہ دھندے سے لگ گیا اور بہت سے لوگ اُن کی بدولت روزگار پیشہ اور محنتی ہوگئے۔ ساتھ ہی اس کے اُن کا یہ بھی طریقہ تھا کہ جو شخص بیمار۔ معذور۔ اور واقعی محتاج اور ضعیف ہوتا تھا۔ نہایت اہل دلی سے اُس کی حاجت روائی کرتے تھے۔ وہ یہ بھی کرتے تھے کہ غریب پردہ نشیں عورتوں اور کم معاش کثیر العیال مردوں کو ہر ایک چیز خفیہ پہنچاتے تھے۔ اُن کا مقولہ تھا کہ ایسے ہی لوگوں کی امداد کرنی خیرات کا مصرف صحیح ہے اور لطف یہ ہے کہ خود صوفی مشرب اور صوفی صورت تھے۔ مگر بات یہ ہے کہ اصل صوفی تھے ۔

اصل میں ان تمام اصلاحوں کی جڑ تعلیم ہے۔ جب تک تعلیم نہ ہوگی۔ پوری طرح نفع نقصان نہ سوجھیگا۔ عورتیں ہوں یا مرد کماحقہٗ اصلاح خیرات پر آمادہ نہیں ہونے کے۔ لیکن کوشش جاری رہنی چاہئے۔ جو راہ راست پر آگیا وہی سہی۔ ہماری بہن بنت نذر الباقر صاحبہ نے لکھا ہے کہ اصلاحی طریقہ سے خیرات ہونے والے روپے کے لئے ایک دفتر قائم کرنا چاہتی ہوں۔ معزز بہن میری رائے میں آپ کو کسی نئی عمارت کے چننے میں تکلیف اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جبکہ پرانی عمارت موجود ہے۔ اس کام کے لئے ون روپی فنڈ کا دفتر حاضر ہے۔ اس کی تو ضرورت ہے کہ ایک صیغہ کے حامی دوسرے صیغہ کی مدد کریں۔ اور آپس میں گائے کے گھروندے کی طرح الگ نہ رہیں۔ مردانہ خیراتی روپیہ مردانہ دفتر میں بھیجئے اور زنانہ روپے کے لئے یہ زنانہ دفتر دامن پھیلائے بیٹھا ہے۔ ون روپی فنڈ کو خیرات ہی کے روپے سے مدد دینی چاہئے۔ تاکہ طالبوں کو سہولت ہو۔ اور فنڈ پر مکھیاں نہ بھنکیں۔ اس زنانہ دفتر کی ہمیشہ سے آرزو ہے کہ جو بیگمات اصلاح خیرات کی عاملہ ہیں اُن کو اور اصلاح تمدن کی تمام ممبروں کی بیگمات کو ون روپی فنڈ کے زنانہ صیغہ سے ہمدردی کرنی چاہئے۔ اپنا اپنا خیراتی روپیہ اسی کی معرفت بینک میں بھیجنا چاہئے۔ تاکہ اُن کا روپیہ ایسے نیک کام میں صرف ہو جو سیئات کا مٹانے والا اور نیکیوں کو قائم کرنے والا ہے یعنی تعلیم۔

(بنت نصیر الدین حیدر)

نوٹ:۔ ہمیں معزز بہن سے اس امر میں کسی قدر اختلاف ہے کہ شرعی زکوٰۃ کا مستحق محمڈن یونیورسٹی فنڈ موصوف بہ یکروپیہ فنڈ ہے۔ ہمسایہ کی شریف۔ معذور۔ مفلس بیوائیں مستحق نہ ہیں۔ ایڈیٹر

# ہندوستان کا پریس اور پبلک اوپینین

*شمس العلما کے اعلےٰ درجہ کے مضمون کا دوسرا حصہ ہم اس پرچہ میں چھاپتے ہیں حصہ سوم میں نامور مضمون نگار نے انگریزی زبان کے پریس جس کے مالک ہندوستانی ہیں اور ہندوستانی زبان کے پریس کے متعلق بحث کی ہے۔ یہ حصہ بھی ہمارے پاس پہونچ گیا ہے اور آیندہ نمبر میں شائع ہوگا۔ یہ تینوں مضامین اخبار نویسوں اور اخباربینوں کے لئے مفید رہنما کا کام دے سکتے ہیں۔ فقط ایڈیٹر*

دو تین مہینے کا عرصہ گذرا۔ کہ عصر جدید میں شائستہ و مہذب قوموں کے پریس اور پبلک اوپنین کے باب میں ایک مضمون لکھ کر شائع کیا تھا۔ اب یہ دوسرا مضمون ہندوستان کے پریس اور پبلک اوپی نین کے باب میں لکھتا ہوں۔

مہذب و شائستہ قوموں کے پریس اور پبلک اوپی نین کے روبرو ہندوستان کے پریس اور پبلک اوپی نین کو لانا آفتاب کے سامنے چراغ کا جلانا ہے مگر جہاں اندھیر الگھپ ہو وہاں چراغ کی روشنی سے بہت سے کام چل جاتے ہیں خواہ چراغ میں کیسا ہی برا بھلا کڑوا یا انڈی وکھو پرے کا تیل جلے۔

ہندوستان میں پریس جب سے آیا ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے اس میں پاؤں جمایا ہے اس لئے اس کی عمر شائستہ و مہذب قوموں کی پریس کی برابر دراز نہیں ہوئی۔ ہنوز وہ حالت طفلی میں ہے مگر وہ روز بروز اپنے ہاتھ پاؤں ایسے نکالتا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ ضرور وہ ایک دن پروان چڑھے گا۔ برٹش گورنمنٹ نے ہی پریس کو پیدا کیا ہے اس لئے اس کو وہ اپنا بچہ سمجھتی ہے۔ اس کی غور پرداخت پرورش الٰہی کرتی ہے کہ اسکو وہ کام کرنا آجائے جو مہذب و شائستہ ملکوں میں وہ کیا کرتا ہے۔ جب پریس بھولی بھولی و پیاری پیاری باتیں کرتا ہے تو وہ گورنمنٹ کو بھلی معلوم ہوتی ہیں۔

جب وہ گستاخانہ بے باکانہ شوخی کی باتیں کرتا ہے تو ان کو بھی وہ دیکھکر مسکرا دیتی ہے۔ مگر جب اپنی شرارت سے شیطینت کی باتیں کرتا ہے۔ تو اس کو مودب بنانے کے لئے تازیانہ زنی سے خبر لیتی ہے۔ حضرت سلیمان کے اس مقولہ پر عمل کرتی ہے کہ "بچے کی پیٹھ سے قمچی کے لگنے کا ڈر دور ہونا نہیں چاہئے" مگر معلوم نہیں کہ یہ قمچی کا خوف اسے ٹھیک بناتا ہے یا ڈھیٹھ +

## (ہندوستان کی قومیت و پبلک اوپی نین کا بیان)

ہندوستان میں کچھ کم تیس کروڑ باشندے آباد ہیں مگر ان میں صرف اعلیٰ درجہ کی پیروفیشن (پیشے) رکھنے والے جیسے کہ بیرسٹر۔ وکیل۔ ڈاکٹر و انجینیر وغیرہ ہیں اور سرکاری عہدہ دار اور بڑے بڑے زمیندار یا تعلقہ دار اور اُن کے متعلقین و ملتزمین و اہل قلم اور مذہب کے پیشوا اور رہنما ایسے ہیں جو پبلک کے معاملات اور گورنمنٹ کے قانون میں چون وچرا کرسکتے ہیں۔ یہ سب آدمی قریب ڈیڑھ کروڑ کے ہیں جو بمقابلہ ساڑھے اٹھائیس کروڑ آدمیوں کے قلیل ہیں۔ آبادی کا جم غفیر جاہل ہے۔ ان میں بڑا گروہ صابر شاکر جفاکش کاشتکاران کا ہے جو دن رات محنت کرکے اپنا پیٹ پالنا جانتے ہیں اور کسی اور بات سے خبر رکھنی کی نہ اُن میں قابلیت ہے نہ وہ اس کی پیروا کرتے ہیں۔ وہ خاموش آنکھیں اور کان بند کئے بیٹھے رہتے ہیں۔ گورنمنٹ خواہ کیسی ہی تبدیلیاں اور ترمیمیں و اصلاحیں کیا کرے وہ اُن سے ایسے ہی بیخبر رہتے ہیں۔ جیسے گائے۔ بیل۔ بھینس۔ بھیڑ اور ڈھور ڈنگر۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جیسے کہ ہم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ خشک سالی میں آسمان سے چند انچ مینہہ برساکر اپنی فصل کو سرسبز و شاداب کریں ایسے ہم کو یہ اقتدار نہیں ہے کہ گورنمنٹ کے قانون میں کسی طرح دخل دیں۔ پس ہندوستان کے پبلک اوپی نین میں اعلیٰ فرقہ کو تو کچھ دخل ہے کہ وہ پولیٹیکل ایجیٹیشن پیدا کرے۔ مگر پبلک اوپی نین کے لئے یہ ضرور ہے کہ اس میں سب فرقے خواہ ادنےٰ ہوں یا اعلےٰ شریک ہوں۔ پھر یہ اور خرابی ہے کہ اس فرقہ اعلیٰ میں بھی بہت سے متفرق فریق ہیں جو آپس میں ایسا اختلاف آرائی رکھتے ہیں کہ ان میں اتفاق نہیں ہوسکتا۔ پبلک اوپی نین کے نہ ہونے

سبب یہ ہے کہ ہندوستان میں نہ تو ایک قوم یورپ کے کسی ایک ملک کی طرح ہے۔ نہ یوروپ کے ملکوں کی طرح قوموں کا مجموعہ ہے +

پولیٹیکل سائنس کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ نسل۔ مذہب۔ اتحاد اغراض میں سے ہر ایک قوم بناتا ہے۔ ہندوستان میں ہم نسل ہونا یا ہم مذہب ہونا تو قدرت نے ہی ناممکن بنا رکھا ہے۔ اتحاد اغراض کا ایسا زور آور ہونا کہ وہ مذہب و نسل پر غالب آئے ناممکن نہیں تو نہائت ہی دشوار ہے۔ ہندوستان میں اس قومیت کے خیال کے معدوم ہونے کا یہ نتیجہ ہمیشہ ہوا ہے کہ جو قوم اس ملک کے فتح کرنے کے لئے آئی وہ فتحمند ہوئی۔ وہ ہماری حاکم بنی ہم محکوم

ہندوستان کے مختلف حصوں میں مختلف نسل کے مختلف مذہب کے آدمی جدا جدا رہتے ہیں جنہیں کسی طرح کا اتحاد اغراض نہیں ہے۔ اب اس زمانہ میں قومیت کا استوار ہونا سلطنت کی بقاء اور ترقی کے لئے لازمی ہے۔ اب دنیا میں کوئی سلطنت نہیں۔ جس میں یہ رشتہ قومیت ایسا استوار نہ ہو جیسا پہلے تھا۔ اس لئے ہندوستان میں رشتہ قومیت کا استوار ہونا روز بروز زیادہ ضروری ہوتا جاتا ہے۔ مگر یہاں اس اتحاد کی جگہ عناد بڑھتا جاتا ہے۔ ایک فرقہ ایسا ہے کہ وہ اوپر کے بیان کے بالکل مخالف رائے رکھتا ہے۔ وہ ہندوستان میں ایک قوم کے اور پبلک اوپی نین کے ہونیکا ادعا کرتا ہے۔ جس کا میں بیان نیچے لکھتا ہوں

## (انگریزی تعلیم یافتہ فرقہ کا بیان جو ایک قوم اور پبلک اوپی نین ہونیکا مدعی ہے)

ہندوستان میں انگریزی تعلیم۔ ہندوستانیوں کا زمرہ سب سے زیادہ علم و فضل میں افضل ہے۔ اس میں قوت منتظمہ اور اولوالعزمی عالی حوصلگی مستقل مزاجی روشن ضمیری یہ سب موجود ہیں اس لئے مغربی تہذیب و تعلیم و تربیت کی فوقیت کو تسلیم کر لیا ہے وہ اسی کے طریقہ پر چلتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کے بغیر میں کسی طرح مہذب و شائستہ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے سب سرکاری عہدوں کے قانون کو اچھی طرح سرانجام دیکر اپنی لیاقت کا سکہ جما دیا ہے۔ ہائی کورٹ کی عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر ایسے فیصلے لکھے کہ لندن کی پریوی کونسل کے ججوں نے مان لیا کہ اس کے فیصلے کسی طرح ہمارے فیصلوں سے لیاقت میں کم نہیں۔ اس زمرہ کے

آدمیوں نے بالکل انگریزی جامہ پہن لیا ہے۔ ایک انگریزی ضرب المثل ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ سب سے بری خوشامد تقلید ہے۔ پس اس خوشامد میں انہوں نے ایسا غلو کیا ہے کہ وہ انگریزی چیلے بن گئے ہیں۔ جیسے چیلے کو اپنے گرو کا بانا رکھنا لازمی ہے جس سے وہ اپنے گرو کے چیلے سمجھے جائیں۔ ایسے ہی اس زمرہ نے اپنے انگریزی کپڑوں کا بانا اپنا لباس انگریزی بنا رکھا ہے جو ان کو اور ہندوستانیوں سے ممتاز بناتا ہے اور انگریزی چیلا بتاتا ہے

ان کی تعلیم انگریزی زبان میں ان ہی مضامین میں ہوتی ہے جن میں انگریزوں کی انگلستان میں۔ اس لئے اس تعلیم کا اثر ان کے دل و دماغ پر وہی ہوتا ہے جو انگریزوں کے دل اور دماغ پر کہ وہ اپنے حقوق کے حاصل کرنے میں مثل انگریزوں کے گورنمنٹ سے ضد اور مخالفت کرتے ہیں اور ہمیشہ آگے بڑھنے کا خیال رکھتے ہیں۔ پس وہ ان باتوں میں بھی انگریزوں کے مقلد پورے ہوتے ہیں۔ جیسے کہ چیلوں کو اپنے گرو کی عنایتوں کے سبب یہ امید ہوتی ہے کہ ان کے طفیل سے ان کے تمام مقاصد دینی و دنیوی حاصل ہو جائینگے۔ ایسی ہی ان انگریزی چیلوں کو امید ہوتی ہے کہ برٹش گورنمنٹ کے لطف و کرم سے ہماری ساری تمنائیں بر آسکیں گی۔ قاعدہ ہے کہ جب چیلے اپنے گرو سے ان مدارج اور مقامات کے حاصل کرنے کی استدعا کرتے ہیں۔ جن کے وہ اہل اور لایق گرو کے نزدیک نہیں ہوتے تو وہ اپنے چیلوں سے کہدیتا ہے کہ ابھی تم ان مدارج کے لائق نہیں ہو اور ریاضت و عبادت کرو تو تم اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاؤگے اسی طرح جب یہ انگریزی چیلے اپنے گرو گورنمنٹ سے اپنے ایسے مقاصد کے حاصل کرنے کی استدعا کرتے ہیں جن کے لئے وہ ناسزا ہوتے ہیں تو گورنمنٹ ان کو گھرک و جھڑک کر کہدیتی ہے کہ یہ درخواست تمہاری بے وقت ہے منظوری کے قابل نہیں تو پھر یہ چیلے اپنے گرو سے برگشتہ ہو کر اس کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ اس گروہ میں سب سے زیادہ سربرآوردہ نیشنل کونگریس کی پولیٹیکل جماعت ہے۔ جسکو اپنی قابلیت اور لیاقت کا ایسا زعم و پندار ہے کہ وہ یہ جانتی ہے کہ ہم ان سب کاموں کو کر سکتے ہیں جن کے کرنے سے دنیا میں انگریز قوموں میں زیادہ ممتاز اور

سرفراز ہوتے ہیں بشرطیکہ ہم کو موقعہ ملے۔ پس یہ موقع ملنے کی شرط بڑی بے موقع ہے۔ اگر حقیقت میں ان میں وہ قابلیتیں ہوتیں جن کے وہ مدعی ہیں تو خود موقع نکال لیتے۔ غرض یہ جماعت ادعا کرتی ہے کہ ہم سب ہندوستانی ایک قوم ہیں اور ہم اس قوم کے منتخب وچیدہ ممبر ہیں۔ یہ ایک قلیل جماعت اپنا حق خود بخود ٹھیراتی ہے جس کی وہ مستحق نہیں ہے اور اپنی رائے کو پبلک اوپی نین قرار دیتی ہے جو کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ وہ اس پبلک اوپی نین کے بل پر یہ چاہتی ہے کہ رعایا اپنی رائے سے اپنے میں سے آدمیوں کو انتخاب کرکے اپنے ری پری زنٹی ٹو (وکیل) بنائے جو گورنمنٹ کے سارے انتظامات میں دخیل وشریک ہو۔ اس عظیم الشان گروہ کی عقل سے یہ بات عجیب معلوم دیتی ہے کہ وہ اپنے ملک کی حالت کو نہیں دیکھتا کہ بڑا جم غفیر ان کا اندھا بہرا گونگا ہے۔ اگر اس کو اپنی رائے سے اپنے میں سے ری پری زنٹی ٹو (وکیل) کے مقرر کرنے کا اختیار دیا جائے تو وہ ان تعلیم یافتہ جماعت میں سے شاید ہی کسی کو اپنا وکیل مقرر کریں وہ تو ایسے آدمیوں کو انتخاب کریں گے جو گورنمنٹ کے ساتھ پہلے ہی اجلاس میں گاؤکشی کا مسئلہ پیش کریں چنانچہ لیجسلیٹو کونسل کے اجلاس میں جو سب سے اوّل ہوا تھا یہی سوال ایک ممبر نے پیش کیا تھا کہ گاؤکشی موقوف ہونی چاہیے۔ ایسے ممبروں سے یہ بھی بعید نہیں کہ وہ اپنے اجلاس میں یہ پیش کریں کہ بنگال کے بندوبست استمراری سے بڑا نقصان ہوتا ہے وہ موقوف کیا جائے۔ ابھی ملک میں جہالت کی تاریکی ایسی چھائی ہوئی ہے کہ جب تک اس میں تعلیم کی روشنی نہ پھیلے پبلک اوپی نین کبھی پیدا نہیں ہوسکتی۔ یہ نیشنل کونگریس کی جماعت پبلک اوپی نین اپنی خوش بیان تحریروں اور تقریروں اور جوش وخروش سے نہیں پیدا کرسکتی ہے۔ جن باتوں سے کہ پبلک اوپی نین پیدا ہوتی ہیں وہ ابھی اس ملک سے کالے کوسوں دور ہیں۔ یہ بات مشکل نہیں ہے کہ ایک گروہ اپنے تئیں نقلی انگریز بنالے۔ مگر وہ اصلی انگریز تو جب بن سکتا ہے کہ اپنی رگوں میں انگریزی خون پیدا کرے۔ جس کا پیدا کرنا اس کے حد اختیار سے باہر ہے۔ اسی خون ہی نے سارے بڑے بڑے کام دنیا میں کرائے ہیں۔ مسلمانوں نے اس خون ہی کے بگاڑنے سے اپنے تئیں ستیاناس میں ملایا ہے۔ جن ملکوں کو فتح کیا وہاں آباد ہوگئے وہیں کی عورتوں سے ازدواج کرلئے اپنی نسلوں کو بڑھایا اس سے ان کو یہ فائدہ تو حاصل ہوا کہ انکی تعداد بڑھ گئی۔ مگر ان کی

رگوں میں اسلامی خون نہیں رہا۔ ہندوستان میں ان کی تعداد چھ کروڑ کے قریب ہو گئی۔ مگر ان کی رگوں میں سنٹرل ایشیا کا خون جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے اتنا بھی باقی نہیں رہا جتنا کہ ہومیوپیتھک کی بوتل میں دوا کے قطرے ہوتے ہیں۔ اس خون ہی کے سبب سے جو انگریز کام کر سکتے ہیں وہ ہندوستانیوں سے نہیں ہو سکتے۔ اگر کچھ ہو سکتے ہیں تو ان ہی کی ہدایت اور رہنمائی سے۔ ہندوستانیوں کی لیاقتوں کا انگریزوں کی لیاقتوں سے مقابلہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی گاؤں کی بڑھیا کے چرخہ کا دس ہزار تکلہ چلنے والی سوت کاتنے کی کل سے۔ یا کسی ندی کی کشتی کا دس ہزار گھوڑوں کی قوت کے دخانی جہاز سے۔ ہندوستانیوں اور انگریزوں کی لیاقتوں کا مقابلہ کرنا اس طرح نہیں چاہئے کہ ہندوستانی انگریزی تعلیم پانے سے دیوانی و فوجداری والی فیصلے اور ڈاکٹری اور انجینیری انگریزوں کے برابر کر سکتے ہیں بلکہ یہ مقابلہ اس طرح ہونا چاہئے کہ ان دونوں میں کون زیادہ عمدہ طرح سے ان کاموں کو کر سکتا ہے کہ باد و باراں کے طوفانوں کی تباہی کو کم کرے۔ بڑے بڑے موّاج دریاؤں کی طغیانی کی غارتگری کو گھٹا دے۔ آندھی اور لوؤں کی آفتوں کو کم کر دے۔ آفتاب کی کرنوں کی گرمی کو نرم کر دے۔ یہ کام انگریزوں ہی سے ہو سکتے ہیں کہ وہ زمین کی تہوں میں گھس بیٹھ کر کے اس کے دبے ہوئے خزانے نکال لائیں۔ بڑے بڑے دریاؤں پر پل بنا دیں۔ پہاڑوں میں برموں سے سوراخ کر کے ان کے اندر کی چیزیں نکال لائیں۔ ہندوستان کے تمام حصوں میں مختلف قسم کی چیزوں کو جن کی خبر ہندوستانیوں کے فرشتوں کو بھی نہیں باہر لا کر ان سے ہندوستانیوں کو فائدہ پہونچائیں۔ غرض یہ مفید عملی کام انگریز ہی کرنا جانتے ہیں ہندوستانی نہیں جانتے۔ انگریز ہمارے دریاؤں اور پہاڑوں سے ہماری نسبت زیادہ واقف ہیں۔ سمندر کا حال جو ہم کو تین طرف سے گھیرے ہوئے ہے انگریز ہم سے زیادہ جانتے ہیں وہ ہمارے گرد کے درختوں سے ان کے ناموں سے ان کی صورت شکل سے ان کے پھول پتوں کی خاصیتوں سے ہم سے کہیں زیادہ واقف ہیں۔ غرض انگریزوں کو وہ علم آتا ہے۔ جس سے وہ ساری چیزوں کو جو انسان کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں جانتے ہیں۔ وہ ان باتوں میں اپنے قوائے عقلیہ کو خرچ کرتے ہیں۔ اگر ہم ان کی ریس کچھ کر سکتے ہیں تو ان ہی کی تعلیم کے موافق اپنے قوائے عقلیہ کو کام میں لانے سے۔ ہم اپنے قوائے عقلیہ کے بڑے حصے کو نکمی چیزوں میں

کام میں لاکر برباد کرتے ہیں۔ بھلا ہم کب کوشش کرتے ہیں کہ ہم کو وہ باتیں آئیں جو انگریزوں کو آتی ہیں۔ ابھی تو ہم ان کی تعلیم سے صرف سائنس کے ابتدائی مضامین سے بھی پوری آگاہ نہیں ہوئے۔ یہ اس ہندوستانی جماعت کا خبط ہے کہ وہ اپنے تئیں انگریز سمجھتے ہیں اور ہندوستان کو انگلستان۔ اور اس میں چاہتے ہیں کہ ہم سب کام وہی جو انگلستان میں ٹیمس کے کنارہ پر ہوتے ہیں گنگا کے کنارہ پر کرلیں گے۔ میری غرض اس اوپر کے بیان سے یہ ہے کہ پبلک اوپی نین کے ہندوستان میں پیدا ہونے کی آئندہ مدت تک امید نہیں ہے نیشنل کانگریس کے حامی جسکو پبلک اوپی نین کہتے ہیں وہ ایک خاص فرقے کی اوپی نین ہے جو پبلک اوپی نین کسی طرح سے نہیں ہوسکتی۔ وہ اپنے تئیں تمام ملک کے ری پری زنٹٹو بتاتے ہیں جس کی مثل وہی ہے کہ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ پبلک کا بڑا حصہ ان کو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ہیں کون ؟

میں اپنے پہلے مضمون مطبوعہ رسالہ عصر جدید فروری مارچ میں بیان کرچکا ہوں کہ پبلک اوپی نین کے اظہار کا آلہ پریس ہے سو اس کا بیان لکھتا ہوں ۔

## (ہندوستان میں پریس کی اقسام)

ہندوستان میں دو قسم کے پریس ہیں۔ ایک انگریزی زبان کے دوسرے ہندوستانی زبانوں کے۔ انگریزی زبان کے پریس کے مالک یا انگریز ہوتے ہیں یا ہندوستانی۔ ان میں سے بعض میں انگریزی زبان کی کتابیں۔ بعض میں نرے اخبارات۔ بعض میں کتابیں اور اخبارات دونو چھپتے ہیں۔ دیسی زبانوں کے پریس کے مالک اکثر ہندوستانی ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض میں فقط کتابیں۔ بعض میں صرف اخبارات۔ بعض میں اخبارات وکتب دونو چھپتے ہیں

## (انگریزی زبان کے پریس جن کی مالک انگریز ہیں)

جن پریسوں کے مالک انگریز ہیں اور ان میں انگریزی اخبارات نکلتے ہیں۔ ان میں سے بعض کے بڑے وسیع کارخانے ہیں ان کی آمدنی بڑی۔ خرچ بھی بڑے۔ انگلستان سے۔

روزانہ تاروں پر مسلسل دار ساری دُنیا کی خبریں اُن ایجنسیوں سے آتی ہیں جن میں کل دُنیا کی خبریں تاروں پر دوڑی چلی آتی ہیں۔ غرض ان کے پریس کا بڑا عظیم الشان کارخانہ ہوتا ہے ان کے مالک متمول اور دولتمند ہوتے ہیں۔ وہ بڑے بڑے نقصانوں کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ اُن کے منیجر بڑی بڑی تنخواہیں پاتے ہیں۔ اُن کے دفتر میں کلرک بہت سے ہوتے ہیں اور معقول تنخواہ پاتے ہیں۔ اخباروں کے اڈیٹر اچھی تنخواہوں پر انگلستان سے بلائے جاتے ہیں قاعدہ ہے کہ ہندوستان میں انگلستان سے کبھی کوئی کسی پیشہ و ہنر و علم و فضل کا صاحب کمال اعلےٰ درجہ کا نہیں آتا۔ بعض متوسط درجے کے اور اکثر متوسط و ادنیٰ درجہ کے درمیانی لیاقتوں کے انگریز آتے ہیں۔ ایسے ہی یہ اڈیٹر ہوتے ہیں کہ ان میں یہ لیاقت ضرور ہوتی ہے کہ وہ اپنے اخبار بینوں کو دنیا کی ضرورتوں سے آگاہ کردیں۔ معاملات ملکی میں جو بڑے بڑے مُدبّرانِ ملکی تحریریں و تقریریں کریں ان سے مطلع کردیں۔ وہ خود جانتے ہیں کہ دنیا میں آجکل کیا حادثات وقوع میں آرہے ہیں۔ ان کو دُنیا کی ایک دو سال کی زمانہ حال کی تاریخ پر عبور ہوتا ہے جس کا جاننا اڈیٹری کے لئے ضرور ہے مگر انگلستان کے اخباروں کے بعض اڈیٹروں کی قابلیتیں وہ نہیں رکھتے۔ اس لئے ہندوستان کے یہ انگریزی اخبار مہذب قوموں میں بڑی وقعت نہیں رکھتے۔ ان کی اشاعت بھی وہاں کے برابر یہاں نہیں ہوتی۔ ہندوستان میں اور انگلستان میں بھی یہاں کے بعض اخبار بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کو بعض انگریز صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ یہ آزاد اخبار نہیں ہیں وہ ملٹری و سول افسروں کا اورگن ہیں۔ ان میں وہی لکھا جاتا ہے جو اُن کا منشاء ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ مصداق اس شعر کے ہیں سے

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند     آنچہ استادِ ازل گفت ہماں میگویم

اس کے سوا بعض اڈیٹر یہ شیوہ ناستودہ اختیار کرتے ہیں کہ علی العموم ہندوستانیوں کی ساری باتوں کو بُرا کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی بھلائیوں کو بھی بُرا بیان کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک خدا نے اپنی مخلوق میں کوئی جانور ہندوستانیوں سے زیادہ ارذل اور مبتذل پیدا ہی نہیں کیا۔ سگ باش و ہندوستانی مباش۔ فاتح کی طرف سے مفتوح کے حق میں جسقدر تذلیل و تحقیر کی باتیں کہی جاتی ہیں وہ برملا کہتے ہیں۔ انگریزوں کی خوبیوں کو

ہندوستانیوں کی برائیوں کے مقابلہ میں بیان کرتے ہیں جو کبھی کسی نیک کام کے لئے مفید نہیں ہوسکتیں۔ ع

بدنہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سُنے ٭ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سُنے

شریف انگریز کبھی کوئی لفظ ایسا زبان سے نہیں نکالتے جس سے ہندوستانیوں کی تذلیل وتحقیر اس سبب سے ہو کہ انگریز فاتح اور ہندوستانی مفتوح ہیں۔ ایسی باتیں کہنی تو اوچھے اور رذیل آدمیوں کا کام ہوتا ہے۔ پس جب یہ آزار دینے والی باتیں ان انگریزی اخباروں میں چھپتی ہیں تو ہندوستانی اخبار نویس دل آزردہ خاطر رنجیدہ ہو کر ایسے جوش میں بھر جاتے ہیں کہ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور انگریزوں کی عیب گیری یہاں تک کرتے ہیں کہ وہ انگریزوں کی قوم کو بُرا کہنے لگتے ہیں اور ان کے نیک کاموں پر خاک ڈالتے ہیں۔ جب انگریزوں کے اخبار یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ہندوستانیوں پر یہ احسانات کئے ہیں کہ ملک میں بدامنی کی جگہ امن امان قائم کیا۔ کسی مذہب میں مداخلت نہیں کی۔ تو اس کے جواب میں ہندوستانی اخبار کہتے ہیں کہ یہ تو اس زمانہ کی ہر گورنمنٹ کی معمولی باتیں ہیں۔ انگریزوں نے اس پر کیا اضافہ کیا ہے۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سڑکیں وریلیں بنائیں۔ بڑے بڑے دریاؤں پر پل بنائے۔ نہریں جاری کیں۔ تار لگایا۔ پوسٹ آفس کا انتظام کیا۔ تعلیم سے ہزاروں جاہلوں کو فیض یاب کیا۔ رفاہ عام کے لئے قوانین جاری کئے۔ عدالتیں انصاف کے لئے رعایا کے گھروں کے نزدیک قائم کیں۔ جیل خانوں میں قیدیوں کو کام سکھلائے۔ تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ سارے کام اپنے فائدے کے لئے کئے۔ کوئی کام خالص اور خاص ہمارے لئے نہیں کیا۔ ایسے کاموں سے انگریزوں کو بہ نسبت ہندوستانیوں کے سو درجے زیادہ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ عدالتوں میں انصاف فروشی ہوتی ہے۔ جس عدالت میں دس آنے خرچ ہوتے ہیں۔ اس میں ایک روپیہ کی آمدنی ہوتی ہے یعنی تقریباً **چالیس فیصدی کا فائدہ گورنمنٹ کو ہوتا ہے۔** سڑکوں دریلوں و نہروں کی آمدنیوں کا تو ٹھکانا نہیں۔ پولیس جیسی حفاظت کرتا ہے وہ ظاہر ہے۔ دیوانی عدالت میں جو فیصلے ہوتے ہیں ان کی نسبت یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ جو ہارا وہ مرا جو جیتا وہ ہارا جیل خانوں میں چوروں وٹھگوں وبدمعاشوں کو پیشے وہنر سکھا کر گورنمنٹ اپنی آمدنی بڑھا کر ان سے چوتھ لیتی ہے اور نیک معاشوں کی آمدنی گھٹاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ اس طرح کے انگریزوں کے اخبار ہندوستانیوں کی دل آزاری کر کے ہندوستانیوں سے اپنی قوم کی خدمت کراتے ہیں اور

ان کو احسان فراموش بتاتے ہیں۔ ہندوستانیوں اور انگریزوں کے درمیان جو بدگمانی کا دریا حائل ہے۔ اس کا پاٹ بڑھاتے ہیں۔ مشکل ہے یہ انگریزوں کے اخبار اور ہندوستانیوں کے اخبار اپنے ان برے شیووں کو چھوڑیں اور اخباروں کی آزادی جیسی اور ملکوں کے لئے رحمت و نعمت عظمیٰ ہے اس ملک کے لئے بنے۔

ان انگریزی اخباروں سے اینگلو انڈین کو بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ سے ان کو جن باتوں کی شکایت ہوتی ہے ان کے دور کرنے کے لئے ان اخباروں میں تحریروں کے طومار کے طومار لکھے جاتے ہیں۔ انگریزوں کو ہندوستان کی جن چیزوں سے فائدہ پہونچ سکتا ہے وہ ان کو بتا دیتے ہیں۔ ان کے حقوق کے قائم رکھنے اور ان کے بڑھانے میں وہ بڑے حامی ہوتے ہیں۔ جب ان کے حقوق میں گورنمنٹ دست اندازی کرتی ہے تو وہ گورنمنٹ کی مخالفت میں کسی بات کو اٹھا نہیں رکھتے۔ اس کی بہت سی مثالوں میں سے ایک مثال ایلبرٹ بل کی لوگوں کو یاد ہوگی۔ یہ اخبار اینگلو انڈین کی پبلک اوپی نین کا اظہار کرتے ہیں جس کے سبب سے اس کا اثر انگلنڈ و ہند ہر دو گورنمنٹوں پر پڑتا ہے۔ بعض دفعہ اسی پبلک اوپی نین کی طرفداری کے سبب سے گورنمنٹ کو نقصان پہنچنے لگتا ہے۔ جیسا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں ہوا تھا جس کے سبب سے گورنمنٹ نے پریس کی آزادی کے قانون کو منسوخ کردیا۔ انگلش پریس سے گورنمنٹ کا جتنا نقصان ہونے لگا تھا اتنا ہندوستانی پریس سے نہیں ہوتا تھا۔ اس پر انگریزوں کو بڑا غصہ آیا کہ دو تو بدخواہوں اور نیک خواہوں کو ایک ہی لکڑی سے گورنمنٹ نے ہانکا۔ یہ اخبار عموماً انگریزوں کے جرائم کے بیان کرنے میں صداقت اور عدالت کا پہلو نہیں اختیار کرتے۔ ان کی حمایت کرتے ہیں۔ اگر کسی ہندوستانی کو انگریز مار ڈالتا ہے تو جہاں تک ان کا بس چلتا ہے اس کے ملیامیٹ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پھر بھی یہ اخبار ہندوستانیوں کو بہت سے فائدے پہنچاتے ہیں۔ انہوں ہی نے ہندوستانیوں کو اخبار نویسی کا فن سکھایا ہے۔ وہی ان کو تمام مدبران ملکی کی تحریروں و تقریروں سے واقف کرتے ہیں۔ دنیا کے سارے حال سے جو گذر رہا ہے آگاہ کرتی ہیں۔ یہ اخبارات ہی ان کو زمانہ حال کی تہذیب پر چلنے کے لئے [illegible]

اخبار نہ ہوتے تو ہندوستانی یہ نہ جانتے کہ اور قومیں کس طرح سے جہالت کی تاریکی سے نکل کر تہذیب و شائستگی کی روشنی میں آئیں۔ ہندوستانیوں پر اس وقت یہ اخبار مہربان ہوتے ہیں کہ وہ کوئی کام گورنمنٹ کی خیرخواہی کا کرتے ہیں۔ حد سے زیادہ ان کی تعریف کرتے ہیں

ذکاء اللہ

# مناکحت میں بے احتیاطی

## نمبر (۱) ذات* کی پابندی

بدقسمتی سے آج مسلمانوں کا کوئی کام ایسا نہیں جس پر اعتراض نہ وارد ہوتا ہو۔ اُن میں طرح طرح کی سوشل برائیاں موجود ہیں جن کا رونا رویا جاتا ہے۔ بہت سے مراسم واجبات کا درجہ اختیار کئے ہوئے ہیں اور قوم کو اندر ہی اندر گھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ ان رسموں میں سے بعض شادی نکاح سے متعلق ہیں اور ان ہی کو میں لبحاظ ان کو دیرپا اثر کے سب سے زیادہ مضرت رساں خیال کرتا ہوں۔ چونکہ مناکحت سے تمام عمر تک کے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں اور زوجین ایک دوسرے کا حتی الامکان مرتے دم تک ساتھ دینے کا گویا عہد کر لیتے ہیں۔ لہٰذا اس موقع پر کم اندیشی و سہل انگاری یا حزم و ہوشیاری جو کچھ عمل میں آوے اس کا اثر طرفین کی خوشی و راحت اور ان کی زندگی کی کامیابی یا ناکامی پر بہت گہرا ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات افراد سے گذر کر ملک و قوم تک پہونچتا ہے۔ اسی خیال نے مجھکو اس مضمون کی نسبت فکر و اظہار خیالات پر آمادہ کیا۔

مناکحت میں جو بے ضابطگیاں مسلمانوں میں برتی جاتی ہیں وہ چند ہیں۔ ان میں سب سے اول میری نظر پابندیٔ ذات پر پڑی۔ کیونکہ اس کا تعلق آغاز نسبت سے ہے

عموماً قصبات و دیہات میں اور بعض اوقات شہروں میں بھی شادی کے خیال کے ساتھ ہی ہمسری ذات پر غور کیا جاتا ہے مثلاً لڑکی خاندان سادات سے ہے۔ تو لڑکا بھی سید ہو۔ پھر دونوں ایک ہی نسل سے ہوں اس سے بڑھکر یہ کہ جس شہر یا قصبہ کی سکونت ہے اُس مقام کے لحاظ سے مورث اعلیٰ بھی مشترک ہو اس پر بھی بس نہیں۔ بلکہ یہاں تک ٹٹول کی جاتی ہے کہ ان ہی فرضی گروہوں میں سے کسی دوسرے گروہ سے

* گو اصل لفظ جات ہے مگر غلط العام فصیح پر عمل کر کے اس کی اردو شکل یہاں اختیار کی گئی ہے۔

کسی زمانہ میں قرابت تو نہ ہوئی تھی۔ اگر اتفاقاً ایسا گناہ ہو گیا۔ تو ذات میں کمی آگئی۔ اس خیال کو اس درجہ وقعت دی جاتی ہے کہ بلحاظ کمی و راستی ذات کے درجے مقرر کئے جاتے ہیں۔ میرے محلے میں ایک بزرگ تھے جن کو اس خیالی صحت نسل کی اس درجہ فکر و جستجو رہتی تھی۔ کہ ہر خاندان کے انہوں نے نمبر مقرر کر دیئے تھے مثلاً برادری کے جو لوگ مدت سے آپس میں مناکحت کرتے چلے آتے ہیں۔ ان کو وہ "سولہ آنہ" کا درجہ دیتے تھے اور جس بدنصیب خاندان میں کبھی غیر کفو کی عورت سے شادی ہو گئی ہو خواہ کتنا ہی زمانہ گذر گیا ہو اس خاندان کا درجہ بلحاظ اُس عورت کی ذات کے "چند آنہ" کم ہو جاتا تھا۔ مثلاً پونے سولہ آنہ۔ چودہ آنہ یا آٹھ آنہ۔ ایسے توہمات اس تاریکی و بیفکری کے زمانہ کے مناسب ہوں تو ہوں جب کہ تہذیب مردہ ہوئی جاتی تھی۔ قوم ترقی معکوس کر رہی تھی اور ہمارے خیالات محض نمائش و خودغرضی تک محدود تھے۔ آجکل جبکہ زمانہ ترقی کر رہا ہے تنگ خیالی و تعصب حقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ مختلف قومیں اور مختلف ممالک ایک دوسرے سے اتحاد و ارتباط پیدا کر رہے ہیں۔ تو ہندو جن سے ہم نے یہ تنگ نظری سیکھی۔ اس کو برا سمجھ کر ایسے خیالات کی ایسے زمانہ میں کس قدر شرم و افسوس کی بات ہے کہ ہم خلاف احکام خدا و رسول اور خلاف رواج ممالک اسلام اپنی متحد قوم کو فرضی گروہوں میں تقسیم کر کے اپنی ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیں +

ظاہر ہے کہ ابتداً ہندوؤں نے ذاتیں (رجات) قائم کیں جس کی بنا خاص وجوہ پر تھی۔ یعنی اُس زمانہ میں فاتحین و مفتوحین میں اس سے بھی زیادہ علٰحدگی تھی جتنی ہمارے یورپین فاتحین کے اور ہمارے درمیان ہے۔ چونکہ فاتحین کا گروہ محدود تھا۔ انہوں نے رذیل پیشے مفتوحین کو دیکر اعلیٰ پیشوں کو خود آپس میں تقسیم کر لیا۔ مفتوحین بدنصیبوں نے بھی رذیل پیشوں پر قناعت کر کے ہر پیشہ کو مثل فاتحین کے علٰحدہ علٰحدہ خاندان یا گروہ سے متعلق کر دیا + اس طرح پر بلحاظ پیشہ کے جدا جدا گروہ قائم ہو گئے چونکہ ہندوؤں میں پیشہ منحصر ہو گیا ذات پر۔ پس کسی شخص کا اپنے ہی گروہ میں شادی کرنا اُس پیشہ کو ترقی دینے اور ایک گروہ خاص کو اُس سے مخصوص رکھنے کے لئے ضرور تھا۔ علاوہ بریں تقاضاء بشریت ہے کہ انسان اپنے ہم مشرب کی طرف رجوع کرے۔ اس بنا پر بھی سپاہی پیشہ راجپوت کس طرح پسند کرتا کہ آٹا دال بیچنے والے بنیئے کے خاندان سے تعلقات پیدا کرے۔ یا عالم دین برہمن جو اپنی زندگی کتب بینی و یاد الہی میں صرف کرتا ہو اپنی لڑکی کا عقد ایسے نوجوان سے پسند کرے جو ایک ملک سے دوسرے ملک جا کر جنگ و جدال میں مشغول رہا کرے۔ غرض اختلاف پیشہ کے ساتھ

اختلاف عادات پیدا ہوگیا اور اسی وجہ سے ایک گروہ دوسرے سے بالکل جدا ہوگیا۔ ایک فرقہ گوشت خوار ہے تو دوسرا گوشت خواری کو گناہ کبیرہ جانتا ہے۔ ایک کو شراب سے نفرت قطعی ہے تو دوسرا اُس کو واجب جانتا ہے۔ اس طرح ہر فرقہ کے خاص خاص رسم و رواج پیدا ہوگئے۔ پس اپنے فرقہ سے باہر قرابت پیدا کرنا ایسی ہی مشکل کا سامنا کرنا ہوتا جیسا ہندوستانی کو یورپین لیڈی سے عقد کرنے میں پیش آتی ہے۔ المختصر اہل ہنود کی فرقہ بندی مذہبی وملکی مصالح پر مبنی تھی اور اس زمانہ میں بالکل ضروری تھی مسلمانوں کی بدبختی کہ خواہ مخواہ اس رسم کے پیرو ہوئے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ خدا نے تم میں فرقوں کی تفریق نہیں بتائی۔ رسول مقبول نے اس کی ہدایت نہیں کی۔ بلکہ انما المومنون اخوۃ تم کو صریحاً بتا رہا ہے کہ مسلمانوں میں کسی قسم کا امتیاز ایک دوسرے سے نہیں ہے۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کی مثال ظاہر کر رہی ہے کہ قرابت کے لئے نہ ایک ہی خاندان کا ہونا ضرور تھا نہ ہموطن ہونا۔ ان خاصانِ خدا نے اپنی اور اپنی اولاد کی شادیاں نہ صرف غیر خاندانوں میں بلکہ نو مسلموں تک سے کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامیوں میں یہاں تک یگانگت پیدا کی کہ جب مہاجریں مدینہ پہونچے تو آپ نے مہاجرین وانصارین میں سے بعض کو ایک دوسرے کے ترکہ کا حقدار بنایا۔ خود جو شادیاں کیں وہ غیر کفو میں۔ ہم مسلمانوں میں کون شخص ہے جو دعویٰ کر سکے کہ اس کا خاندان دوسرے خاندانوں سے بالکل الگ تھلگ چلا آتا ہے۔ کیا کوئی سید کہہ سکتا ہے کہ بنی فاطمہ کے علاوہ کسی اور گروہ سے اس کے خاندان میں کسی زمانہ میں تعلقات نہیں پیدا ہوئے یا کوئی شیخ کہہ سکتا ہے کہ اس کے اجداد نے حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ کی اولاد کے سوائے کسی اور خاندان میں مناکحت نہ کی۔ جب حقیقی حالت یہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ فرضی بندشیں کبھی تھی ہی نہیں بلکہ بارہا ائمہ وعلما وسلاطین نے بالکل غیر ملک وغیر مذہب کے لوگوں سے تعلقات پیدا کئے ہیں تو کیونکر یہ ذات بندی قابل تحسین ہو سکتی ہے۔

اس پابندی ذات سے جو نقصانات ہوتے ہیں۔ وہ ظاہر ہیں۔ جب قرابت کا دائرہ محدود ہوگا تو بُرے وبھلے سب اسی میں کس طرح کھپیں گے۔ جب کوئی شخص اپنی ہی برادری میں اپنی لڑکی کیلئے دولہا یا لڑکے کے لئے دولھن تلاش کرے۔ تو ضرور نہیں کہ حسب خواہش بہمہ اوصاف متصف ملے بلکہ اغلب یہ ہے کہ مرضی کے موافق نہ ہوگا۔ بڑی خرابی جو پابندیٔ ذات سے ہوتی ہو وہ یہ کہ ذات کے مقابلہ میں خیالات وتعلیم وتربیت کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اسی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک

شریف طبیعت نیک سیرت عفّت مآب لڑکی ایسے بدمعاش کے پلے پڑتی ہے کہ بیچاری کی تمام عمر اکارت جاتی ہے یا کبھی عقلمند و تعلیم یافتہ لڑکے کا تعلق جاہل و بدتمیز لڑکی سے پیدا کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ مدت تک کے لئے سوختگی طبع و ناموافقت ہوتی ہے۔ علاوہ بریں جو فضول رسمیں یا خاص اخلاقی برائیاں خاندانوں میں ہوتی ہیں وہ بدستور قایم رہتی ہیں بلکہ ترقی کر جاتی ہیں اسیطرح خاندانی امراض جڑ پکڑ جاتے ہیں۔ دوسرے شہروں یا گروہوں کے رسم و رواج۔ عادات و اخلاق کا جو عمدہ اثر کسی خاندان پر پڑ سکتا ہے اُس سے بھی اس پابندی کی بدولت محروم رہتے ہیں بعض اوقات ذات کا خیال ایسی بیرحمی کا باعث ہوتا ہے کہ اپنے خاص عزیزوں سے انسان انتہا بدسلوکی کا مرتکب ہوتا ہے۔ مجھے پانچ چھ شریف زادیوں کی مثالیں معلوم ہیں جو آخر عمر تک تجرّد کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کی گئیں۔ محض اس وجہ سے کہ اپنی برادری میں بر نہ ملا۔

اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ دُنیا میں ایک قوم بنکر ترقی کریں تو اس جھوٹی تشخیص کو بالائے طاق رکھیں۔ سب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ذات کے فضول خیال کو چھوڑکر قرابت کے لئے تعلیم۔ اخلاق۔ تمیز و تہذیب و نیز مالی حالت پر غور کریں۔ جس شخص سے تعلق پیدا کرنا ہو۔ اُس کی ذات خاص کو دیکھیں۔ خود اُس کے محاسن و مصائب کی تحقیق کریں نہ کہ اُس کے آبا و اجداد کا حال تو دریافت کر لیا اور اس کی اصل ذاتی حالت سے کچھ واسطہ نہیں۔ پدرم سکندر بود مرا چہ۔ خاندانی حالت کا اثر ایک گونہ تربیت پر ضرور ہوتا ہے۔ مگر نہ اتنا وقیع کہ اُس کے آگے اور امور کو نظر انداز کر دیا جاوے۔ آجکل تو بسا اوقات یہی دیکھا جاتا ہے کہ جن کے اجداد شریف تھے وہی سب سے زیادہ رذیل حرکات کرتے ہیں

تعجب ہے کہ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر ہندو و مسلمانوں میں شادی کرانے کی تو کوشش کریں اور خود ان کی قوم کی یہ حالت ہو کہ فرضی نسب و جاہت قائم کرکے اُسی میں محدود رہنا چاہے۔

خاکسار

اکرام عالم

# ہمارا فرض اپنے لئے اور مُلک کے لئے

اس میں غالباً کسی کو کلام نہ ہوگا کہ مرد و زن کو صرف اپنے ہی دھندوں میں لگے رہنا نہ چاہئے۔ اُن لوگوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے جو اُن کا سہارا تکتے ہیں۔ یعنی کُنبے کے لوگوں کا۔ مُلک بھی ایک طرح کا بڑا کُنبہ ہے۔ جس کے ہم سب شریک ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے مُلک کی بہبودی کا خیال رکھیں اور اس بہبودی کے خیال کو اور سب خیالوں سے برتر سمجھیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ جب ہم اپنے مُلک کی بہبودی کی فکروں میں پڑ جائیں گے۔ تو ہمارے یا ہمارے اقربا کو کچھ نقصان پہنچے گا۔ اگر ہم صحیح طور سے یہ سمجھ لیں کہ ہمارا فرض ہمارے اور ہمارے اقربا کے حق میں کیا ہے اور پھر اُس فرض کو پورا بھی کریں تو ہم حقیقت میں اپنے مُلک کا فرض بھی ادا کر چکے ✤

پس ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنے قوائے جسمانی و نفسانی اُس کام میں لگائے جو اُس کے لئے نہایت درجہ مفید ثابت ہو۔ یہ خیال اوّل عمر ہی میں ہونا چاہئے۔ اپنے قوئے سے پورا فائدہ اُٹھانے کا ڈھنگ یہ ہے کہ وہ کام کریں جو ہمارے لئے نہایت موزوں ہو۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جو شخص پیدایش ہی سے گاڑی چلانے کا کام کرتا ہے وہ منشی ہو کر اور سارے دن گھس گِس کر کے اپنے آپ کو وہ فائدہ پہونچا سکیگا جو گاڑی چلانے کی صورت میں پہونچا نہ سکتا۔ اُس کے لئے یہی بہتر ہوگا کہ وہ دفتر کی بجائے کسی جگہ کوچبانی کیا کرے۔ اور لیجے۔ جس شخص کے بازو قوی ہوں اور جسے اچھی طرح ہتھوڑا چلانا آتا ہو وہ اگر لوہار ہو جاتے تو خود کو اور ہم سب کو زیادہ فائدہ پہونچائیگا۔ بہ نسبت اُس حالت کے کہ وہ درزی ہو۔ وجہ اِس کی صریحاً یہ ہے کہ جو شخص ایسا کام کرتا ہے جس کے لئے وہ نہایت موزوں ہے وہ اس کام کو آسانی سے کر لیتا ہے اور خوبی کے ساتھ کرتا ہے۔ اور جو شخص ایسا کام کرتا ہے جس کے لئے وہ موزوں نہیں ہے وہ اس کام کو بُری طرح کرتا ہے اور مشکل کے ساتھ کرتا ہے۔ ظاہر ہے شخص اوّل الذکر شخص مؤخر الذکر کی نسبت زیادہ مزے کی زندگی بسر کرے گا ✤

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو کام ہمارے لئے سب سے زیادہ موزوں ہو نہیں مل سکتا۔ پس ایسی صورت میں ہمیں وہ کام کرنا چاہئے جو مل سکتا ہو۔ کوئی معزز شخص ایسا نہ ہوگا جو یہ سمجھکر ہاتھ پاؤں

توڑ کر بیٹھ جاتے کہ ہائے مجھے وہ کام نہیں ملتا جس کے لئے میں نہایت موزون تھا بیوقوف لوگ کوئی کام اختیار کرتے وقت یہ سوچا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں اس خاص کام میں محنت بھی کم اٹھانی پڑے گی یا نہیں۔ مگر عقلمند ہمیشہ یہ دیکھا کرتے ہیں کہ ہمارے لئے یہ کام سب سے زیادہ موزون بھی ہے یا نہیں اور ہم اس کام میں بڑے سے بڑا فائدہ بھی اٹھا سکیں گے کہ نہیں جو لوگ یہ سوچ لیتے ہیں اور پھر سوچ کر اس پر عمل کرتے ہیں۔ وہ اپنا فرض بھی ادا کرتے ہیں اور اپنے ملک کا بھی۔ فقط

سید نذیر حسین

# انجمن اصلاح

(رپورٹ نمبر ۱۹ - ۲۷ مارچ لغایت ۲۳ مئی ۱۹۰۹ء)

| آمدنی | | خرچ | |
|---|---|---|---|
| (آمدنی) چندہ ممبری مفصلہ صاحبوں کا وصول ہوا | | خرچ ڈاک بابت روانگی پوسٹ کارڈ و لفافے و لیکچر ...... | عہ |
| (۲۸) بدرالدین احمد صاحب بی۔ اے۔ الہ آباد (ان کا نام رپورٹ گذشتہ میں پورا درج نہ تھا) | | الاونس محرر بابت مارچ و اپریل .. | عـــہ |
| (۲۱) سید ریاست علی صاحب انسپکٹر آبکاری ضلع چمپارن | عہ | میزان خرچ | [illegible] |
| (۲۲) احمد علی علی بھائی نور بھائی صاحب بمبئی | عہ | خرچ فاضل بموجب رپورٹ ۱۸ | [illegible] |
| (۲۳) محمد لطیف صاحب بھری آباد ضلع غازی پور | عہ | میزان کل خرچ | [illegible] |
| (۲۴) میر ستار حسین صاحب۔ گلبرگہ | عہ | آمدنی منہا کی گئی | صہ |
| (۲۵) سید علمدار حسین صاحب۔ بنوڑی (علاقہ پٹیالہ) | عہ | فاضل ذمہ صیغہ بتاریخ ۲۳ مئی ۱۹۰۹ء | [illegible] |
| کل | صہ | | |

ممبروں نے اس زمانہ میں جو کام کیا ہے اس کی اطلاعیں کمتر وصول ہوئی ہیں۔ سید علمدار حسین صاحب واسطے ریاست پٹیالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ بعد سوم شہدائے کربلا قصبہ بنوڑ کے شیعوں نے مندرجہ ذیل تجویزیں طے کیں +

## شادی و غمی کی اصلاح

شادی میں ناچ رنگ۔ جہیز۔ بری کی نمائش اور دہڑی بالکل موقوف کی جاویں اور باقی امور زیر تجویز رہے۔ غمی میں فی الحال صرف قل تیجے آٹھ بعد اصلاح قائم رکھا گیا۔ اور کل موقعوں پر برادری کا کھانا موقوف کیا گیا۔

محرم میں شب ہشتم کی گشت کو جس میں فقیروں کی طرح دربدر مانگتے پھرتے تھے بند کر دیا گیا ہے اور بجائے اس کے مجلس عزاداری دی گئی ہے۔

شادی و غمی کے اخراجات میں جو کمی بزرگان بنوڑنے کی ہے۔ وہ اُس پر قائم رہیں اور شیطان جو بموجب کلام الہی کے ہم کو اسراف کے ذریعہ سے افلاس کے واسطے تیار کرتا ہے اس کی اطاعت پکے دل سے چھوڑ دیں۔ اور معاملات میں ناموری کی جگہ اصل فائدہ کو دیکھا کریں تو زہے قسمت اُن کی۔ اور خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اُن کی پیروی کریں۔ لیکن یہ سب اگر عارضی ابال ہو تو اصلاح نہ کرنا اس سے بہتر ہے۔ تاہم جب تک سید علمدار حسین صاحب وہاں ہیں۔ یقین ہے کہ لوگوں سے عمل کرتے رہیں گے اور سب ممبر اپنے ضلعوں میں ایسا ہی کریں گے۔

سید ریاست علی صاحب ممبر صیغہ نے جامع مسجد چپارن میں وہ لیکچر جو سکرٹری نے لکھنؤ کانفرنس میں پڑھا تھا حاضرین مسجد کے روبرو پڑھا اور اچھا اثر ہوا۔

## اصلاح غمی

احمد علی علی بھائی نور بھائی صاحب کے دادا کا انتقال ہو گیا۔ اس پر اس لایق نوجوان نے فضول رسوم ناموری ترک کیں اور صرف کل رسوم موتی میں مبلغ ۵ خرچ کئے۔ جو بالمقابل سابق بہت کم صرف تھا۔ بمبئی میں بہت سی فضول خرچیاں خیرات کے نام سے ہوتی ہیں اور مسلمان ایک لاکھ روپیہ ماہوار سے زیادہ بیکار کھوتے ہیں۔ کاش وہ اپنے خیر کو اصول شرع اور عقل کے تابع کریں۔

## ایک ممبر کا انتقال

ہم کو نہایت افسوس ہے کہ عدن میں ایک ممبر صیغہ منشی صلاح الدین صاحب متعلق بمبئی گرینیڈیر نے انتقال فرمایا۔ اور مسٹر محمد نور خان صاحب ممبران نیاز علی صاحب ممبران نے تیمارداری میں بہت مدد دی۔ مرحوم ایک مستقل مزاج نوجوان تھے۔ انہوں نے پختہ ارادہ کیا تھا کہ برادری کی رسوم بد کو دور کر دونگا۔ خاصکر اپنے میں جو ہونے والی تھی۔ خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

## اصلاح اوقاف رنگون

عبد السلام صاحب رفیقی زبردست کوشش رنگون میں کر رہے ہیں کہ وہاں مختلف اوقاف کے لئے جو ڈیڑھ کروڑ روپیہ کی رقم ہے۔ اس کو متولیوں کی بدعنوانی یا فضول خرچی سے نکال کر مفید کاموں میں لگایا جاوے کام بہت بڑا۔ بہت مفید اور قابل تحسین و امداد ہے۔ ہم سب اس ٹاگ اوف وآ (جدال بالمقابل) میں نیک نیت مصلح کی فتح کے واسطے دعائے خیر کرتے ہیں +

## فیس ممبری کی بحث

ہمارے ممبران کمیٹی بھی سب رائے دینے کی تکلیف نہیں اٹھاتے البتہ خواجہ غلام السبطین۔ مسٹر نیاز احمد (مجوزان) کی رائے جو اپریل میں چھپی تھی کہ چندہ نہ ہونا چاہیئے۔ اس کی بابت شیخ فیض اللہ صاحب کی رائے یہ ہے

"ہر ممبر اصلاح تمدن کو لازم ہوگا کہ حتی الوسع ایک روپیہ چندہ ممبری کا ادا کرے اور اگر کوئی ممبر کسی معقول وجہ سے چندہ نہ دے سکے تو وہ معذور سمجھا جاوے۔ ایسی صورت میں اُس کا نام ممبری سے خارج نہ کیا جاوے گا۔ اور کوئی رقم کسی صاحب سے زیادہ وصول ہو تو وہ بہ شکریہ قبول کی جاوے گی"

مسٹر اکرام عالم بی اے چندہ کو ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن خاص عدالتوں میں ان کے نزدیک سکریٹری مستثنیٰ کر سکتا ہے +

مسٹر نذیر احمد چندہ کو ضروری سمجھتے ہیں

میری رائے میں چندہ نہ ہو تو بہتر ہے اور کثرت رائے جن ۵ ممبر صاحبان نے منجملہ ۲ رائے دینے کی تکلیف اُٹھائی ہے اسی کی تائید کرتی ہے۔ لیکن ایک بات کی کمی رہ جاتی ہے۔ یا تو سکریٹری کو دو آدمیوں کے برابر کام کرنے کی طاقت ہونی چاہیئے یا کوئی نسخہ کیمیا سازی کا بنایا جاوے۔ اس وقت تک ۴۲ ممبروں نے چندہ بھیجا ہے پھر بھی للعہ قرضہ صیغہ کے اوپر پچھلے ۱۷ ماہ میں ہو گیا ہے +

میرے نزدیک شیخ فیض اللہ صاحب کی ترمیم مذکورہ بالا معقول ہے۔ اور اگر کثرت رائے اس کے خلاف نہ ہوئی تو اُس کا اعلان رسالہ جولائی میں کر دیا جائے گا۔ فقط +

## رپورٹ بابت اصلاح از سید احمد حسین صاحب

میں نے جولائی ۱۹۰۷ء میں بلاکسی تحریک کی نہایت خوشی کے ساتھ محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے صیغۂ اصلاح کے ممبر ہونے کی درخواست کی اور مجھکو میرے معزز اور مقتدر دوست سیکرٹری صیغہ نے ممبر ہونے کی عزت دی۔ اور اس کے ساتھ ہی مجھکو "رسالہ عصر جدید" کی خریداری کا فخر حاصل ہوا + مجھکو جولائی سے اسوقت تک اپنے عملی کاموں کے متعلق کوئی رپورٹ بھیجنے کا بوجہ اپنی عدیم الفرصتی کے اتفاق نہیں ہوا۔ ممبر ہوتے ہی بس عملی طور سے فرائض ممبری کی تکمیل کی جانب متوجہ ہوا مجھکو مناسب معلوم ہوا کہ جن امور کی اصلاح کے واسطے میں تیار ہوا ہوں۔ اس کی ابتدا اپنی ذات یا اپنے خاندان سے کرنی چاہئے۔ تاکہ دوسرے میری فہمایش سے متاثر ہوکر پورے طور سے میرے خیالات پر عامل ہوں اور دوسروں کو کسی بات پر جو میری ذات سے متعلق ہو نکتہ چینی کا موقعہ نہ ملے چنانچہ میں نے اپنے عملی کاموں کی ابتدا اس طریقہ سے کی

### (۱) "خیرات کا بیجا صرف"

سب سے پہلے میں نے عملی کام یہ کیا کہ ایک خاصی بھلی رقم جو میرے ہاتھوں سے ہر ماہ و ہر سال نکلکر میرے کٹے ہوئے تازے گداگروں کے ہاتھوں کو گرم کیا کرتی تھی اُس کا دینا اِن لوگوں کو جو اولاً میری رائے میں خدائی کے حصہ دار جانتے تھے یکقلم موقوف کیا۔ اور گو مجھکو اوّل اوّل اپنی اس عادت کے روکنے میں ضرور دقت ہوئی۔ لیکن آج میری حالت یہ ہے کہ ایسے بھیک منگوں کی آواز تک مجھکو ناگوار معلوم ہوتی ہے +

چونکہ مجھکو اپنے صوبہ کے اکثر شہروں۔ قصبوں اور دیہات پر جانے کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ لہذا اکثر ایسے ایسے ڈبل گراں ڈیل اور مسٹنڈے جوگیوں۔ فقیروں۔ سائیوں اور گداگروں سے سابقہ پڑا ہے جن کی صورت دیکھکر ہی مارے خوف کے اکثر کمزور مار کھانے کی نشانی کے لوگ اپنی جیب خالی کرنے کو تیار ہوجاتے ہوں گے۔ لیکن چونکہ خیر سے خداوند کریم نے مجھکو خواہ مخواہ مرد آدمی کی بھی عزت سے ممتاز فرمایا ہے۔ لہذا میں نے ہمیشہ ایسے "خدائی جمعداروں" کو ٹکا سا خشک جواب دیا اور مجھکو یاد نہیں پڑتا۔ کہ اس قلیل مدت میں جب سے مجھکو صیغہ اصلاح کی ممبری یا عصر جدید کی

خریداری کی عزت ملی کسی دریوزہ گر کا منتر مجھ پر چلا ہو۔ بڑے بڑے ڈبل بھوتوں سے مجھکو اس عرصہ میں سابقہ پڑا۔ لیکن بحمد اللہ میں کسی کے قبضہ میں نہ آیا۔

میں اپنے تمام اعزا۔ اقارب۔ دوست۔ احباب۔ ملنے جلنے والوں کو صیغۂ اصلاح کے مقاصد واغراض سے متاثر کرنے کی کوشش کرتا رہا اور کرتا رہتا ہوں۔ کوئی جلسہ۔ کوئی مجلس۔ کوئی مجمع جس میں مَیں موجود ہوں اس کا ذکر کئے بغیر نہیں رہتا۔ اور اس قدر قلیل عرصہ میں بہت سے احباب کو اپنا ہم خیال خُدا کے فضل سے کر لیا ہے۔

دریوزہ گروں کو میں نے جب کبھی دیکھا اُن کو اس حقارت آمیز عادت سے نفرت دلانے کی کوشش کی اور مزدوری کی جانب بہتوں کو رغبت دلائی جن میں سے دو ایک نے مجھ سے اس قبیح خصلت کو ترک کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ اور ممکن ہے کہ حسب وعدہ گداگری کو ترک کر دیا ہو۔

میں اپنے تجربے ومشاہدے کی بنا پر وثوق کیساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اکثر خواتین تقسیم خیرات میں نمایاں پارٹ لیتی ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اُن کی نیچرل رقیق القلبی ان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ ہوگیوں۔ بھکاریوں کی دردناک مصنوعی آوازیں سُنکر کسی نہ کسی طریقہ سے اُنکی جھولی بھردیں۔ لہٰذا عموماً ہمارے بہی خواہانِ قوم کا اور خصوصاً ممبران صیغۂ اصلاح کا سب سے پہلا کام میری رائے ناقص میں خیرات کے بیجا صرف کے روکنے ہیں۔ یعنی کہ یہ چاہئے کہ وہ اپنے اپنے رشتہ داروں اور اپنے احباب و دیگر عوام الناس کی مستورات کو اولاً مسئلۂ خیرات اور اس کے اصول سمجھادیں۔ اور اس ذریعہ سے وہ اُن کے ذہن نشین کر سکیں گے کہ دراصل موجودہ طریقہ خیرات دہی کا کسی طرح سے زیبا و پسند خدا نہیں ہے۔ اور اس طریقہ سے مسلمانوں کی بہت بڑی دولت جس میں روپیہ۔ پیسہ۔ غلہ۔ کپڑا وغیرہ سب اجزاء دولت کے شامل ہیں محفوظ کر سکیں گے۔ اس جگہ پر چشم دید دو قصوں کا ذکر خالی از لطف نہ ہوگا۔

میں اپنے ایک عزیز سے ملنے گیا۔ میں اپنی بزرگ خواتین کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک جوگی صاحب نے دروازہ پر سے صدا دی "مائی خدا بھلا کرے۔ تیرے جملہ مطلب پورے ہوں۔ تیری اولاد زندہ رہے یہ سائیں کئی دن کا بھوکا ہے۔ کسی نے ایک ٹکڑا روٹی کا بھوکے کو نہ دیا۔ اب اس گھر پر حاضر ہوا ہوں...... ہے کوئی حسینؑ کا پیارا! جو حسینؑ کے صدقہ میں سائیں کو ایک ٹکڑا روٹی کا اور ایک پارچہ کپڑے کا دے"

اس کے بعد وہ ذات شریف لگے زور شور سے رونے۔ اب کیا تھا مستورات کے واسطے اس قدر کافی تھا کوئی خاتون ایک جوڑا کپڑا نکال رہی ہے۔ کوئی بی بی کھانے کا انتظام کر رہی ہے۔ کوئی معظمہ روپیہ پیسہ کی ڈھیری لگانے کی فکر میں ہیں! میں نے جو دیکھا کہ اس مفت خور کا جادو بھولی بھالی خواتین پر پورے طور سے چل گیا۔ اولاً میں نے طریقہ خیرات پر ان حضرات کی خدمت میں ایک مختصر اور پُراثر لکچر عرض کیا۔ پھر موجودہ موقعہ پر ہاتھ روکنے کی استدعا کی۔ چنانچہ میں نہایت خوش ہُوا کہ میری عرضداشت اس معاملہ میں منظور ہوئی اور سائیں صاحب کو خشک جواب کہلا بھیجا گیا ٭

دوسرا واقعہ حال ہی کا ہے۔ ایک ہفتہ ہوا جبکہ میں اپنے ایک نہائت قریبی رشتہ دار کے گھر میں تھا کہ دروازہ پر ایک فقیر صاحب کہیں بھولے چوکے آ دھمکے۔ دروازہ پر سے لگے صدائیں لگانے حتیٰ کہ اُس گھر میں دو تین معظمہ تھیں سب نے بالاتفاق بھیک دینے کا حکم دیا اور میرے عزیز بھائی نے بھی انکی متابعت کی۔ میں نے ہرچند اپنے کو روکا۔ لیکن مجھ سے ایک خاصی بھلی رقم اس مفت خور کے ہاتھ میں جاتے ہوئے دیکھنا کسی طرح سے گوارا نہ ہُوا۔ اور بالآخر قبل اس کے کہ کسی خادمہ یا لڑکے کے ذریعہ سے فقیر صاحب کو وہ رقم پہونچائی جاوے۔ میں نے بلا استمزاج اپنے عزیز کے کہلا بھیجا کہ کچھ حاضر نہیں ہے۔ خشک جواب کا ملنا تھا کہ فقیر صاحب لگے غل مچانے "ارے بابا! تکیہ کے فقیر ہیں۔ کبھی نہ کبھی تیرے دروازہ پر آتے ہیں۔ مجھے خالی پھیرتے ہوئے خدا سے شرم نہیں معلوم ہوتی۔ میں تو بلا کچھ لئے ہوئے نہیں ہٹنے کا"! بس اتنا سُننا تھا کہ بدن میں آگ ہی تو لگ گئی۔ ادھر جو اُن کو دینا تجویز کیا گیا تھا اس کو روکدیا۔ اور خود انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ فقیر صاحب ایک ۳۰-۳۲ سال کے سن کے نہائت مشٹنڈے اور مشٹنڈے ایک سرج کی اچکن نہیں بلکہ شیروانی در بر اور ایک نفیس شالی رومال بردوش ڈالے ہوئے ہیں۔ اُن کو اس ہیئت و شکل میں دیکھکر اور بھی غصہ ہوا۔ اور جو کچھ میری زبان میں آیا وہ جائے نہیں بلکہ بیسیوں سیدھی ٹیڑھی صلواتیں اُن کی خدمت میں پیشکش کیں۔ اور آخرکار ان کو ٹھنڈے ٹھنڈے چلے جاتے ہی بن پڑا ٭

ان دو اور بہت سے اور چشمدید واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مستورات کو بھی خیرات کے متعلق افہام تفہیم کی ضرورت ہے۔ المختصر اپنے خیال میں اس خاص اور ضروری شاخ اصلاح میں مجھکو خدا کے فضل سے ایک درجہ کامیابی حاصل ہوئی اور امید ہے کہ میری آیندہ دل توڑ کوششیں اس سے بھی زیادہ نتیجہ خیز ہوں گی

## (۲) پرہیز از مسکرات

ئیں خُدا کا شکر کرتا ہوں کہ میں نے خود کسی شے از قسم مسکرات کا کبھی استعمال نہیں کیا۔ حتیٰ کہ تمباکو کا بھی کسی طریقہ سے استعمال نہ کیا ہے نہ استعمال کرتا ہوں اور نہ قصد آیندہ کو ہے - ورنہ میں اس کی اصلاح کی ابتدا اپنی ہی ذات سے کرتا +

اس قلیل زمانہ زیر رپورٹ میں ایک شخص کے سر سے شراب خواری کا بھوت اُتارنے میں کامیاب ہوا۔ اکثروں کو افیون وغیرہ کے ترک کے واسطے فہمایش کر کے کی اور بالآخر ترک کا وعدہ لیا۔ گو کہہ نہیں سکتا کہ کس حد تک اُن حضرات کو ایفاء وعدہ کا خیال رہا ہو لیکن بقول ؎ حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس بچو در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید کے میں نے اپنا فرض تو ضرور ادا کر دیا +

## (۳) شادی و غمی کی مواقع پر فضول خرچی اور اُس کا انسداد

یوں تو میں اپنے دوست احباب و اعزا کو ہر ایک قسم کی فضول خرچیوں سے بچانے کی فکر کرتا رہتا ہوں لیکن اس صیغہ اصلاح کے متعلق بھی عملی کارروائی کی ابتدا اپنی ہی ذات سے انسب معلوم ہوئی +

(۱) سب سے پہلے وہ تمام فضول خرچیاں جو جدید طرز معاشرت کا نتیجہ کہلائی جا سکتی تھیں اور جو اسراف کے قابل اعتراض ہیڈنگ میں آسکتی تھیں ترک کرنے کا التزام کیا گیا

(۲) اسی اثناء میں میرے بچہ کے ختنہ کی تقریب ستمبر میں قرار پائی تھی اور اس موقعہ پر ایک معقول رقم صرف کرنے کا انتظام میرے اعزا نے کیا تھا۔ لیکن میں نے ان تمام مصارف کو بیجا سمجھ کر علماء کرام سے فتوے لے کر تمام تقاریب کو غیر ضروری قرار دیا - اور چونکہ یہ پہلا موقع خاندان میں اس قسم کی اصلاح کے عملدرآمد کا تھا۔ لہٰذا میری تجویز کو جو اکثر رسوم کے بند کرنے اور بہت کم روپیہ خرچ کرنے کے متعلق تھی ہر ایک میرے عزیز اور اہل برادری نے نہایت کم وقعتی اور نفرت آمیز نظروں سے دیکھا اور مجھکو ہر ایک کے ناوک طعن کا نشانہ بننا پڑا۔ لیکن میں تھا کہ نہایت مستقل مزاجی سے اپنی اسی رائے پر اڑا رہا۔ صرف میری تجویز پر مکرر غور کرنے کی غرض سے تقریب ختنہ ایک مدت غیر معین تک ملتوی کی گئی۔ اور میں نہایت خوش ہوں کہ ۱۲ ذی الحجہ مطابق ۱۸ فروری ۱۹۰۹ء کو میرے بچہ کا ختنہ انہیں محدود و معیّن

رسوم کے ساتھ کیا گیا جن کا میں نے نہائت مستقل مزاجی کے ساتھ ابتداہی میں فیصلہ کر لیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اس وقت اُن خرابیوں کے متعلق جو بڑے اسکیل پر ختنہ کرنے سے مصارف کثیر کا نتیجہ ہوتیں۔ میں بہت سے جدید روشنی اور نیز پُرانے خیالات کے عزیزوں کو اپنا ہم خیال وہم آواز پاتا ہوں اور اُن سب کو میرے اصول سے اتفاق اور اُن کے فوائد سے اعتراف ہے۔ جن کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں میں نے بڑی کوشش اور بڑے بڑے لوگوں کے اختلاف کا مقابلہ کرنے کے بعد ایک عمدہ مثال تقریب ختنہ کے موقع پر فضول خرچی سے بچنے اور زائد رسوم کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنے کی اپنے تمام خاندان میں قائم کردی ہے۔ جس سے نہ صرف میرے ہی خاندانی لوگ بلکہ میرے بہت سے ہموطن و دیگر خاندان ایک کافی سبق لیں گے اور امید ہے کہ تھوڑے ہی زمانہ میں بہت لوگ اُن رسوم کو جو صرف خلاف شرع ہی نہیں بلکہ ایک معتد بہ رقم صرف کرنے کی باعث ہوتی ہیں۔ ہمیشہ کے واسطے خیرباد کہنے پر دل سے تیار ہو جاویں گے

اسی سلسلہ میں میرا اس قدر کہنا شاید بیجا نہوگا۔ کہ اگر یونہیں جملہ افراد قوم یا ہر ایک خاندان کا ہر سر برآوردہ ممبر یا بزرگان و ہمدردان قوم کمر ہمت و استقلال۔ فضول رسوم کے مسدود کرانے پر چست باندھ کر آمادہ ہو جاویں۔ تو قوم کے پنپنے میں بہت تھوڑا وقت صرف ہوگا۔ ہم کو کم سے کم اپنے ملک ہی کی دیگر اقوام سے سبق لینا چاہئے جو روز بروز فضول رسمیں نہائت تشدد اور پامردی کے ساتھ ترک کرتے جاتے ہیں دیگر اقوام میں خاصکر اسی غرض سے اکثر کمیٹیاں۔ اکثر انجمنیں اور اکثر گروہ قائم کئے گئے ہیں۔ لیکن بڑا افسوس ہے ہم ہیں کہ ذرا بھی اپنی حالت زار پر توجہ نہیں کرتے۔ اور لکیر کے فقیر ہو رہے ہیں۔ اور نفع نقصان میں کوئی فرق نہیں کر سکتے

جو رقم مجھکو بڑے اسکیل پر ختنہ نہ کرنے کی بدولت اس موقع پر پس انداز ہوئی۔ اس میں سے کچھ روپیہ اپنے ایک بھائی کو صرف دستکاری وصنعت کا کام سیکھنے کی غرض سے دیا گیا۔ چنانچہ اُس نے تجارت و دستکاری کا کام اُس سے شروع کر دیا۔ اور باقی روپیہ بچہ کی آیندہ تعلیم وتربیت کے متعلق علیحدہ کر دیا گیا اور اُس کے واسطے انتظام معقول کیا جاوے گا +

میرے ایک دوست منشی سید محمد منیر صاحب محافظ دفتر محکمہ سروے ممالک متحدہ ضلع ہمیرپور اپنے بچوں کی ختنہ کے موقع پر بہت سا روپیہ صرف کرنے والے تھے میں نے اپنے حوالہ سے ان کو کم مصارف کی ترغیب دی۔ جو میرے مہربان نے نہائت خوشی سے منظور کی۔ اور جو رقم اُن کو اس طرح سے پس انداز

ہوئی - اس ہی سے حسب استدعاء راقم مبلغ عاؔ سید صاحب نے "عصر جدید" کے نام سے علیحدہ کرنے کا وعدہ فرمایا - چنانچہ یکم جنوری سے "عصر جدید" سید صاحب کے نام جاری ہونے کے واسطے میں نے درخواست بھیجدی - اور امید ہے کہ رسالہ "عصر جدید" ماہ جنوری کا ممدوح کے نام جاری ہو گیا ہوگا

اور بہت سے احباب و اعزا کو دیگر تقاریب کے مواقع پر رد اسم فضول و صرفہ کثیر کے ترک کرنے کی فہمائش کی گئی اور وعدہ انسداد کا لیا گیا +

## (۴) نابالغی کی شادی کا ترک اور رضامندی زوج و زوجہ

جہاں تک مجھ کو تجربہ و مشاہدہ نے بتلایا میں کہہ سکتا ہوں کہ اب ہندوستان کے مسلمان بھی ان خرابیوں سے واقف ہونے لگے ہیں جو بلا تراضی فریقین (میاں بیوی) شادی کرنے سے پیدا ہوتی اور ہو سکتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے ماں باپ اس پرانی رسم کے نقائص اور نیز اُس کے معائب سے آگاہ ہو کر اوّل درجہ لڑکوں کی منظوری شادی کے مسئلہ میں ضروری سمجھنے لگے ہیں - مجھکو دور جانے کی کیا ضرورت ہے - میں بطور نمونہ کے ایک اپنا ہی خاندان پیش کرتا ہوں - ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ مثل اور بہت سے اسلامی خاندانوں کے میرا خاندان بھی اس بلا سے محفوظ اور مستثنیٰ نہ تھا کہ شادی کے متعلق لڑکے کی رضامندی کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور گو آج تک ہمارے بزرگوں کو ان دقیانوسی خیالات کی رسم سے کوئی بُرا سبق نہیں ملا تھا جو اُن کو اپنے آبائی طریقہ کو چھوڑنے کی جانب مائل کرتا لیکن تعلیم انگریزی کی بدولت میرے خاندان کے نوجوانوں کو اس ترمیم قانون قدیم کی جانب رجوع ہونے سے بزرگان خاندان کو بھی اپنی توجہ اس اہم اور ضروری مسئلہ کی جانب منعطف کرنا پڑی +

اپنے خاندان میں خیر سے مَیں پہلا شخص ہوں کہ جس نے اس رسم جدید کی (جو ہر پہلو سے ممدوح ہے اور جس کی کوئی شاخ کسی طرح سے مقدوح ہو نہیں سکتی) بنیاد ڈالی - گو ابتدا میں ہدف ملامت کا نشانہ ضرور بنا لیکن چونکہ میں اپنے سب بھائیوں میں بڑا تھا لہٰذا میں نے اپنے تمام بزرگانِ خاندان کو افہام تفہیم سے ہموار کیا اور اب خدا کے فضل سے لڑکوں کو پورا اختیار دیدیا گیا ہے کہ جس مقام پر وہ رضامند نہوں کھلم کھلا اپنی نارضامندی کا جس طریقہ سے وہ چاہیں اظہار کر دیں - چنانچہ جو شادیاں ہوئیں لڑکوں کی رضامندی سے اور آئندہ بھی اسی طریقہ پر عملدر آمد ہوگا - اور بلا امتزاج لڑکے کے کوئی شادی اب ہمارے خاندان میں نہیں ہوتی

امید ہے کہ میرے خاندان کی تقلید سے دیگر خاندان بھی مستفید ہوں گے اور اس رسم کی ترویج سے جو جو فوائد مستنبط ہوتے ہیں ہیں۔ میرے جملہ اعزا اور میرے تمام احباب بھی خوب واقف ہیں یا تمام دیگر خاندان جن میں یہ رسم رائج ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مجھ کو اس رسم کے اجرا میں بہت سی کوششیں کرنی پڑیں لیکن سمجھداروں دانشمندوں اور دور اندیشوں کی خدمت میں صرف میرا ایک ہی مرتبہ کا التماس اُن کو میرا ہم خیال کرنے کے واسطے کافی ہوا گیا۔ اور جب ایک بار میری اوّل کی کوشش میں کامیابی ہو گئی پھر تو راستہ صاف ہو گیا

چونکہ ہندوستان میں اس رسم کا سلسلہ ایک عرصہ دراز سے چلا آتا ہے کہ شادی میں کوئی ضرورت لڑکے اور لڑکی کی رضامندی کی نہیں ہے اور یہ کہ والدین مختار کل ہیں جہاں چاہیں لڑکوں۔ لڑکیوں کو جھونک دیں اور اب تک اس رسم کی پابندی بلاچون وچرا ہوتی رہی۔ لہٰذا اُس کے خلاف میں کوشش کرنا "کوہ کندن وکاہ برآوردن" کا مصداق ہے اور اس رسم کہنہ کا دفعیہ بھی ایک چشم زدن میں ناممکن ہے زمانہ جہاں ہماری تمام ضرورتوں کو مہیا کرتا جاتا ہے اور لوگ اپنی دنیاوی ضرورتوں کو خود بخود محسوس کرتے جاتے اور دع ما کدر وخذ ما صفا پر عامل ہوتے جاتے۔ تکلیف دہ رسوم اور اوہام پرستیوں کو عموماً چھوڑتے جاتے اور عقل سلیم جن باتوں کو پسند کرتی ہے وہ اُن کو اختیار کرتے جاتے ہیں وہاں اس رسم میں بھی رفتہ رفتہ ایک نمایاں تغیر ہوتا جاویگا اور آخر کو ہم یا ہماری اولاد پورے طور سے حسب ضرورت اس رسم کی بھی عادی اور اُس پر عامل ہو جاویگی۔ ہاں یہ ضروری کہ ہم کو اس کی جڑ جما دینے اس کے فوائد کو جو اظہر من الشمس ہیں عوام کی نظر میں لانے اور جو نقائص و نقصانات اس کے برعکس عملدرآمد میں رونما ہوتے ہیں۔ لوگوں پر ظاہر کرتے رہنا اور کوشش بلیغ سے کبھی غافل نہ رہنا چاہئے کہ لوگ اُن سے بخوبی واقف ہو جاویں اور پھر ممکن ہے کہ عام طور سے یہ رسم مستحسن مانی جاوے

شاید بہتر ہوگا کہ شادی کے متعلق آزادانہ استمزاج کی اجازت بالفعل لڑکوں ہی تک محدود رکھی جاوے۔ میرے خیال میں اس موقع پر اکثر آزاد منش احباب ضرور کہہ اٹھینگے کہ "جب لڑکوں کو اس قدر استحقاق آزادی سے دئے جاویں تو کوئی وجہ مانع نہیں ہے اور بڑی بیرحمی ہوگی کہ لڑکیاں اس آزادی سے محروم رکھی جاویں"۔ لیکن اس کے متعلق جو کچھ مجھ سے میرے اکثر احباب نے اپنی رائے ظاہر کی ہو اور نیز جو کچھ میری رائے ہو اُس کو میں ابھی ریزرو رکھنا مناسب سمجھتا ہوں فقط

سید احمد حسین

# ماہ گزشتہ

## ایڈیٹری نوٹ

### حقہ اور پان اور سگار

آجکل چند اخباروں میں تمباکو اور حقہ کی کثرت کے متعلق مضامین چھپے ہیں۔ ۲۱۔ اپریل ۱۹۰۶ء کے اہل حدیث امرتسر میں ڈاکٹر راجنداس صاحب نے طبی اور ڈاکٹری طور پر پان کا مضر صحت ہونا اور زیادہ پان خوشی کا نشہ آور ہونا ظاہر کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب آخر میں لکھتے ہیں کہ جس حالت میں حقہ پینا شرع کے بموجب مکروہ سمجھا گیا ہے تو پان سے ہر وقت منہ سرخ رکھنا بھی منع ہوگا۔ ایڈیٹر صاحب اہل حدیث نے اس پر نوٹ دیا ہے کہ نشہ آور ہے تو بیشک منع ہونا چاہئے

میں اس معاملہ میں کوئی رائے دینا نہیں چاہتا کہ نہ طبیب ہوں اور نہ عالم دین۔ ایک ڈاکٹر کی رائے اوپر لکھدی ہے اور ایک عالم کی رائے بھی لکھتا ہوں +

**شریعت مدار علامہ شیخ عبد العلی ہروی طہرانی** جو دنیا کے نامور مقرروں۔ علماء اور حکما میں شمار ہونے کے لائق ہیں حال میں اتفاق سے دو ماہ مالیر کوٹلہ میں مقیم رہ کر گئے ہیں۔ ان کا ایک وعظ سنکر شمس العلما مولانا حالی نے فرمایا تھا کہ یہ بزرگ تعلیم قدیم اور حکمت اسلامیہ کا ایک کامل نمونہ ہے۔ خود میں نے کوئی شخص علوم شریعت میں ایسا نہیں دیکھا جو ایک سی ج جامعیت ان جیسی رکھتا ہو اور فصاحت میں ان کا مثل نہیں سنا۔ حالانکہ سید احمد خاں مرحوم اور مولوی نذیر احمد اور محسن الملک اور لارڈ کرزن و مسز بیسنٹ کو سنا ہے۔ البتہ علامہ موصوف کی فصاحت سمجھنے کے لئے خاص علمیت کی ضرورت ہے

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ ایک رئیس نے مجلس عزا میں قبل شروع مجلس آپ سے دریافت کیا کہ میں حقہ اندر منگالوں آپ نے کہا کہ میں خود حقہ کو جائز نہیں سمجھتا۔ عزا خانہ میں پینا کیسا۔ پانی پت میں علامہ موصوف نے حقہ اور پان کے متعلق جب اس کے شائقوں نے زیادہ اصرار سے وجہ کراہیت و حرمت پوچھی تو مفصلہ ذیل بیان فرمائی

"تمباکو زمانہ نبوی میں نہ تھا۔ نفیاً یا اثباتاً اس کے لئے کوئی حکم نبی یا آئمہ کا نہیں ہو سکتا۔ البتہ جن لوگوں کے نزدیک اس حدیث کے سب روات قوی ہیں جس میں آیا ہے کہ میری امت پر ایک زمانہ آئے گا کہ یاکلون الدخان دھواں لوگ کھائیں گے وہ تمباکو نوشی حرام سمجھتے ہیں۔ جو اس حدیث کو ضعیف سمجھتے ہیں اجتہاداً وہ اس کو اس وقت مباح بیان کر سکتے ہیں جب تمباکو خواہ پان سے فائدہ طبی صحیح ہو۔ سوال کیا گیا اس شرط کی کیوں ضرورت ہے جب شارع نے حرمت یا حلت کی تخصیص نہیں کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ ادلہ اولیہ قطعیہ یعنی قرآن میں اسراف کے خلاف حکم ہے۔ پس اگر بلا فائدہ کے حقہ یا پان کا استعمال ہو تو اسراف ہے اس لئے خلاف شرع ہے اور اجتہاد اس کو جائز نہیں کر سکتا۔

پان کے ساتھ پھکا توا چونہ آپ نے فرمایا مطلقاً حرام ہے۔ کیونکہ مٹی کی قسم سے ہے۔ افیون قلیل یا کثیر (اگر دوا نہ ہو یا اور کوئی دوا اس کے سوا نہ ہو) بوجہ مسکر ہونے کے حرام ہے۔

اس نوٹ کے لکھنے سے کسی شرعی مسئلہ پر زور دینا منظور نہیں ہے۔ لوگوں کی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ بعض چیزوں سے اُن کو ایسی محبت ہے کہ اُن کے مخالف اگر خدا و رسول بھی کہیں تو کبھی یقین نہ کریں۔ اس لئے حقہ یا پان چھوٹنا سر دست محال ہے۔ مگر سمجھدار لوگ ڈاکٹروں سے یا طبیبوں سے مشورہ کرنے کے بعد اس اسراف کی شاخ کو اختیار کریں تو بہتر ہے۔ جس قوم میں اسراف و ناعاقبت اندیشی کے ہاتھی ہضم ہو جاتے ہیں۔ اُن میں تمباکو اور پان کے مچھر کا غائب ہو جانا کیا تعجب ہے۔ فقط

## شاعری

نواب میرزا داغ نے (خدا بخشے) اردو زبان میں تغزلیت کو جس قدر مانجھا ہے اس کی مثال میر تقی کے بعد ملنی مشکل ہے۔ اُن کے کلام میں چوچلا اور رسیلا پن تھا۔ جس طرح میر کے کلام میں درد۔ ذوق میں محاورہ بندی۔ غالب میں حکمت و عقل اور ناسخ میں تصنع و مشکل پسندی تھی۔ ایک دوست نے اُن کی موت کے متعلق الملاعدی ہے (معلوم نہیں طنز ہے یا ظرافت ہے یا سچ) جس کو ذیل میں درج کرتے ہیں۔

" جنازہ کے ساتھ اٹھارہ ہزار شعرا تھے۔ دو ہزار نے اسی دن خودکشی کر لی کہ اُستاد کی اصلاح سے محروم نہ رہیں۔ سامنے ایک جھنڈا تھا جس پر نہایت جلی حروف میں لکھا تھا۔

## ~ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

پانچ ہزار معتقد نہایت دردناک لے میں یہ شعر پڑھتے جاتے تھے ~

خانۂ عشق بے چراغ ہوا + آج راہی جہاں سے داغ ہوا

قطعے۔ رباعیاں۔ مرثیے۔ نوحے۔ ترکیب بند اس قدر لکھے گئے کہ ہندوستان کی کاغذسازی کمپنیوں نے بیس روپیہ سینکڑہ منافعہ کا اعلان کر دیا اور انگلستان سے اس قدر جہاز بھر کر کاغذ کے آئے کہ روسی بیڑے کو کوئلہ پہونچانا بند ہو گیا۔ مسلمانوں کے اکثر بچے جو اس سال پیدا ہوئے اُن کا نام **داغ** یا **نواب میرزا** رکھا گیا"

خیر خدا اس پر رحم کرے یہ بزرگ پچھلے زمانہ کی یادگار تھا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

**چار غلط فہمیاں** نہایت زور شور سے بعض صاحبوں نے سکریٹری صیغہ سے اپیل کیا ہے کہ تمام دنیا کو اسراف سے منع کرتے ہو۔ علیگڑھ کالج نے پینتیس ہزار روپیہ جو لکھنؤ میں قوم کے نام سے جمع کیا ہے وہ کرکٹ ٹیم ہیں لٹانے والا ہے اس کی اصلاح کیوں نہیں کرتے۔ اس اوّل غلط فہمی کا جواب یہ ہے

**لا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا**

نواب علی صاحب مرادآبادی کو اور دیگر مضامین نویسوں کو چاہتے تھا کہ اس معاملہ کو اوّل نواب محسن الملک بہادر سے ایک پوسٹ کارڈ لکھکر تحقیق کر لیتے۔ اس خبر کی دراصل جہاں تک کالج کے منتظمین کو تعلق ہے کچھ اصل نہیں ہے اور علیگڑھ گزٹ اس کی تکذیب کر چکا ہے۔ ہمارے جوشیلے اہل مذہب کو یاد ہوگا کہ بدگمانی کوئی اعلیٰ ترین صفت نہیں ہے

دوسری **غلط فہمی** اُن شیفتگانِ مدرستہ العلوم کو ہوئی ہے جو محض اس وجہ سے **البشیر** اور **ذوالقرنین** میں نواب محسن الملک بہادر سے اظہار ناراضی کر رہے ہیں کہ وہ تاریک خیال علماء کا بہت ادب کرتے ہیں۔ اُن کے ورود کا حال دھوم دھام سے چھاپتے ہیں۔ حالانکہ کالج کی بنیاد اسی فرقہ قدیمہ متعصبہ کے مخالفوں نے مضبوط کی ہے ہم کہتے ہیں کہ شاید ایسا ہی ہو۔ مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ کروڑوں مسلمان ان علماء دین کی عزت کرتے ہیں جہاں لاکھوں اُن کو تاریک خیال سمجھتے ہیں۔ پس اُن کی عزت و

احترام پر ناراض ہونا یا اُن کی تحریروں کے انسٹیٹوٹ گزٹ میں چھپنے پر ناخوشی کا اظہار کرنا مناسب نہیں - البتہ علماء کے تعصبات سے بچنا لازم ہے - لیکن ایسا بے تعصب ہونا بھی ٹھیک نہیں کہ اسلام اور دینِ محمدی سے بے رخ اور بے پروا ہونے کو انتہائے روشن خیالی سمجھ لیا جاوے -

مپندار سعدی کہ راہِ صفا ✣ تواں رفت جز در پے مصطفےٰ

البتہ ہمارا کام صرف اس قدر ہے کہ رسولؐ کے اصل مطلب اور مقصد اور کلام الٰہی کو منشاء اور احکام باطنی کا پتہ لگا دیں - ہماری ترقی اگر اسلام چھوڑ کر ہوئی تو وہ قومی ترقی نہ ہوگی کیونکہ مسلمانوں میں سوائے کلام اللہ اور رسولؐ عربی اور قبلہ کے کوئی ایسی چیز مشترک نہیں جو اُن کو ایک قوم بناتی ہے - اسی لئے ہم ان طعنوں کو برداشت کرتے ہیں جو مذہب سے ناواقف نوجوان عصرِ جدید یا صحیفہ کی مذہبی حیثیت پر کرتے ہیں

تیسری غلط فہمی انجمن حمایت اسلام کے متعلق بحث کنندوں میں ہو رہی ہے

ایک فریق چاہتا ہے کہ انجمن بحالِ سابق قائم رہے -

دوسرا فریق چاہتا ہے کہ انتظامِ کالج کی باگ نو تعلیم یافتگاں کے ہاتھ میں رہے

تیسرا فریق (اخبار وکیل اور اس کے دوست) چاہتے ہیں کہ کالج شکست ہو جاوے کیونکہ وہ ادنیٰ درجہ کا ہے اور آمدنی یتامیٰ کے نام سے ہوتی ہے - ایک بہت بڑا یتیم خانہ اور یتیموں کا مدرسہ بنے ✣

فریق اول قومی خیر خواہ ہے مگر انانیت اور تنگ نظری کے ساتھ ✣ فریق دوم قومی خیرخواہ ہے مگر مغرب کی بے سمجھ تقلید کے ساتھ - فریق سوم قومی خیرخواہ ہے اور اسلامی اصول دیانت کو ہاتھ میں رکھتا ہے - البتہ مباحثہ اور تحریریں مناظرانہ درشتی استعمال کرتا ہے اور شاید اس نے آشتی کے ساتھ بلاطفت فریق اول و دوم کے سامنے اپنی وجوہات نہیں رکھے

کیا اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے یہ مناسب نہ ہوگا کہ ایک مختصر کمیٹی ایک درجن آدمیوں کی بالکل مجاز فیصلہ کر دی جاوے اور وہ کچھ انتظام کر دیوے

چوتھی غلط فہمی اور سب سے زیادہ قابل تاسف کیونکہ سب سے اعلیٰ طبقہ میں ہے وہ یہ ہے

کہ قوم میں وہی شخص لائق انسر ہی ہیں اور صیانت رائے رکھتے ہیں جو قوم کے واسطے مطلق کوئی زحمت گوارا نہ کریں۔ چنانچہ سنٹرل سٹینڈنگ کمیٹی کانفرنس نے **متفق الرائے** ہوکر ایک ممبر کی اس تجویز کو نامنظور کردیا کہ **کمیٹی حاکمہ و منتظمہ یعنی مرکزی کمیٹی** کا ممبر وہی شخص ہو جو پہلے کانفرنس کا ممبر بن جاوے۔

کیونکہ اس کمیٹی کی رائے میں پیش امام ہونے کے لئے مسلمان ہونے کی یا انسان ہونے کے لئے حیوان ہونے کی یا تحصیلدار ہونے کے لئے سپاہی ہونے کی ضرورت نہیں جب اُس فرقہ کی جو بمنزلہ ہمارے دماغ کے ہے یہ حالت ہو تو ہم جوشیلے اخباری مضمون نگاروں کی یا مدرستہ العلوم کے سابق طلباء کی یا جماعت اسلام کے منتظموں کی یا مخالفوں کی حالات پر کیسے اظہار تعجب کریں

ہر غنچہ لب شگفت آلا دل من ٭ اے وا دل من لے وا دل من

جو قوم اصول کی جگہ نمود پر قائم ہو اُس کو آسمان یا زمین کی کوئی طاقت برداشت نہیں کرسکتی

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ؁

یعنی اے وہ لوگو جو خدا پر ایمان لائے ہو۔ خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو نہ کہ محض خطاب یافتہ لوگوں کے ساتھ۔ فقط

ایڈیٹر

**خلوِ دماغ یا بیکاری**

لارڈ کرزن بہادر بالقابہ ایک فصیح مقرر ہیں اور بعض اوقات دوران تقریر میں ایسے فقرے کہہ جاتے ہیں جو قطع نظر اس سے کہ صحیح ہوں یا غلط بہ وجہ پُرزور ہونے کے بہت سے لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتے ہیں۔ کلکتہ کے جلسہ عطائے ڈگریات کے موقعہ پر چند ماہ ہوئے انہوں نے ہندوستانیوں کو نصیحت کی تھی کہ آپ لوگ راست شعار بنو۔ قول و فعل میں راستی اختیار کرو۔ اس ملک کے باشندوں کے اور عام اہل مشرق کے دل و زبان میں فرق ہوتا ہے اور اُن کو تعلیم بھی ایسی ہی دی جاتی ہے۔" صحیح فقرے یاد نہیں مگر مفہوم کچھ ایسا ہی ہے اور اُس سے بہت ملتا جلتا ہے جو پنجاب **یونی ورسٹی** کے خلاف مضامین میں سید احمد خاں مرحوم نے ۱۸۸۳ یا ۱۸۸۴ء میں زور سے ظاہر کیا تھا ۔

مَیں نے اب تک اس غوغائے قیامت مرکہ کے متعلق جس نے ہندوستان کے اخباروں کو

ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہلا دیا۔ ملک کے لیڈروں نے پُرغضب جلسے کرنے شروع کر دیئے ایک سطر بھی نہ لکھی تھی۔ اس خیال سے کہ جب جوش ٹھنڈا ہو جائیگا تو سچ بات سننی آسان ہوگی ❊

لارڈ کرزن کا خیال تین حال سے خالی نہیں۔ یا اُسیچ ہے یا غلط ہے یا اُس میں غلطی اور راستی دونو مخلوط ہیں۔ اگر سچ ہے تو ہم کو خوشی کے ساتھ اس نصیحت سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے اور اس کا ممنون ہونا چاہیئے۔ اگر غلط ہے تو مسکرا کر ٹال دینا چاہیئے کہ ایک غیر ملک کا شخص (کیسا ہی لائق و معزز ہو) ہماری حالت کیا جان سکتا ہے؟ ہماری صفائی اور راستی تو مسلم ہے! بہت سے ان غلط خیالات کو کہہ کر چلے گئے اور چلے جاویں گے! اگر اس نصیحت میں راستی اور غلطی دونو کے پہلو ہیں تو کوشش کر کے آٹے میں سے بھوسا الگ کرنا اور اچھی نصیحت سے سبق لینا اور غلطی سے قطع نظر کرنا ہمارا فرض تھا ❊

مگر ہمارے لیڈروں اور خاصکر کانگریسی سرداروں نے ایک فضول تحریک شروع کر دی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ نہ ملک کی حالت سے باخبر ہیں۔ نہ وہ ضرورتوں کو جانتے ہیں اور نہ اپنے وقت کو قوم کی اصلی اور خاموش اصلاح میں صرف کرتے ہیں۔ ایسا کرنے تو قوت اور وقت کو لارڈ کرزن کو الزام دینے میں صرف نہیں کرتے بلکہ جلسے کر کے بحث کرتے کہ ہندوستانیوں میں اخلاقی جرأت اور صداقت کہاں تک ہے اور نہیں ہے تو کیوں نہیں ہے اور کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے ❊

ہمارا ذاتی خیال یہ ہے کہ ہز اکسلنسی نے مشرق کے ایک واقعی عیب کو بیان کیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ عیب مغرب میں بھی بہت ہے گو ہم سے کم تر۔ تاہم اس معاملہ کو ایسی فوقیت دینا ثابت کرتا ہے کہ دماغوں میں ٹھوس تعلیم اور تجربہ کے نفوذ کی ضرورت ہے ایڈیٹر

**جاپان کی ترقی کا اصلی راز معلوم ہو گیا**

فروری و مارچ کے عصر جدید میں ایک تقریر چھاپی گئی تھی جس میں جاپان کی ترقی کے اصول ہمارے ایک لائق دوست نے بیان کئے تھے۔ ہم خوش ہیں کہ مارچ میں جو جلسہ سالانہ حسب دستور علیگڑھ کے سابق طلباء کا ہوا اُس میں جہاں تک کہ ہم کو علی گڑھ منتھلی اور

انسٹیٹیوٹ گزٹ کی تحریروں سے معلوم ہوا ہمارے بعض پُرجوش قومی خیرخواہوں اور قومی ہمدردوں نے غور و فکر، بحث و مباحثہ، استقلال و جوانمردی، ہمت و ایثار کے ساتھ جو راز ترقی کا معلوم ہوا تھا۔ اُس پر عمل کرنے کا ارادہ کرلیا اور اس کامیابی کا سہرا زیادہ تر ہمارے ایک بیرسٹر دوست کے سر ہا جنہوں نے علیگڑھ اور کیمبرج کے کلچر کو اپنے پاس جمع کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک مسودہ خاص مارکوئس اٹیو کے ہاتھ کا لکھا ہوا مل گیا تھا۔ اگرچہ وہ صیغۂ راز میں یونیورسٹی ٹوکیو کے محفوظ صندوق میں بند تھا مگر یار لوگوں کے ہاتھ سے کہاں بچ سکتا تھا۔ کولمبس نے امریکہ دریافت کی۔ نیوٹن نے کشش ثقل کا اصول پالیا۔ کیا ہمارے گریجوئیٹ اور لیڈر منش ایک مسودہ (جس میں نوجوانان جاپان نے مارچ ۱۸۶۵ء میں ملک کی ترقی کا زائچہ بنایا تھا) دریافت نہیں کرسکتے؟ بیشک کرسکتے ہیں اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اُس مختصر جلسہ مشورہ کی روئداد کا ایک حصہ ہم چھاپتے ہیں۔

سورج عنسی اٹیو (پریسیڈنٹ) اے میرے دوستو! پچھلے تین ماہ سے آپ غور کررہے ہیں کہ یوروپ میں وہ کون سی بات ہے جس سے وہ آسمان ترقی پر ہے اور جاپان میں وہ کیا عیب ہے جس سے وہ زمین میں نہیں بلکہ تحت الثریٰ کو پہونچ گیا ہے۔ صاحبو! میں نہایت زور سے کہونگا کہ میرے دوست ٹوگو کی رائے غلط ہے کہ یوروپ کے لوگ تجارت اور بحری سفر کی طرف آمادہ ہیں۔ اس لئے ہم سے بازی لے گئے۔ قدیم رومی تاجر تھے پھر انہوں نے کیوں ترقی کی میرا نوجوان دوست کروگی نہایت نیک نیتی سے کہتا ہے کہ ہم سائنس کی طرف متوجہ نہیں ہیں اور فنون جنگ زمانہ حال سے بے بہرہ ہیں اس وجہ سے فرانس وغیرہ ہم کو دھمکا لیتے ہیں۔ حضرات! میں کہتا ہوں کہ سوال یہ ہے کہ آخر ہم کیوں متوجہ نہیں ہیں۔ کیا ہمارے دماغ یوروپ سے کم ہیں (ہیاشی۔ ہرگز نہیں)۔ کیا ہم کمزور ہیں (کروکی۔ ہرگز نہیں)۔ کیا ہم میں دو آنکھیں۔ دو کان۔ ایک ناک نہیں۔ کیا زمین ہماری بار آور نہیں۔ کیا سمندر ہماری کشتی کو پھینکدیتا ہے۔ کیا ہمارا بادشاہ نیک نفس اور دیوتاؤں کا پیارا نہیں؟ (رجی جن شمپو۔ ہرگز نہیں)۔ میں کہتا ہوں کہ تین ماہ سے ہماری کمیٹی نے سب مسائل پر غور کیا اور سارے وجوہات کیا بلحاظ تاریخ اور کیا بلحاظ فلسفہ۔ اور کیا بلحاظ تجربہ فضول معلوم ہوئے۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں بعض نوجوان میرے مخالف بھی ہیں لیکن آپ اجازت دیں اور وعدہ کریں کہ میں نے جو عقدہ حل کیا ہے اس پر عمل کریں گے تو میں آپ کو یوروپ

کی ترقی اور جاپان کی تباہی کا راز بتا دوں گا "ضرور" "ضرور" کی آوازیں) مگر حضرات تھوڑی دیر کے لئے لغو اور بیہودہ نفسانیتوں اور ذاتی کاوشوں سے اور خودبینی سے اپنے دل کو پاک کر لیجئے اور اپنے دل میں دعدہ کر لیجئے اور حتمی عزم کر لیجئے تو میں اس عظیم الشان عقدہ کو دو منٹ میں حل کر دوں گا [اس موقعہ پر آسمان سے ایک زبردست گرج کی آواز آئی۔ جس کو اہل جاپان خدا کی صدا سمجھتے ہیں اور اُس سے ان محبان قوم پر بہت اثر ہوا] - یہ صدائے آسمانی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ آج کا دن جاپان کی تاریخ میں۔ نہیں بلکہ ایشیا کی تاریخ میں نہیں بلکہ دُنیا کی تاریخ میں ایک یادگار زمانہ کا آغاز کرے گا (کمیٹی کے ممبروں میں بے تاب آوازیں بلند ہوئیں "بیان کرو۔ بیان کرو ہم عمل کریں گے")

" اے بندگانِ قوم! اور اے جاپان کے آئندہ لیڈرو! اصل وجہ یوروپ کی ترقی کی یہ ہے کہ وہ ....... (یہاں پر مارکوئس ایٹو نے ایک منٹ توقف کیا) کالر پہنتے ہیں پتلون پہنتے ہیں۔ بوٹ پہنتے ہیں۔ ہم ان تینوں سے محروم ہیں یالی ولقوی کیا ہو گیا ہماری قوم کو۔ اُس کی خودغرضی کو۔ اُس کی نا اتفاقی کو۔ اُس کے افلاس اور اُس کے حسد کو کہ اس آسان تدبیر سے وہ دنیا میں مہذب نہیں ہو جاتی۔ اُٹھو۔ اپنے لباس بدلو اور چشم زدن میں مہذب بنجاؤ"

مسودہ نویس اپنے نوٹ میں لکھتا ہے کہ اس تجویز پر عملدرآمد ہوتے کے ساتھ ہی یہ ملک چھ مہینے کے اندر دُنیا کا مہذب ترین طبقہ ہو گیا +

ہم اپنے دوستوں کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے سخت محنت سے اس قیمتی مسودہ کو حاصل کر لیا۔ اور ایک رزلیوشن کے ذریعہ سے اُسی نقشِ قدم پر چلنے کا عزم بھی کیا۔ ایسی ہی ایسی دریافتیں تو ہم کو مستقبل کے لئے خوش آئند امیدیں دلاتی ہیں۔ بعض بیوقوف کہتے ہیں کہ قوم اوپر سے نہیں بلکہ اندر سے بنتی ہے مگر کوئی اُن سے پوچھو کہ تم سورج بنسی ایٹو بانی جاپان سے بڑھ گئے + بعض خودبین حمقا سنجیدگی۔ کفاشت۔ محنت۔ صداقت۔ عمل ایمان وغیرہ کے الفاظ کو دُہراتے ہیں اور سمجھاتے ہیں کہ قومی ترقی کا راز یہ ہے۔ مگر وہ لوگ قوم کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ مضمون لکھنا۔ علم حاصل کرنا آسان بات ہے۔ مگر قوموں کی اصول ترقی دریافت کرنا ایک کٹھن اور مشکل فعل ہے +

# الحکم لکھنؤ پر رائے

[رسالہ الحکم لکھنؤ میں میرزا محمد ہادی صاحب بی۔اے۔ نے جو مشہور انشاپرداز اور فلسفی مشہور ہیں - طریقہ امامیہ کی تائید میں علمی اور فلسفیانہ رنگ میں نکالا ہے اور قیمت کچھ نہیں صرف ۱۲ر سالانہ محصولڈاک پیر روانہ کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بیکار اور بدچلن مرثیہ خوانوں کو ہزارہا روپیہ تقسیم کرنے اور اسرافات میں امام مظلوم کا نام لیکر روپیہ صرف کرنے کی جگہ امرائے اثنا عشریہ اس رسالہ کی مدد کریں تو بہت بہتر ہوگا ورنہ ایڈیٹر کسی طرح اس کو نہ چلاسکیں گے تاہم مجھکو یقین ہے کہ ایڈیٹر اس ضرورت کو محسوس کریں گے کہ چند فرقہ کو خوش [illegible] ایک پالیٹکل فلک گیر فرقہ ظاہر نہ کریں گے بلکہ [illegible] متانت [illegible] ہے جیسا کہ ایک لائق گریجویٹ سے امید ہونی چاہیئے پیش کریں گے۔ اس رسالہ کے جلد ۱ نمبر ۳ و ۴ پر دو ماہ ہوئے میں نے ایک نوٹ لکھنا تھا جو [illegible] اس لیے میں مناسب سمجھتا ہوں لیکن [illegible] لائق ایڈیٹر الحکم کے پاس ہیں۔ جیسا تھا [illegible] کروں۔ [illegible] عقائد کے شیعہ یا سنی کچھ ہی ہیں [illegible] [illegible] ہیں خط ظ کا فرق ہی تو رہنا چاہیئے ورنہ دونوں تباہ ہو جائینگے ہو رہے ہیں اور ہو چکے ہیں اور مولوی مقبول احمد صاحب جیسے فضیلت کلام دانشمندوں سے بھی میں عرض کرتا ہوں کہ اپنے جوش کو ٹھنڈا کریں اور ان بدزبان جاہل خودوں کی تقلید نہ کریں جن پر وہ ہنسا کرتے ہیں ]

## تنقید کیوں نہیں کی

ایڈیٹر صاحب الحکم نے اس پرچہ کی ایک جگہ شکایت کی ہے اور اگرچہ نام نہیں لکھا مگر صاف طور پر عصر جدید کی طرف اشارہ کیا ہے کہ باوجود ادعائے دوستی تنقید نہیں کی۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ تنقید آسان کام نہیں ہے اور میں بہت عرصہ کے بعد بہت سے پرچے پڑھ کر اچھی طرح مقاصد کو سمجھکر تنقید کرتا ہوں۔ یوں معمولی ذکر دوسری چیز ہے۔ ابھی تک میں آپ کے مشن کے بعید نتیجوں

کا مطلب نہیں سمجھا - اور یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ نوع انسانی پر - اجتماع اسلامی پر - خود فرقہ اثنا عشریہ پر اُس کا کیا اثر پڑے گا - لیکن اس سے ہرگز آپ کی عالیشد ماغی یا لیاقت پر شبہ کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ عذر کرنا ہے کہ اصلاح تمدن اور اصلاح قوم پر ان نظریات کا اثر کب اور کیسا ہوگا - جن رسالوں پر میں نے رائے دی ہے مثلاً الندوہ - الحکم قادیان (معلوم نہیں آپ نے کیوں تماثل لفظی اس سے پسند کیا) - الہدیٰ - معالم یا تو ان کے بہت سے پرچے دیکھے ہیں - یا وہ ایسے معاملات سے بحث کرتے ہیں - جن کے متعلق عرصہ سے رائے قائم ہو چکی ہے

## علیگڈھ کالج سے تعصب رکھنا محض غلط ہے

اس عذر کے بعد مجھ کو یہ شکایت آپ سے ہے کہ آپ اپنے مضامین میں رہی غلطی بعض دفعہ فرماتے ہیں جو رسالہ اصلاح وغیرہ کرتے ہیں یعنی علیگڈھ کالج کو سنیوں کا مجمع سمجھا ہے اور پھر علیگڈھ کے حامیوں کے قصور کو کالج کا قصور قرار دیا ہے اور پھر کسی سنی نے لکھنؤ کے کسی مصنف کو پسند نہیں کیا تو اُس کو اکابر لکھنو اور شیعوں کے خلاف تعصب کی طرف محمول کرتے ہیں مثلاً مولانا حالی کے مقدمۂ دیوان سے آپ نے تعلیم یافتہ گروہ کو مذہبی تعصب میں مبتلا ظاہر کیا ہے - یہ بعید از قیاس منطق آپ جیسے وسیع النظر کو حیرت میں ڈالتی ہے - کیا دوسرے لوگ ایسے دُور از کار تعصبات کی تلاش سے خود آپ کو متعصب قرار نہیں دے سکتے ؟ مولانا حالی نے نہایت آزادی سے شعرا پر رائے لکھی ہے - سودا - میر حسن - انیس - شوق کی نہایت تعریف کی ہے خصوصاً میر انیس کی - اور یہ سب شیعہ تھے - اگر اپنے اصول زبان کے لحاظ سے مولانا حالی نے چند شعراء کو جو مختلف مذہب کے تھے اعلےٰ درجہ کا نہ مانا - مثلاً ناسخ کو جو شیعہ تھے اور امیر کو جو سنی تھے یا گلزار نسیم کے ذہین مصنف کو جو ہندو تھا اور تصنع کا پابند تھا - تو آپ نے کیسے لکھدیا کہ حالی نے سنی ہونے کی

وجہ سے لکھنؤ سے تعصب کیا۔ اگر ایسا ہی نازک مزاج شیعیت کا ہے تو دنیا میں اُن کا خدا حافظ ہے۔ کیا جو شخص ناسخ یا آتش کی شاعری کا قائل نہ ہو وہ ضرور دشمن شیعیان و مبغض اہل بیت ہوگا یا محبت اہل بیت کے ساتھ گلزار نسیم کے مصنف کی ولا بھی کہیں لکھی ہے۔ رہے مولانا شبلی۔ ۔ انہوں نے الفاروق اُس وقت چھاپی جب ۔ کالج سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ مولانا نذیر احمد صاحب نے کوئی کتاب رد شیعہ میں نہیں لکھی۔ نواب محسن الملک کی ۱۸۷۲ء کی تصنیف میں کبھی تو میں دعا رضی ہونی چاہئے۔ جس طرح محسن الملک بہادر نے کبھی سنیوں کی تائید کی اسی طرح میرزا عابد علی بیگ صاحب نے شیعوں کی تائید کی ہے۔ کالج کو اس سے کیا علاقہ۔

---

## اب شیعوں کو کیا چاہئے

میرزا صاحب لکھتے ہیں کہ عصر جدید نے طبقات الانوار کو برا کہا ہے۔ میں نے طبقات الانوار کو کبھی "کنڈمن" نہیں کیا اور کوئی فقرہ میرے مضمون کا ایسا نہیں جس کا یہ مفہوم ہو سکے۔ وہ کتاب بے نظیر ہے لیکن یہ میرا خیال ضرور ہے کہ اس وقت حاجت اس امر کی ہے کہ خود شیعوں کا اسراف دور کیا جاوے۔ اُن کی خیرات صحیح راستہ پر ہو۔ محرم میں نامناسب اور خلاف اصول روایات نہ پڑھی جاویں۔ تنقید احادیث کا کام خود علماء کریں۔ بیکاری اور سستی اور بدچلنی کو غربا اور امرا سے دور کیا جاوے۔ اِن سب کے بدلے ہمارے علماء ہم کو ہمیشہ کتاب الفتن کی تفسیر سناتے رہیں یا جو بات بارہ سو برس سے سنتے سنتے لوگ پکے ہو چکے ہیں وہ دُہرائے جاویں اور اپنی خبر نہ لیں تو یہ فرقہ چند روز کا مہمان رہ جاوے گا۔ آخر اعمال حسنہ میں کوئی ممتاز بزرگی پیروان اہل بیت کی دکھاؤ گے۔ جب لوگ آپ کے مذہب کو عزت سے دیکھیں گے یا محض اسناد کتابی کی بنا پر ترجیح دیویں گے۔ اس سے میری مراد خاص آپ

کے شیوہ پر اعتراض کرنا نہیں ہے ۔ مگر میرے ان خیالات کو بے ۔ ۔ ۔ بہت اور نہ پہلے دینی ہے ۔ کیونکہ یہ عین اور سراسر ہمدردی سے پُر ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ جب غور فرمائیں گے ۔ (اور ضرور غور فرمائیں گے) تو اس نتیجہ تک پہونچیں گے کہ مذہب کی بہترین تائید یہی ہے کہ اہل مذہب کے عادات و اخلاق بہتر کئے جاویں ۔ ورنہ ہماری سب کوشش کا نتیجہ وہی ہوگا جو عرب کے شاعر جاہلیت نے اپنی شراب خواری کا بتایا ہے کہ فرضی عزت باقی رہ کر سب چیزیں ضائع ہو جاویں گی ؎

وَلَقَدْ شَرِبْتُ مِنَ الْمُدَامَةِ بَعْدَ مَا
رَكَدَ الْهَوَاجِرُ بِالْمَشُوفِ الْمُعْلَمِ
فَاِذَا شَرِبْتُ فَاِنَّنِیْ مُسْتَهْلِكٌ
مَالِیْ وَعِرْضِیْ وَافِرٌ لَمْ يُكْلَمِ

"میں نے اشرفیاں چمکتی ہوئی خرچ کر کے جب دوپہر کی گرمی ڈھلی تو شراب پی ہے ۔ پس جب میں شراب پی لیتا ہوں تو مال کو تو ہلاک کر دیتا ہوں ۔ اور میری آبرو بڑھ جاتی ہے ۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا"

مگر ایسی کارروائیوں سے جس سے مذہب والے مفلس اور مجروح ہوں اور ان کا مال و اخلاق گھٹے ۔ دین کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے اور آبرو بھی کیسے بچ سکتی ہے اور دوسروں کے رد کرنے کے لئے ہم اپنی طرف سے غفلت کیوں کریں ؟

آخر میں ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے سب ناظرین خاصکر شیعہ اس قابل دید رسالہ کو جس کی قیمت محصولڈاک ہے منگا کر دیکھ لیں

ایڈیٹر

# دیسی چیزوں کا استعمال

سید قبول احمد ... نائب ... اجمیر صیغہ اصلاح جدید رپورٹ ... صیغہ کے ممبروں کی توجہ کے لئے بذریعہ ایک مضمون یہ تحریک پیش کرتے ہیں کہ

"محض دیسی چیزوں کا استعمال کرنا مناسب ہے"

اس میں شک نہیں اگر ہندوستان کے لوگ ان باتوں پر متوجہ ہوں تو اپنے کارخانوں کو ترقی دے سکتے ہیں۔ لیکن ابھی وہ وقت دور معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس اصول کو جزو زندگی قرار دے لیں۔ ہم اس مرض سے جس میں ہندو و مسلمان دونوں مبتلا ہیں اُس وقت نکل سکتے ہیں جب پائدار اور سادہ چیزوں کو یعنی سادہ زندگی کو نمائشی زندگی پر فوقیت دینے لگیں۔ پس ہم نوجوان دوست کو صلاح دیتے ہیں کہ ہر چہار مقاصد صیغہ کے پہلے فی الحال کوشش کریں اور ان مسائل کو آیندہ کے لئے چھوڑ دیں۔ تاہم یہ تجویز اُن کی پیش کر دی جاتی ہے اگر ممبران کمیٹی صیغہ اصلاح رائے دیویں تو جلسہ صیغہ کے سامنے پیش کر دی جاوے گی ٭

(ایڈیٹر)

# سامان نفیس کا اشتہار

**اطلاع** شائقین! ہماری کارخانہ مین ہر قسم کا مال ارزاں اور مضبوط ملتا ہے اور کل کام صفائی اور دیانت داری کے ساتھ ہے۔ ایک مرتبہ ضرور کوئی چیز منگائیے +

**زین** ہماری کارخانے میں ہر قسم کی زین اعلیٰ درجہ کے تیار ہوتی ہیں زین رومی معہ جملہ سامان پرزہ جرمن سلور قیمت ۴۵ ۴۰ ۳۵ زین گھوڑدوڑی ۳۵ ۲۵ زین شکاری معہ جملہ سامان قیمت ۴۰ ۳۰ زین متوسط ۱۶ ۱۲ ۱۰ ۸ زین فوجی معہ جملہ سامان ۳۰ ۲۷ ہر قسم کی زین مل سکتی ہیں

**ساز** ساز فٹ وارنش پرزہ جرمن سلور قیمت ۶۰ ۵۰ ۴۰ سیاہ و بادامی پرزہ پیتل قیمت کریکل ساز چمڑہ سیاہ و بادامی یا براؤن پرزہ برنجی قیمت ۴۰ ۳۵ ۳۰ ایضاً وارنش ۱۴ ۱۲ ساز انگلش بادامی یا ساز پرزہ برنجی ۳۰ ۲۷ ۲۵ ہر قسم کے ساز مل سکتے ہیں

**شوز** لیس بوٹ وارنش بادامی و سیاہ انسپکٹری بوٹ وارنش براؤن سیاہ و بادامی ہاتھی کان وارنش براؤن بادامی و سیاہ کرکٹ شوز کتھی یا براؤن کینوس کا فٹ بال شوز ڈبل سول پائدار ہر قسم کے شوز تیار رہتے ہیں۔

**گھڑیاں** گھڑی ہفت روزہ قیمت ۲۷ ۱۸ جیبی الارم وقت پر ہوشیار کر دیگی قیمت راسکوپ سسم واچ مضبوط ٹائم پیس تاریخدار مع الارم قیمت چوڑی کی گھڑی نہائت خوشنما ارگن کلاک تنہائی میں دل بہلاتا ہے ۱۲

**ہوائی بندوق** اس بندوق سے چھوٹے چھوٹے پرند جانور شکار ہوتے ہیں بغیر لیسنس گھر میں رکھئے کوئی کھٹکا نہیں نہائت عمدہ چیز ہے قیمت صرف ۵ روپے

**برقی فیتہ** - یہ فیتہ بچہ کی گلے میں ڈالنے سے دانت بآسانی نکلتی ہیں اور ہر طرح کی بلیات سے بچہ محفوظ رہتا ہے قیمت صرف

**کراماتی انگوٹھی** - یہ انگوٹھی مسمریزم کی ہے اس سے مردوں سے مکالمہ اور چوری کا پتہ لگتا ہے آزمودہ قابل دیکھنے کے ہے قیمت بہت کم فی عدد

**المشتہر سید محمد عبد اللہ علم سوداگر کانپور بازار رام نراین گھڑی والی کوٹھی**

رجسٹر نمبر ایل ۴۱۴ قیمت معہ محصولڈاک عہ سالانہ

# عصر جدید

جلد (۳) نمبر (۱)

## ایک ماہانہ ریویو

### مقاصد

مسلمانوں میں علمیت - صداقت اور کفایت شعاری پھیلانا

### ایڈیٹر

خواجہ غلام الثقلین - سکریٹری اصلاح تمدن

[ مقام اشاعت مالیر کوٹلہ ]

جولائی ۱۹۰۵ء



در جامع پنجاب پریس امرتسر میں باہتمام منشی نبی بخش کے چھپا

# اُصُولِ صِبغۂ اِصلَاح

۱۔ عدل و اعتدال۔ یعنی میانہ روی پرہیزگاری۔ سادگی

۲۔ کفایت شعاری۔ یعنی اسراف دولت۔ اسراف وقت سے بچنا۔ دولت کا صرف مفید کاموں میں کرنا۔ رسمیات کے اخراجات میں کمی کرنا۔

۳۔ سعی و محنت۔ گداگری۔ بیکاری۔ سستی کو قابل نفرت سمجھنا۔ خود کام کرنا اور ہر ایک شخص کو کام پر لگانا۔

۴۔ اتفاق۔ نیک مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے ملکر کوشش کرنا اور ایکدوسرے کی مدد کرنا۔

## ضروری ہدایات اور قواعد عصر جدید

(۱) رسالہ کا حجم ۴۴ صفحے سے کم نہ ہوگا

(۲) قیمت پیشگی یا نقد ہوگی۔ یا بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل سالانہ معہ محصولڈاک وغیرہ ۲؎

(۳) نمونہ کی درخواست کے ساتھ ۲ ؍ کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔

(۴) خط و کتابت یعنی نام۔ پتہ مضامین سب صاف اور خوشخط ہوں۔

(۵) جملہ مناسب مضامین ترتیب اور گنجائش کے لحاظ سے چھاپے جاویں گے۔ بصورت عدم مخالفت ایڈیٹر مضمون کو مختصر کرسکتا ہے۔ مگر مطلب پلٹ نہیں سکتا۔

(۶) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ہونا مناسب ہے۔

(۷) جو صاحب ایکسال یا چھ ماہ کی بابت ۲ نئے خریداروں کی قیمت روانہ فرماوینگے انکو ایکسال یا چھ ماہ کیلئے رسالہ کمیشن میں ملیگا۔

(۸) رسالہ نہ پہونچنے کی شکایت اندرون ۳۰ یوم وصول نہ ہو تو مابعد رسالہ بھیجنا لازم نہ ہوگا۔

(۹) ایسے معتبر کتب فروشوں کی ضرورت ہے جو ہمارا رسالہ اور کتب اپنے پاس رکھیں معقول کمیشن دیجائیگی تصفیہ بذریعہ خط و کتابت

**اُجرت اشتہارات:۔** (۱) جو صاحب اخبار و رسائل بقدر مساوی ہمارے اشتہار چھاپیں اُن سے کچھ اُجرت نہ لیجائیگی (۲) فحش کتب یا ادویہ کا اشتہار نہ چھپیے (۳) اُجرت اشتہار فی سطر ۲ ؍ مگر ایک روپیہ سے کم اُجرت کا اشتہار نہ لیا جائیگا۔

(۴) اُجرت فی صفحہ ایکبار کے لئے ۵؍ ششماہی کیلئے ۱۰؎ سالانہ ۲۰؎ نصف صفحہ ایکبار ۳؍ ششماہی ۶؎ سالانہ ۱۲؎

(۵) جب تک اشتہار چھپے رسالہ صاحبان اشتہار کو بلاقیمت ملیگا۔ مگر محصولڈاک ان کو بھیجنا ہوگا۔ ۔

# عصر جدید

## پریس اور عام رائے

### انگریزی کے اخبارات جن کے مالک ہندوستانی ہیں

انگریزی زبان کے پریس جنکے مالک ہندوستانی ہیں اور اخبار نکالتے ہیں۔ وہ کچھ دولتمند نہیں ہوتے۔ مگر دو چار اس پریس کی بدولت مرفہ الحال ہوجاتے ہیں۔ ان اخبارون کا سٹاف بڑا نہیں ہوتا۔ اکثر ان کے منیجر اور ایڈیٹر زیادہ تنخواہ نہیں پاتے۔ دو چار انمین سے انگریزون کے اخبارون کے ایڈیٹرون کی لیاقت و علم میں ہمسر ہوتے ہین۔ اکثر اخبارون کے ایڈیٹر وہ نوجوان ہوتے ہیں جو کالجون سے فارغ التحصیل ہوکر نکلتے ہیں۔ انکے دماغ میں یہ خبط سمایا ہوا ہوتا ہے کہ ہم اپنے حاکمون اور فرمارواؤں سے ہندوستان میں سلطنت کے انتظام کرنے کی زیادہ لیاقت رکھتے ہیں اور ہم اپنے استادون سے بہتر ہوسکتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ پولیٹیکل سائنس یا پارلیمنٹری سائنس ایسا دشوار و مشکل علم ہے کہ مہذب ملکون میں سینکڑون آدمی اپنی زندگی اسمین بسر کرتے ہیں۔ انمین دو چار اس سے ایسے ماہر ہوتے ہیں کہ وہ پولیٹیکل کام صحیح صحیح کرسکتے ہیں۔ ان نوجوانون کو نہ کوئی پولیٹیکل تجربہ ہوتا ہے۔ نہ کسی سٹیٹس مین (statesman) کے گھر مین پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ شُد بُد پولیٹیکل سائینس کی کالجون مین سیکھتے ہیں۔ اور اسمین بھی انکی پوری لیاقت ایسی نہیں ہوتی کہ یونیورسٹی کے امتحان میں اس سائنس میں پورا تجربہ حاصل کئے ہوئے ہون۔ مگر اخبار نکالکر وہ ایسے کو سمجھتے ہیں گویا کوئی بڑے تجربہ کار مدبر ملکی ہیں اور گورنمنٹ کی کنجی انڈین کے ہاتھ میں ہے ان کے دماغ میں یہ جنون سمایا ہوتا ہے کہ ہم مدبران یورپ کے برابر ہوں یہ انکا قصور نہیں ہے بلکہ ایشیائی دماغون کو یہ قدرت ہی نے قوت متخیلہ کا مخزن بنایا ہے جو فضول خیالات پیدا کرتی ہے۔

جو انکی تحریروں و تقریروں میں فضول باتیں بے سروپا بھری ہوتی ہیں۔ وہ فقط اس تقلید پر مرتے ہیں کہ انگریزوں میں پولیٹیکل ایجیٹیشن ایک مقدس کام اور قومی بہی خواہی سب سے اعلےٰ نیکی سمجھی جاتی ہے ہم بھی انکی پیروی ان کاموں میں کریں۔ اس تقلید سے ہم اپنے ملک کی دو چار نسلوں کے بعد ایسی کایا پلٹ کر دینگے کہ وہ مہذب ملکوں میں شمار ہونے لگیگا۔ وہ اپنے اخباروں میں ایسے مضامین کے لکھنے میں بڑی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے ملک پر جو بد تہذیبی کے داغ لگ رہے ہیں انکو مٹائیں لیکن انکو تجربہ بتائیگا کہ وہ اپنی سب امیدوں میں مایوس ہونگے۔ ملک کے آدمیوں میں ابھی یہ لیاقت نہیں پیدا ہوئی کہ وہ نئی نئی باتوں کو جو وہ بتاتے ہیں ایسی وسعت کے ساتھ اختیار کریں کہ جن سے فائدے حاصل ہو جانے لگیں۔

ان کے دل میں اپنے قدیم زمانہ کا اعتقاد جما ہوا ہے وہ جانتے ہی نہیں کہ اپنے خیالات موجودہ کا بدلنا کس طرح سے انکے حق میں مفید ہوگا۔ انکا یہ ایمان ہے کہ مشیت ایزدی کا ہم کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکتے اور اسکی مشکلات کو کسی طرح آسان نہیں کر سکتے۔ تعلیم یافتہ ناتجربہ کار یہ نہیں جانتے کہ ملک کی اصلاح کے لئے یہ تین فرائض ادا کرنے ہونگے۔ اوّل۔ یہ کہ ہمارے خصائل میں جو قدرتی نقص ہیں اسکے دور کرنے میں فتحیابی اور ابتدائی تعلیم نے جن باتوں کو ہمارے دلوں میں بٹھا دیا ہے انکی بیخکنی کرنی ہوگی۔ اور روزانہ کمروکی حالتیں جو اپنے مضر اثر ڈال رہی ہیں انکا مقابلہ کرنا ہوگا۔

دوسرا فرض یہ ہے کہ ہم اپنے معاون پیدا کریں اور انکو ایسا سکھائیں پڑھائیں کہ وہ ہمارے کاموں میں دل و جان سے شریک ہوں۔

تیسرا فرض یہ ہے کہ خود کام کو تقسیم کریں۔ گو ان فرائض کا ادا کرنا کیسا ہی مشکل ہو مگر انکے سہل کرنے میں اگر متواتر استقلال کے ساتھ کوشش کی جائیگی تو بہت سی نسلوں کے گذرنے کے بعد ساری اصلاح کے کام درست ہونے لگینگے۔ وہ اس ضرب المثل کو سمجھ لیں کہ جبل گردد جبلّ نہ گردد یعنی پہاڑ ٹل سکتے ہیں مگر خصلت و جبلت کو جنبش نہیں ہو سکتی۔ ہمالیہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا کر زمین کے کنارہ پر لے جانا آسان ہے مگر تیس کروڑ ہندوستانیوں کی آنکھوں کو کھولنا کہ وہ اپنے بُرے کاموں کو دیکھکر چھوڑیں اور بھلے کاموں کو دیکھکر اختیار کریں اور سمجھیں کہ آجکل کن باتوں کا اختیار کرنا اور کن باتوں کا چھوڑنا مفید ہے نہایت مشکل کام ہے۔

جن کاموں کا کرنا فرض ہے انکو بری طرح بھی کرنا نہ کرنے سے بہتر ہوتا ہے۔ یہہ ناتجربہ کار تعلیم یافتہ جو اخبار نکالتے ہیں اور اسکا عمدہ نام ایسا ہی رکھ لیتے ہیں جیسے مفلس سلطان اپنی بیوی کا جہان بانو بیگم یا شہزادہ بیگم۔ اور انمیں بڑے بڑے آرٹیکل پولیٹکل اور سوشل و مورل لکھتے ہیں جن میں یوروپ کے مدبران ملکی اور دبیران کامل کی انشاپردازی کا پورا عکس نظر آتا ہے۔ یہہ مضامین انہیں سے مستعار لیکر اپنی انگریزی میں ایسی اچھی طرح بیان کرتے ہیں کہ انکی خوش بیانی کے بڑے بڑے قابل انگریز بھی قائل ہیں۔ مگر یہہ ان تعلیم یافتہ آدمیوں کی غلطی ہے کہ وہ اس اپنی بلاغت و فصاحت کو عمل کا قایم مقام سمجھیں وہ خوب سمجھ لیں کہ جو باتیں ملک کی اصلی فایدے اور ترقی کی ہیں انکا کرنا انکو حد اختیار سے باہر ہے۔ وہ ملک سے اس غلاظت و نجاست کا ڈھیر جو ہمالیہ سے بھی زیادہ قدیمی ہے ملیا میٹ نہیں کرسکتے۔ وہ ریلیں و سڑکیں و نہریں ملک میں نہیں جاری کرسکتے۔ وہ ان بیماریوں کو دُور نہیں کرسکتے۔ جو ہماری جوانانہ زوروں کو ضعیف بناتی ہیں اور ہماری تہذیب و شائستگی کو صدمہ پہنچاتی ہیں۔ اخلاقی و تمدنی اصلاح بھی وہ کوئی نہیں کرسکتے جب تک کہ سلطنت انکو سہارا نہ دے۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ وہ نظیر و تمثیل کے دینے میں بڑی فاش غلطیاں کیا کرتا ہے وہ ان تمام شرائط کو نہیں دیکھتا کہ جو تمثیل و نظیر دینے کے لئے ضروری ہیں مثلاً یہہ تعلیم یافتہ اپنے اخباروں میں ایسے مضامین لکھتے ہیں کہ یہہ کام مہذب ملکوں میں اسطرح سے ہوگئے ہمارے ملک میں کیوں نہ ہوجائیں۔ انکو خیال کرنا چاہئے کہ ان کاموں کے ہونے میں بڑا سہارا سلطنت کا تھا۔ جب ہماری سلطنت نہیں تو ہمارا سر کٹا ہوا ہے مردہ دھڑ کے لئے خواہ کیسا ہی زیور و لباس پہناؤ اسپر وہ پھبتا نہیں۔ ہماری سلطنت ایسی قوم کی ہے جو ہم سے صرف انسانیت میں شراکت رکھتی ہے اور باقی سب باتوں میں غیر مجانست رکھتی ہے۔ رعایا اور بادشاہ میں وہ ہمدردی اور محبت نہیں پیدا ہوسکتی جو اس حالت میں پیدا ہوتی کہ دونو ہم جنس ہوتے۔ حاکم و محکوم میں علاقہ صرف سیلف انٹرسٹ (اپنی سودمندی) کا ہے ہم محکوم اسلئے ہیں کہ ہمکو حاکموں سے بہت فایدے حاصل ہوتے ہیں وہ ہم پر حکومت اسلئے کرتے ہیں کہ ان کو ہم سے بہت فایدے حاصل ہوتے ہیں اور کسی طرح کی ہمدردی نہیں اگر ضلع کا حاکم مرجائے تو سارے ضلع میں ایک گھر میں بھی اسکا سوگ اور ماتم نہوگا اور ایسے ہی اگر سارا ضلع وبا سے مرجائے تو ضلع کے حاکم کے گھر میں ماتم و الم نہیں ہوگا۔ طرفین سے زمانہ کی رسم کے موافق بعض الفاظ افسوس کے ظاہر ہوجائینگے۔

بعض دفعہ انگلینڈ مین ایسی کتابین اور رسالے و اخبارات بھی چھپتے ہیں کہ انمیں برٹش گورنمنٹ انڈیا کے انتظامات کی خرابیان بیان ہوتی ہیں۔ اور انکے اصلاحین بیان کی جاتی ہیں اور ہندوستانیون کے ساتھہ بڑی ہمدردی جتلائی جاتی ہے۔ جیسے کہ "سپا آمل اوف انڈیا" اور اور کتابین ہیں۔ یہی ساری کتابین اور مضامین ہندوستان کے چند فصحار انگریزی دان کا سرمایہ بساط ہوتا ہے وہ انکی حاشیون اور تفسیرون کے لکھنے مین اپنی ساری ذہانت اور عقل خرچ کرتے ہیں۔ کبھی کوئی بات ایسی نہیں لکھتے جس سے یہہ معلوم ہو کہ انکو خود بھی کوئی پولیٹکل اصلاح سوجھی تھی۔ یہہ علمی حال مسروقہ انکا سرمایۂ فخر و ناز ہوتا ہے بھلا اس سے ملکی اصلاح کیا ہو سکتی ہے۔ نہ وہ کبھی ہوئی نہ کبھی ہو۔ البتہ ان اخبارون سے سوشیل و مورل ترقی سست و مریل ہوتی ہے۔ ہم ترقی و تہذیب کی راہ میں جون کی چال چلتے ہیں انگریز ریل مین سوار ہین اسلیئے ہم سے وہ پہلے کے نسبت زیادہ آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ مگر یہہ اخبار انکو پیچھے نہیں ہٹاتے ہیں اور اپنی شین آگے بڑھاتے ہیں اس غلط بیانی سے کچھہ شرماتے ہیں۔ انگریزی تعلیم بھی ان ہندوستانی فصحار کے دماغ میں ایسے عجیب جلوے دکھاتی ہے کہ خیالات اور عملیات میں تمیز کرنی بھی بھلا دیتی ہے۔ وہ یہہ سمجھتے ہیں کہ جو خیال ہم نے کیا وہ عمل میں آیا۔ ہماری خوش بیانی اور فصاحت و بلاغت ساری کام کریگی۔ زبان کے زور کے سوا کوئی اور زور اسکے ساتھہ نہیں ہوتا جس سے کوئی عملی نتیجہ حاصل ہوتا۔ یہہ انگریزی اخبار مذہبی جھگڑون کو بھی لے بیٹھتے ہیں جسکا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانون کے درمیان آتش عناد و فساد زیادہ بھڑک جاتی ہے۔ ہندو مسلمانون کی تمام فسادون کی جڑ اصل میں تعلیم یافتہ ہندو اور قدیمی عالی خاندانون کے مسلمان ہیں۔ یہہ دو تو آپسمین ایکدوسرے کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کا یہہ فرقہ روز بروز گھٹتا جاتا ہے اور فریق مقابل بڑھتا جاتا ہے۔ اسلیئے مسلمانون کا زور کم اور ہندون کا بل زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ جہان یہہ دو نہین وہان ہندو مسلمانون میں چولی دامن کا ساتھہ ہے ان اخبارون کو نیشنل کانگریس کی سپیچین و ریزولیوشن بڑی رونق دیتے ہین۔ سال بھر تک انکا ذکر کچہہ نہ کچھہ انمین بیان ہوتا رہتا ہے۔

یہہ اخبار حکام ضلع کے کامون کی بھی خبر لیتے رہتے ہیں جسکے خوف کے سبب سے حکام اب کام میں پہلی کی نسبت زیادہ احتیاط کرنے لگے ہیں۔ مگر انکی عیب گیری یہہ اخبار ایسی بُری طرح کرتے ہیں کہ خواہ نخواہ انکے دلون میں ہندوستانیون سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ پہلے دیکھو کہ حکام ضلع تعلیم کیطرف کیسی توجہہ

کرتے تھے۔ مگر اب وہ نظر التفات نہیں رہی۔

## ہندوستانی زبانون کے پریس

مین بالفعل اس عنوان کے نیچے فقط پنجاب و ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے اردو ہندی اخبارون اور رسالون کا عام طور پر بیان کرونگا۔ یہہ پریس بڑا استنجا ہے جس مین بھوسہ بہت دانے تھوڑے ہین مین دانون کو بھوسے سے جدا کرونگا۔

اردو زبان کے اخبارون و رسالوں کا مبادی فی الحقیقت دہلی کالج ہے اس نے کئی اخبار اول اول نکالے اور ایک رسالہ محب ہند سب سے اول نکالا پھر انکی تقلید سے اور شہرون میں انکا رواج ہوا۔ گو ان پہلے اخبارون کے اڈیٹر علم و فضل میں کمال رکھتے تھے مگر انکے دماغ میں یہہ خبط کبھی نہیں سمایا کہ ہم پولیٹکل مضامین لکھنے کی لیاقت رکھتے ہیں اب اسکے خلاف کالج کے لڑکوں کو دعویٰ ہے کہ ہم پولیٹکل مضامین لاجواب لکھتے ہیں وہ اس ضرب المثل کی کہ تھوڑا علم خوفناک ہوتا ہے خوب بہار دکھا رہے ہیں۔

اب مین ہر قسم کے اخبارون و رسالون کا ذکر جدا جدا لکھتا ہون۔

### رسالے و اخبار جو اردو زبان کے ترقی خواہ ہیں

ایک گروہ اخبارون اور رسالوں کو اس نظر سے نکالتا ہے کہ اردو زبان کی ترقی ان ہی قواعد کے موافق ہو جو انکے بزرگون نے مقرر کئے تھے کہ عربی فارسی زبانوں کی ساری خوبیان اردو زبان میں پیدا ہو جائیں۔ انکے رسالوں و اخبارون مین نظم و نثر و زبان کے متعلق مضامین اور دہلی اور لکھنؤ کی زبانون کی لن ترانیان تحریر ہوتی ہیں۔ وہ ان مضامین میں ہر مدعا کو گلگونۂ حجت سے سرخرو کرتے ہیں اور فانوس بیان کو شمع استدلال سے روشن کرتے ہیں راستی سے کام نہیں لیتے جب تک اسمین داستان سرائی کی چاٹ نہیں لگاتے۔ کوئی بات نہیں کہتے جس مین نمک مرچ گل پھول نہیں لگاتے — اپنی خودستائی کو خوشنمائی کے ساتھ بیان کرتے ہیں خود فراشی کا بازار گرم کرتے ہیں۔ ساز کو نالوں سے سجاتے ہیں مگر انکا سُر ایک ہی ہوتا ہے وہ اپنے تئین جانتے ہین کہ جہان ہم چلتے ہیں وہان خطا کی راہ بند ہے اپنی عبارت کو دروغ سے فروغ دیتے ہیں۔ عالم خیالات جسکی ابتدا ہے نہ انتہا اُنکے تصرف مین ہوتا ہے

اسمین اپنی فکر اور اندیشہ کو پر لگاکے اڑاتے ہیں۔ اپنے دماغ کو وید سمجھتے ہین جس میں ساری دنیا کے علوم بھرے ہوتے ہیں۔ غرض یہ گروہ چند اساتذہ قدیم وجدید کا مقلد ہوتا ہے اور فقط اپنے ہی زمرہ کی زبان کو ٹکسالی سمجھتا ہے اور اسی کے معیار پر اورون کی زبان کے کھوٹے وکھرے کو پرکھتا ہے۔ اس زمرہ نے جو اپنی خودمختاری اور خودپسندی سے قواعد اور محاورے مقرر کئے ہیں ان ہی کو صحیح جانتا ہے باقی کو غلط سمجھتا ہے۔ وہ اردو زبان کے لٹریچر سے جو بیس طرحکا ہی خبر نہیں رکھتا۔ کوئی کتاب انکی اس خوف سے نہین پڑھتا کہ زبان نہ بگڑ جائے۔ وہ اردو زبان کے بحر مواج کو نہیں دیکھتا کہ چارون سمتون میں وہ کیا کیا لہرین مار رہا ہے۔ اسنے اپنے تئین کنوئیں کی مینڈک کی بنا رکھا ہی کہ کنوئیں ہی کو سمندر جانتا ہے۔ اپنی زمرہ کی زبان کے سوا اورون کی زبان کے محاورون سے واقف نہین۔ اپنی ہی مذاق کو صحیح مذاق اور اپنی ہی طبع کو سلیم جانتا ہے اورون کے مذاق کو غلط اور طبع کو غیر سلیم مانتا ہے۔ اسکے مضامین اور رسالون اور اخبارون کو اسکے ہم مذاق پسند کرتے ہیں۔ اسلئے وہ چلے جاتے ہیں مگر کوئی انمین سے زیادہ سرسبز نہین ہوتا۔ اور جسطرح یہہ زمرہ اردو زبان کی ترقی چاہتا ہے زمانہ کا اقتضا نہیں کہ اسطرح ترقی ہو کہ عربی وفارسی کے الفاظ نوادر دو زبان میں بھرے جائیں اور اسکے جنم بھوم کے ہندی الفاظ اسمین جگہ نہ پائین علی الصباح وسحر فصیح سمجھے جائیں انکے بجائے تڑکا غیر فصیح جانے جائیں۔

## اخبار ورسالے جو اصلاح تمدن چاہتے

ان اخبارون ورسالون میں اصلاح تمدن کے بہت سے مضامین چھپتے ہیں انمین سے ہر ایک اصلاح کے مضامین کا جدا جدا بیان کرتا ہوں۔

## خیرات

ان رسالون اور اخبارون مین اکثر مضامین یہ لکھے جاتے ہیں کہ اس ملک میں خیرات ایسی بری طرح سے ہوتی ہے کہ اس سے آدمیوں میں کاہلی اور سستی زیادہ ہوتی ہے اور گدائی کے پیشہ کیطرف وہ رغبت دلاتی ہے۔ وہ خیرات کی اصلاح اصل مذہب کے موافق چاہتے ہیں۔ یہہ خیال انکو یوروپ کی خیرات کے طریقون سے پہونچا ہے۔ ایشیا مین خیرات خدا کی خوشنودی کا کام سمجھا جاتا ہی جو خیرات کرنے والون کو عقبیٰ مین اجر دیگا وہ در دنیا دستور عاقبت مشہور ہے کہ خیرات میں خدا تعالےٰ سے عقبیٰ میں چھ سو فیصدی سود ملنے کی امید ہو جو دنیا میں کسی بنج بیوپار میں اتنا سود نہیں ملتا۔ یہان

مذہبی احکام کے موافق خیرات دی جاتی ہے۔ اب اسکے خلاف یوروپ مین خیرات ایک سوشیل ڈیوٹی ہے یعنے اجتماع انسانی کے سبب سے فرض ہے کہ غربا پروری خیرات سے کی جائے۔ اسکے لئے انگلنڈ مین یہ انتظامات ہین اول سارے ملک سے غربا کی پرورش کا ٹیکس لیا جاتا ہے۔ ورکس ہوس بنی ہوئے ہین جہان ان غریبون سے محنت مزدوری کا کام لیا جاتا ہے جنکو مزدوری نہین ملتی۔ دولتمند امیر بڑے بڑے چندے دیتے ہین جنکے سود سے غریبون کی پرورش ہوتی ہے۔ اگر انگلستان مین کوئی لڑکا کسی انگریز کے گھر بھیک مانگنے جائے تو وہ اسکو پکڑکر پولیس کے حوالہ کریگا۔ پولیس اسکو ورکس ہوس مین پہنچائیگا جہان اسکو مزدوری ملیگی غرض انگلستان مین ایسا انتظام ہے کہ کسی شخص کو دوسرے شخص کے پاس اپنی احتیاج نہین لیجانی پڑتی جیسے یہان ریل پر دیکھتے ہو کہ اگر کسی ریل کے ملازم کا ہاتھ پاؤن کٹ جائے تو اسکو ایک فنڈ سے جو جمع ہے تنخواہ ملیگی اسکو یہ ضرورت نہیں ہوگی کہ وہ لنگڑاتا ہوا دربدر بھیک مانگتا پھرے۔ پس یہہ انتظامات تو یہان خیرات کے نہین ہوسکتے۔ اب مذہب کے موافق خیرات ہونیکی کیفیت یہہ ہے کہ جس طرح سے خیرات ہورہی ہے اگر اسکے خلاف ذلس آئین اور حدیثین پیش کی جائین تو سو آئتین اور حدیثین اسکے موافق پیش کی جائینگی جسکے سبب سے اصلاح ہوگی۔ اب یہہ کہنا کہ خیرات جس طرح ہورہی ہے اس سے کاہلی وسستی پیدا ہوتی ہے اور گدائی کیطرف رغبت ہوتی ہے جبتک ایک دعوی بے دلیل ہے جبتک گدائی کے باب مین کوئی قصد اور محنت کرے کہ کوئی رجسٹر ایسا تیار ہو۔ کہ جس سے یہہ معلوم ہو کہ کتنے آدمی اس سبب سے بھیک مانگتے ہین کہ کسی طرح سے محنت مزدوری سے روٹی نہین کماسکتے اور کتنے ایسے ہین جو کاہلی اور سستی کے سبب سے دریوزہ گری کرتے ہین۔ اس ملک مین آدمیون کی کثرت ہے ضرورت سے زیادہ مزدوری پیشہ آدمی موجود ہین۔ پادری صاحب کہنے لگے کہ اس ملک مین مزدور اس سبب سے زیادہ مرتے ہین کہ وہ اتوار کو کام کرتے ہین اور ہفتہ مین کوئی ایک دن تعطیل کا نہیں رکھتے۔ پادری صاحب کو یہہ معلوم نہیں کہ یہان کوئی بڑا خوش نصیب مزدور ہوگا۔ جسکو سال کے ۳۶۵ دنون مین ۳۰۰ دن بھی مزدوری ملتی ہوگی۔ اتوار سال مین ۵۲ ہوتے ہین مگر ان کو ۶۵ اور چھٹیان ملتی ہین جتنے گدا مزدوری کرنے لگینگے اتنے مزدور مزدوری کے نہ ملنے کے سبب سے مجبور ہوکر گدائی کرنے لگینگے۔ بڑا اعتراض اس خیرات پر ہوتا ہے جو مولویون۔ درویشون و فقیرون و پیرون کو ملتی ہے کہ وہ متوکل ہوکر کاہل بنجاتے ہین اور ان کی محنت مزدوری سے پرورش

پاتے ہین - یہہ اعتراض غلط ہے کہ یہہ بزرگ دینی خدمات کے لئے علم و فضل میں بحث کرتے ہیں عبادت و ریاضت کرتے ہیں آنکی دینی خدمات کا معاوضہ کیون نہ دیا جائے - غرض خیرات ہندوستان مین جمہور کے رائے کے مطابق دی جائیگی کوئی اصلاح کی صلاح نہین سنے گا - +

## مراسم شادی و غمی کی فضول خرچیون کی اصلاح

بعض اخبار و رسالے یہہ اصلاح چاہتے ہیں کہ مراسم شادی و غمی میں جو فضول خرچیان ہوتی ہین جنسے ہزارون آدمی مفلس و تباہ ہوجاتے ہیں وہ موقوف کی جائیں - اسکا حال یہہ ہے کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو ساری دنیا میں اسکے لئے یہی باتین ہوتی ہین - اول اسکے مرنے کا سوگ و ماتم دوم اسکی تجہیز و تکفین عزت کے ساتھ سوم اسکی یادگار قایم ہونی - اول بات میں تو سارا عالم شریک ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اسکا سوگ و ماتم ہوتا ہے جس مین کچھ خرچ نہیں ہوتا آنکھون سے آنسو بہانے میں یا سر پیٹنے میں کوڑی خرچ نہیں ہوتی - اسمین امیر و غریب یکسان ہیں - دوسری بات ہین کہ میت کی تجہیز و تکفین اس طرح ہو کہ جس سے اوسکی عزت ہو - وہ اہل میت کے مقدور پر موقوف ہے - مسلمانون میں اس عزت کے لئے یہہ باتین کی جاتی ہیں کہ قبر کے لئے کوئی اچھی جگہہ تجویز کی جاتی ہے کہ وہ کسی بزرگ کے مزار کے ہمسایہ میں ہو یا درختون کے سایہ میں - جنازہ کی نماز کوئی بزرگ پڑھائے - قبر پہ حافظ قران پڑھین - دفن کرنے کے بعد قبر پر خیرات بہت سی کی جائے رسوم مین کھانا بڑا پر تکلف مہمانون کو کھلایا جائے - برادری مین دوست آشناؤن میں تقسیم ہو کر کھلایا جائے - مساجد و مدارس مین بھیجا جائے - اگر زیادہ امارت ہو تو توڑہ بندی ہو - ان سب مراسم مین بہت روپیہ خرچ کیا جاتا ہے - ہندوؤں کے ہان بھی آرتھی بڑے تکلف کی بنائی جاتی ہے اور پن بہت دیا جاتا ہے - سوم یادگار کا قایم کرنا یہہ اکثر بڑے بڑے آدمیون مین ہوتا ہے کہ مقبرہ کی عمارت بڑی عالیشان بنائی جاتی ہے اور خیر جاری کے کام اسکے نام سے جاری کئے جاتے ہیں غریب آدمی فقط اپنے مردون کی یاد کے لئے برسی و شراودھ ہر برس کے برس کرتا ہے - اپنے عزیزون کو یاد کرکے کچھ آنسو بہاتا ہے - کچھ کھانا بھوکون کو کھلا دیتا ہے - ان مراسم مین فی نفسہ کوئی برائی نہین اگر وہ لوگ اپنے مقدور و استطاعت کے موافق کرین اور اسکو یہہ نہ جانین کہ انکا کرنا ہمارا ایسا فرض ہے کہ جسکے بغیر مردہ کی نجات نہ ہو - انکو اپنے اوپر لازمی کرلینا بڑا ہی - شائستہ

ملکون میں یہہ باتین ہوتی ہیں مگر لازمی طور پر نہیں ۔ کوئی قبر میں دفن ہونے کی کوئی آگ میں جلنے کی وصیت کرتا ہے کوئی اپنے جنازہ کی نماز نہیں پڑھواتا ہے ۔ یہان یہہ خرابی ہے کہ مراسم مذکورہ سب امیر و غریب کو ادا کرنی پڑتی ہیں ۔ بعض سادہ لوح خود نمائی کے لئے اپنے مقدور سے زیادہ خرچ کر کے قرضدار ہوجاتے ہیں جس عزت کے لئے یہہ کام کیا تھا اس سے زیادہ مفلسی کے سبب سے بے عزت ہوجاتے ہیں ۔ عصر جدید انکو ان فضول خرچیون سے باز رکھنے میں کوشش کرتا ہے ۔ کچھہ اسکو کامیابی ہوئی ہے اور آیندہ کامیابی کی امید زیادہ ہے ۔

مراسم شادی کی فضول خرچیوں کا حال مراسم غمی کی فضول خرچیون سے کچھہ فرق رکھتا ہے ۔ مراسم شادی کی فضول خرچیون پر بعض فرقون کی معاش موقوف ہے اگر وہ موقوف ہون تو ان فرقون پر دفعتہً بڑی مصیبت و آفت آجائے ۔ گو بتدریج آیندہ اسکا علاج کچھہ ہوجائے ۔ چند سال ہوئے کہ ہندوؤں کے ہان شادی کے سہاگ دو تین برس کے لئے بند ہوگئے تھے ۔ جسکے سبب سے دلی مین گوٹہ کناری کی فروخت کی کساد بازاری ہوگئی تھی ۔ گوٹہ کناری کے بنانے والوں کی ایسی بری حالت ہوگئی کہ وہ نان شبینہ کو محتاج ہوگئے ۔ انکی صورتین ایسی بگڑ گئین کہ کال کے مارے معلوم ہونے لگے ۔ دنیا میں اگر فضول خرچیان موقوف ہوجائیں تو اسکے سبب سے کارخانے درہم برہم ہوجائیں ۔ ہزارون شادیان لوگ اپنے مقدور کو دیکھہ بھال کر کرتے ہین کوئی فضول خرچی نہیں کرتے مگر بعض آدمی ان شادیون مین فضول خرچیان کر کے برباد و تباہ ہوجاتے ہیں ۔ اسکے لئے عصر جدید کوشش کر رہا ہے کہ وہ ان فضول خرچیون سے باز رہین مگر اسکو اسکے ساتھہ یہہ بتانا بھی چاہیئے کہ ان فضول خرچیون کے نہ کرنے سے جو روپیہ لوگ بچائین اسکو کسی بار آور محنت میں لگائیں ورنہ اس سے کچھہ فایدہ نہیں کہ کوئی شخص پانچ سات آدمیون کی ہاتھہ سے روٹیان چھینکر اپنے دسترخوان میں سڑنے کے لئے باندھہ دے ۔ ایسی اصلاحون میں گورنمنٹ کا سہارا بڑا کام دیتا ہے ۔ مہاراجہ نابہہ نے ان شادیون کی فضول خرچیون کو اپنی ریاست مین ایک حکم سے بند کردیا ۔ انگریزی عملداری میں ایک نیک دل باوقعت ہندو سارے ملک مین شادی کی ان فضول خرچیون کے لئے دہائی دیتا پھرا مگر اسکا کچھہ اثر نہیں ہوا ۔ باقی آیندہ مین ان تمام مضامین کی نسبت جو اردو ہندی اخبارون اور رسالون شائع ہوتے اسی طرح تنقید لکھونگا جیسے کہ اوپر دو مضمونون میں کی ہے ۔ فقط ذکاء اللہ

**نوٹ**۔ ہمارے مکرم شمس العلما کا یہ خیال کہ خیرات کی اصلاح یوروپ کی تقلید میں کیجاتی ہے صرف ایک حد تک صحیح ہے۔ ہم خیرات کی اصلاح محض کتاب خدا کے موافق کرتے ہیں۔ البتہ زمانہ موجودہ کے لحاظ سے طریقے خیرات کے جو بدل گئے ہیں اون سے فائدہ اُٹھانے کی صلاح بھی دیتے ہیں۔ ہم چاہتے ہین کہ لوگ نیکی اور پرہیزگاری میں باہمی مدد کرین نہ کہ گناہ اور عدوان یعنی نافرمانی میں۔ اور ہم گداگری کو گناہ اور ظلم سمجھتے ہیں اور اسکے قوت دینے والونکو قوم کا جانی دشمن بلکہ ایمانی دشمن خیال کرتے ہین۔

غمی کے موقعہ پر نمود کرنے کی تائید قابل تعجب ہے جب کوئی شخص مرجاوے تو اوسکو یہ خیال ہونا چاہیئے کہ میرے بعد کوئی مستقل نیک کام میری یا میرے خاندان کی طرف سے ہو۔ نہ کہ قابل شرم نمود اور طمطراق سے اوسکے جسم مردہ کو اُٹھایا جاوے اور سست لوگ اوسکا نام لیکر اور سست بنین اور گداگری کو قوت ملے۔

شادی کی فضول خرچی کو یا کسی فضول خرچی کو مستقل ذریعہ معاش کسی گروہ کا قرار دینا مولانا جیسے فاضل علم پالیٹیکل اکانمی سے تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ نکتہ کہ جو روپیہ بچے وہ کس کام میں لگایا جاوے۔ بہت مفید اور عمدہ ہے۔ ناچیز ایڈیٹر کئی ماہ سے اسپر غور کر رہا ہے۔ اور دیگر ممبران ہیئتہ بھی انشاء اللہ سال آیندہ تک کوئی تجویز پیش کیجاوے گی فقط۔ ایڈیٹر۔ +

# فال یا شگون

**فائل**۔ مجھے امید ہے کہ کل کا دن بڑے لطف کا ہوگا کیونکہ مغرب میں سُرخ سُرخ بادل دکھائی دے رہے ہیں۔
**عاقل**۔ بیشک میرا بھی یہی خیال ہے۔ سُرخی کے ساتھ کچھ ارغوانی رنگ بھی ملا ہوا ہے۔
**قائل**۔ تو پھر کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ یہ رنگ عمدہ موسم کا شگون کیون خیال کیا جاتا ہے۔
**عاقل**۔ اسلیئے کہ جب ہوا بالکل خشک ہوتی ہے تو وہ آفتاب کی سُرخ و گرم شعاعون کو زرد پھر افق میں نظر آتا ہے۔ مینے اکثر مشاہدہ کیا ہے کہ جب غروب کے وقت آسمان پر زردی دیکھی

جائے۔ تو بارش ضرور ہوتی ہے۔ لیکن باران کی علامت اس سے زیادہ یقینی کوئی اور نہیں ہے کہ چاند کے گرد ہالہ نظر آئے۔ جو پانی کے بخارات کے عمود یہ صورت مین واقع ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جتنا بڑا ہالہ ہوگا۔ اُتنے ہی زیادہ قریب بادل ہونگے اور اسیقدر جلد برسنے والے ہونگے۔

**قائل**۔ مینے اکثر دیکھا ہے کہ یہہ مثل صحیح ہوئی ہے۔ "صبح کی قوس وقزح گڈریے کو متنبہ کرتی ہے اور شام کے وقت کی قوس وقزح گڈریے کو خوشخبری دیتی ہے" آخر اس شگون کا مطلب کیا ہے؟

**عاقل**۔ یاد رکھو کہ قوس وقزح ہمیشہ اسوقت پیدا ہوتی ہے جبکہ پانی سے بھرے ہوئے بادل آفتاب کے بالمقابل ہون۔ اور شام کے وقت قوس وقزح مشرق مین نظر آتی ہے اور صبحکو مغرب مین اور چونکہ ہمارے ملک میں عموماً پچھوا باران لاتی ہے پس مغرب مین قوس وقزح دکھائی دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہوا خراب موسم کو لارہی ہے۔ برعکس اسکے جب قوس وقزح مشرق میں دکھائی دے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بارش کے بادل ہمسے دور جارہے ہین۔

**قائل**۔ مینے اکثر دیکھا ہے کہ جب ابابیل آسمان مین اونچے اُڑتے ہیں تو عمدہ موسم رہتا ہے یا عمدہ موسم کی توقع ہوتی ہے لیکن جب وہ نیچے یا زمین کے قریب اُڑتے ہیں تو بارش آنیوالی ہی ہوتی ہے۔ اسکا کیا سبب ہے؟

**عاقل**۔ ابابیل تو مکھیون اور مچھرون کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ اور عموماً مکھیان اور مچھر ہوا کے گرم طبقون میں خوش رہتے ہیں۔ اور چونکہ گرم ہوا ٹھنڈی ہوا سے زیادہ نم اور ہلکی ہوتی ہے جب ہوا کے گرم طبقے بلندی پر جاتے ہیں۔ تو یہہ نہین ہوتا کہ گرم ہوا سرد ہوا سے ملکر اپنی نمی کو قطرات کی صورت میں زمین پر ٹپکا دے۔ لیکن جب گرم اور نم ہوا سطح زمین کے قریب ہوتی ہے اور سرد ہوا اُسمین اوپر سے آملتی ہے تو یقیناً گرم ہوا کی نمی پانی کی صورت مین بدل جاتی ہے۔

**قائل**۔ مینے اکثر دیکھا ہے کہ جب لگلگ زمین پر جمع ہوتے ہین تو باران اور طوفان کی آمد ہوتی ہے۔ مینے تو اس سے یہہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہہ پرندے سمندری ہوا کی روانی کو پہچانتے ہیں اور طوفان کے آمد کے خوف سے زمین پر پناہ لینے چلے آتے ہیں۔

**عاقل**۔ نہیں یہہ بات نہین ہے۔ طوفان تو انکی جان ہے۔ چھوٹی سی چھوٹی سمندری چڑیا بھی

بڑے بڑے طوفانون سے خوش ہوتی ہے۔کیونکہ یہہ پرندہ چھوٹے چھوٹے سمندری کیڑون پر گذر اوقات کرتے ہیں۔پس بڑی لہر کے جھاگون پر توانہین اپنے شکار ملنے کا یقین ہوتا ہے اور اسیوجہ سی تمنے اکثر دیکھا ہوگا کہ بڑے بڑے اونچی لہرون کے سطحون پر یہہ پرندے اڑتے دکھائی دیتے ہیں۔میرے خیال مین بگلون اور دیگر سمندری پرندون کے زمین پر آجانیکا سبب تو یہہ ہوتا ہے کہ انہین زمین پر اپنی خوراک ملنے کا کامل یقین ہوتا ہے اور تمنے اکثر دیکھا ہوگا کہ یہہ پرندے جب کبھی زمین پر آتے ہین۔تو زمین کے کیڑون مکوڑون کو جو طوفان یا سیلاب سے پیدا ہوجایا کرتے ہیں بڑے شوق سے گر کر کھاتے ہیں۔کیونکہ مچھلیان جو صاف موسم مین انکی خوراک ہوتی ہیں۔طوفان کیوقت پانی کے اندر گھس جاتی ہیں۔پس محض خوراک کی تلاش مین یہ پرندے زمین پر آتے ہیں۔پایاب چلنے والے مختلف قسم کے پرندے ہمیشہ اسیوقت زمین پر آتے ہین۔جب بارش ہونیوالی ہوتی ہے اور اسی اصول پر گدہ بھی لشکر کے پیچھے پیچھے پہونچتے ہیں۔اور اسمین کچھہ شبہہ نہیں کہ بزرگون کا پرندون سی شگون لینا بہت کچھہ انکی عقل اور عادت کے مشاہدہ پر مبنی تھا۔اس سبب سے عوام میں اوہام پرستی اور ضعیف الاعتقادی بہت پائی جاتی ہے۔مثلاً بہار کے موسم میں اگر کوئی کانٹے سے مچھلی کا شکار کرنے والا اکیلی ایک مینا کو دیکھے تو وہ اُسے نہایت بد فالی سمجھتا ہے۔اور جوڑے کو دیکھنا وہ ہمیشہ عمدہ شگون خیال کرتا ہے۔حالانکہ اصلی سبب یہہ ہے کہ سرد اور طوفانی موسم مین صرف ایک ہی پرندہ خوراک کی تلاش میں گھونسلے سے باہر نکلتا ہے اور دوسرا انڈے سیتا ہے یا بچون کی نگرانی کرتا ہے۔لیکن جب جوڑا باہر نکلتا ہے تو یہہ وہی گلابی موسم ہوتا ہے جو مچھلی کے شکار کیلیئے مخصوص ہے۔

**قایل**۔تو پھر اسطرح اسباب و نتایج کا تعلق جیسا آپ نے بیان کیا عوام کی اوہام پرستی کو ذرا بھی تعجب انگیز نہین رکھتا۔اور جب دو واقعات جن مین قدرتاً کوئی تعلق نہ تھا۔اتفاق سے ایک ہی وقت مین ظاہر ہوگئے اور لوگون نے اپنی آنکھون سے مشاہدہ کرلیا۔تو انہیں اسکا خیال ہوجاتا ہے اور وہ اسے اپنی یاد مین مضبوط کرتے ہیں۔یہانتک کہ لغو سے لغو شگون بھی قابل اعتقاد سمجھا جانے لگا۔انگلستان کے مغرب میں نصف صدی پہلے ایک محل ساحل سمندر کے ایک طرف کبھی کبھی ہوا کرتا تھا۔تو لوگون نے اسکا سبب ایک جن یا بھوت کو قرار دیا۔اور جب کبھی یہ شور سُنتے تو یقین کرتے کہ یہہ کسی جہاز کے غرق ہونیکی پیشین گوئی ہے۔سمجھدار آدمی تو جانتا ہے کہ

آواز کی رفتار ہوا کی رفتار سے زیادہ تیز ہے - اور یہ آواز ہمیشہ طوفان کے آمد کی خبر دیتی تھی۔ جو اس چٹانی ساحل پر جب کبھی پہونچتا تو کوئی نہ کوئی جہاز ضرور ڈبا تا ۔

**عاقل** - شگون کی جتنی مثالیں آپنے بیان کی ہیں سب دلیل پر مبنی ہین لیکن یہہ تو بتائیے کہ ان لغویات کا کیا مطلب ہے کہ لوگ بدہ کے روز کو (بعض جمعہ کو بعض پیر کے دن کو) منحوس خیال کرتے ہین - یا نمک کے بکھر جانے سے اندیشہ ناک ہوتے ہیں - یا کسی بڑہیا عورت کے سامنے آجانے کو بدفالی سمجھتے ہین - مجھے یاد ہے کہ ایک باوقعت شخص اس قسم کے شگونون کا نہایت ہی معتقد تھا - اور وہ شکار کے لئے کبھی نہ نکلتا تھا تاوقتیکہ وہ بنگلے کا پنجہ ایک بند سے اپنے بٹن کے سوراخ مین نہ باندہ لیتا ہو - اسلئے کہ اُسکا خیال تھا کہ ایسا کرنا اسکی شکار مین کامیابی کا یقینی سبب ہوگا -

**قائل** - یہہ اور اس قسم کے روایت سے شگون مثلاً مُردون کا دیکھنا - خواب دیکھنا وغیرہ وغیرہ ان سب کی بنا محض ایک اتفاقی امر کے وقوع پر ہے - مگر نمک کا ہاتھ سے بکھرنا (کسی غیر معمولی وجہ سے) میرا خیال ہے طبیعت کا فالج کی طرف میلان ہونے کی علامت ہے - جو دفعتہً ہاتھ کی حس کو زائل کر دیتا ہے - اور یہ بلاشبہہ ایک خوفناک اور مہلک علامت ہے - علاوہ اسکے جو لوگ پہلے ہی بدفالیون سے شکستہ دل ہوجاتے ہیں بعض اوقات خود ہی اپنی ناکامیابی کو اپنے لئے تیار کرتے ہیں - کیونکہ کامیابی کا یقین بذاتہٖ کامیابی کے حصول کا بڑا ذریعہ ہے - مثلاً فارسیلیا کی لڑائی سے پہلے بروٹس نے جو خواب دیکھا اور جو غیر استقلال اور مایوسی اس خواب نے اسکے دل پر پیدا کی وہ ہی یقیناً اسکے شکست کا موجب ہوئی - اور میرا خیال ہے کہ وہ معزز شکاری جسکا آپ نے ابھی ذکر کیا کسی بدفالی کے بعد ہمیشہ بُرا نشانہ لگاتا ہوگا - کیونکہ ناکامیابی کے یقین کا اثر اسکے دل پر یہی ہوتا ہوگا کہ وہ نہایت بے پروائی سے نشانہ لگائے -

**عاقل** - مینے اپنی زندگی میں بعض باتین ایسی دیکھی ہیں جنکی علت غائی کا معلوم ہونا ناممکن ہے - اور نہ کسی قدرتی تعلق اور نہ کسی اتفاقی وقوعہ سے انپر دلیل لائی جاسکتی ہے - مینے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے عقلا بھی انکو تسلیم کرتے تھے -

**قائل** - میری رائے میں دقائق پسند طبیعتین انسانی اعتقاد کے سرچشمون کو زیادہ غور کی نگاہ سے نہین دیکھتین اور صرف ایک ہشیار ظاہر بین شخص ہی ایسا ہوتا ہے جو ہر ایک بات کا یقین نہ

کرنیکو آمادہ اور مستقل رہتا ہے۔ کیونکہ نظر غامض کرنیوالے اسباب اور نتایج کا ایک ایسا پیچیدہ عجیب اور لامتناہی سلسلہ دیکھتے ہیں کہ وہ شاید ہی کسی دو واقعات کی نسبت یہہ فیصلہ کرین کہ انکا ایکدوسرے سے خود مختار ہونا ممکن ہے؟ اور سائینس نے تو بہت سے ایسے قدرتی معجزے دنیا پر ظاہر کر دئیے ہیں (مثلاً خلائے آسمان مین ستارون کے ٹوٹنے سے پتھرون کا گرنا۔ برف کے ٹکڑون اور ایک سفید دہات کے ذریعہ آگ پیدا کرنا۔ سمندر کے مدوجزر کے اسباب کو چاند کی طرف منسوب کرنا۔) کہ طبیعی دان تو قدرت کے کسی پیچیدہ مسئلہ کا شاید ہی انکار کرے اور بہلا پھر وہ اُن اخلاقی تاثیرات۔ اور دماغی خاصیات کے نامعلوم تعلق کو تو کیون ماننے لگا۔ بالمقط

لطیف احمد

# محکمۂ قضا۔

شروع ۱۹۰۳ء مین بعض اخبارات نے "پانیر" کے نوٹ درباب رجسٹری نکاح وطلاق مسلمانون کی متعلق مضامین شائع کئے تھے۔ مینے بھی اسبارہ مین اک مضمون لکھا تھا۔ چونکہ کچھ عرصہ ہوا سید آغا حیدر صاحب وکیل کا مضمون درباب شکایت مقدمات دین مہر شایع ہوا ہے۔ لہذا ایسے معاملات کے روک تھام کے لئے میں اپنے اوس مضمون کو معزز "عصر جدید" میں دہرانا مناسب سمجھتا ہون وہ حسب ذیل ہے:۔

بعض اخبارون کی رائے تھی کہ یہہ کام سپرد قاضیان کیا جائے پس مجھے بھی اسبارہ مین باتفاق رائے مذکور مفصل عرض کرنا ہے۔ زمانہ بادشاہت اسلام ہند مین جملہ ارکان دینی ودنیوی مفتی اور قاضیون کے تابع فرمان تھے۔ بادشاہی عہدے مفتی الملکی۔ مفتی۔ قاضی۔ خطیب۔ نائب۔ محتسب۔ صلاتیہ۔ نرخی ہر ملک وضلع مین موجود تھے۔ مفتی الملکی بطور شیخ الاسلام دارالسلطنت مین رہتا تھا۔ مفتی وقاضی انفصال مقدمات کے واسطے ہر مقام پر۔ خطیب بھی اسیطرح نماز عیدین کی امامت وخطبہ خوانی کرتے تھے۔ نائب قاضی کی طرف سے نکاح خوانی کرتا تھا۔ محتسب بطور کوتوال کے کام کرتا تھا۔ صلاتیہ اسکی خدمت عیدین کی نماز کیوقت باواز بلند صلوٰۃ کہنے کی تھی۔ نرخی بازار کے نرخ مقرر کرنے اور اطلاعدہی وغیرہ کا ذمہ دار تھا اور یہہ خدمتین خاصکر شیخزادگان۔ پیرزادگان کی تحت اقتدار مین تھین

کشنری میرٹھ کی مسلمان بستیوں مین خاندان شہزادگان عموماً انہین مذکورہ عہدون کی نام سے ابھی تک پکارے جاتے ہیں۔ لیکن سوائے نام کے یہہ خدمتیں سرکاری طور پر انجام دہی کے لئے بہت کم باقی ہین کچھہ ردو بدل سے نماز عیدین کی خطبہ خوانی۔ نکاح خوانی باقی ہے۔ قضا کا رتبہ بالکل نسیت و نابود ہوگیا۔ ایام غدر تک محکمہ رجسٹری قبالجات قاضیون کے سپرد تھا اُسکے جانچ پڑتال صرف سرکار سے متعلق تھی۔ ہر کاغذ وثیقہ پر قاضیون کی مہر "خادم شرع شریف یا خادم شرع دین متین قاضی فلان" کی عنوان سے ثبت ہوتی تھی۔ لیکن افسوس کہ غدر نے اور عزت کے ساتھہ مسلمانون کی یہہ عزت بھی کھودی۔

یہہ عہدے ریاست ہائے دارالاسلام ہی میں نہ تھے بلکہ ہندوانی ریاستون مین بھی ہر جگہہ مقرر تھے۔ اسوقت بھی بعض بعض مقامات پر بطور نمونہ و نشان موجود ہیں چنانچہ قصبہ ڈیڈوانہ۔ ناگور شریف۔ سانبھر۔ میڑتا وغیرہ علاقہ جات مارواڑ اور خاص جودھپور میں قاضی محتسب خطیب۔ نرخی موجود ہیں۔ اونکو بادشاہی فرمانون کے ذریعہ سے سطرح اراضی معافی دوام ملی ہوئی ہے۔ قاضی ۵۰۰ بیگہ۔ مفتی ۵۰۰ بیگہ۔ خطیب ۴۰۰ بیگہ محتسب ۴۰۰ بیگہ نرخی ۳۰۰ بیگہ جو ریاست نے بادشاہی عطیہ کے اصول پر اسوقت تک واگزار کر رکہی ہے۔ سانبھر و ڈیڈوانہ وغیرہ مین کچھہ عرصہ پیشتر ہماری دیکھنے یہہ دستور تھا کہ اگر رمضان شریف کے دنون مین کوئی مسلمان روزہ نہ رکھتا تھا یا دن کو کسی کی گھر میں سے دُھوان نکلتا تھا تو محتسب مار پیٹ کرتا تھا اور برتن توڑ ڈالتا تھا۔ لیکن فوجداری کا انتظام ہوجانیسے اب محتسب کی محتسبی صرف شاعرون کی کلام مین باقی رہگئی ہے۔ نرخی کا ثواب بھی قصبہ ڈیڈوانہ مین یہہ دستور ہے کہ روزمرہ نرخ بازار کا پرچہ لکھکر کچہری میں دیا جاتا ہے۔ جودھپور مین نماز عیدین پر چھہ ضرب توپ کی سلامی جاری ہے۔ ہر بڑے مقام پر سرکاری لوازمہ نقارہ۔ نشان۔ چوب نقرئی۔ نفیری کا باجہ۔ سوار و سپاہی۔ اور حاکم پرگنہ بطور جلوس قاضی کی سواری کے ساتھہ آمد و رفت عیدگاہ کیوقت ہمراہ ہوتے ہین۔ حاکم علاقہ قاضی کو نذر دیتا ہے۔

ہماری انصاف پسند گورنمنٹ اپنی طرف سے پرانے اعزاز و حقوق تلف کرنا پسند نہین کرتی یہہ ضعف مسلمانون ہی کے عدم توجہی کے باعث ہے۔ چنانچہ اوقاف کی نگرانی شاہان سلف کی عمارات کی

تحفظ و برقرار رکھنے کا گورنمنٹ کو کیا کچھ خیال ہے۔ ہمارے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے القاب کی آخری الفاظ ''حامی دین'' میں اس ظاہر ہے کہ وہ اپنے خاص مذہب کے حامی نہیں ہیں بلکہ ہر مذہب کے محافظ ہیں جسکا شاہد خود گورنمنٹ کا طرز عمل ہے کسی مذہب کی خرابی و توہین گورنمنٹ کیجانب سے ظہور میں نہیں آتی۔ دہلی کے جامع مسجد کی تکریم و حرمت کے لئے انگریزی جوتوں پر موزی چڑہانیکا حکم دیا جانا لاہور وغیرہ میں مسجدوں کا واگزار کیا جانا مسجد وزیری لاہور میں لاٹ صاحب بہادر کا ایک خوشنما لیمپ نذر چڑہانا اور مرمت نیلا روضہ قصبہ جھنجھانہ وغیرہ۔ پس ان ہی رعایتوں کے موافق ضروری ہے کہ اگر گورنمنٹ کی حضور میں بادب ہم کوشاں ہوں تو بدستور سابق محکمۂ قضا قایم کردے جس سے مسلمانوں کہ شرعی معاملات بسہولیت انجام پاجایا کریں اور گورنمنٹ کے عہدہ داروں کو ہمارے مذہبی معاملات میں غلط فہمی ہونے و دقتیں اوٹھانے سے بچت ہووے جس طرح دیہاتی منصف آنریری جج مقرر کردی گئے ہیں اوسیطرح قاضی مقرر ہوسکتے ہیں جسمیں مسلمانوں کی آرام کے سوا گورنمنٹ کی اہلکاروں کو نکاح و طلاق کے مقدمات کے بارہ میں قاضیوں سی تحریری شہادت ملیگی مہر کی کمی بیشی کی نسبت اختلاف واقع نہوگا اور اپنے مذہب کے ایک رکن کے پاس اس قسم کی معاملات پیش کرنے میں مسلمانوں کو تامل نہوگا۔ اور دستاویزدن کی طرح نکاح و طلاق کی رجسٹری سب رجسٹراروں کی سامنے کرائی جائیگی (جیسا کہ خیال پانیر نے ظاہر کیا تھا) تو صدہا قسم کی دقتیں واقع ہونگی جنکا بیان کرنا فضول ہے۔

یوں تو مسلمانوں کے ہر ایک معاملہ و تنازعہ میں مولوی قاضی کی ضرورت ہے۔ شادی میں دستوراتی اقرار مدار کے لئے ولی کی ضرورت ہے جس لاوارث لڑکی کا کوئی وارث نہو اوسکا ولی قاضی کو بنانا چاہیے اور ہر ایک استفتا جو مقدمہ فیصل ہووے اوسکا بھی اسلام سے ہونا شرط ہے۔ بمساجد و روضہ ہاے مشہورہ و عمارات شاہان اسلام و اوقاف کی کاروبار بھی لایق سپردگی مفتیان و قاضیان ہیں۔ پس گورنمنٹ اگر ہر تھانہ و تحصیل و ضلع و کمشنری و ہائیکورٹ میں قاضی و مفتی مقرر کردے تو کوئی مشکل بات نہیں ہے خواہ تنخواہ دار یا آنریری۔ اس عملدرآمد سے علاوہ تحفظ ننگ و ناموس شرفا و مطابق ارکان اسلام و حق الامر انفصال کے مسلمانوں کے لئے زیر باری اخراجات کا بچاؤ بعید ہوجائیگا کیونکہ یہہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ مسلمان اور اقوام سے اسوقت کم مایہ و کثیر الاخراجات ہیں۔

گو مینے کسیقدر مفصل بحث چھیڑوی ہے جو سب کی سب قابل توجہ وعملدرآمد ہوسکتی ہے لیکن امید نہین ہے کہ گورنمنٹ اپنے حکام کے اختیارات مین کمی کرکے بہت سے جھگڑے اٹھاکر تحقیقات کرنا اور رعایت دینا منظور کرے علاوہ ازین اس پایہ کی عام وشائستہ قاضی بھی بالفعل ہر مقام کے لیئے دستیاب نہونگے۔ جو باطمینان وایمانداری ایسے اہم کام انجام دینے کی لائق ہوسکین۔

اسوقت معاملہ رجسٹری نکاح وطلاق ہی زیر بحث ہے۔ یہہ کام سب رجسٹرارون کی سپرد ہوئے یا قاضیون کے جسکی بابت نیازمند اپنی رائے عرض کرتا ہے۔

میری نزدیک سب رجسٹرارون کو روبرو تحصیل مین رجسٹری کرانے میں بہت دقتین ہیں مستورات پردہ نشین کو واسطے اقرار کے لیجانا کوئی شریف گوارا نکریگا۔ فیس سرکاری کا دینا سخت بار ہوگا۔ گواہون وغیرہ کو لیجاکر سواری وغیرہ کی زیرباری تحصیل تک اوٹھانی ہوگی۔ اسمین غریبون کو سخت دقت ہوگی دس بیس روپیہ مین تو آجکل غریبون کے بیاہ ہوجاتے ہین۔ اگر گورنمنٹ جابجا اس کام کے لئے تیس تیس روپیہ ماہوار کے سب رجسٹرار مقرر کردے۔ تو بھی ممکن نہیں کہ بلا فائدہ گورنمنٹ گرہ سے نقصان اوٹھاسکے۔ اگر بجائے ایک سب رجسٹرار کے دس آدمی بیس روپیہ مین مشاہرہ سے ماہوار مقرر ہون تو ایسے ارزان ملازم ملینگے۔ لہذا بہتر ہوگا کہ قاضی ہی اس امر کی ذمہ وار رکھے جائین جو نکاح پڑھتے ہیں۔ اور چھوٹی قومون سے کم سے کم عہہ فی نکاح لیتے ہین۔

بیس پچیس برس قبل قاضیون کی تحقیقات ورضامندی مسلمانان ہوکر پرانے قاضیون کو سندین سرکار سے دیگئین تھین جو ہر جگہہ موجود ہیں ایکٹ ۱۲ قاضیان ۱۸۷۹ء مین شائع ہوا تھا اوسمین صرف چار دفعات ہین۔ ایک تعریف۔ دوسری تمہید۔ تیسری مین امتناع رشوت۔ چہارم بابت غیرحاضری قاضی کے حلقہ سے تین ماہ سے زائد باہر رہنے۔ یہہ ایکٹ بہت ہی محدود ہے اسمین نکاح خوانی کا تعین نہین کیا گیا اور یہہ امتناع کہ سوائے قاضیون کے دوسرا نکاح نہ پڑھا سکے۔ جس سے قاضی اپنے فرض منصبی میں ذمہ داری و مستعدی نہیں دکھلاسکتے۔ گورنمنٹ عالیہ کو چاہیئے کہ فی نکاح عہہ فیس نکاح خوانی قاضی سرکاری طور سے ضروری ولازمی مقرر کردے جسمین سے عہہ حق قاضی ۴ نائب کے ۲ قاضی پیادہ کے۔ اس سے قاضی مستعد وذمہ وار ہوجائینگے۔ قاضی دینیات سے بقدر ضرورت معمولی واقفیت رکہنے والا نکاح خوانی کے ارکان سے واقف چالچلن کی درست ہونے چاہیئین اگر قاضیون کا انتخاب علم وفضل کیساتھ ضروری ہوگا تو

ایسی سند یافتہ قاضی بہ تحقیق کرائے میسر نہ آئینگے۔ اگر کوئی عالم کم درجہ قوم کا ہوگا۔ تو شریف اجلا انکو منظور نہ کرینگے اگر کوئی سند عالم و قاضی گاؤں میں سکونت پذیر ہوگا تو قصبہ و شہر والوں کو اوسکے پاس چلکر جانا منظور نہ ہوگا۔

## نکاح خوانی و طلاق کے رجسٹر اسطور پر مرتب ہوں

| کیفیت | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اسمین نکاح کے وقت کی کوئی ضروری یادداشت یا دستخط عمائدین حاضرین جلسہ درج ہوجائیں تو بیجا نہیں۔ اس نقشہ کی خانہ پوری و دستخط جسوقت نکاح مجمع عام مین ہوگی توآئندہ کسی قسم کی قباحت ظہور مین نہ آئیگی۔ جو وقت تنازعہ پیدا ہوتی ہے کسی قسم کی باتین تراشی کیجاتی ہیں | [illegible] نکاح | [illegible] قاضی | [illegible] گواہان | [illegible] | [illegible] | نام و ولدیت و سکونت [illegible] | [illegible] | نمبر شمار |

## نمونہ رجسٹر طلاق

| ۱۰ | ۹ | ۸ | ۷ | ۶ | ۵ | ۴ | ۳ | ۲ | ۱ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| کیفیت معہ دستخط قاضی | [illegible] | [illegible] | [illegible] | قسم طلاق | [illegible] | [illegible] | [illegible] | تاریخ [illegible] | نمبر شمار |

یہہ رجسٹر سرکار سے مہری مثل پٹواریوں کے قاضیوں کو دئے جائیں۔ اور نقل اسکی روزمرہ نہیں تو ہفتہ وار یا ماہوار سرکار مین بھیجا کرے اور وہان بحفاظت رکھی جائے تاکہ وقت ضرورت کام آئے اور حکام وقت دورہ قاضیوں کی پڑتال کرلیا کرین۔ جو شرفا معززین بوجہہ اپنی شرافت اور اعزاز کے نکاح خوانی کی فیس سے اسوقت مستثنے ہیں اور زیبر نگاہ سمجھے قاضی کے کسی مشہور عالم یا بزرگ سے اپنے عزیزون کی نکاح پڑھواتے ہیں انکو بدستور مستثنے رکھا جائے لیکن رجسٹر نکاح خوانی مین اونکا اندراج ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ گو شرفا مین ایسے تنازعات بہت کم ہوتے ہین لیکن ممکن ہے کہ کسی وقت میں کوئی جھگڑا پیدا ہوجائے۔ اور وہ تحریری شہادت کارآمد ہوجائے۔

"قاضیوں کے لئے ہدایت و رجسٹر مرتب ہوں اور عام لوگوں کو بذریعہ منادی و اشتہار مطلع کیا جائے
پس یہی رجسٹری ہے اور مقدمات ناجائز کی خاتمہ کرنیوالی تجویز۔ محمد اور یس از جود ہپور

# مذہب اور مذہبی فرقہ بندیاں

جسطرح پولیٹیکل سائینس (علم سیاست مدن) مین حکومتوں اور سلطنتوں کے عروج اور زوال یا اسباب عروج اور اسباب زوال کی نسبت بحث کی جاتی اور انکے اقسام اور طریقے بیان کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح علم المذاہب مین مذہب بھی ایک تاریخ اور ایک قاعدہ رکھتے ہیں۔ اس مضمون میں ہم ان امور پر بحث کرینگے۔

(۱) "مذاہب کیونکر بنتے ہیں"
(۲) "انکا عروج اور انکا زوال کن کن اسباب کے تابع ہے"۔
(۳) "ان مین باہم اختلاف اور تضاد کے وجوہ کیا کیا ہیں"
(۴) "ان مین اصلیت اور آغاز کے اعتبار سے شارکت کہانتک ہے"
(۵) "ان مین فرقہ بندیاں اندرونی طور پر کیون ہوتی ہیں"

اس قبیل سے اور بہی چند امور قابل بحث ہیں۔

دنیا مین جسقدر مذاہب اسوقت پائے جاتے ہیں۔ یہ نفسہٖ وہی مختلف اور جدا جدا نہین ہیں۔ یا انہیں مین اختلاف نہین پایا جاتا۔ بلکہ مذاہب کے اندر جو فرقے یا جو شاخین پائی جاتی ہیں انمین بھی تعارض اور تباہی پایا جاتا ہے۔ پایا ہی نہین جاتا بلکہ انکی شناخت ہی اختلاف یا تعارض ہے۔ گویا فرقہ بندی کی بنیاد یا تعریف ہی تباہی اور تعارض ہے۔

جو موجب یا جو علت اختلاف مذاہب کا ہے یا جو سمجھی جاتی ہے وہ عموماً فرقہ بندی پر صادق اور چسپان نہین ہوتا۔ مذاہب ایکدوسرے کے تابع نہین ہوتے۔ گوکہ ان ہیں بعض اصولی مسائل کے اعتبار سے گونہ مشارکت اور قربت ہو پھر مذہب دوسرے مذہب کے ماتحت یا تابع رہنا ترک مذہبیت سمجھنا ہے اور یہہ قرار دیا گیا ہے کہ جب ایک مذہب یا ایک مذہب کا احد الفرد دوسرے مذہب کے ماتحت آجاتا ہے

تو اوسکی مذہبیت ترک ہوجاتی ہے یا یہہ کہ وہ ایکدوسرے مذہب مین منتقل ہوجاتا ہے۔
خلاف اسکے فرقہ بندیاں باوجود تعارض اور تخالف کثیر کے بھی ایک مذہب کے زیر سایہ یا تابع رہتی ہیں اور ایک مذہب کے ماتحت یا تابع رہ کر انکی فرقہ بندی میں کوئی زوال نہیں آتا ہے۔
جب یہہ سوال کیا جاتا ہے کہ مذاہب کے اندرونی دائرہ کے اندر یہ فرقے بندیاں کیوں ہوجاتی یا فرقے کیوں پیدا ہوجاتے ہیں اور کیوں اونہیں نشو ونما ہوتا جاتا ہے اور کیوں اوسکی بنیاد پڑ جاتی ہے۔
تو اسکا جواب ہمیشہ شافی نہین دیا جاتا اور یہہ غور نہیں کیا جاتا کہ دراصل فرقہ بندیاں کس اصول پر ہوتی ہیں اور کیوں ان کے نشو ونما میں کوئی روک حائل نہیں ہوتی حالانکہ اسکے ساتھ ہی کبھی کبھی یہہ بھی خیال کیا جاتا ہے۔
(۱) ہر مذہب کے لئے اندرونی فرقہ بندیاں مہلک ہین۔
(۲) یہہ روبند ہونی چاہیے۔
لوگ یا مذہب پرست زبان سے تو کہے جاتے ہیں کہ یہہ طریق عمل یا یہہ تعارض اور تخالف اچھا اور مفید نہیں لیکن ساتھ کے ساتھ کوئی نہ کوئی فرقہ بھی معرض وجود میں آتا رہتا ہے۔ اور پھر لوگ وسکے حامی یا مقتدی بھی دواں دواں ہوتے جاتے ہیں۔
ہمین تاریخ اس فقرے پر لے جاتی ہے کہ کوئی مذہب فرقہ بندی کی آفت یا نقص سے خالی نہین رہا ہے اور شاید آگے بھی یہہ رو بند نہ ہو۔
جسطرح فلسفہ اور سائینس کے اصول یا مبادیات اور کلیات ہیں اسی طرح مذاہب کے بھی اصول مبادیات اور کلیات ہیں گو مسائل عامہ کیطرح مسائل مذاہب بھی بہت ہی صاف اور عیاں ہوتے ہین لیکن پھر بھی اون میں کچھہ نہ کچھہ اولجھن اور پیچیدگی بھی ہوتی ہے یہہ اولجھن اور یہہ پیچیدگی تعین مذاہب کے لئے ایک اولجھن کا باعث ضرور ہوتی ہے۔ اور اسکے ساتھہ ہی زمانہ کی رفتار اپنے ساتھہ نئی نئی ضرورتین لاتی اور نئی نئی راہیں دکھاتی ہے اسواسطے ان دو وجوہ سے حامیان مذاہب کو اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے۔
اگر مسائل فلسفہ میں اجتہاد ایک لازمی روش اور مفید سلسلہ ہے تو مذاہب مین بھی اسکی ضرورت ہے اجتہاد اصولاً مذاہب کے تابع ہوتا ہے لیکن فروعاً اوس مین ان دونوں ضرورتوں کی

آمیزش پائی جاتی ہے۔ یہہ جدا بات ہے کہ اون ضرورتون کی بابت اور لوگ کیا خیال کرتے ہیں۔ ہر اجتہاد میں ایک جدت اور نرالاپن ہوتا ہے یا یون کہئے کہ جدت اور نرالےپن کا نام ہی اجتہاد ہے جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ ہدایت میں کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں پڑتی ہے اور اجتہاد کرنا ایک بدعت سئیہ یا بدعت حسنہ ہے وہ درست راہ پر نہیں ہیں۔

نفی اجتہاد کے پہلے ہمین یہہ ثابت کرنا چاہئے کہ مذاہب کے تمام اصول بالکل صاف اور سہل ہین اور اون میں کوئی پیچیدگی نہین ہے۔ یا زمانہ کی رفتار اون پر مؤثر نہین ہے جب یہہ دونون عوارض موجود ہیں تو پھر کوئی وجہہ نہیں کہ اجتہاد کی ضرورت نہ ہو۔

فرقے بندیون کی بنیاد مبنی اجتہاد ہے کوئی ایسا فرقہ نہیں پاؤگے جو اس بنیاد پر قائم نہ ہو ہمین فرقون کی موجودہ حالت اور موجودہ روش نہین دیکھنا چاہئے اونکی اور اونکے بانی کی ابتدائی مساعی اور تعلیمات پر نظر کرنا چاہئے۔ ہر فرقے کے بانی کی تعلیمات مین ایک اجتہادی جھلک پائی جائگی ایسا اجتہاد جو اسے دوسرے یا بالمقابل کے اجتہادات سے متمیز کرتا ہو۔

یہہ بحث کہ ہر اجتہاد مین صداقت یا بطالت کہانتک ہوتی ہے ایک جداگانہ بحث ہے۔ اور یہہ امر زیادہ تر بانی یا مجتہد کے اپنی رویہ یا خیالات اور تعلیمات سے منکشف اور ثابت ہو سکتا ہے۔ جو لوگ اس امر کے معترف ہیں کہ سوائے کسی اجتہاد کے فرقہ بندی ہوجاتی ہے درست اور مطابق واقعہ کے نہیں ہے۔ ہم اجتہادات کی اصلیت اور غیر اصلیت کی نسبت بحث نہیں کرینگے۔ کیونکہ یہہ ایک لنبا جھگڑا ہے صرف اس پر اکتفا نہ کرتے ہیں کہ ہر فرقہ کی بنیاد ایک شروع یا جدید اجتہاد پر ہے۔

اب اسکے متعلق دوسرا سوال یہہ ہے کہ ان فرقون کا نشوونما کیون ہوتا ہے اور کیون اونکی بنیاد بڑہ جاتی ہے۔ اس سوال یا ان دونون شقون کا جواب یون دیا جاسکتا ہے کہ فرقہ بندی کا نشوونما یا قیام اور عروج ہمیشہ دو جہت سے ہوتا ہے۔

(۱) اوسکی مخالفت عام سے۔

(۲) اوسکی اپنی صداقت یا خوبی اجتہاد کی وجہہ سے۔

اگر لوگ واقعات یا امورات کے عروج اور زوال کے اسباب اور وسائل پر غور کرنے کی عادت ڈالین تو اونہیں مان لینا پڑےگا کہ بہت سے مخالفین اور بہت سے موافقین خود اونکی کمزوری یا شکست کا

موجب ہیں۔ لوگون مین بھیڑ چال اور ناحق پرستی کا مادہ نسبتاً زیادہ ہے ان دونون وجوہ سے لوگ مخالفت اور موافقت کی جانب جھکا کرتے ہین۔

جب کوئی فرقہ پیدا ہوتا ہے اور ایک شخص جو اوسکا بانی ہوتا ہے ایک نیا اجتہاد معرض اظہار مین لاتا ہے۔ تو پہلے فرقون کے حامی اوسکی مخالفت عام پر تل جاتے ہیں اور عوام الناس خواص کے اشتعال اور جوش سے یہہ سمجھنے لگ جاتے ہین کہ پہلے فرقون اور اون کے موروثی عقائد یا مذہب مین ایک انقلاب عظیم آنے والا ہے اور یہہ جدید گروہ یا جدید اجتہاد سب کا ستیاناس کرکے رہیگا۔ شروع شروع مین ایسے جدید بانی اجتہاد کے ساتھ صرف اوسکی صداقت استقامت اور اجتہاد جدید ہوتا ہے یا اوسکا طریق اظہار اور کوئی شخص اوسکا معاون یا ساتھی نہین ہوتا جون ہی مخالفت شروع ہوتی ہے عوام الناس اور خواص اسطرف متوجہ ہوتے ہین۔ کہ شاید کہ درین گرد سوارے باشد۔ اکثر حصہ عوام الناس کا صرف دیکھا دیکھی جوش اور حمایت مین آجاتا ہے اور اکثر حصہ اپنے اپنے اغراض کے تابع جھگڑتا ہے یہانتک کہ اونہین مخالفت کرنے والوں کی جماعت ہیں سے چند اشخاص اوس بانی جدید کے پیروان یا حامیان مین سے ہوجاتے ہیں اس حالت سے ایک علیحدہ جماعت بننے لگتی ہے یہہ جدید جماعت جوش مخالفت اور بھی بھڑکاتی ہے۔ دل چلے لوگوں کے خیالات اور ارادے تھمنے مین نہین آتے۔ یا تو جدید جماعت کے خیالات پردہ اور ایک رفتار مین ہوتے ہیں اور یا یہہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر کہہ ومہ اون سے پھر اونے فریقون کیطرح واقف اور شناسا ہوجاتا ہے جب یہانتک نوبت پہونچ جاتی ہے۔ تو دونون جماعتون مین سے ایک انتخاب ہونے لگتا ہے کوئی ادھر جاتا ہے اور کوئی نکلتا ہے۔ بعدیکہ وہ جدید جماعت پورانی جماعتون مین اپنی جگہہ بنالیتی ہے اور رفتہ رفتہ اوسے بھی اوس مذہب کے تابع ایک سیکٹ ملجاتی ہے۔

یا تو پہلے پہل لوگوں کی آمد ورفت اور ملاقاتین ایک دوسرے سے رُک گئی تھین اور ناطے نسبت بند ہوگئی تھی اور ایک دوسرے کی مسجدون مین یا منادر اور گرجاؤں مین کوئی نہین جاسکتا تھا۔ اور یا یہہ کہ ایک نامعلوم حالت مین پھر شناسائی۔ اور آمد ورفت اور خلا ملا شروع ہونے لگتا ہے۔ اس نوبت پر آکر وہ فرقہ بھی پورانے فرقون مین داخل ہوجاتا ہے اور اوسکا مجتہد یا بانی بھی منجملہ عظمائے مذہب اور اصحاب دین کی سمجھا جاتا ہے پہلے

ملکی اور شرعی قانون بھی اوسکی مخالفت میں تھا اور اب جیسے اور فرقوں اور ریانیان فرقہ کی عزت اور حرمت قانون اور حکومت کی حمایت میں تہی ایسے ہی اوسے بھی حقوق ملتے ہیں۔ اور وہ بھی ایک مذہب کے نام لیوؤں اور محترم فرقہ میں سے شمار ہوتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص اوسکی نسبت کوئی بُرا کلمہ مُنہہ سے نکالے تو ازالہ حیثیت عرفی یا بدتہذیبی سمجھی جاتی ہے۔

یہہ زمانہ فرقوں کے مابین ایک مذہب کے تابع آکر ایک امن اور ایک آشتی کا زمانہ ہوتا ہے۔ وہ پہلی تمام عداوتیں اور دشمنیاں ایک پردہ میں آجاتی ہیں دنیا کے کاروبار اور زندگی کی ضرورتیں ایک دم کے لئے سب کو ایک ہی پلیٹ فارم پر لے آتی ہیں۔

جب کبھی کوئی نیا فرقہ پھر نکلتا اور نئی رفتار پیش کرتا ہے تو پھر اور سب فرقوں کے ساتھہ وہ فرقہ بھی شامل ہوجاتا ہے جو پہلے زیرعتاب تھا۔ اب اوسکا جوش و خروش بھی پورانے فریقوں کی طرح ہی ہوتا ہے۔ وہ بھی یہہ سمجھتا ہے کہ یہہ جدید فرقہ میری جگہ لیتا ہے اور میرے حقوق میں دست اندازی کرتا ہے۔ میں اسکا مزاحم ہونگا اور دنیا کے صفحہ سے نیست و نابود کردونگا۔ حالانکہ اس سے اول وہ خود یہہ صعوبتیں بھگت چکا ہے۔

دوسری صورت میں جس فرقہ کے اصولوں اور اجتہادات میں کوئی جدت اور مضبوطی ہوتی ہے اوسکی بنیاد اور اوسکے زور پر ترقی پاتا جاتا ہے گو کہ لوگ اوسکے مزاحم ہوتے ہیں اور اوسے مٹانا چاہتے ہیں مگر مٹتا نہیں۔ اخیر پر وہ پرانے سلسلہ میں شامل ہوکر خاموش ہوجاتا ہے۔

اسوقت تک ہر مذہب میں جسقدر فرقے بندیاں ہوچکی ہیں۔ اون سب کی تاریخ ظاہر کرتی ہے کہ اونکے ساتھہ کبھی کبھی مخالفتیں اور پرخاشیں ہوچکی ہیں اور اخیر پر وہی مطعون اور مغضوب فرقے کس خوش اسلوبی سے اوس مذہب کے دائرہ میں شامل ہوئے ہیں۔

ہمیں ابتدائی مخالفتیں ڈراتی ہیں کہ انکا اس دائرہ میں استقلال ناممکن ہے۔ مگر زمانہ دکھادیتا ہے کہ وہ باوجود طرح طرح کی مخالفتوں کے بھی ایک نئی اجتہاد کے واسطے بھی ایک جگہہ محفوظ رکھتا ہے اسمیں کچھہ شک نہیں کہ بعض کے واسطے جگہہ محفوظ نہیں بھی رہتی۔ مگر کبھی کوئی فرقہ مخالفت عام سے نیست و نابود نہیں ہوا بلکہ اپنے اصولوں کی کمزوری کیوجہہ سے معرض ہلاکت میں آیا ہے۔ خواہ کوئی فرقہ مقدس ہو اور خواہ تقدس سے دور خیال کیاجاوے۔ ایک حالت اور ایک حیثیت ضرور رکھتا ہے

اختلافات کی وجہ سے جو فساد اور عنادباہمی پیدا ہوتے ہیں وہ گو بعض کے خیال میں مذاہب کی کمزوری کا باعث نہ ہوں لیکن معاشرتی امور میں تو سخت حارج ہوتے ہیں لوگ بہ بعض حالات واجبی ترقی سے رہ جاتے ہیں اس صورت میں کیا یہہ ضروری ہے کہ۔

اول فرقہ بندیاں بند ہو جاویں یا۔

دوم سب کے سب ایک ہی فرقہ کے پابند ہو جاویں۔

سوم یا کوئی فرقہ ہی نہ بننے۔ یا

چہارم کوئی جدید اجتہاد نہ کیا جاوے۔

پنجم یا کسی جدید اجتہاد پر ایمان نہ لایا جاوے۔

یہہ سب قیاسات اور فرضی اشکال ہیں یہہ نہ ہوا ہے اور نہ ہی ہوگا۔

جب تک مذہب ہے نئے فرقے نئے اجتہادات ہوتے رہینگے۔ اون پر لوگ یقین بھی لائینگے۔ اور اونکی مخالفت بھی کرینگے نہ سب لوگ اوسکے پیرو ہونگے اور نہ ہی سب لوگوں میں اوسکی مخالفت پائی جاویگی۔ اگر ایک حصہ انکار کرتا ہے تو دوسرا حصہ اوسکا معترف بھی ہوگا اگر ایک دشمنی رکھتا ہے تو دوسرا حامی بھی ہوگا۔

یہہ صحیح کوشش یا صحیح عمل نہیں ہے کہ ہم اس فرقہ بندی کو بند کردیں یہہ کبھی نہیں ہوگا اور نہ ہی ہوسکتا ہے اگر اس بارہ میں باعتبار معاشرتی امور کے کوئی صحیح کوشش ہے تو صرف یہہ کہ ہماری مخالفتیں صحیح پیمانہ ہوں اور اون میں خود غرضی کا حصہ زیادہ نہ ہو صرف مذہب یا مذہب کے اعلان کی خاطر مخالفت کی جاوے نہ کہ باعتبار ذاتی اغراض اور ذاتی نمایش کے۔

جب اس اصول سے کوشش کی جاتی ہے کہ ہم ایک فرقہ کو صفحہ دنیا سے نیست و نابود کردینگے تو قدرت خندہ کرتی ہے کون ہے ایسے فرقے ہیں جو ہماری مخالفت سے دنیا کے پردہ سے نابود ہو چکے ہیں اگر کوئی ایسی نظیر ہے تو پیش کرنا چاہئے ہم تو ایسا نہیں کرسکتے ہاں اگر خدا کی قدرت اور خود خدا یہہ بیڑہ اوٹھالے تو ہوسکتا ہے۔

ہر مذہب اور ہر فرقہ کے واسطے حمایت مذہب اور حمایت فرقہ ضروری ہی نہیں بلکہ لازمی بھی ہے لیکن صرف اس حد تک اور اوس پیرایہ میں جو ہماری معاشرت میں حارج اور مزاحم نہو

معاشرت بھی بجائے خود ایک جداگانہ ملت یا مذہب ہے اوسکے حدود سے بھی باہر نکل جانا یا اونکا توڑ دینا اوسکی بے حرمتی کرنا اور خود کو ذلیل کرنا ہے

اگر مذہب ایک فلسفہ یا ایک سائینس ہے تو ضرور معاشرتی اغراض کی خاطر ہمین اس مخالفتون سے کنارہ گزین ہونا پڑیگا جو تکلیف دیہہ اور شرمناک ہین۔ سلطان احمد

# عملی کام کا خط

اسوقت میں آپکو ایک عملی کارروائی کے بابت ایک مراسلہ روانہ کرتا ہون امید کہ رسالہ کے کسی گوشہ مین درج فرماکر ممنون فرمائینگے۔

علاقہ مارواڑ مین قصبہ ناگور شریف نہایت وسیع اور شریفون کی بستی کہلاتی ہے۔ زمانہ قدیم مین کیا بلحاظ علم وفضل اور کیا باعتبار بزرگی وکمال ایک مشہور جگہ تھی۔ ابوالفضل اور فیضی اسی خاک پاک کے رہنے والے تھے۔ سینکڑون شاہی عمارتین سربفلک ابتک پرانی جاہ وجلال کو قایم کئے ہوئی ہیں۔ یہہ اجڑی ہوئی بستی زبان حال سے عجب عبرت خیز منظر دکھلاتی ہے۔ ابتک وہان کے قاضی زادے اور پیرزادے ساری علاقہ مین قابل تقلید نظر سے دیکھی جاتے ہیں۔ ہر دینی امر مین خصوصاً شادی اور غمی کے تقریبات مین تو ضرور ان سے برکت حاصل کیجاتی ہے۔ جو کچھ وہ کر دین یا کہدین وہی مقبول ہے۔

لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ زمانہ کے الٹ پھیر نے اس مبارک سرزمین مین بھی اسلامی مراسم کو اپنے اصلی حالت پہ رہنی ندیا بلکہ اور دیگر اقوام کے مراسم کچھ اس سختی کیساتھ مخلوط ہوگئے کہ ہمارے موجودہ معتقد ایمان اوسمین ذرہ برابر کمی سے خاندانی شرافت کو بٹہ اور اپنی شان کے خلاف خیال کرتے ہین۔ چونکہ انکا شریعت پرکاربند ہونا اس اطراف کی ساری اقوام کے سنورنے اور سدہرنے کا سبب تھا اسلیئے مینے اپنے والد حاجی سیٹھہ غلام احمد صاحب کو ضروریات سے مطلع کرکے ابھی غمی کے موقع پر (پیرزادہ سجادہ نشین حضرت مخدوم سلطان حمید الدین رحمتہ اللہ علیہ حاجی کریم الدین صاحب کے اہلیہ کا دسوان تھا) جسمین وہ بدعتین اور ناقابل برداشت فضولخرچیان ہوتی ہین کہ الہی توبہ۔

یہ ایک ایسا درد انگیز مجمع تھا جس مین قدرتی طور سی مختلف اسباب پیدا ہوگئے کہ اجتماع معمولی نہ ہوا یادد

اگرچہ رسمی طور پر بھی اس موقع پر بہت ہجوم کا خیال تھا چنانچہ جسوقت انبوہ لوگونکا زور پر تھا میرے والد صاحب نے اسلام کے اصلاحی امور جرأت سے پیش کئے۔ جتنی زبانین تھین اوتنی ہی رائیں تھین اکثر رائین مسلمانون کی بدبختی کیطرح اصلاح سے کوسون دور تھین مزید زیادہ تر حیرت اون حضرات سے ہے جو اپنے کو مولویت اور فضلا کے عمامہ سے سربلند خیال کرتے ہین مخالفت اور دراندازی مین خاص حصہ لیا او حیف ہے کہ لکیر کے فقیر بنے رہے ع بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ مگر سخت کوشش اور جان توڑ ملامت حاصل کرنے پر امور مفصلۂ ذیل پر سب حضرات کے دستخط ہو گئے۔ بالآخر حیلہ و حجت کرنیوالے مقدس حضرات بھی اسلام کی متفقہ صورت دیکھکر شریک اصلاح ہو گئے۔ فالحمد علی ذالک۔ امور ذیل جنپر کل مسلمانون کے دستخط ہوئے یہ ہین۔ (۱) شادی کے موقع پر ناچ گانا قطعاً نہو بر تقدیر خلاف ورزی مرتکب کو اکتیس (۳۱) روپے قومی تاوان ادا کرنا ہوگا۔ اس سے پہلی رنڈی کا برات مین نہ آنا ایسا ہی تھا جیسا کہ بغیر قاضی صاحب کے نکاح منعقد ہونا جو قابل اعتبار نہیں اسیطرح کوئی تقریب ایسی نہین جہان حسب مقدرت رنڈی نہ بلائی جاوے۔

(۲) غمی مین جو دسوان ہوتا ہے جسمین ساری برادری نہایت فیاضی کے ساتھ کہلائی جاتی تھی حالانکہ ایسا صرف کثیر بغیر قرض کے نہیں کرسکتے تھے۔ لیکن کدھنی (۱) کی پرانی رسمین نہ توڑی جاوین۔ اب حاضرین کے سوا دوسرون کو کھانا کھلانا یا بلانا ضروری نہین۔ ہان غربا و مساکین کو کھانا کھلا کر فیاضی اور دریا دلی دکھلائین۔ اور چھوٹی چھوٹی یادگارین جو مرحوم کے لئے قایم ہوتی تھین اور اوسمین برادری کے حقوق بھی تھے سب یکقلم موقوف ہو گئے۔

(۳) سب سے بڑی بات بیوہ نکی شادی یا نکاح ثانی ہے۔ باوجودیکہ شریعت اسلامی نہایت زور دے رہی ہے اور اون مصائب اندوز بیچاریون کی صورت والدین سے شرمناک لہجہ مین سوسو التماس واستدعا کرتی ہے مگر والدین ہین کہ خاندانی عزت پر حرف آنے کے ڈر سے نکاح ثانی نہیں کرتے۔ یہ شکایت اسی مقام سے مختص نہین بلکہ اور دیگر حصص مین بھی موجود ہے۔ اتفاق رائے سے پاس ہوگیا کہ ہر شخص کو کلی اختیار ہے کہ وہ کسی بیوہ سے نکاح ثانی کرلے۔ ہرگز قابل ملامت قومی نہوگا۔ اور اون بیچاریون کے والدین کو تحریک کیجاوے کہ قاضی کو بلوا کر مناسب طریق سے دو بول کہلاکر اس ضروری امر سے سبکدوش ہون [ مگر یہ شرمناک ظلم اکثر نام کے شرفا مین ابتک علانیہ ہوتا ہے۔ ایڈیٹر ] +

(۱) کوئی مقامی اصطلاح معلوم ہوتی ہے۔ ایڈیٹر

علاوہ انکے اور امور بھی طے ہوئے جو قومی حقوق سے متعلق ہین. سب مین کفایت شعاری ملحوظ رکھا گیا اور حتی المقدور اسلامی صلاح پیش نظر رہا۔ اگرچہ پوری طرح وہ ابتک اُس حد تک نہیں جیسا کہ میرا منشا رہی۔ مگر خیر لیا غنیمت ہے سنگ بنیاد تو رکھا گیا۔ [کرنا نہ کرنے سے بہتر ہے ۔ اڈیٹر]

ہمین بڑی مسرت اپنی اس کامیابی پر ہوئی اور سارے مسلمانان مارواڑ اگر ہماری ہم نواہون تو زیبا ہے۔ کیونکہ شادی اور غمی اور دیگر اسلامی مواقع پر ہر امر میں حتی الوسع ہم لوگ اپنی بزرگون کے نقش قدم پر چلتے رہے اور اب اللہ کے فضل سے سارا مارواڑ رہ راست پر انہی کے پیچھے چلیگا۔ جب کبھی کسی کو کسی بات سے روکا جاتا تھا یا کسی نیک امر کے اختیار کرنے کی ہدایت کیجاتی تھی وہ ناگور شریف کی سند دیکر چھٹکارا پا لیتا تھا چنانچہ تا امروز مارواڑ کے سارے علاقہ میں عملی صورت سے بھی لوگ پیشوا مانے جاتے ہیں اور جملہ مساجد کے بھی امام ہین۔ امید ہے اور قوی امید ہے کہ اس بے نظیر مثال کے قائم ہوجانے سے اصلاح کا دور دورہ سارے مارواڑ مین پیدا ہوجائیگا۔ اور دوسری قومین جو ابتک حسن عقیدت اور قدامت پرستی سے جو انقیاد و اتباع کہ کرتی رہین ضرور اس اصلاحی کایا پلٹ سے مستفید ہونگی۔ اس خط کو آپ میرا خط نہ خیال کیجئے۔ بلکہ قوم کے سارے افراد کا نیاز نامہ ہے۔ کیونکہ ایسے مقام کی اصلاح کا تذکرہ کیا گیا ہے جو علاقہ مارواڑ کا دینی مرکز ہے۔ راقم عبدالرحمان تاجر چرم ممبر صیغہ اصلاح بیپار مارواڑ

# مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پوتے کی شادی

## انتخاب مفیدہ

[رائے بہادر کنھیا لال کی تاریخ پنجاب سے اب کم لوگ واقف ہین۔ ایک دلچسپ تاریخ ہے۔ اسمین سے مہاراجہ رنجیت سنگہ کے پوتے کی شادی کا حال درج کرتے ہین تاکہ لوگ غور کرین کہ باوجود اس اہتمام کے اب کون اس شادی کا ذکر کرتا ہے۔ فقط ۔ اڈیٹر]

اس سال میں کنور نونہال سنگہ کی شادی ہوئی اور مہاراجہ کو منظور ہوا کہ یہہ شادی ایسی دھوم دھام سے کی جاوے کہ زمانہ مین قیامت تک تذکرہ اسکا باقی رہے۔ چنانچہ اس شادی کی بہت تیاری ہوئی اور سر ھنری فین صاحب بہادر کمانڈر انچیف و سپہ سالار ہند جو اسوقت بمقام فیروزپور تھا اس شادی

مین بلایا گیا۔ اور ساتھ کلارڈ ویڈ صاحب بہادر ایجنٹ انگریزی لدھیانہ سے آیا جب سپہ سالار
بہادر کی آمد آمد ہوئی بڑے بڑے امرائے عظیم الشان اُسکی پیشوائی کو مامور ہوئے اور جس
روز سے کہ لارڈ صاحب نے سکھی سلطنت کے علاقہ مین قدم رکھا اُس روز تک کہ پھر انگریزی علاقہ
مین بعد فراغ کار شادی کے گیا کل صرف ہاتھی گھوڑون و لشکر کا روزمرہ مہاراجہ کی سرکار سے
اُسکو ملتا رہا علاوہ اسکے تمام جاگیردار راجے و سردار علاقہ پنجاب کے اس شادی مین بلائے گئے
راجگان۔ نابھہ و پٹیالہ و جھیند۔ فریدکوٹ۔ و نواب مالیر کوٹلہ۔ و سردار نرائن گڈھ و
کلسیا و کپورتھلہ و نواب منگیرہ و سنگھپورہ وغیرہ بڑے بڑے رئیس اس شادی مین شامل ہوئے
پہاڑی راجہ منڈی و سکیت و چنبہ وغیرہ بھی بلائے گئے۔ قریب پانچ لاکھ آدمی کے مہمان اس
شادی مین جمع ہوگئے۔ اِن سب کو رسد روزمرہ مہاراجہ کی سرکار سے ملتی رہی۔ اس شادی کا
تمام سامان امرتسر مین ہوا اور امرتسر سے بڑی دھوم دھام سے برات چڑھی سب مہمان ہاتھیون
پر سوار ہوئے مہاراجہ نے بڑے بڑے راجون اور سردارون خصوصاً افسران انگریزی کی ہاتھیون
پر دو دو ہزار روپیہ نقد اور پانچ پانچ سو روپیہ کی تھیلیان نقرہ رکھوا دین اور اجازت دی کہ کھلے
ہاتھون سے نثار کرین اور یہ روپیہ غریب محتاج آدمیون پر بکھیرین چنانچہ اسی طرح لاکھون روپیہ
تصدق ہوتا ہوا برات لڑکی والے کے گھر قصبہ فتحگڈھ مین پہنچی اور دوسرے روز مہاراجہ نے خود
سوار ہوکر انبوہ غربا و فقرا کو عین میدان مین روپیہ بکھیرا اور سوارون کو حکم دیا کہ انبوہ سائلین کو
چارون طرف سے ایسا محاصرہ کرین کہ کوئی جانے نہ پائے چار دروازہ اُس مقام باڑہ کے مقرر ہوئے
اور فی نفر دو روپیہ اور چار روپیہ اور پانچ روپیہ حسب حیثیت دئے جاتے تھے اُسکو باڑہ سے باہر
نکال دیتے تھے۔ اس انتظام سے کسی آدمی کا نقصان نہ ہوا ورنہ بہت آدمی سوارون کے نیچے دب کر
مرجاتے اس روز بائیس لاکھ روپیہ محتاجون کو تقسیم ہوا اور سامان و خرچ روشنی و آتشبازی وغیرہ کا
بھی اسیطرح پر قیاس کرلینا چاہئے کہ کسقدر ہوا ہوگا اگرچہ اس شادی مین مہاراجہ کا بیشمار روپیہ
صرف ہوگیا مگر آمدنی تنبول کی بھی خرچ سے کم نہوئی تھی۔ سپہ سالار ہند نے پندرہ ہزار روپیہ
راجہ دھیان سنگھ نے ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ۔ راجہ گلاب سنگھ و سوچیت سنگھ دسمر روپیہ لال
وغیرہ ایکسوارکان نے اکیاون ہزار روپیہ۔ غرض تخمینہ تنبول کا قریب پچاس لاکھ روپیہ کے تھا

کہ ہرایک سردار وجاگیردار ورئیس خورد وکلان نے اپنی اپنی حیثیت سے زیادہ اپنی بڑائی وعزت کیلئے تنبول دیا تھا اور جو مہاراجہ نے تمام فوج سوار وپیادہ وتوپخانہ کی یکماہ کی تنخواہ تنبول مین وضع کرلی تھی وہ اُس رقم کے علاوہ رقم تھی اُس شادی مین ہرایک سپاہی اور سوار کو شیرینی دی گئی اور ایک ایک مندیل زردوزی بھی عنایت ہوئی افسران کو بڑے بڑے خلعت بیش قیمت بخشے گئے۔ اور سردارون اور مصاحبون کو انکی عزت کے مطابق خلعت دئے گئے مہمانوں کو بھی بعد انجام شادی کے عطایات بیغایات سے ایسا خوش کیا گیا کہ وہ خوش ہوکر اپنے اپنے مکانات کو روانہ ہوئے جب شادی ہوچکی تو مہاراجہ سپہ سالار بہادر کو ساتھ لیکر لاہور آیا اور باغ شالامار مین سپہ سالار کی دعوت علیحدہ شادی کی دعوت سے کی اور تمام باغ مین اسقدر روشنی کرائی کہ رات کا دن کردیا۔ ہرایک درخت مین پچاس پچاس ہنڈیا جنمین چراغ جلتے تھے لٹکائی تمام دیوارون کو روشنی سے سُرخ کردیا تمام رات آتشبازی چھوٹتی رہی تین رات برابر یکسان جشن کا ہنگامہ گرم رہا دور دور سے رقاصہ لوگون کے طائفے بلائے اور سپہ سالار صاحب کو اپنی خدمات سے خوش کیا اُس جشن کے دیکھنے والے جو ابتک موجود بھی ہین کہتے ہین کہ ایسا جشن پہلے کبھی ہمنے نہین دیکھا تھا فقط۔

[ناظرین! آپنے اِس شان وشوکت کا حال پڑھا۔ یہ شادی تہی جسکے متعلق مہاراجہ رنجیت سنگہ کا دعویٰ تھا کہ وہ قیامت تک یادگار رہے گی۔ مگر اب جاٹ سکھہ بھی کم ایسے ہین جنکو نونہال سنگہ کی شادی کا حال معلوم ہو۔ چند روز کے بعد اس شادی کے بیمار ہوکر رنجیت سنگہ مرگئے اور برس دن کے اندر بوجہ اسراف و ناعاقبت اندیشی اوسکا بیٹا کھڑک سنگہ اور نونہال سنگہ مرگئے یا مارے گئے۔

اسی طور پر مولانا شبلی نے مامون اور بوران کی شادی کا حال بڑی دہوم سے لکھا ہو مگر اب کون یاد رکھتا ہو اور ان باتون کی پرواکرتا ہے؟ جو لوگ ایسی یادگار مین لاکھون کروڑون روپیہ خرچ کرتے ہین وہ بھی یا تو گمنام ہوجاتے ہین یا آیندہ بدنامی سے اون کا نام لیا جاتا ہے۔

یہہ دولت آپ کے پاس محض امانت ہے۔ آپکو حق حاصل نہین کہ اپنے حظ نفس یا جہوٹی شیخی کے واسطے یا پہلے زمانہ کی تقلید مین اوسکو لٹاؤ۔ عقل سے اوسکو خرچ کرو۔ ایمانداری سے کماؤ۔ اپنی قوت بازو سے حاصل کرو۔ اور خرچ کرو تو اس طرح کہ تمہارا اور تمہارے بنی نوع کا فائدہ ہو اور وہ روپیہ ضائع نہ جاوے۔

دنیا مین جو قوم۔ جو جماعت۔ جو شخص دولت کا بُرا استعمال کرتے ہین۔ وہ بہت جلد ہلاک ہوجاتے ہیں خدا تعالے

دلون کو اور نیتون کو دیکھتا ہے۔ نہ کہ ناموں کو۔ تم کہتے ہو کہ ہم راہِ خدا مین لُٹاتے ہین۔ ہم غریبون کو بانٹتے ہین۔ مگر مطلب ایک شیطانی اسراف ہوتا ہے۔ اس صورت مین کیا امید کرسکتے ہو کہ مطابق من جاء بالحسنة فلہ عشرة مثلها۔ کوئی اچھا ثمر ملیگا۔ ہرگز نہین۔ پس چاہیے کہ خبردار ہونے والے خبردار ہوجاوین۔ قبل اسکے کہ وہ اپنے آپ کو۔ اپنی اولاد اور اپنی قوم کو تباہ کرین۔ خدا تعالی ایک حد تک ہدایت کرتا ہے لیکن مسرف جھوٹے کو توفیق ہدایت وہ بھی نہین دیتا۔ فقط [ اڈیٹر ] +

# انجمن اصلاح (رپورٹ نمبر ۲۰)

**بعالی خدمت** نواب صفی الدولہ حسام الملک۔ مولوی سید علی حسن خان پریسیڈنٹ جلسہ و نواب محسن الدولہ محسن الملک بہادر سکرٹری کانفرنس

( ۲۴ مئی لغایت جون ۱۹۰۵ء )

**جدید ممبران** بسلسلہ رپورٹ نمبر ۱۹ مفصلہ ذیل جدید ممبر ۲۶ مارچ لغایت جون تک ہوئے ہین۔

(۱۹۶) محمد حسین خان صاحب۔ آرکی لوجیکل سروے شملہ۔

(۱۹۷) سید محمد مسعود علی صاحب۔ عدالت جوڈیشل کمشنر اودھ لکھنؤ

(۱۹۸) سید عبد السلام صاحب۔ دفتر کنٹونمنٹ مجسٹریٹ لکھنؤ

(۱۹۹) محبوب علی صاحب۔ علیگڈھ کالج۔

(۲۰۰) وکیل احمد صاحب اعظم گڈھی۔ طالب العلم بی۔ اے کلاس میور سنٹرل کالج الہ آباد۔

(۲۰۱) سید کلیم اللہ صاحب جاگیر دار۔ راجمندری علاقہ مدراس۔

(۲۰۲) صفی الدولہ حسام الملک سید علی حسن صاحب رئیس۔ لکھنؤ۔

(۲۰۳) سید علمدار حسین صاحب منوٹر۔ علاقہ ریاست پٹیالہ۔

(۲۰۴) نذیر احمد صاحب۔ سب رجسٹرار۔ اکبر پور۔ ضلع فیض آباد۔

**آمد و خرچ**

**آمد**

(۲۶) چندہ خواجہ غلام السبطین بی۔ اے (عہ)

**خرچ**

فاضل بموجب رپورٹ نمبر ۱۹ .. .. للعہ

خرچ ڈاک از ۲۴ مئی لغایت جون .. .. ۱۳

انوولس محرر صیغہ بابت مئی .. .. صہ

کل خرچ للعہ

فاضل نہ مہینہ ۸ للعہ

صرف عہ ر روپیہ سال چندہ وہ بھی ۲۶ ممبرون سے وصول ہوا ہے۔ حالانکہ اس قاعدہ کی اطلاع سب کو ہو چکی ہے اور صیغہ کے ذمے لللعہ روپیہ کا قرض ہے۔ جو صاحب خریدار عصر جدید ممبر ہون وہ جلد چندہ روانہ فرمائین اور دوسرے ممبرون کو مطلع کردین۔

**عملی کام** (۱) چند ایڈیٹر صاحبان کو جو صیغہ کے ممبر بھی ہین لکھا گیا کہ وہ اپنے اخبار کے ذریعہ سے مقاصد صیغہ پر زور دین۔ انہون نے وعدہ کیا۔ البتہ مولوی بشیر الدین صاحب ایڈیٹر البشیر (جو دوسری طور پر بہت کام کرتے ہین) انہون نے لکھا کہ وہ اسراف و خیرات کے متعلق اکثر لکھتے رہتے ہین۔ یہہ صحیح ہے مگر اصلاح کا دائرہ وسیع تر ہے۔

(۲) محمد مختار صاحب صدیقی ممبر صیغہ مین پوری سے اطلاع دیتے ہین کہ وہ اصلاح کے کام مین متوجہ ہین اور اون کے دوستون نے اقرار کیا ہے کہ وہ ہٹے کٹے فقیرون کو خیرات نہ دینگے اور انکو کام کرنے کے لئے مجبور کرینگے۔

(۳) سید ابو محمد صاحب ایم۔ اے۔ گوالیار سے لکھتے ہین کہ لوگ عصر جدید کی وجہ سے اس نواح مین بھی اصلاح رسوم کی طرف متوجہ ہو رہے ہین۔ چنانچہ قواعد و دستور العمل حسب طلب انکے بہیجدئے گئے۔

(۴) سید غلام محی الدین ممبر صیغہ نور محل ضلع جالندہر سے اطلاع دیتے ہین کہ سکریٹری صیغہ نے بہ تحریک صاحب موصوف جو خط بابو امام الدین صاحب سب ڈویژنل افسیر کو لکھا تھا کہ اپنے بیٹے کی شادی مین اسراف نہ کرین اوسکا اثر بہت اچھا ہوا۔ باجا۔ آتشبازی و دیگر منہیات جسپر وہ پہلے مصر تھے اوسکو انہون نے صیغہ کی تحریر کے بعد ترک کر دیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ اس قصبہ مین چرچا اصلاح کا بہت ہو گیا ہے۔ اور نکاح بیوگان کے متعلق بھی حاضرین شادی نے رضامندی ظاہر کی۔

**قاعدہ چندۂ ممبری** خواجہ غلام السیطین بی۔ اے۔ ممبر صیغہ نے بابت چندہ و دیگر امور کے جو تحریر بھیجی ہے وہ مفصلہ ذیل ہے۔ مجھکو بھی اوس سے عموماً اتفاق ہے۔

عصر جدید ماہ جون سے معلوم ہوا کہ مینے جو فیس ممبری کی موقوفی کے بارے مین رائے دی تھی بعض صاحبان کو اس سے اختلاف ہے انکی رائے مین فیس ضرور رہنی چاہئے۔ یہہ بھی رائے دیگئی ہے کہ بعض حالتون مین (یعنی مفاسی ثابت ہو جانے پر) فیس معاف ہو سکتی ہے۔ اسکے متعلق میری گذارش یہ ہے کہ ان حضرات نے

اصلاح کے مسئلہ پر اور اپنی سوسائٹی کی سست لاپرواہ حالت پر گہری نظر سے غور نہین کیا ہے۔
میری مراد اس موقوفی فیس سے یہ نہین تھی کہ ممبران ایک روپیہ سال کی قلیل رقم کے بار کو متحمل نہین ہو سکینگے
بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ فیس الگ جانیسے۔ خوئے بد را بہانہ بسیار۔ یا اُن کو نکلنے کو ٹہلنے کا بہانہ ہوجاویگا۔
موجودہ تعداد مین سے ایک چوتھائی بھی باقی نہین رہینگے۔ ابھی تو ہماری سوسائٹی کی وہ حالت ہے کہ اگر
کچھ لیکر بھی اصلاحی مضامین پڑھ لیا کرین تو انکا بڑا احسان ہے۔ قریب چھ ماہ ہوئے کہ فیس مقرر کیگئی تھی
اس عرصہ مین کل چوبیس یا پچیس روپے وصول ہوئے ہین۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ فیس کی سکیم چلتی
نظر نہین آتی۔ فیس نہ دینے کی حالت مین ممبری سے نام کاٹ ڈالا جاویگا۔ جو تھوڑا بہت فائدہ وہ ابتک
اٹھاتے رہے ہین۔ اس سے بھی محروم ہوجاوین گے۔ اور جو کچھ انکے ذریعہ ہمارے مشن کی آواز لوگون کے
کانون تک پہنچتی رہتی ہے اسکا دائرہ بھی بہت محدود ہو جاویگا۔ مجھکو فی الحال فیس مقرر کرنے سے
سخت اختلاف ہے۔ البتہ ممبرون و غیر ممبرون سے مشن کے کام کے لئے امداد کیواسطے اپیل کیا جاوے۔
میرے خیال مین سال بھر مین دو تین سو روپیہ ملنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔ علاوہ اسکے مین یہ بھی معلوم کرنا چاہتا
ہون کہ کانفرنس نے جو ایک سو روپیہ سال دینے کا وعدہ کیا تھا وہ وعدہ کہان گیا۔

---

مین شیخ فیض اللہ صاحب کی تجویز سے تھوڑی سے اختلاف کے ساتھ اتفاق کرتا ہون یعنی یہ کہ ممبرون سے
امید کیجاتی ہے کہ وہ حسب استطاعت صیغہ کی کارروائی کیلئے چندہ سے مدد کرین۔ کوئی رقم تعین کیجاوے
یا کم سے کم اسکا نام فیس ممبری نہ رکھا جاوے اور نہ یہ کہ غیر مستطیع حضرات معاف ہین کیونکہ اس طرح پر
بہت سے لوگون کی توہین ہوگی۔

---

سید قبول احمد صاحب جو تجویز ایسی چیزون کے استعمال کے متعلق فرماتے ہیں وہ حقیقت مین بہت عمدہ ہے
کاش اسکا وقت آگیا ہوتا۔ لیکن افسوس ابھی بہت دور ہے کہ ہم محض ویسی ہی چیزون کو استعمال
کرسکین۔ لیکن اس قسم کی کوشش کرنا محض فضول بھی نہین ہے۔ البتہ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ صیغہ
ایسی سخت ڈیوٹی ممبرون پر لگادیوے جسپر عمل کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ میرے خیال مین صیغہ کو
صرف وہ ہی چیزین ہاتھ مین لینی چاہئین جو ممکن العمل ہون۔ زیادہ اہم کامون مین اپنے تئین پھنسانے

سے اپنا اصلی مقصد بھی فوت ہوجاویگا۔ میری رائے یہ ہے کہ ممبرون کو چاہئیے کہ اس مسئلہ پر مضامین عصر جدید و دیگر پرچون مین لکھیں اور ملک کو اس بات کی طرف آمادہ کرین۔ اور شوق فرائین۔ فقط

خاکسار۔ غلام السبطین

## یکے نقصان مایہ دیگرے شماتت ہمسایہ

مین اسجگہ پنجاب کے اُن کوتاہ اندیش مسلمانون کی جہالت کا مختصر ذکر کرنا چاہتی ہون جو حصول مدعا کے لئے جعلی اولیا کے پھندے مین پھنسکر دولت وعزت ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ کوئی اولاد کا خواہشمند ہے کسی کی بیوی سے نہین بنتی۔ کوئی مقدمہ عدالت مین سرگردان ہے کسیکو افلاس کا رونا ہے۔ غرض سینکرون قسم کی حاجات ہین جو بجائے اسکے کہ قاضی الحاجات۔ قادر ذوالجلال سے طلب کی جائین۔ جو فرماتا ہے مین قریب ہون مجھکو پکارو قبول کرونگا] ان اہلِ فریب اشخاص کے سامنے پیش کرکے ناحق روپیہ ضائع کرتے ہین۔ مدتون پیچھے لگے رہتے ہین۔ اُدھر انکی لاپرواہی دیکھئیے گالیان دیتے ہیں۔ اور سخت بُرا بھلا کہتے ہیں بعض وقت تو مار بھی بیٹھتے ہیں۔ ع سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار مین آئے + پھر انکا کیرکٹر دیکھئیے کہ نماز روزہ کا نام نہیں۔ مسائل شرع سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ اسپر اکتفا نہین۔ شراب۔ بھنگ۔ چرس۔ گانجا۔ افیون۔ پوست۔ غرض کوئی نشہ نہیں جو انکے زیر استعمال نہ ہوگا۔ لاہور مین ایک فقیر ہین وہ اپنے مریدون کو نہ صرف گالیان دیتے ہین۔ بلکہ نماز نہ پڑھنے کی تاکید بھی کردیتے ہین۔ کیا یہ افعال قبیحہ خلاف شریعت نہین ہیں۔ کیا روز حشر انکی پرسش نہ ہوگی۔ اور کیا یہ لوگ اسلام کو بدنام نہین کرتے۔ افسوس انکو اولیاء اللہ اور مستجاب الدعوات مانا جاتا ہے حق تو یہ ہے کہ بدرگاہ باری تعالیٰ اگر اعلیٰ رتبہ حاصل ہوسکتا ہے تو احکام شرع کے قدم بقدم چلنے سے۔ سوائے اسکے اور کوئی معراج نہین ہے خلافِ شریعت کسے رہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید + پھر یہ لوگ قدیم بزرگان دین کی خانقاہون پر سال مین متعدد دفعہ میلے لگواتے ہین۔ طوائفون کا ناچ گانا ہوتا ہے کشتیان ہوتی ہیں۔ مینڈھے لڑتے ہین۔ بیرے لڑائے جاتے ہین۔ اور سادہ لوح مسلمانون کی گاڑھی کمائی سے جیبیں بھری جاتی ہین۔ ان لوگون نے بڑی جایدادین بنالی ہین۔ زمینون کے مالک ہین۔ نقدی اور زیور بھی با افراط ہے۔ قیمتی گھوڑے سواری کے لئے ہین۔ غذائین نفیس اور ذکر جاکر سب کچھ مہیا ہے۔ خاصے امیر ہین۔ اب ذرا غور فرمائیے کہ اتنی دولت کہان سے آئی ؟۔

انہی سادہ لوح مسلمانوں کے گلے کاٹنے سے - بعض سال میں کئی دفعہ شہر بشہر اور کوچہ بکوچہ مریدون کے گھرون مین بمعہ چند خاص منظور نظر چیلون کے پھیرے لگاتے ہین اور مرید خواہ کیسی ہی مصیبت مین ہو اپنا نذرانہ لئے بغیر نہین اوٹھتے - اگر کل پنجاب کے ایسے بزرگون (جو ہزارون کی تعداد میں ہین) کی ایک سال کی آمدنی جمع کی جاوے - تو اسکی مقدار اتنی ہوگی کہ مسلمانون کا ایک نیا کالج قایم ہو کر جاری رہ سکتا ہے - میری اس تحریر کو شاید بعض اشخاص مبالغہ سمجھین - مین سچ کہتی ہون اگر وہ بنظر تحقیقات دیکھینگے - تو میری راستگوئی کی ضرور داد دینگے - آخر میں مَیں عصر جدید کے روشن دماغ معاونین اور انجمن اصلاح کے بیدار مغز ممبرون سے التجا کرتی ہون کہ وہ ایسی تجاویز سوچکر عمل مین لائین - کہ نادان مسلمان اپنی دولت ان جعلی اولیا ؤنکے ہتھکنڈون مین ضائع نہ کرین اور جائز طریقے مین صرف کرکے خدا و رسول کی خوشنودی کے مستحق ہون - میرا یہ مطلب نہین ہے کہ اولیا اللہ بالکل مفقود ہین - ہرگز نہین - میرا عقیدہ ہے کہ کوئی بستی ان برگزیدہ لوگون سے خالی نہین - اور انکی خدمت سعادت دارین ہی - مگر ایسے صالحین کا ملنا ذرا مشکل ہے - کیونکہ وہ اپنے جوہرون کو چھپانے اور عوام الناس سے کنارہ کرنے کی کوشش کرتے ہین - فقط -

اقبال بیگم

# ماہِ گزشتہ

**علیگڈھی حالات** ہم نہایت خوش ہین کہ آنریبل نواب فیاض علیخان بہادر رئیس پہاسو نے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر سر جیمس لاٹوش کی یادگار مین ایک بورڈنگ ہوس علیگڈہ مین بنانا شروع کیا ہی جسکی لاگت کا تخمینہ اٹھائیس ہزار روپیہ ہے - ہم نواب صاحب موصوف کی اس بامو قع فیاضی

کی دل سے قدر کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ہمارے دوست صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب سکریٹری کمیٹی تعمیرات کے حسن سعی سے یہ عمارت جلد تر تیار ہوکر کالج کی رونق بڑھائے گی۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے پریسیڈنٹ نشیر الدولہ خان بہادر خلیفہ سید محمد حسین تجویز کیے گئے ہیں آپ علیگڈھ کالج اور نئی تحریک کے مشہور ہمدرد ہیں اور سرسید مرحوم کے دوست اور وجاہت ظاہری میں ایسے ہی بلند مرتبہ ہیں جیسا کانفرنس کے پریسیڈنٹ کو ہونا چاہیے۔ عموماً کانفرنس کی پریسیڈنٹی یا تو قوم علیگڈھ کی ہمدردی کا انعام خیال کیا جاتا ہے یا ظاہری حیثیت کا خراج۔ دونوں لحاظ سے خلیفہ سید محمد حسین صاحب موزون ہیں۔ لیکن اگر محض کانفرنس کی خدمات کا لحاظ کیا جائے تو البتہ اون سے زیادہ حقوق اور بزرگون کے ہیں۔ مثلاً مولانا نذیر احمد صاحب۔ مولانا حالی۔ اور منشی ذکاء اللہ صاحب تاہم اگر یہ حضرات خواہشمند نہیں تو خلیفہ صاحب اس درجہ کے ضرور مستحق ہیں بشرطیکہ بعد میں وہ کالج کے علاوہ کانفرنس سے خاص طور پر دلچسپی بھی رکھیں۔ اونکی ذات سے یقین ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔

علیگڈھ کالج میں عربی کی تعلیم کے واسطے جو تجویز بنی تھی اوسکے واسطے گورنمنٹ نے لکھا ہے کہ تیس طالب فی وظیفہ پچیس ماہوار کا انتظام جب ہوجائے تب ایک یوروپین پروفیسر ایکہزار روپیہ ماہوار کا دیا جائیگا۔ جن صاحبون کو یہ منظور ہے (اور کس کو منظور نہ ہوگا؟) کہ عربی کی اعلےٰ تعلیم مدرستہ العلوم میں جاری ہو وہ نوہزار روپیہ سال کے وظائف یعنی ڈہائی لاکھ کے سرمایہ میں مدد دینگے۔ لیکن اگر گورنمنٹ اس رقم کے پورا ہونیکا انتظار کرے تو اس سے بہتر ہے کہ صاف جواب دیدے کہ امداد نہ ملیگی۔

**اچھے رسالے** پہلے بھی کئی بار ہمنے لکھا تھا اور اب پھر خوشی سے اسکا اظہار کرتے ہیں کہ اردو میں اب باوقعت اور عمدہ رسالے نکلنے لگے ہیں ہم چند کا ذکر اس مہینے میں خصوصیت سے کرنا چاہتے ہیں کشمیر درپن۔ بظاہر تو کشمیری پنڈتون کی اصلاح کے لیئے نکلتا ہے لیکن دراصل اسکا اردو حصہ (۴۰ صفحہ کا) زیادہ تر ایسے مضامین سے پُر ہوتا ہے جسکا مطالعہ سب کے لیئے سودمند ہوگا۔ رسالہ نہایت خوشنما چھپتا ہے۔ اور اسکے لائق اڈیٹر پنڈت تیج بہادر سپرو۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ اسوجہ سے اور بھی قابل تعریف ہیں کہ باوجود وکالت کی مصروفیت کے ایسا رسالہ نکالتے ہیں۔

جو مضامین وہ اصلاح تمدن کے لیئے لکھتے ہیں اون کے تقریباً سب خیالات سے ہمکو اتفاق ہے مگر یہ امر ابھی تک ظاہر نہیں ہوا کہ وہ اصلاح کس رُخ پر کرنا چاہتے ہیں۔ یوروپ کی تہذیب خطرون سے

اور ایک حد تک جھوٹی نمائش سے مملو ہے۔ قدیم ہندی تہذیب تاریخ سے بہت دور تاریکی مین ہے اور زیادہ تر ترک دنیا کا سبق سکھاتی ہے۔ اسلامی تہذیب پر خود مسلمان قائم نہین۔ قدیم روما کی شائستگی مین ایک مضبوط طبیعت اور سادہ مزاج قوم کی ضرورت ہے۔ اور شاید یہہ نشائے خیال ہمارے کشمیری ہموطنون کے لئے مفید ہو۔ بہرحال اصول قرار دینے کے بعد باضابطہ محنت کی ضرورت ہے۔

رسالہ قوم جسے پور بہت مفید رسالہ تھا اور چونکہ کم قیمت تھا اور بغیر لمبے چوڑے دعاوی کے شائع ہوتا تھا اسلئے ہم اوسکو اور بھی عزت سے دیکھتے تھے۔ کئی ماہ سے اوس کے پرچے نظر نہین پڑے۔

لسان الصدق۔ بہت عرصہ کے بعد نہایت عمدہ اور ضخیم آیا ہے۔ لیکن اوسپر رائے اس وقت دیجاویگی جب وہ چند ماہ تک باقاعدہ نکلتا رہیگا۔ اسکا دفتر بلاس روڈ نمبر ۱۳ بمبئی ہے۔ اور نمونہ قیمتاً ضرور منگانا چاہئے۔

مدراس سے ایک پندرہ روزہ رسالہ قومی ہلچل کے نام سے نکلتا ہے۔ نصف صفحے اس کے انگریزی ہوتے ہین اور نصف اردو خوشخط چھپتا ہے۔ سیٹھ یعقوب حسن (علیگ) ایک نہایت صحیح الخیال اور جوشیلے مسلمان اوسکے ایڈیٹر ہین۔ قیمت معہ محصول ڈاک صرف ۲ رسالہ ہے۔ اس رسالہ کا مقصد یہہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانان عالم مین جو کچھہ ہو رہا ہے اوسکے متعلق اخبارات و رسائل کے دلچسپ خلاصے پیش ہون۔ اور اپنی طرف سے بھی مدراس کے مسلمانون کو جگانے کے لئے رسالہ کے لکھنے والے مضامین لکھتے ہین ہم اس رسالہ کو مسلمانون کے اکثر اردو اور انگریزی صحیفون پر اور صوبہ مدراس کے کل اسلامی اخبارون پر ترجیح دیتے ہین۔ گو اگر ہمارے دوست ایڈیٹر معاف کرین تو ہم ذیل کی حسینی نکتہ پر اس مختصر رائے کو ختم کرینگے کہ ہر مدرسہ کا۔ اخبار کا۔ بلکہ ہر کام کا ایک خاص مقصد پیش نظر رکھنا چاہئے۔ قومی ہلچل کہے گا۔ (اور اسی طرح علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ جواب دیگا) کہ میرا مقصد ہے۔ قومی ترقی۔ وہ کسطرح حاصل ہوسکتی ہے؟ جواب۔ تعلیم۔ تعلیم کس چیز کی اور کس طریقہ سے اور کس غرض کے لئے؟ جواب۔ یونیورسٹی نے جو نصاب بنایا ہے اوسکی۔ اور کالجون میں جو طریقہ اوس طرح اور غرض ہے ڈگری حاصل کرنا۔ ڈگری کسلئے حاصل کیجاتی ہے؟ جواب ملازمت کیواسطے؟

پس معلوم ہوا کہ سرکاری ملازمت اور قومی ترقی ہم معنی الفاظ ہیں؟ مگر اس نتیجہ کو کوئی عاقل خوشی سے قبول نہین کریگا۔ اسی نامعلوم گورکھدھندے مین ہم اور ہمارے لیڈر چل رہے ہین۔ حالانکہ اون کو قرار دینا چاہئے کہ قوم کا دائرہ کتنا بڑا ہے۔ اوسکی اخلاقی۔ تمدنی۔ مالی ضرورتین کیا ہین۔ انکو کس طرح دور کرنا چاہئے۔ برخلاف اسکے اور تو اور مدراس کے عملی اور سمجھدار آدمی نہایت آفیشل اور خشک طریقے سے لکھتے ہین۔ ہمارا مقصد صرف تعلیم کو پھیلانا ہے۔ ہم اصلاح تمدن کے جھگڑون مین پڑنا نہین چاہتے۔ جب لوگ خود اپنا ارادہ نہیں جانتے اور اصلاح تمدن کو تعلیم کا مرادف نہین سمجھتے تو وہ کیا کرینگے؟ صرف وقت کا ضائع کرنا۔ میرا مطلب ان فقرات سے قومی ہلچل کے لائق ایڈیٹر پر اعتراض کرنا نہین ہے۔ بلکہ مدراس کے اکابر پر جنکی ساتھ ساتھ خلاف مرضی بھی اونکو چلنا پڑا ہے۔

**مفید اور مفت کتب**

انجمن رفیق الاسلام امرتسر ایک کام سچی خیرات اور قومی ہمدردی کا کر رہی ہے۔ چھوٹے چھوٹے تقطیع کے رسالے نصائح یا بزرگان دین کے حالات کے مفت شائع کرتی ہے۔ ہمارے پاس چار رسالے واسطے رائے کے پہونچے ہین۔

(۱) ہادی برحق کے مختصر حالات۔ مولفہ میر عباد اللہ بی۔ اے۔ صفحات ۱۲۵۔

(۲) حضرت علی مرتضی کی مختصر سوانح عمری۔ مولفہ انجمن ... صفحات ۷۲۔

(۳) گلستان نصائح۔ شیخ سعدی کی گلستان کا انتخاب اردو مین صفحات ۱۱۰۔

(۴) صبح امید ـــــ مسلمان بچون کو نیک اخلاق اور اصول دین سمجھانے کی غرض سے ایک قصہ۔ مولفہ میر کرامت اللہ صاحب۔

(۵) نئی گنتی۔ عام واقفیت بڑہانے کے لئے صفحات ۳۰۔

مین سمجھتا ہون کہ ایسی کتابین جسقدر زیادہ۔ اور عمدہ چھپوا کر مفت تقسیم کرائی جاوین بہتر ہین اسلئے عصر جدید کے ناظرین مین جو صاحب اس کام کو اچھا سمجھتے ہون تھوڑا بہت چندہ (یہ ضرور نہین کہ بڑی رقم ہو) میر حبیب اللہ صاحب آنریری مجسٹریٹ و سکرٹیری انجمن کے پاس بھیجکر اس تحریک مین شریک ہون تو بہتر ہے۔ کم از کم صرف لاگت دیکر سو پچاس رسالے منگا کر طلبا اور کم علم لوگون کا علم بڑہانے کے لئے تقسیم کرین اور اسکی لاگت کی بابت ۱۲ روپیہ سکرٹیری کو بھیجدین تاکہ آیندہ رسالے اوسی قدر تعداد مین چھپ سکین۔ نئے بگڑے مفت ہی منگا کر پڑھین۔ فقط

**ایک اچھے اخبار کی مالی حالت**

ہم کو اسبات کے معلوم ہونے سے سخت تاسف ہوا مگر تعجب نہین کہ اخبار وکیل امرتسر - جو ہفتہ مین ۳ بار بہت صاف اور خوشخط چھپتا ہے - اور جسکی قیمت عام لوگون سے صرف ٹے رسالہ ہے اور جو کم از کم تین چار ہزار آدمیون کی نظر سے گزرتا ہے کیونکہ اسکی اشاعت ایکہزار ہے - اوس سے مولوی غلام محمد صاحب مالک کو بجائے فائدہ کے کئی سو روپیہ سال کا نقصان ہے - ہمکو اتفاق سے اوسکے حساب کے جانچنے کا موقعہ ملا - اس اخبار کی اشاعت اگر اسکی خریدار چاہین تو ایک سال مین پندرہ سو کر سکتے ہین کیونکہ اخبار کا نقصان زیادہ تر مالک کی راستبازی اور خوش معاملگی کی وجہہ سے ہے اور اسوجہہ سے کہ وہ کسی کی خوشامد نہین کرتا - ریاستون سی کچھہ وصول نہین کرتا صاف گو ہے - اگرچہ ہمکو اوسکے اصول و خیالات سے نہیں لیکن بعض معاملات مین طریقہ تحریر سے اختلاف ہو مگر بہیئت مجموعی یہہ اخبار اس قابل ہے کہ سب سنجیدہ مسلمان اوسکو خریدین اور اگر کسی مضمون سے اختلاف ہو تو آزادی سے اوسکے کالمون مین بحث کرین -

نقصان کو دور کرنے کے لئے مالک اخبار غالباً اس تجویز کو پسند کرینگے کہ اردو و فارسی کی تمام اچھی کتابون کا ایک ڈپو قائم کرین جس سے مصنفون و مولفون کو کتب فروشی کی زحمت سے نجات ملے - مگر ہم وکیل کے لئے کیا کہین - دوسرے کسی صفحہ خود عصر جدید کی حالت کے متعلق کچھہ ملیگا - معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مسیح کا یہہ مقولہ کہ "تم دولت اور خدا سے ایک وقت مین محبت نہین کر سکتے" ہر زمانہ اور ہر حالت کے لئے صحیح ہے -

**اخلاقی حالت**

اکثر مقامات پر خاصکر جہان ہم خوش حال ہیں - بد چلنی کا زور حد سے زیادہ ہے امیر لوگ فواحش مین مبتلا ہونا عیب نہین سمجھتے بلکہ فخر خیال کرتے ہیں - متوسط لوگ اونکی تقلید کرتے ہین - پنجاب مین اور تو اور خود تعلیم یافتہ گروہ شراب اور شہوت کاری مین مبتلا ہے اور اپنے جلسون مین اسپر فخر کرتا ہے - ہندوستان کے تعلیم یافتہ زندگی کا منشائے مقصد انگریزی فیشن کی تقلید اور کسی سرکاری ملازمت کے حصول کو سمجھتے ہین - اکثر لوگ قومی محبت اور خیر خواہی کا دم بھی فیشن سمجھکر بھرنے لگے ہین - اور دل مین اونکے اسقدر کم اثر ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے - تجارت مین ایماندار آدمی کم تر داخل ہوتے ہین اور مدعیان تجارت و صنعت بد معاملگی کے پتلے پائے جاتے ہیں -

ان سب باتون کی وجہ یہ ہے کہ خوف خدا دلوں سے دور ہو گیا ہے - دنیا کی شرم بھی نہین رہی

کیونکہ دنیا کو خود اون چیزون سے شرم نہین جو شرمناک ہین پہلے لوگ گناہ کرتے تھے اور اُسکو گناہ سمجھتے تھے - اب گناہ کو انسانی عقل کا کرشمہ سمجھکر مکار اور خود غرض مولویون کی طرح اوسکے لئے سو تاویلین گھڑ لیتے ہین -

لوگ سنجیدہ اور غور طلب معاملات سے اسقدر گھبراتے ہین جیسے قرضدار اپنے قرضخواہ سے بھاگتے ہین اپنے حماقت آمیز چھچھورپن کی وجہ سے اصول کو ہمیشہ برائے گفتن سمجھتے ہین اور جو اُنکو برائے عمل کردن ظاہر کرے اوسکو بے وقوف سمجھتے ہین - انسان کا خالق خدا ئے برتر نہین بلکہ بزاز اور درزی ہوگیا ہے -

باوجود ان خرابیون کے ہمارا یقین یہہ ہے کہ خدا تعالیٰ اندر ہی اندر دنیا کو بہتر حالت کے لئے تیار کر رہا ہے - اور طبیعتون مین انقلاب شروع نہیں ہوا - تو شروع ہونے والا ہے - البتہ جو لوگ سمجھ گئے ہین اون پر فرض ہے کہ استقلال و متانت سے اپنی سڑک پر بغیر دائین بائین دیکھنے کے چلتے رہین - +

**نوٹ** - جو کتب و رسائل بہ غرض ریویو وصول ہوئے ہیں اون پر اگلے نمبر مین انشاء اللہ ریویو کیا جاوے گا - فقط - ایڈیٹر +

---

# نہ ختم ہونے والی کہانی

مخدومی و مکرمی مسٹر نیاز احمد - گذارش ہے کہ بیشک مسلمانون مین پیشہ ور گداگرون کی روز افزون ترقی ہے - اور اس ترقی کے چند باعث ہیں -

اول - یہہ کہ جب کسیکو بے محنت و تکلیف تھوڑی سی بے حیائی اختیار کرنے سے اچھی خاصی آمدنی ہو تو وہ کیوں محنت و جفاکشی کرنے لگا -

دوم - عموماً شریعت سے ناواقفی اور بے پروائی مقدس اور پاک کتاب قران مجید کو اول سے آخر تک پڑھ جاؤ کہین یہہ حکم نہ ملیگا کہ بھیک مانگ کر گذارہ کرو - حالت اضطرار مین [جب بھوک سے دم نکلنے لگے اور کئی روز کا فاقہ ہو] قرآن پاک نے مردہ اور حرام چیزون کی کھانے کی اجازت دی - [صرف اسقدر کہ زندگی باقی رہے نہ شکم سیر] لیکن بھیک مانگنے کی اجازت ہرگز نہ دی [جو یک گونہ سخت ترین حرام خوارئی ہے] نبی کریم فداہ روحی نے فرمایا کہ اگر کسی سوار کا چابک گر جائے تو اوسکو چاہیے خود اُتر کر لے لے کسی سے سوال نکرے کہ یہ اوٹھا دو - نیز حکم دیا کہ ذلیل ترین لوگ وہ ہین جو بھیک مانگنے کے عادی ہون حضرت عمرؓ کے پاس ایک سائل آیا اور کچھ مانگا اوسکی جھولی مین آٹا وغیرہ تھا آپنے چھین کر بیت المال کے اونٹون کے سامنے ڈال دیا اور فرمایا کہ اب سوال کر ایک وقت کا کھانا بیت المال سے ملیگا - کیا ہمارے امرا خیرات دینے کے وقت اس اصول کے پابند ہین کہ وہ صرف مستحقین کو خیرات دین - آنکھ بند کرکے مال کنوئیں مین جھونک دینا اور امر ہے - ورنہ مذہبی احکام خیرات کی تعمیل نہایت ضروری ہے جس کی ذرہ برابر پرواہ نہین کیجاتی - کیا جو شخص زکوۃ حسب فرمان خدا و رسول ادا نکرے

اور مستحقین کو زکوۃ نہ دے۔ بلکہ حسب منشا رخود غیر مستحق گندے اور ناپاک پیشہ والوں کو دے تو وہ عند اللہ و الرسول ماجور و سرخرو ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ صدقات دینی کے نسبت ٹھیک مصرف پر خرچ کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ نیکی نقصان مایہ ویگر شماتت ہمسایہ کا مصداق ہوگا۔ آیتہ ذیل سے معلوم ہوگا کہ دراصل مستحق خیرات وہ لوگ ہین جو خدا کے کسی کام مین لگے رہنے کی وجہ سے اپنی معاش کا خود فکر نہیں کر سکتے نہ کہ ہٹے کٹے تندرست جوان پیشہ ور گداگر۔ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔ (خیرات) ان فقرا کا حق ہے جو خدا کی راہ میں روک لئے گئے ہوں وہ چل پھر نہیں سکتے۔ (تاکہ اپنی معاش حاصل کریں) سوال کرنے کی وجہ سے جاہل لوگ انہین غنی جانتے ہین تو اونکو پہچانتا ہے کہ وہ لوگون سے لپٹ کر سوال نہین کرتے۔ اور جو تم خیرات کروگے یقیناً وہ اللہ کو معلوم ہے۔ آیتہ بالا مین بغور تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت مستحق خیرات وہ لوگ ہین جو کسی قومی یا مذہبی کام مین لگے رہنے کی وجہ سے اپنا فکر آپ نہین کر سکتے۔ یہہ ظاہر ہے کہ سب سے اہم اور ضروری کام تعلیم کا ہے۔ سوال نہ کرنے اور لپٹ کر نہ مانگنے اور عام جہال کا اون کو غنی جاننے اونکے چہرون کی سادگی کے کل قرینہ آیتہ بالا مین اس امر کے ہیں کہ وہ جماعت صرف تعلیم دینے یا حاصل کرنے والون کی ہے۔ نہ اوس کے خلاف بیکار رہنے والے انسان۔

**سوم**۔ ہندوستان کے ہندو اقوام کے پڑوس کا اثر کیونکہ تفریق ذات نے اون مین اس قسم کے اسباب پیدا کر دئے تھے کہ بعض لوگ جو اپنے آپ کو شودر کہلاتے مین وہ امرا سے مانگ کر گذارہ کرین۔ چنانچہ مسلمانون مین بھی زیادہ تر پیشہ ور گداگر اُن ہی۔ نومسلم۔ اقوام میں ہین۔ جو پہلے سے گداگری کیا کرتی تھیں۔ جوگی وغیرہ اقوام اسکو شاہد ہیں۔ بلکہ بعض صوفی گروہون مین بھی یہان ہی کے سادھوا ور وحشی فقیر و بھکاری رنگ

چڑھ گیا جو اب تک لباس شکل شباہت وغیرہ سے ظاہر ہے۔

اس بانہ خاطر بیکار گروہ کا دن بدن روبترقی ہونا بیشک قوم و ملک و مذہب کو لئے نہایت خطرناک اور بدنما دھبا ہے جس کے دور کرنے کی جلد کوشش کرنی بہت ضروری ہے۔

اس ترقی کے انسداد کی بڑی ترکیب تو یہہ ہے کہ غیر مستحق پیشہ ور گداگرون کو خیرات دینا یکقلم موقوف کیا جائے جب اون کو یقین ہوجائیگا کہ اب ہم کو مفت کی نہ ملیگی تو مجبوراً وکرھاً کسی کام سے لگین گے۔ چنانچہ بعض گروہ پیرون کے جو صرف شکم پرُی کے لئے مرید کیا کرتے تھے وہ نوجوانون کی بے اعتنائی دیکھکر ہوشیار ہوچلے ہین۔ اور ملازمت تجارت وغیرہ کی طرف مائل ہوتے دکھائی دیتے ہین۔ ایسا کون سنگدل ہوگا جو بیکس ایتام و بیوہ و اپاہج لوگون کو خیرات دینے سے بند کرے غرض تو اون سے ہے جو نسلاً بعد نسل اپنا پیشہ صرف گداگری قرار دیتے ہیں وہ امیرانہ ٹھاٹھ سے مکانات تعمیر کرتے ہین بیاہ شادیون مین ہزارہا روپیہ برباد کرتے ہین جائیداد خریدتے ہین۔ اِن سب امور کی اگر تصدیق چاہو تو سہارنپور کے محلہ جوگیان اور لاہور کے قوم سادھوان سے بخوبی ہوسکتی ہے۔ شملہ پر موسم گرما مین گداگرون کی بھی چڑھائی ہوتی ہے۔ اگرچہ بعض قسم کے فقیرونکو وہان پولیس قانوناً روکتی ہے۔ پھر بھی اکثر ایسے ہوتے ہین جو ماہ بماہ پچاس ساٹھ روپیہ بذریعہ منی آرڈر گھر کو روانہ کرتے رہتے ہین۔ بعض تو وہان بھی سودی کاروبار کرتے ہین جسکا ثبوت سرکاری کاغذات سے بخوبی ملسکتا ہے۔ اور بظاہر ایسے غریب معلوم ہوتے ہین کہ اسکا گمان تک نہین ہوسکتا۔

مجھکو کلکتہ مین ایک مشہور دولتمند تاجر کی زبان سے یہہ سُنکر کمال تعجب ہوا کہ اگر ان پیشہ ور گداگرون کو نہ دیا جائے تو سر بازار بے عزت کرنیکو تیار ہوتے ہین اور مار پیٹ کو آمادہ۔ یہہ گداگر کیا ہوئے خاصے ڈاکو ہیں جو سرقہ بالجبر کرتے ہین۔ غرض ایسے بیکار غیر مفید غیر مستحق گروہ کو ہرگز خیرات نہ دیجائے

نہ آٹے کی چٹکی نہ پیسہ نہ کپڑا۔ نہ اور کوئی شئے۔ دوسرے۔ ان کی اولاد کو تعلیم دیجائے تاکہ اور وُنکو دیکھکر وہ بھی حمیت و غیرت کا مادہ پیدا کرین اور اپنی قوم کے لیئے نمونہ بن سکین

تیسرے ہر ایک فقیر کو غیرت دلائی جاوے تاکہ وہ کام کی طرف راغب ہون اور جہانتک ممکن ہو اونکے واسطے کام نکالا جائے۔ کسی قانونی امداد کی امید کرنا بد نصیب مسلمانون کو نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ ہندوستان کے نصیب ایسے کہان کہ مثل انگلستان گداگری قانوناً ناجایز قرار دیجاتی ہے

ننگ باشد کہ بہ پیش شہ و در ویش شویم
چارہ آنست کہ خود چارہ گر خویش شویم

والسلام

آخر مین دعا کرتا ہون کہ خدائے ذوالجلال آپکو کامیابی عطا فرمائے۔ اور آپ کی ہمت و استقلال مین کمی نہ آئے۔ اور آپ سچے جوش سے کام کرتے رہین۔ فقط

راقم غلام محمد شملوی۔ وکیل ندوۃ العلما

# اہم ترین اصلاح تمدن

جناب اڈیٹر صاحب عصر جدید السلام علیکم۔

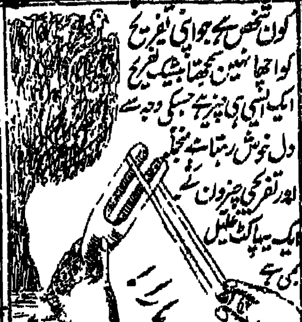
اصلاح تمدن جسکا آپنے بیڑا اٹھایا ہے۔ خدا آپکی ہمت مین برکت دے ایک نہایت ہی عظیم الشان اور استقلال طلب قومی کام ہے۔ اسکے لئے پبلک کی جسقدر توجہ و اعانت درکار ہے اس سے ظاہر ہے کہ خود پبلک ہی بوجہ بےعلمی و غفلت بہت سی افسوسناک تباہ کاریون مین گرفتار ہے۔ پس آپ لاکھ سعی و جانفشانی سے کام لین۔ اگر پبلک آپکی چیخ پکار ریکان ہی نہ دھرے تو مین نہین سمجھ سکتا کہ آپ یا اس قابلقدر خدمتمین آپکا ہاتھ بٹانیوالے جو لقینا معدودے چند ہین کیا کر سکتے۔ کیونکر اور کہانتک کامیاب ہو سکتے ہین؟ لیکن مثل ہے کہ لگاتار بوندین پڑتے رہنے سے پتھر پر بھی نشان پڑ جاتا ہے

پس ہمیں تو ذرا شک نہیں کہ میرا ن صیغہ کو اپنی طرف سے تو جبتک دم میں دم ہے اپنا فرض ادا کئے ہی جانا چاہئے خدا کو منظور ہوا تو لوگوں کے دل آپ کے گرمائے سے کبھی نہ کبھی پسیجین ہی گے۔ اور ضرور ہے کہ وہ ایکدن اپنی اصلاح حال کیجانب خاطرخواہ بھی متوجہ ہوں۔

مگر میرا اپنا خیال اسبارہ مین یہ ہے کہ کوئی کام خواہ ملکی ہو یا قومی۔ دینی ہو یا دنیوی اسکی کارروائی ابتدا ہی سے نہایت مستحکم اصول پر اور بہت ہی سوچ سمجھکر سٹیپ بائی سٹیپ یعنی بتدریج ہونی چاہئے اور اصلاح تمدن کا اہم کام مین میرے نزدیک وہ مستحکم اصول یہ ہے کہ پہلے اس امر کی تحقیق و تشخیص کیجائے کہ پبلک اسوقت کن کن برباد کن خرابیوں مین مبتلا ہے جنکے دفعیہ یا انسداد سے اسکی حالت سنور سکتی ہے۔ بعد اسکے یہ دیکھا جائے کہ سب سے مقدم کونکونسے امور توجہ طلب ہیں؟ جب یہ بھی ہو گیا تو پھر ایک ایک کرکے ان خرابیوں کے دور کرنیکی کوشش کیجائے۔ آپکا رسالہ خدا اسکی عمر دراز کرے اور اسے جیب خواہ ترقی دے گو اسکے نام اور مقاصد سے صراحتہً یہ بات نہ پائی جاتی ہو تاہم ضرور وہ صیغہ اصلاح کا آرگن ہے اور جہانتک مجھے علم ہے ایک اکیلا آرگن ہے۔ تو اب ہونا یہ چاہئے کہ اسکی تمامتر توجہ اصلاحی مضامین پر ہی مبذول رہے گو تمدن کا لفظ ایک بڑا وسیع المعنی لفظ ہے اور شاید ملک و ملت کی ہر قسم کی اصلاحات اسکی ذیل مین آسکین۔ مگر پھر یوں تو اور بہتری انجمنیں۔ سوسائٹیاں اور اخبارات بھی کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی حد تک یہی خدمت اصلاح انجام دیرہی ہین جیسے صیغہ اصلاح تمدن اور آپکے رسالہ [illegible] کیا تخصیص ہوئی؟ معاف کیجیگا مین ضمنی خیالات کو لیتا ہوا اپنی اصلی مقصد سے ذرا دور جا پڑا ہوں۔ ہان تو میرا مدعا یہ ہے کہ آپکا رسالہ آپکا صیغہ اور اسکے تمام گرمجوش ممبر بالکل یکسو اور ہمہ تن مصروف ہو کر کام کرین اور اصلاح کی ایک ایک شاخ کو باری باری قابو کرین۔ جبتک کہ انہیں معتدبہ اور قابل اطمینان کامیابی نہو جائے اور کسی طرف مطلقاً رُخ ہی نہ کرین۔ یہ نہیں کہ بیجا طریقہ خیرات پر بھی جرح قدح ہو رہی ہے اور اسکے ساتھ ہی پبلک وینین اور پریس کو بھی رگڑتے ہیں اور نکاح کی بے احتیاطیوں کا جھینکنا ہو رہا ہے۔ تو گویا میری رائے مین آپکے صیغہ اصلاح کیلئے اہم ترین اصلاح وصلاح تو یہ ہے جو مینے اوپر عرض کی۔ اور یہ مین انشاءاللہ اگلے پرچہ مین بتاؤنگا کہ اہم ترین اصلاح تمدن مین کسے سمجھتا ہوں جسکی جانب صیغہ اصلاح کو توجہ دلانی مقصود ہے۔ والسلام +

راقم خاکسار احمد حسین فرید آبادی منیجر رفیق ایجنسی و اسسٹنٹ ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر +

## نو ایجاد کار آمد پاکٹ غلیل



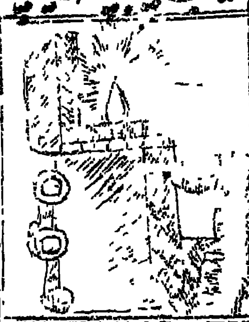
کون شخص ہے جو اپنی تفریح کو اچھا نہیں سمجھتا بیشک تفریح ایک ایسی ہی چیز ہے جسکی وجہ سے دل خوش رہتا ہے مجملہ اور تفریحی چیزون کے ایک یہ پاکٹ غلیل بھی ہے ... اور جب دل چاہے گھر سے باہر نکلے اور دس پانچ چڑیاں شکار کر لائے کیا ممکن جو نشانہ خطا کرے ایک بار بندوق کا نشانہ خطا کرے مگر یہ اپنا کام پورا دے قیمت صرف ۱۰ /

## سب سے مضبوط راسکوپ سسٹم واچ



یہ وہی راسکوپ سسٹم واچ ہے جسکی مضبوطی اور خوشنمائی کی شہرت تمام زمانے میں ہو رہی ہے کیونکہ یہ معمولی راسکوپ نہیں بلکہ یہ ایک خاص نامی کارخانہ سے بر آمد ہو کر ہمارے یہان آتی ہیں اگر آپکو عمدہ گھڑی درکار ہے تو جلد خرید لیجئے ورنہ فروخت ہو جانے پر پھر ایسی گھڑی آپکو نہ دستیاب ہوگی فینسی ڈائل گارنٹی ۵ سال ہے، سادی راسکوپ گارنٹی ۵ سال عہ گارنٹی ۳ سال للعہ

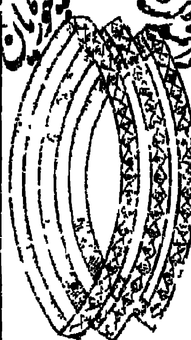
## عجیب و غریب پاکٹ لیمپ



پہلے یہ لیمپ دیگر تاجرون نے پانچ روپیہ کو فروخت کیے لیکن جب سے ہماری نظر اس برقی لیمپ پر پڑی ہمنے خاص آرڈر دیکر منگوائے اور بہت کم قیمت پر فروخت کئے یہ لیمپ ذرا انگوٹھے کے اشارے سے کھل کر خود بخود روشن ہو جاتا ہے اور دیا سلائی کی ڈبیہ کے برابر ہے اہل پولیس و اہل سفر و شب بین کرتے انکو اس لیمپ کی کیا شک ضرورت ہے قیمت صرف عہ



نفیس اور صوفیانہ مزاج عورتین یہ بارنگ یعنی بندے اپنے کان کی لو مین پہنتی ہین یہ بندے نہایت نازک اور خوبصورت ہین منگا کر ملاحظہ کیجئے قیمت فی جوڑہ عہ ۱۰ و ۴ /



بیشک ان چوڑیون کا دیکھنے والا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہیرا چمکتا ہے انکی آب و تاب قابل دید ہے جرمن سلور پر چاندی کا ملمع بڑی نفاست سے کیا گیا ہے عورتیں ان چوڑیون کو بڑے شوق سے پہنتی ہین قیمت صرف فی درجن دو روپیہ ۲



یہ کرنپھول جھمکے جرمن سلور کے ہین اور جڑاؤ ہین نگ انمین نہایت نفاست سے آویزان کیے گئے ہین انپر چاندی کا ملمع چڑھایا گیا ہے اسکے سبب سے اب انکی آب و تاب پر آنکھ نہیں ٹھہرتی فی جوڑہ دو روپیہ ۲

## بال اڑانیکا روغن

جس جگہ جی چاہے اس نو ایجاد تیل کو لگا دیجئے فوراً اوس مقام سے بال بدون تکلیف وغیرہ کے نہایت صفائی کے ساتھ اڑ جاینگے اور جلد پر دھبہ نہ پڑیگا قیمت فی شیشی عہ

## بال بڑھانیکا روغن

اس مجرب روغن کے استعمال سے بال دن دونے رات چوگنے بڑھتے ہین اور خوشبو آنے لگتی ہے نزلہ پاس نہیں آتا بالون کو سفید ہونے سے روکتا ہے خشکی دور ہوتی ہے قیمت فی شیشی دو روپیہ ۲

المشتہر سید محمد عبد اللہ عالم سوداگر و مولف علمی جنتری بازار رام نراین گھڑ لوالی کوٹھی کانپور

اول سات کتابیں صرف للعہ میں مل سکتی ہیں۔

یکمشت خریداروں کو کمیشن دی جاویگی۔

# قابل قدر اور سستی کتابیں

مفصلہ ذیل مفید اور خوشخط عمدہ کتب منیجر دفتر عصر جدید مالیر کوٹلہ پنجاب سے ملسکتی ہیں۔ اسکے علاوہ مولانا حالی کی سب تصانیف بھی اس دفتر سے ملین گی۔

## کتب مصنفہ مولوی خواجہ غلام الحسنین سابق انسپکٹر مدارس صوبہ گلبرگہ

(۱) **اصول تربیت**۔ یہہ رسالہ جدید اور قدیم اصول کا جامع ہے اور تمام والدین اور معلمین کو اور عام اہل علم کو اسکا پڑھنا ضروری ہی۔ نہایت عمدہ اور اعلی ترتیب سے مضامین اسمین جمع کئے گئے ہیں جسمانی عقلی۔ اخلاقی تربیت کے اصول مقاصد طریقہ حصول بتائے گئے ہیں۔ یہ کتاب نہایت خوشخط اور صاف چھپی ہی حجم ۱۱۲ صفحہ قیمت ـــ

(۲) **قوانین دولت** مسٹر مِل کی کتاب لاز آف ولیتھ جسکی قیمت انگریزی میں ۸ر ہے۔ اسکا نہایت سلیس ترجمہ اعلی درجہ کے کاغذ پر رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں ۲۴۴ صفحہ پر چھپا ہی۔ دولت کیا چیز ہے؟ کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ کس طرح تقسیم ہوتی ہی؟ ۲۸ مضامین علم پولیٹیکل اکانمی کے اسمیں اس طرح بیان ہوئے ہیں کہ مبتدی اور عام شائقین آسانی سے سمجھ سکیں جو طلباء یا مدرسین یا عام شائقین اس علم کے ابتدائی اصول کو جاننا چاہیں۔ اس سے بہتر کتاب اُن کو نہیں ملسکتی۔ مترجم نے بعض مفید حواشی بھی دیئے ہیں قیمت ۴ر

(۳) **فن تعلیم**۔ یہہ کتاب اہل علم اور معلمین اور عام شائقین کیلئے جنکو تعلیم سے دلچسپی ہی مفید ہی۔ بقول شمس العلماء منشی ذکاء اللہ صاحب اردو مین اس سی بہتر کتاب اس مضمون پر نہیں لکھی گئی حجم ۵ جزو خوشخط قیمت ۲ر

## کتب از خواجہ غلام الثقلین بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل ہائیکورٹ

(۴) **اصول اخلاق اسلام**۔ بتیس صفحہ کا رسالہ بہت جلی اور خوشنما چھپا ہے۔ کم عمر بچوں اور لڑکوں کیلئے مفید ہے اور سرکار نظام کے مدرسوں میں رائج ہے ۲ر کے ٹکٹ وصول ہونے پر ۳ رسالے محصول ڈاک بکر بھیجدیے جائینگے

(۵) **لکچر کانفرنس لکھنؤ**۔ اصول ترقی پر۔ قیمت ۲ر

(۶) **اسیز اینڈ اپاتھمز**۔ علمی اور فلسفیانہ مضمون انگریزی میں یعنی پولٹیکس تہذیب کلچر حیات المشاہیر اور ۳۰۰ کلمات نہایت عمدہ کاغذ پر چھپے ہیں۔ حجم ۱۲۵ صفحے۔ قیمت سابق عہ ر قیمت حال ۸ر

(۷) **حیات جاوید**۔ اس مشہور کتاب شمس العلماء مولانا الطاف حسین صاحب حالی نے سرسید مرحوم کی سوانح عمری لکھی ہے اور یہ تمام قومی اور ملکی معاملات مین مفصل حکیمانہ ریویو کتاب ہے۔ اردو زبان کی بینظیر تصنیف ہے حجم ۵۰ جزو قیمت ۴ر

## تالیفات نواب صدر الدین خان صاحب رئیس بڑودہ

(۸) **گلدستہ منافع**۔ عمدہ ادبی اور اخلاقی مضامین خوشخط عمدہ کاغذ صفحات ۱۳۶ قیمت ۸ر

(۹) ایضاً ایضاً ایضاً صفحات ۸۰ قیمت ۶ر

# عصرِ جدید

## ایک ماہانہ ریویو

مقاصد

مسلمانوں میں عملیت۔ صداقت اور کفایت شعاری پھیلانا

ایڈیٹر خواجہ غلام الثقلین سکرٹری اصلاح تمدن

(مقام اشاعت مالیر کوٹلہ)

اگست ۱۹۰۵ء

جلد ۳ نمبر ۸



مطبع خادم پنجاب پریس امرتسر میں باہتمام منشی نبی بخش صاحب چھپا

# اصول صیغہ اصلاح

۱۔ **عدل و اعتدال** یعنی میانہ روی۔ پرہیزگاری۔ سادگی

۲۔ **کفائت شعاری** یعنی اسراف دولت۔ اسراف وقت سے بچنا۔ دولت کا صرف مفید کاموں میں کرنا۔ رسمیات کے اخراجات میں کمی کرنا

۳۔ **سعی و محنت**۔ گداگری۔ بیکاری۔ سستی کو قابل نفرت سمجھنا۔ خود کام کرنا اور ایک شخص کو کام پر لگانا

۴۔ **اتفاق**۔ نیک مقاصد کے حاصل کرنے کیلئے مل کر کوشش کرنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا

# ضروری ہدایات اور قواعد عصر جدید

(۱) رسالہ کا حجم ۴۴ صفحے سے کم نہ ہوگا۔

(۲) قیمت پیشگی یا نقد ہوگی یا بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل سالانہ معہ محصولڈاک وغیرہ عہ

(۳) نمونہ کی درخواست کے ساتھ ۲ کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔

(۴) خط و کتابت یعنی نام۔ پتہ مضامین سب صاف اور خوشخط ہوں۔

(۵) جملہ مناسب مضامین ترتیب اور گنجائش کے لحاظ سے چھاپے جاوینگے۔ بصورت عدم منظوری ایڈیٹر مضمون کو مختصر کرسکتا ہے۔ مگر مطلب پلٹ نہیں سکتا۔

(۶) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ہونا مناسب ہے۔

(۷) جو صاحب ایکسال یا چھ ماہ کی بابت ۴ نئے خریداروں کی قیمت روانہ فرماوینگے انکو ایکسال یا چھ ماہ کیلئے رسالہ کمیشن میں ملیگا

(۸) رسالہ نہ پہونچنے کی شکایت اندرون ۳۰ یوم وصول نہ ہو تو مابعد رسالہ بھیجنا لازم نہ ہوگا۔

(۹) ایسے معتبر کتب فروشوں کی ضرورت ہے جو ہمارا رسالہ اور کتب اپنے پاس رکھیں انکو کمیشن دیجاویگی تصفیہ بذریعہ

**اُجرت اشتہارات** (۱) جو صاحب اخبار و رسائل بقدر مساوی ہمارا اشتہار چھاپیں ان سے کچھ اجرت نہ لی جاویگی (۲) فحش کتب یا ادویہ کا اشتہار نہ چھپیگا (۳) اجرت اشتہار فی سطر ۲ مگر ایک روپیہ سے کم اجرت کا اشتہار نہ لیا جاویگا

(۴) اُجرت فی صفحہ ایکبار کے لئے عہ ششماہی کیلئے عنہ سالانہ عہ نصف حصہ ایکبار عہ ششماہی عہ سالانہ عہ

(۵) جب تک اشتہار چھپے رسالہ صاحبان اشتہار کو بلا قیمت ملیگا۔ مگر محصولڈاک انکو بھیجنا ہوگا ؞

# عصر جدید

## مسلمان رؤسا کیوں تباہ حال ہیں

مولانا شوکت کے اس خیال سے ہم متفق نہیں کہ کم عمری کے اختیارات تباہی کا باعث ہوتے ہیں۔ اول تو اختیارات عموماً ۱۸ برس میں پورے نہیں دیئے جاتے۔ دوسرے جب مذہب اور قوم کی زبردست رکاوٹ نہ ہو تو ۴۰ سال میں بھی اختیار دیئے جاویں تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ہمارے نزدیک خوف خدا اور ذمہ داری کا خیال پورے طور پر رؤسا کے دل میں ڈالنا لازم ہے اور اُن کو یہ سمجھانا چاہئے کہ جیسے تم کسی کے افسر ہو ایک اور اعلیٰ طاقت جو عالم غیب ہے تم کو ہمیشہ دیکھتی رہتی ہے اور ضرور سزا دیگی۔

ڈپٹی کلکٹری وغیرہ کا تجربہ اچھا ہے مگر زیادہ سودمند نہیں۔ میں نے چند ڈپٹیوں کو بھی فرعون بے سامان پایا ہے محض چند روزہ حکومت کی وجہ سے۔

بڑی اصلاح ہے مذہبی تربیت اور خوشامدیوں کو علیحدہ کرنا۔ یہ دوسرا کام زیادہ مشکل ہے کیونکہ ہزار ہندوستانیوں میں سے نو سو ننانوے خوشامدی ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے بیچارے غریب رؤسا کے مار آستین اپنے ذاتی فائدے کی وجہ سے بنجاتے ہیں اور سچوں کے دشمن رہتے ہیں۔ سچائی کو پہنچنے نہیں دیتے۔

رہے چھوٹے زمیندار امیر جو حاکم نہیں ہوتے اُن کی حالت اور بھی بدتر ہے کیونکہ اُن کو نہ رعایا کا اندیشہ ہے۔ نہ گورنمنٹ کا خوف ہے۔ کچھ عام رائے کا خوف ہو سکتا ہے مگر عام رائے ایسی بزدل اور ناپاک ہے کہ وہ اچھے آدمی کو بگاڑ دیتی ہے

ہم جب اس عام رائے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو چاروں طرف سے تبرا کی آوازیں سُنتے ہیں۔ مگر سب انسانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ نصرت الٰہی اور فتح کے معنی دولت اور تعریف کے نہیں ہیں بلکہ وہ ایک خفیہ تائید اور ایمانی قوت ہوتی ہے جو بار بار نیک کام کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جب ہم اُس کو حاصل کریں تو پھر کسی شخص یا پبلک کی ناراضی کی پرواہ نہیں کرسکتے۔ فقط ایڈیٹر

ہندی مثل ہے کہ سات پشت کے بعد پوتڑوں کے امیر بھی فقیر ہو جاتے ہیں لیکن یہ مثل بہ نسبت دیگر ایشیائی ممالک کے ہندوستانیوں خصوصاً مسلمان رؤسا کے مزاج اور طبائع پر زیادہ موزوں ہے۔ یورپ والے تو یہ مثل سُنکر تعجب کرینگے اور شاید قہقہے لگائیں۔ ریاست یا جائداد کی آمدنی تو وہی گنی ڈلیاں اور نپا شوربا اور توالد تناسل کی کلیں رات دن جاری۔ اسپر عیش پرستی اور فضولیوں کا طرّہ۔ قارون کا خزانہ بھی ہو تو چند روز میں ایک دو یہ تین۔ اور ضعیف الاعتقادی کی یہ کیفیت کہ اوہ! کیا پرواہ ہے جو آتا ہے اپنا رزق ساتھ لاتا ہے۔ وہ بھوکا سُلاتا نہیں۔ ہاں بھوکا اُٹھاتا ہے۔ اللہ میاں چھپّر پھاڑ کر دیتے ہیں۔ بلّی کے بھاگوں چھینکے ٹوٹتے رہتے ہیں اور خدائے تعالیٰ قرآن مجید اور فرقان حمید میں فرماتا ہے وفی السماء رزقکم و توعدون اس آیہ کا ایک جملہ تو یاد رہا اور دوسرا جملہ وما توعدون حافظہ سے غتربود ہوگیا۔ آیہ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا رزق آسمان میں ہے اور وہ شے بھی جس کے لئے تم وعدہ کئے گئے ہو اب غور کرنا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ نے قرآن میں کیا وعدہ کیا ہے اس کا وعدہ تو یہ ہے تلک امۃ قد خلت لہا ماکسبت ولکم ما کسبتم یہ تو میں گزر گئیں اُن کو وہی ملا جو اُنہوں نے خود کیا اور تمہیں بھی وہی ملیگا جو تم خود کروگے اور فرمایا وابتغوا من فضل اللہ یعنی اپنا رزق خدا کے فضل سے ڈھونڈو۔ مطلب یہ ہوا کہ خدا کے فضل پر بھروسا رکھکر کوشش کرو خدا نے یہ وعدہ نہیں کیا کہ کچھ نہ کرو اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھے رہو۔ وہ موہن بھوگ اور حلوا اور آسمانی من وسلوا غیب سے تمہارے مُنہ میں ٹپکا دیگا اور تم گاؤ تکیہ لگائے نادیا بیل بنے ٹونٹیاں لگاتے رہو وہ تمکو بھس کے بھاؤ ملیدہ دیگا۔ حضرت غالبؔ نے کیا خوب کہا ہے ؎

ضعف سے ہے نے قناعت سے یہ ترکِ جستجو + ہیں وبالِ تکیہ گاہِ ہمتِ مردانہ ہم

خدا ہی اپنی صفت رزاقی سے مال و دولت بھی دیگا کہ رنگ رلیاں مناؤ۔ عیش و عشرت و ہوس رانی کے میدان میں بکر کو دمچاؤ اور خدا ہی اپنی رحمت سے بداعمالیوں پر نظر نہ کر کے قیامت میں بخش بھی دیگا۔ جب سب کچھ خدا ہی کرے دھر لگا تو اُس نے تمہیں پیدا ہی کیوں کیا۔ مناسب ہے کہ تم اپنے حسب حال یہ شعر پڑھو سہ

نہ شگوفہ ام نہ برگم نہ ثمر نہ سایہ دارم + در حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

اسلامی گورنمنٹ نے جو فیصدی سالانہ ڈھائی روپیہ زکوٰۃ کا مقرر کیا ہے تو اس میں یہ حکمت ہے کہ ایک سچا دانا مسلمان جب یہ دیکھیگا کہ مجھ پر گراں ٹیکس لگ گیا ہے تو وہ اپنا سرمایہ بڑھانے کی کوشش کریگا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ جس شخص کے پاس لے دیکر کل ۴۰ روپیہ ہوں وہ سال بھر میں ایک روپیہ جبراً و کرہاً ادا کرے اس صورت میں تو زکوٰۃ اصل سرمایہ کو اس طرح کھا جائیگی جسطرح سُرسُری اناج کو اور گھن اندر ہی اندر لکڑی کو خدا ظالم نہیں کہ انسانوں کو تکلیف مالا یطاق دے یا اپنا ٹیکس واگزار کر دے جس سے کچھ نوع کو فائدہ نہ پہونچے کیونکہ جس شخص کے پاس صرف چالیس روپے ہیں جب اُس نے ایکسال زکوٰۃ کا ایک روپیہ دیا تو ۳۹ ہی روپے رہ گئے چلئے زکوٰۃ معاف ہوگئی کیونکہ شرط زکوٰۃ تو پورے چالیس روپیہ کا ہوتا ہے

پس غور سے دیکھو تو زکوٰۃ کسب معاش اور تجارت اور صنعت و حرفت کو ترقی دینے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ مال مزکّیٰ میں برکت ہونے کی یہی وجہ ہے ورنہ اصل سرمایہ میں جو بڑھایا نہ جائے اور مدفون خزانے میں ہرگز برکت نہیں ہو سکتی کیونکہ دفینہ انڈے بچے نہیں دیسکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا الآیہ یعنی مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہے اور اچھے کام جو ہمیشہ باقی رہیں اے محمد تیرے رب کے نزدیک از روے ثواب و اجر اکے سب سے بہتر ہیں۔ مال کو تو تجارت وغیرہ سے بڑھائیں نہیں اور اولاد کو اعمال صالحہ اور عمدہ تعلیم و تربیت پر لگائیں نہیں اور ان کو اچھی راہ پر چلائیں نہیں تو دنیا کی زندگی کی زینت کیونکر ہوگی وہ تو ہر طرح بے رونق اور ذلت کا باعث ہوگی اور پھر باقیات صالحات کا ثواب کیونکر ملیگا۔ کیونکہ باقیات صالحات کو خدا تعالیٰ نے

نے مال اور اولاد ہی میں منحصر کیا ہے۔ باپ دادا کے ترکے، زر جائیداد پر اپاہج بنکر بیٹھ رہنا اور خود کچھ نہ کرنا سخت دون ہمتی اور مُردوں کی ہڈیاں چبانا ہیں۔ اگر باپ دادا بھی ایسے ہی کاہل الوجود اور نفس پرست اور عیش پرست ہوتے تو تم کو یہ للّے تللّے (وہ بھی چند روز کے لئے) کیونکر نصیب ہوتے۔ کیا باپ دادا کی روحیں اپنے ایسے پست ہمت تباہ کار فرزندوں سے خوش ہونگیں کہ انہوں نے تو محنت اور مشقت اور طرح طرح کی مساعی جمیلہ اور تدابیر صائبہ سے مال و دولت اور جائداد جمع کی اور مسرفوں اور مبذروں نے غفلت اور کاہلی اور شہوت رانی کی دوزخ میں جھونکدی۔ باپ دادا کی روحیں تو یہ شعر پڑھتی ہونگی ؎

تو بخویشتن چہ کردی کہ کنیم امید از تو ٭ بخدا کہ واجب آمد زتو احتراز کردن

موجودہ زمانے میں سرمایہ یا جائداد کو محفوظ رکھنا اور اُسکو ترقی دینا ایسا ہی واجب اور فرض ہے جیسی زکوٰۃ کی فرضیت۔ کیونکہ سامان معاشرت بڑھ گئے ہیں اور ہر شے گراں ہوگئی ہے۔ یورپ کی شائستگی نے مہذبانہ طرز زندگی اور تمدن کو گراں کردیا ہے جس سے ہمارے رؤسا پر کچھ اور ہی اثر پڑا ہے۔ یورپ کا طرز معاشرت دیکھکر اُن کی آنکھیں چوندھیا گئی ہیں۔ نئے فیشن کے طریق زندگی۔ امور آسایش و آرایش خوراک و پوشاک وغیرہ میں یورپین کی تقلید مگر مہذبانہ زیست بسر کرنے میں اُن کی تقلید نہیں۔ اگر ہزاروں رؤساء کو عیش پرستی نے تباہ کیا تو سینکڑوں کو یوروپین تقلید نے ظاہری ٹیم ٹام تو مہذبوں کی مگر خوارق وحشیوں کے۔ کیا طاقت ہے کہ یورپین کے منضبط مصارف میں فرق آجائے۔ اُنکی فطرت میں ایسا جائز تخیل ہے کہ شبانہ روزی اوقات کو بھی فضول نہیں جانے دیتی۔ کسی بات میں فضولی کا آجانا اُن کے نزدیک قیامت ہے۔ فضولیاں جائز رکھنیوالا مہذب سوسائٹی سے خارج ہے۔ برخلاف اُن کے ہماری مرحوم رؤساء کا نیچر ہی گویا فضولی بن گیا ہے نہ مصارف کا انضباط نہ اوقات محدود۔ آیا سو اُڑایا چیل اپنے گھونسلہ میں باسی گوشت نہیں چھوڑتی کس کی رہی اور کس کی رہ جائے گی۔ آج مرے کل دوسرا دن۔ اپنی اپنی سب بھگت جائیں گے۔ کھالیا سو اپنا رہ گیا سو پرایا ؎

ساقیا یاں لگ رہا ہی چل چلاؤ ٭ جب تک بس چل سکے ساغر چلے

کہتے ہیں کہ انگریزی تعلیم وحشیوں کو انسان بناتی ہے اور ہوا پرستی اور اوہام پرستی دور کردیتی ہے

مگر ہمارے رؤساء تعلیم پاکر اور بھی بگڑ جاتے ہیں۔ تعلیم و تربیت کا وہی پوڈر اور تہذیب کی وہی پالش جو یورپین فطرت کو زیادہ چمکدار اور دلکش بنائے تعجب ہے کہ ہمارے رؤسا کی فطرت کو اور بھی بدنما اور پاسودالوجہ کردے۔ یہ اپنی اپنی قسمت ہے معلوم ہوا کہ تعلیم کا قصور نہیں ؎

لان الماء فی الاصداف دُرٌّ ✣ وفی فم الافاعی صار سمّ

کیونکہ وہی پانی جو سیپیوں میں موتی بنتا ہے سانپوں کے منہ میں آکر زہر ہوجاتا ہے مظروف ایک ہے صرف ظرف کا فرق ہے

انگریزی تعلیم عالمگیر ہو رہی ہے اگر وہ ناقص اور خراب ہوتی تو قبولیت عامہ کا درجہ حاصل نہ کرتی مگر تعجب ہے کہ دنیا تو یہ تعلیم پاکر مہذب بنے اور مسلمان رؤسا زادے بد سے بدتر ہوجائیں۔

وجہ یہ ہے کہ وہ تعلیم نہیں پاتے بلکہ کھیلتے ہیں اور اس کو لہو و لعب کا مشغلہ سمجھتے ہیں وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں اور بڑے بڑے لائق فائق یوروپین اتالیق بیش قرار تنخواہوں پر بطور پرائیوٹ بھی تعلیم دیتے ہیں مگر ہم نے نہیں سنا کہ کسی رئیس زادے نے پرائمری تعلیم کی بھی ڈگری پائی ہو اعلیٰ تعلیم تو کجا۔ بس بگڑ جانے کے یہی سینگ ہیں دینیات کی تعلیم بھی ملتی ہے علماء اور فضلاء ملازم ہوتے ہیں مگر خدا نے چاہا تو چھوٹے بڑے استنجا کرنے کے مسئلے سے بھی ناواقف ہوں گے ۔

جب تک نابالغ رہے جوں توں کرکے کچھ سیکھ ساکھ لیا۔ جہاں ذرا انجن میں اسٹیم بڑھی محلوں میں داخل ہوئے پھر کیا تھا آزادی کی ہوا سمائی۔ اور زبان حال سے یہ شعر پڑھنے لگے ؎

وفارق اباک اذاما اباک ✣ ومدّ شباکک وصد من سنح

یعنی اگر تیرا باپ بھی تجھے ہوا پرستی سے روکے تو اس سے جدا ہوجا اور اپنا جال پھیلا دے اور جو سامنے آئے شکار کرلے۔ اور جب چند خود غرض ذلیل خوشامدی ساتھ ہولئے تو ہز ہائینس کو چرخ پر چڑھا کر گرد گھما ہی بنا دیا۔ ادھر ہی چاٹ لگ گئی تعلیم سے جی اچاٹ ہوگیا قوائے کمزور ہوگئے۔ دل و دماغ کی قوت اپنے مرکز سے گر گئی۔ اب قوت مدبری و انتظامی کہاں سے آئے۔ اور جب خود مختار ہوکر آزادی کا لائسنس مل گیا۔ پھر تو خوب ہی کھل کھیلے۔ بیحیائی تیرا آسرا۔ ادھر آپ عیش پرستی کے غلام بنے۔ ادھر حواشی نے اپنے ہاتھ رنگنے شروع کردیئے

اہلکاروں کی بن آئی، ابتری پڑی - قرض بڑھا اور چند روز میں ایک دو یہ تین -

ہمارے رؤساء زادوں کی تعلیم وہ نورٌ علےٰ نور ہوتی ہے کہ باید وشاید - خوشامدی حواشی تو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ نواب بہادر یا ٹیکا صاحب یا کنور صاحب بہت انگریزی پڑھ گئے ہیں اور پرسوں جو دربار ہوا تو سرکار حضور نے ایسی گٹ پٹ انگریزی بولی کہ لاٹ صاحب دنگ رہ گئے۔ حالانکہ وہاں گڈ مارننگ کے سوا کوئی کلمہ زبان مبارک سے نہیں نکلا اور اتالیق صاحب بہادر نے انگریزی میں بات چیت کرنے کی ڈیوٹی پوری کر دی -

گورنمنٹ کا یہ سمجھ لینا کہ ۱۸ برس کی عمر تک پہونچنے پر ہندوستانی رؤساء اس لایق ہو جاتے ہیں کہ ریاست کے کاروبار سنبھال لیں پس اُن کو اختیارات عطا کر دینے چاہئیں سخت غلطی ہے - ہندوستان تو پیرانِ نابالغ کا کھتا ہے یہاں تو یہ مصرع صادق آتا ہے ؎

گوسالۂ ما پیر شد و گاؤ نشد

پس نوجوانی یا عنفوان شباب میں رؤسا کو اختیارات دینا گویا کسی بچے کے ہاتھ میں دودھاری تلوار دینا ہے تاکہ وہ خودکشی کرے - اسکولوں اور کالجوں میں جیسا امتحانات مقرر ہیں کیا رؤسا کے لئے بھی کوئی ایسا محک امتحان ہے جس سے معلوم ہو کہ وہ ۱۸ سال کی عمر میں بڑے تجربہ کار اسٹیٹسمین بن گئے ہیں اور اب اُن کو یہ کہہ کر کہ عطائے تو بلقائے تو اختیارات کا پوٹلہ دیدینا چاہئے -

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ رئیسوں کے معاملات میں زیادہ مداخلت گوارا نہیں کرتی وہ اپنا ناموس آزادی ملحوظ رکھتی ہے مگر یہ ایسی ہی ناعاقبت اندیش رعایت ہے - جیسے بیوقوف والدین تربیت کے معاملے میں اقتضاء محبت سے جو حقیقت عداوت ہی اولاد کے مانند کرتے ہیں - لیکن جب رئیسوں کی شرارتیں حد سے گذر جاتی ہیں تو گورنمنٹ مداخلت پر مجبور ہوتی ہے اور جسم کا ایک عضو ماؤف جس میں پائزن آگیا ہو کاٹنا پڑتا ہے تاکہ وہ پائزن تمام جسم میں دوڑ کر ہلاک نہ کر دے یعنی بدعمل رئیس کو معزول کرتی ہے تاکہ ریاست تباہ نہ ہو اور پھر چار طرف غل مچتا ہے اور رؤساء میں ناراضی پھیلتی ہے اور گورنمنٹ کی نیت پر حملے ہوتے ہیں - اگر پہلے ہی روک تھام کی جائے تو یہ نوبت ہرگز نہ آئے -

میں ذیل میں گورنمنٹ اور رئیسوں کی رفاہ کی تدبیر بتاتا ہوں امید کہ اس پر غور کیا جائیگا۔
(۱) رئیسوں کو پوری تعلیم دی جائے جیسی کالجوں میں دی جاتی ہے۔ ان کو لاکلاس میں بھی رکھا جائے اور امتحان لیا جائے۔
(۲) امتحان میں پاس ہونے پر اُن کو گورنمنٹ کے سررشتوں اور محکموں اور عدالتوں میں آنریری عہدے دیئے جائیں مثلاً پہلے ڈپٹی کلکٹری پھر کلکٹری پھر کمشنری اور ججی وغیرہ۔ ۳۰ سال کی عمر تک عملی تعلیم دی جائے تب اختیارات ریاست عطا کیئے جائیں اور اس عرصہ میں ریاستوں کا انتظام کونسلوں کے تحت میں ہو۔ اس میں گورنمنٹ کا بھی فائدہ ہے کہ تنخواہ نہ دینی پڑے گی اور رؤسا زادے ہر طرح لایق و فایق مدبر و منتظم ہوکر تباہی سے بچیں گے۔
اگر رؤسا کو کامل تعلیم دی جائے تو چھوٹ بھیئے رؤسا جن کے علاقے ہمیشہ کورٹ ہوتے ہیں اور اُن کو نقصان پہونچتا ہے گورنمنٹ اس دردسری سے بھی بچے۔

احمد حسین شوکت اڈیٹر شحنہ ہند و طوطی ہند میرٹھ

# صیغۂ اصلاح تمدن کا کام

میں تسلیم کرتا ہوں کہ صیغہ کا کام بالفعل کافی قوت اور زور سے نہیں چلتا اور بجائے اس کے کہ دوسروں کی سرد مہری کا الزام دیا جاوے (اور یہ الزام صحیح ہے) اُس کی جڑ کو دیکھنا چاہئے۔ جڑ یہ ہے کہ جیسی خود فراموشی اور ہمہ تن کوشش ایک ایسے کام کے سکریٹری کو لازم ہے وہ عمل میں نہیں آئی۔ مگر انشاء اللہ تعالیٰ جلد (ایک سال خواہ دو سال میں) اس کام کو اُس نہج اور زور سے اُٹھایا جاویگا کہ ہمارے دوستوں کو شکایت کا موقعہ نہیں رہیگا فقط

(سکریٹری صیغہ)

سید ابو محمد صاحب ایم۔ اے (جو خوشی کی بات ہے کہ علیگڈھ میں تحصیلدار مقرر ہوئے ہیں) حال میں میرٹھ آئے تھے اور اثنائے گفتگو میں کہتے تھے کہ جب سے خواجہ غلام الثقلین صاحب

مالیر کوٹلہ گئے ہیں صیغۂ اصلاح تمدن کا کام سُست ہو گیا ہے اور بہت سے لوگوں کا بھی ایسا ہی خیال ہے۔ لیکن اصلیت معلوم ہونے کی وجہ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ خواجہ صاحب اس کے ذمہ دار نہیں ہیں اُنہوں نے مالیر کوٹلہ کی ملازمت اپنی بہت سی امیدوں کو خیر باد کہکر صرف اس وجہ سے اختیار کی ہے کہ اصلاح تمدن کے کام میں وہ زیادہ وقت صرف کر سکیں اور میں نے خود دیکھا ہے کہ وہ ایسا ہی کرتے بھی ہیں۔ پھر آخر کیوں یہ کام سُست ہو گیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ قوم کی اصلاح کا کام صرف ایک شخص کی محنت سے سرانجام نہیں ہو سکتا ایک شخص تحریک کرنیوالا ہوتا ہے اور ضرورت ہے کہ اور لوگ اس کی مدد کریں۔ چنانچہ افسوس ہے کہ قوم کا تعلیم یافتہ حصہ بھی اصلاح تمدن کے کام میں خواجہ صاحب کی معاونت نہیں کرتا بلکہ ایسے ضروری کام کو بالکل فضول اور غیر ضروری سمجھتا ہے۔ جب روشن خیال گروہ کا یہ حال ہو تو عوام الناس سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ ممبران صیغۂ اصلاح تمدن بھی وہ مدد نہیں دیتے ہیں جس کی ان سے امید تھی حتّٰے کہ خواجہ صاحب کے خطوط کا جواب بھی نہیں دیتے۔ ایسی حالت میں صد آفرین ہے کہ خواجہ صاحب نے ہمت نہیں ہاری اور وہ گرمجوشی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہیں۔

خیر اب سوچنا یہ ہے کہ اس کام کو کس طرح پھیلانا چاہیئے اور یہ ایسی بات ہے جس پر کم سے کم ہر ایک ممبر کو غور کرنا چاہیئے۔ اس کے متعلق چند باتیں میں عرض کرتا ہوں۔

(۱) خواجہ صاحب کو اور ممبران صیغہ کو ہر سال یہ شکایت باقی رہتی ہے کہ کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں اُن کو کافی وقت نہیں دیا جاتا اور یہ ایک نہایت معقول شکایت ہے۔ لہٰذا ہم کو غور کرنا ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے یا نہیں کہ ایک سوشیل ریفارم کانفرنس علٰحدہ قائم کی جاوے

(۲) کیا ممبران صیغہ سے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ہر جگہ اپنے چند ہم خیال پیدا کر کے مقامی انجمنیں قائم کریں جو وقتاً فوقتاً بڑے بڑے جلسے کریں یا کسی اور طرح عوام الناس کو اپنے مقاصد سے آگاہ کر کے اُن کو آنے والی تباہی سے بچا دیں۔

(۳) کیا اب وہ وقت نہیں آگیا ہے کہ صیغہ کی طرف سے ایک یا دو واعظ نوکر رکھے جاویں جنکا یہ کام ہو کہ وہ تمام مُلک کا دَورہ کر کے مسلمانوں کو سمجھا دیں اور اُنکو اصلاح کی طرف راغب کریں

(۴) کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ سال بھر میں کم از کم دو تین رسالے اصلاحی مقاصد کے چھاپ کر ملک میں کثرت کے ساتھ مفت تقسیم کئے جاویں اور اُن کو عوام تک پہونچایا جاوے۔

(۵) کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ خواجہ صاحب خود اور چند اور ممبران صیغہ ہر سال مختلف مقامات کا دورہ کیا کریں اور اپنے لکچروں اور تقریروں سے قوم کو راہ راست پر لاویں۔

(۶) کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ "عصر جدید" کے خریدار کثرت کے ساتھ پیدا کئے جاویں اور اس کی جلدیں ہر مہینے متفرق مقامات پر مفت تقسیم کی جاویں تاکہ اور کچھ نہیں تو اصلاح تمدن کا نام لوگوں کے کانوں تک پہونچے

(۷) کیا یہ مفید نہیں ہے کہ تیوہاروں کے موقعوں پر پمفلٹ یا چھوٹے چھوٹے اشتہارات عوام الناس میں تقسیم کئے جاویں جو اُن کو بیجا اخراجات کی مضرت بتلاویں اور اُنسے باز رکھیں

(۸) جہاں کوئی شخص فضول خرچی کرتا ہو یا کرنے والا ہو اور شرابخواری یا آوارگی کرتا ہو اُس کو بار بار خطوط بھیجکر متنبہ کیا جاوے کہ وہ اپنی حرکت سے باز رہے۔

(۹) کثیر التعداد اخباروں اور رسالوں میں مقاصد صیغہ اصلاح تمدن کے متعلق مضامین لکھے اور لکھوائے جاویں تاکہ متواتر پڑھتے رہنے سے ناظرین کے دل پر اُن کا اثر ہووے۔

(۱۰) اخیر میں یہ بات غور طلب ہے کہ ان سب باتوں کے لئے روپیہ درکار ہے اور وہ کہاں سے اور کس طرح بہم پہونچایا جاوے۔ میری یہ رائے ہے کہ خواجہ صاحب اور اُن کے ہمراہی جو ہر سال دورہ کریں وہ خاص خاص آدمیوں سے چندہ بھی وصول کریں مگر صرف اس قدر جتنا کہ اُس سال کے بجٹ کے موافق ضرورت ہو اور پھر یہی روپیہ ان کاموں میں صرف کیا جاوے میرا خیال ہے کہ یہ طریقے وسیع پیمانہ پر اختیار نہیں کئے گئے ہیں اسی وجہ سے صیغہ اصلاح تمدن کا کام سست ہو گیا ہے اور بغیر ان کے چلنا بھی مشکل ہے ورنہ خواجہ صاحب کی طرف سے کچھ کوتاہی نہیں ہوئی ہے اور اُن کے جوش سے امید ہے کہ آیندہ بھی نہیں ہو گی۔ فقط نیاز احمد

# قومی اخلاق

جان برائٹ مرحوم انگلستان کا ایک مشہور مدبر اور فصیح البیان گزرا ہے۔ ذیل کا مضمون اُس کی ایک شاندار تقریر کا اقتباس ہے

میرے نزدیک کسی قوم کو دائمی عظمت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اُس کی بنیاد اخلاق پر نہ ہو فوجی عظمت یا شہرت کی مجھے پروا نہیں۔ ہاں ہی تو اُن لوگوں کی حالت کی ہے جن میں بود و باش رکھتا ہوں۔ انگلستان بھر میں کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ سے زیادہ تاج شاہی کا ادب ملحوظ رکھتا ہو۔ مگر تاج و تخت۔ فوجی گروہ۔ جنگی ساز و سامان۔ وسیع نو آبادیاں عظیم الشان حکومت و سلطنت یہ سب میری نظر میں ہیچ ہیں جب تک ان کے ساتھ عامۂ ناس کو کافی آرام و آسائش۔ آسودگی اور شادمانی نصیب نہ ہو۔ محل قلعے چوڑے چکلے مکان شاندار حویلیاں ان سے قوم نہیں بنتی۔ قوم کا گھر ہر ملک میں جھونپڑا ہے۔ پس جب تک تمہارے قانون و آئین کی روشنی وہاں نہ چمکے۔ جب تک تمہارے ضابطے کی خوبی اور تمہارے مدبروں کی برتری وہاں کے لوگوں کے دلوں پر نقش نہ ہو تب تک۔ یاد رکھو تمہیں یہ سیکھنا باقی رہیگا کہ حکومت کے فرائض کیا ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس ملک کو مدافعت کے آلات و وسائل کی ضرورت نہیں (مدبر کا یہ فرض ہے کہ معروف اصول اور خلقت کی صحیح رائے پر عمل کر کے نہایت اعتدال اور خوبی کے ساتھ ملک میں امن و امان قایم رکھنے کی تدابیر کرے) مگر جو روپیہ لوگوں اور جہازوں کے مہیا کرنے ساز و سامان کے بہم پہونچانے میں صرف اس مطلب کے واسطے صرف ہوتا ہے کہ دوسرے ممالک کے کاروبار میں دخل درمعقولات کیا جائے اور ایک ایسی سلطنت کی حدود کو وسعت دی جائے جو پہلے ہی اتنی بڑی ہے کہ شاید بڑے سے بڑے مدبر کے سنبھالے سنبھلنے والی نہیں۔ میں اُس روپیہ کو نہایت خفگی کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ پہلے زمانے کے مورخ لکھتے ہیں کہ سیتھئین قوم بڑی جنگجو قوم تھی۔ اس قوم نے ایک اونچے چبوترے پر کسی وقت کی ایک پرانی تلوار لٹکا رکھی تھی جس پر قربانیاں چڑھا کرتی تھیں۔ میں اکثر اپنے دل سے سوال کیا کرتا ہوں کہ کیا ہم لوگوں نے کسی ایک بات میں بھی اہل سیتھئین سے بڑھ کر ترقی کی ہے؟ ہمارے خیراتی تعلیمی اخلاقی مذہبی عدالتی اور انتظامی چندے

بلاشبہ ہیچ ہیں اُن مصارف کے سامنے جو ہم جنگ میں خرچ کر ڈالتے ہیں۔
میرے سامنے خدا کے فضل سے اسوقت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے جن کے دماغوں میں علم وعقل کی روشنی ہے جن کے ہاتھوں میں مُلک کی قوت اور مُلک کا اقتدار ہے۔ اے میرے ہم وطنو تم خلقت کی رایوں کو سانچے میں ڈھال سکتے ہو۔ تم مُلکی قوت عدم سے وجود میں لا سکتے ہو۔ مگر افسوس اِس مضمون پر کبھی غور نہیں کرتے کبھی اپنی صحبتوں میں اپنے جلسوں میں اس معاملے پر بحث نہیں کرتے۔ کیا میں تمہیں سمجھاؤں کہ قانونِ اخلاق صرف افرادِ خلق کے لئے نہیں ہے بلکہ قوموں کے لئے بھی ہے۔ بیشک جو قومیں اس قانون کی تضحیک کرتی ہیں کبھی نہ کبھی اس کا نتیجہ دیکھیں گی آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں۔ فقط

سید نذیر حسین

# قوم کے لئے کیا ہو رہا ہے

**قادیانی تحریک**

اگست ۱۹۰۲ء میں آج سے کامل ایک سال ہوا کہ ہم نے قوم کی مختلف انجمنوں اور قومی بہبود کی مختلف تحریکوں کے متعلق (عصر جدید جلد ۲ صفحہ ۳۵۳ پر) اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ لیکن اصلاح قوم ومذہب کی ایک جدید اور مشہور تحریک کے ذکر کو کسی اور وقت کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ آج ہم اُس ارادہ کو پورا کرتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس ایک کتاب بنام نہاد چودھویں صدی کا مسیح موصول ہوئی ہے اور اُس کے پبلشر کا سخت تقاضا ہے کہ کتاب موصوف پر رائے دی جاوے۔ اس لئے کتاب کے موضوع پر رائے دینے کی ضرورت ہوئی۔ ہم اگر فرصت پاویں تو ایک دلچسپ بحث تاریخ وحکمت کے اصول پر غور کرکے اس امر کے متعلق کر سکتے ہیں کہ اس کتاب کے لایق اور انشاپرداز ہیرو کے مشن کو کن اسباب سے یہ جزوی کامیابی ہوئی ہے مگر یہ بحث زیادہ مشکل اور گہری ہوگی اس لئے ہم اصلاحی اور عقلی نظر سے اس تحریک کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اور تاکہ مضمون طویل نہ ہو جاوے صرف موٹی باتیں مختصر طور پر لکھتے ہیں۔

اوّل ہمارا ارادہ تھا کہ یہ کتاب جس کا ذکر نوٹ میں ہے[1] اس کا معمولی ذکر کرکے ایڈیٹری بوجھ سے سبکدوش ہو جاویں۔ چنانچہ جہاں تک اس کتاب کو تعلق ہے اس پر ہم نے حاشیہ پر رائے دیدی ہے۔ لیکن کئی وجہ سے ہم اپنا فرض خیال کرتے ہیں کہ جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی الملقب بہ امام زماں و مسیح موعود و مہدی مسعود و نوح و آدم و موسےٰ و عیسیٰ و ابراہیم و کرشن علیہ السلام و احمد مرسل و بروزی محمد اور ابن اللہ اور ابو اللہ اور محدث و مجدد اور نبی تبلیغی و حضرت اقدس وغیرہ جن کو بوجہ اختصار ہم آئندہ میرزا صاحب لکھینگے اُن کے متعلق بالکل سنجیدگی اور نیک نیتی سے اپنی رائے مفصل طور پر ظاہر کر دیویں۔ نہ اس وجہ سے کہ میرزا صاحب سے ہم کو عقیدت ہے کیونکہ ہم کئی بار اُن سے اختلاف ظاہر کر چکے ہیں نہ اس وجہ سے کہ اُن سے کوئی عناد اور کینہ ہے کیونکہ ہم کو اُن سے مخالفت کی کوئی وجہ نہیں نہ اس وجہ سے کہ عموماً مسلمان اُن کے خلاف ہیں کیونکہ ہم اکثر امور خلاف مرضی پبلک اور اکابر ظاہر کر چکے ہیں۔ بلکہ محض اس وجہ سے کہ اب تک حضرت میرزا صاحب کے متعلق جو لکھا گیا ہے وہ مذہبی حیثیت سے لکھا گیا ہے۔ اگرچہ اصلاح تمدن اور مذہب دراصل ایک چیز ہیں مگر عام لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے اس لئے ہم اپنے سینہ کے اصول کی رو سے میرزا صاحب کے دعوے اور تبلیغ پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں اور اس نظر ڈالنے سے قبل اُن کی عام تعلیم اور ثبوت مسیحیت کا بھی مختصر ذکر کریں گے۔

اولاً ہم صاف دلی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ ہم بے تعصبی اور بے لاگ طور پر میرزا صاحب کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ بشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ یعنی خوشخبری دے اُن بندوں کو جب وہ کوئی قول سنتے ہیں تو اُس میں سے بہترین کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ کلام الٰہی ہے اور کلام الٰہی ایسا نہ بھی ہو تو انسانی عقل بھی یہی کہتی ہے کہ ہم کو کسی لکیر کا فقیر نہ ہونا چاہئے بلکہ بے تکلف صحیح اور سچ بات کو ہر جگہ اور ہر شخص سے لینا چاہئے اور غلط بات کسی نے کہی ہو اُس کو ردی میں پھینکدینا چاہئے۔

[1] چودھویں صدی کا مسیح جسمیں میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت اور مہدیت کی زندگی کے حالات زمانہ ملازمت سے آجتک بہ طرز ناول درج ہیں۔ مرتبہ حکیم مظہر حسین صاحب ساکن چھاونی سیالکوٹ مطبوعہ مطبع اہل حدیث امرتسر۔ صفحات ۲۱۵۔ تقطیع ۱۸×۲۲ کی چھاپہ و کاغذ معمولی۔ یہ کتاب بلحاظ سنجیدہ اور علمی و مذہبی مباحث کے خاص پسند ہو سکتی ہے اور بعض جگہ عام قسم کا نادلانہ چھچھورپن اور فحش اشعار کی تقلید ... سے خالی نہیں۔ قیمت مجلد کی صرف عہ روپیہ ہے مطبع اہلحدیث امرتسر سے مل سکتی ہے

# ہم کو نئے انبیا سے کوئی بغض نہیں

میرزا صاحب اور اُن کے حواری اور واعظ اور اخبار نویس اس بات کو دہراتے نہیں تھکتے کہ مسلمانوں کی حالت نہایت سقیم ہے اس لئے ایک جدید رسول اور مجدد اور ہادی اور مرسل یزدانی کی ضرورت ہے۔ اس دعوے کے پہلے حصہ سے ہم کو پورا اتفاق ہے اور جس شخص نے ہمارے گروہ کے رسائے اور لکچر اور کتابیں ملاحظہ کی ہونگی اُس کو قبول کرنا ہوگا کہ اس قومی اصلاح کی ضرورت کو محسوس کرنے میں ہم ایک قدم پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔ اور اگر صاف صاف دلائل اور مفید اور برحق تعلیم ہم کو ملے تو ہم بے تامل ایک ہادی اور ایک رسول کو لینے کے لئے آمادہ ہیں۔ خواہ وہ ہادی مستقل رسول ہو یا کسی رسول کا اوتار یا بروز۔ خواہ وہ اپنے الہامات سے اصلاح عالم کرے یا بابیوں اور دوسرے فرقوں کے انتخابات کو اپنی طرف سے شایع کرے اگر خدا تعالی کی طرف سے کوئی حقیقی رسول ملجاوے تو ہم اس کے سامنے اپنی پرانی احادیث اور روایات کو بھول جانے پر آمادہ ہیں۔ ہم پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی اس متواتر اور صحیح اور متفق علیہ حدیث سے انکار کرنے یا اُس کی تاویل پر آمادہ ہوجاویں گے جہاں آپنے غزوۂ تبوک میں جاتے وقت علیؓ ابن ابی طالب سے فرمایا تھا۔ یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ اے علی تو میرے ساتھ میں ایسا ہے جیسا ہارونؑ نبی موسیٰؑ کے ساتھ تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس سے بھی زیادہ ہم قرآن شریف کی اس آیت کے معنی وہی لے لیویں گے جو میرزا صاحب لیتے ہیں کہ رسول اللہ و خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ پہلے انبیا کی تصدیق کرتے ہیں۔ نبیوں کے مہر کے بھی معنی یہی۔ اور یہ بھی سہی کہ مہر آخر میں نہیں ہوتی بلکہ مہر کے بعد بھی عبارت ہوتی ہے۔ مگر قرآن اور حدیث کے اُن معنوں سے جو تیرہ سو برس سے مسلم ہیں اور اجماع امت محمدی کے چھوڑتے وقت کم ازکم ہم یہ ضرور کہیں گے کہ ہم کو دین و دنیا کے فائدہ کی کوئی ایسی چیز ضرور دو۔ جس کی وجہ سے ہم اپنا یقین و اعتقاد قربان کرڈالیں۔

## ہدایت ہر جگہ سے لینے پر آمادہ ہیں

ہاں ہم بیمار ہیں۔ کمزور ہیں۔ ہم کو شفا چاہیئے اور ہم کو طاقت کی حاجت ہے ہم نے کوئی عہد

نہیں کیا کہ انگریزی طب یا یونانی طب یا ویدک ہی ہم کو اچھا کرے تو اچھے ہونگے - اگر حکیم صاحب یہ ثابت کردیں کہ اُن کی گولیاں طاعون اور زلزلہ اور قحط کو دفع کردینگی تو ہم آج طب اور ڈاکٹری اور طبقات الارض اور پولیٹکل اکانمی کی تمام کتابوں کو دریا میں ڈبوکر "حکیم صاحب کی جے" اور علما اور اطبا پر خدا کی مار پکارنے پر آمادہ ہیں کیونکہ ہم نے اوّل ہی یہ بیان کیا ہے کہ ہم تعصب کے راستہ سے حق تک پہونچنے کو محال سمجھتے ہیں

## دلائل نبوت

**وفات مسیح** اول ہم میرزا صاحب کی نبوت کے دلائل پر غور کرتے ہیں - پہلی دلیل اور نہائیت زبردست شہادت اُن کی یہ ہے کہ مسیح ابن مریم وفات پاگئے اس لئے میں غلام احمد مسیح موعود ہوسکتا ہوں - ہم ان دونوں دعووں کو بہت آسانی سے قبول کرلیتے ہیں آپ بیشک مسیح موعود ہوسکتے ہیں جیسے آپ کروڑپتی یا ممبر پارلیمنٹ یا شہنشاہ جرمن ہوسکتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ آپ ایسے ہیں بھی ؟ جو چیز محال نہیں وہ ممکن ہے - فرض کیجئے کہ ایک امتی مسلم کا مسیح ہونا ممکن ہے مگر اُس کی صفات اور آیات دیکھنی چاہئیں - سرسید احمد خاں مرحوم بیشک نپولین بونا پارٹ ہوسکتے تھے کیونکہ نپولین مرچکا تھا اور مسلمانوں کو ایک زبردست جرنیل کی ضرورت تھی - مگر کیا سید احمد خاں نپولین تھے؟ ہرگز نہیں - پس جب تک اپنی کوئی خصوصیت ظاہر نہ ہو میرزا صاحب کا مسیح ہونا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کسی اور مولف یا مصنف کا

**معجزات** ہر مذہب کے پیرو عام طور پر حقانیت ہادی کی دلیل معجزات اور آیات کو سمجھتے ہیں - معجزات کی نسبت میرزا صاحب کا عقیدہ مرحوم سرسید کے عقیدے کے موافق ہے اور ناچیز ایڈیٹر عصر جدید کے نزدیک محض غلط ہے - ہر معجزے یا خرق عادت کو محال سمجھنا اول درجہ کی ناواقفیت حقائق الہٰیات سے ثابت کرتا ہے - میں اگر چاہوں تو ایک کام ایسا کرسکتا ہوں جو میں نے برس دن سے نہیں کیا تھا - میرا قلم اگر چاہے تو وہ مجھسے ایسا کام نہیں کراسکتا - خدا تعالیٰ اگر چاہے تو وہ بموجب اپنی مصلحت یا بموجب قوانین کے جو خاص اُس کے علم میں ہیں ایسے حالات پیدا کرسکتا ہے جو ظاہر میں لوگوں کو حیرت میں ڈالدیں

مگر انسان خدا کو مجبور کر کے اس سے معجزہ نہیں دیکھ سکتا۔ یہی معنی اس آیت کے ہیں۔ قل انما الآیات عند اللہ۔ کہدے کہ نشانیاں خدا کے پاس ہیں یعنی اُن کا اظہار خدا کی رائے کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ بندہ کی خواہش کے موافق نبی کا کام دُنیا کو نیک راہ بتانا ہے اور بس۔ البتہ خدا تعالےٰ خود اُس کی تائید مناسب مواقع پر معجزات سے کرتا ہے۔ دوسرے ہمارا علم قوانین قدرت کا اسقدر محدود ہے جیسے ایک مچھر کا علم بمقابل افلاطون کے قلیل ہے۔ جس طرح مچھر کو حق نہیں کہ افلاطون کی باتوں کا انکار اپنے علم کے گھمنڈ پر کرے اس طرح ہم کو انکار معجزات کا حق نہیں لا یحیطون بشیئ من علمہ الا بما شاء۔ بندہ اس کے علم میں ذرا سی چیز کا احاطہ بھی نہیں کئے ہوئے ہیں مگر جتنا اس نے بتا دیا۔

یہ بات نہایت کھلی ہوئی ہے اور اس لئے سر سید مرحوم اور میرزا صاحب سے تعجب معلوم ہوتا ہے۔ پھر بھی سید صاحب تو کل انبیا کے معجزات کی تاویل کرتے تھے۔ میرزا صاحب مسیح علیہ السلام کے احیا موتےٰ کو تو شعبدہ اور بیماروں کے اچھا کرنے کو مسمریزم کہتے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کے اس قصہ کو جس کا ذکر پرندوں کے زندہ کرنے کا قرآن میں ہے کہتے ہیں کہ وہ پرند زندہ نہیں ہوئے تھے صرف پرندوں کو پرچایا گیا تھا۔ مگر اپنے لئے بڑے بڑے معجزات کے قائل ہیں چنانچہ اپنے ایک پسر مردہ کو زندہ کرنے کا دعویٰ بھی اُن کے اخبار نے بشہادت اُنکی زوجہ کے شائع کیا ہے۔ اگر میرزا صاحب ایسے معجزات دکھا سکتے تو دوسرے انبیا کے لئے کیوں منکر ہوتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں قوت معجزہ نہیں ہے اور انہوں نے یا ان کے تنخواہ یاب قصیدہ خوانوں نے لو مردہ زندہ ہو گیا کا دعویٰ غلط طور پر گھڑا ہے۔

**پیشینگوئیاں** پیشینگوئیاں بھی جب کہ صاف اور بلا شرائط کے ہوں اور مہمل اور مجمل الفاظ سے بری ہوں جن سے کہانت کا شبہ ہو ایک قسم کا معجزہ ہوتا ہے۔ میرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میری کئی ہزار پیشین گوئیاں سچی ہوئی ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ جو شخص صبح سے شام تک دس حکم سوچکر بلا علم غیب کے لگا دیگا۔ ان میں سے چار ضرور صحیح ہو جاویں گے۔ مگر یہ امر حیرت انگیز ہے کہ جسقدر معرکہ کی پیشینگوئیاں بطور تحدی کے میرزا صاحب نے کی ہیں سب کی سب (سوائے ایک پیشینگوئی کے جس کے حالات شک سے خالی نہیں اور جو انسان کے ہاتھ سے پوری ہوئی) اس قدر صریح غلط نکلیں کہ تاویل اُنکو معنی پہنانے پہناتے

شرمانے لگی۔ یہاں تک کہ میرزا صاحب کو وہ روتیہ اختیار کرنا پڑا جو حد درجہ خطرناک ہے اور جسکی وجہ سے ہم کو خاص طور پر اُن کے اوپر شبہ کرنا پڑا۔ اس شبہ کا اظہار اس قدر وضاحت کے ساتھ ہم نے اس غرض سے نہیں کیا کہ حضرت میرزا صاحب یا اُن کے حواریوں اور داعیوں کی وہ جماعت جو مشاہرہ یاب ہے متنبہ ہوجائیں گے۔ اُن لوگوں سے ہم کو نہ کچھ امید ہے اور نہ ہمدردی ہے۔ البتہ مسلمانوں کا وہ خاصا بڑا گروہ جو جال میں پھنس گیا ہے اور جسکو یہ تنخواہ یاب یا جاہ طلب گروہ یہ کہکر لوٹتا ہے کہ زندہ اسلام کا نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان میں چلو اُن سے ہم کو ہمدردی ہے۔ اسی جہت سے ہم یہ مضمون لکھتے ہیں۔ اگر ہم ایک منٹ کے لئے بھی یہ سمجھتے کہ مرزا صاحب کا کاروبار مذہبی ہے تو کبھی اس بحث میں نہ پڑتے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ کارخانہ محض دنیاداری کا ہے۔ اس لئے بغرض اصلاح معاش مسلمین متنبہ کرنا ضرور ہوا۔ مذہبی معاملہ میں ہم کو دخل دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ معتقدات کا فیصلہ قادر مطلق اپنی بارگاہ میں کرے گا۔

**متنبیان نبوت**

میرزا صاحب نے جب دیکھا کہ وہ اپنی صداقت اور معجزات اور پیشینگوئیوں کی صحت کی وجہ سے نبوت کے معارج تک نہیں چڑھ سکتے تو انہوں نے انبیا علیہم السلام کو اپنے درجہ پر نیچے گھسیٹنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا حضرت عیسےٰؑ کے ساتھ گستاخیاں کیں اور ان کی اور اُن کے رشید شاگرد سیالکوٹی کی بے ادبیاں اس نبی معصوم کی نسبت اب تک جاری ہیں۔ شاہ ولایت علیؑ ابن ابی طالب کی ہجو اُن کے ایک منہ پھوٹ اور بے تمیز حواری نے شائع کی۔ حسینؓ ابن علیؓ کی شہادت اور منزلت کو اپنے سے بہت کمتر بتایا۔ سب سے بڑھکر یہ کہ ایک کرسٹان کی بابت حتمی اور موقت موت کی پیشین گوئی کے غلط ہوجانے پر سید انبیا۔ محمدؐ المصطفےٰ کو بھی مثل اپنے خاطی اور غلط فہم ظاہر کیا۔ جس سے خود آنحضرتؐ کی نبوت پر شک واقع ہوتا ہے سب مسلمان قرآن کو کلام الٰہی کہتے ہیں۔ قرآن میں جس خواب کو پیغمبرؐ نے دیکھا اس کی صریح تصدیق آئی ہے۔ لقد صدق اللہ الرسولہ الرؤیا

میرزا صاحب اور اُن کے حواری مولوی نور الدین صاحبؓ اپنی تاویل سے تصدیق الٰہی کو

غلط قرار دیا۔ یا قرآن کو انسانی گھڑت قرار دیا یا انہوں نے نبیؑ کو جس کی اطاعت مثل اطاعت خدا ہے کج فہم قرار دیا کہ وہ وحی کے معنی سمجھنے میں غلطی کرتے تھے۔ غرض انہوں نے آنحضرت کی خبر فتح مکہ کو جو بالکل راست تھی میرزا صاحب کی موت آتھم کے برابر کر دیا جو صراحتاً غلط تھی

پس اپنی بچت کے لئے میرزا صاحب نے عظمت انبیا اور بنیاد دین میں ایسی سرنگ لگائی ہے اور بعض انبیا و اولیا کی نسبت ایسی بدزبانی کی ہے جس کی وجہ سے وہ جرأت کے ساتھ اعمال ناشائستہ کرنے لگے اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو اس طرح پر جانے لگے کہ یہ سب منہاج نبوت ہی۔ جیسے وہ تھے ویسے ہی ہم ہیں یا ہم کو بھی مانو یا ان کو بھی مکار کہو!!!

**ایک بڑا مذہبی خطرہ**

میرزا صاحب نے جو دعویٰ اکثر انبیا کے اوتار ہونے کا کیا ہے یا مستعار طور پر ابن اللہ وغیرہ کا بلکہ ابوالله کا بھی کیا ہے اس کو میں مذہبی خطرہ نہیں سمجھتا کیونکہ دس پندرہ برس میں بعد ان کی وفات کے یہ باتیں سب مفقود ہو جاویں گی۔ سب سے بڑا صدمہ میرزا صاحب کی مشن اور زیادہ تر ان کے مریدوں سے یہ پہونچا ہے کہ موجودہ نسل کے لامذہب اور ملحد گروہ کی انہوں نے نامعلوم طور پر سرپرستی کی ہے۔ جب یہ لوگ ایک شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ افعال

(۱) خلاف عدالت

(۲) خلاف اجتماع قومی

(۳) خلاف کفائت شعاری

(۴) خلاف سعی و محنت

یعنی برخلاف ہر چہار اصول اصلاح اور اصول دین کے کرتا ہے۔ مگر اپنے افعال کو نمونہ دوسرے انبیا کا قرار دیتا ہے اور سوائے ایک کے کل انسانوں سے اپنے آپ کو افضل بتاتا ہے مگر جب اس پر اعتراض ہوتا ہے تو اس ایک ہادی کو بھی مثل اپنے خاطی و غلط فہم ظاہر کرتا ہے۔ جب یہ لوگ ایسا دیکھتے ہیں اور پھر ہزاروں آدمیوں کا اعتقاد اس کی طرف دیکھتے ہیں اور اخبارات وکتب و رسائل اس کی مدح سے

حملو پاتے ہیں تب یہ لوگ بغیر جانچ کے یہ سمجھنے لگتے ہیں " ابھی پہلے زمانہ میں بھی ایسے ہی ڈھکوسلے اور کرایہ کے حواری اور تعریف کرنے والے ہوں گے - جب اس تعلیم و تہذیب کے زمانہ میں ایک معمولی شخص نبی بنگیا تو اُس وقت نبی بنجانا کیا مشکل تھا " نعوذ باللہ

میں جو سچے دل سے سلسلہ انبیا علیہم السلام کو جس کا ذکر قرآن میں ہے سچا اور منزل من اللہ مانتا ہوں - میرے نزدیک یہ غلط نمونہ نبی و مرسل کا - یہ تعلیم جسکی غرض ذاتی تعلی اور جلب منفعت کے سوا کچھ نہیں ہے - ایک دردانگیز صدمہ دینداروں کے لئے ہے شکر ہے کہ متواتر پیشینگوئیوں کے غلط ہوجانے سے اس دعوت جدید کی وقعت نہیں ہونے پائی - ورنہ جہلا جو یہ نہیں جانتے کہ کامل انسان میں اور افضل ترین نمونہ انسانی میں کیا صفات ہونی چاہئیں - دین کو بھی اشتہاروں کے ذریعہ سے خرید لیتے جس طرح وہ مہلک امراض کی دواؤں کو اشتہاری طبیبوں سے لیتے ہیں - دراصل ان اناڑی طبیبوں اور اشتہاری نبیوں میں تو مشابہ فیہ بہت ہیں - فرق یہ ہے کہ وہ صحت و زر کو لیتے ہیں اور یہ ایمان و زر کو

## صیغہ اصلاح کے اصول کی لحاظ سے مرزا صاحب پر نظر

میں نے لکچر اصول اصلاح میں قومی ترقی کے لئے چار اصول قرآن شریف سے اخذ کئے تھے - اگر میرزا صاحب کی زندگی میں اُن کا ظہور دیکھا جاتا تو ہم نہایت خوشی کے ساتھ جہاں ہم نے اُن پر اعتراض کئے ہیں وہاں عملی اخلاق کے لحاظ سے اُن کی تعریف بھی کرتے مگر نہایت افسوس کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ تقدس کے لمبے چوڑے وعظوں اور دعاوی کے ساتھ قومی ترقی کے اصل معاملات سے میرزا صاحب اور اُن کے حواری بالکل بے پرواہ ہیں

(۱) عدالت یا انصاف ایک لازمی شرط انسانی ترقی کی ہے - اُس کا یہ حال ہے کہ میرزا صاحب نے ایک بالغہ عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے (جس میں اُن کو ناکامیابی ہوئی) اوّل تو خود اس لڑکی کی رضامندی حاصل کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی جو لازمی چیز معاہدہ میں ہے - دوسرے جس لڑکے سے اُس کا عقد ہوا اس کو موت کی دھمکی دی جو باوجود گزرنے مقررہ میعاد پوری نہیں ہوئی - تیسرے اپنی بیوی کو طلاق کی دھمکی دی اور اپنے ایک بیٹے

کی زوجہ پر تشدد کیا کہ اس نکاح میں کوشش کرے اور اگر بیٹا زوجہ خود کو طلاق نہ دے تو بیٹے کو عاق کرنے کی دھمکی دی اُن کے ان پرائیویٹ خطوط کی نقول بلا تردید کے مولوی ثناء اللہ صاحب رسالہ الہامات مرزا میں چھاپ چکے ہیں۔

(۲) **اتفاق قومی** نبوت کے دعوے سے جو اختلاف پڑا اُس سے میں قطع نظر کرتا ہوں مگر میرزا صاحب نے علاوہ اس کے قوم کی بدخواہی میں کوئی کمی نہیں کی۔ اول انہوں نے خود جہاد سیف سے انکار کیا۔ اپنی اور مولویوں کی مخالفت کی یہہ وجہہ بتائی کہ علما جہاد کے اور خونی مہدی کے قائل ہیں۔ گویا ایک غیر مذہب اور غیر قوم گورنمنٹ کی نگاہ میں اپنے تئیں خیر خواہ اور عام مسلمانوں کو ایک خونی مذہب کا قائل اور بدخواہ سرکار ظاہر کیا۔ صرف یہ کوشش ظاہر کرتی ہے کہ میرزا صاحب کوئی نیک نیت بہی خواہ مسلمانوں کے نہیں ہیں دوسرے امام مہدی علیہ السلام کو خونی قرار دینا درپردہ جہاد نبوی کی ہتک اور تذلیل ہے اُن کا مقابلہ سرسید کی خیر خواہی سے کیا جاوے جس نے وہابیوں کو بچانے کے لئے اعلان کیا کہ میں خود وہابی ہوں تب فرق معلوم ہوگا۔

دوسری دلیل اس بات کی کہ میرزا صاحب اپنی ذرا سے آرام کو قوم اور انسانوں کی بہبود و اتفاق پر ترجیح دیتے ہیں یہ ہے کہ وہ خاص مسلمانوں کی موت اور ہلاکت کی برابر پیشینگوئیاں کرتے رہے اور اس میں کسی کے قلبی تکلیف کی پرواہ نہ کی۔ کیونکہ بقول انکے خود خدا کیطرف سے مامور ہو چکے تھے مگر ایک مجسٹریٹ درجہ اول کے دہمکانے اور مچلکہ لینے پر صاف وعدہ کیا۔ کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی نبی الہامات کی اشاعت ایک ادنیٰ مجسٹریٹ کے دھمکانے سے کیسے بند کر سکتا ہے۔ عوام الناس دہوکا نہ کھاویں کہ نبی یا ولی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ مسیح نے تن تنہا مصلوب ہونا اور حسین نے تین دن کی بھوک و پیاس میں ہزاروں زخموں سے شہید ہونا قبول کیا اور کلمۂ حق کو نہ چھوڑا اگر ایسی مثالیں نہ ہوں تو لوگ مذہب اور خدا سے منحرف ہو جاویں۔ اور اگر ایسے لوگ نہ ہوں جو جناب میرزا صاحب کو مسیح اور حسین سے افضل سمجھتے ہیں تو دنیا میں دین اور عقل کو کارگزاری اور ہدایت کی گنجایش نہ ملے۔ نبی اور مصلح کی ضرورت اس وجہ

لہ حضرت میرزا صاحب کا مشہور شعر ہے ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ۔ اُس سے بہتر غلام احمد ہے!!!

سے ہی کہ اکثر لوگ کم عقل ہوتے ہیں اور مکاروں کی جال میں پڑ جاتے ہیں

(۳) کفایت شعاری - ہمارا مذہب یہ ہی کہ جو کچھہ دولت یا قوت بندوں کو ملی ہی وہ خدا کی طرف سی امانت ہی اس کو نہایت احتیاط سے صرف کرنا چاہئے - برخلاف اس کے اپنی دولت نہیں بلکہ چندہ کے روپیہ کے جو مسلمانوں کی گاڑھی کمائی سے آتا ہی میرزا صاحب علانیہ اسراف کرتے ہیں - ایک ظاہر ثبوت وہ عرضی ہی جو بعض نیک نفس غریب مریدوں نے میرزا صاحب کے نام بھیجکر لکھا تھا کہ چندہ بے دردی سے خرچ ہوتا ہی - لنگر خانہ جو مسافروں کے لئے ہی اُنمیں آپکے ذاتی ملازم (خانگی باغ کے) کھانا کھاتے ہیں - اُس کا جواب الحکم میں میرزا صاحب نے شائع کیا ہی کہ میں کوئی بنیا نہیں کہ حساب رکھوں جس طرح میں چاہونگا خرچ کرونگا - العجب - ہر شخص امانت کی روپے کے لئے بنیا ہوتا ہی - منہاج نبوت پر میرزا صاحب اسقدر زور دیا کرتے ہیں - کیا انہوں نے وہ قصہ نہیں پڑھا کہ عقیل نے علیؓ کی دعوت کی تھی - تین دن کی خوراک میں سی بچاکر چند روٹیاں تیار کیں تاکہ اپنی مفلسی کو ظاہر کریں حضرت علیؓ نے اُسی نسبت سے اُن کی روزینہ میں کمی کردی - کیا اُن کو خلیفہ دوئم کی چادر کا قصہ نہیں معلوم - پھر ایک شخص کس جراٴت سی کہتا ہی کہ مَیں بنیا نہیں - یہی فقرہ سمجھداروں کے لئے کافی ہے - ہم کو سخت افسوس اور حیرت ہی مولانا نورالدین پر جو اپنی زعم میں یہ سمجھتے ہونگے کہ ہم نے ایک ایسا رسول اور ایک ایسا منہاج بناکر اسلام پر یا مسلمانوں پر احسان کیا ہے بڑے سی بڑا دشمن اسلام کو اس سے زیادہ سبک کیا کرسکتا ہی کہ ایسے شخص کو امین خاتم النبیین محمدؐ بن عبداللہ کا بروز بنادی -

(۴) سعی و محنت - ہمارا صیغہ گداگری اور سستی کا سخت مخالف ہی اور یہ چاہتا ہی کہ سب لوگ محنت اور سعی سی گزر کریں - یہی تعلیم اسلام کی ہے - گداگری اس لئے منع ہی کہ وہ انسان کو دوسرے پر بار کرتی ہی - کہنے کو گداگر کہتا ہی کہ مجھکو دو تو دُنیا اور دین میں آرام پاؤگے مگر چونکہ وہ اپنے نفس کے لئے مانگتا ہی اس لئے بُرا کرتا ہی - ربا کی حرمت کی اصل وجہ یہ نہیں ہی کہ اس سے توکل جاتا رہتا ہی - کیونکہ توکل تو جائداد ملکی و زرعی کافی ہو اسوقت بھی نہیں رہے گا بلکہ وجہ یہ ہی کہ ہروقت محنت اور سعی جو انسانی ترقی کا لازمہ ہے اس میں کمزوری پیدا

ہوجاتی ہے۔ جائداد و تجارت کے باقی رکھنے کے لئے بہت توجہ درکار ہے۔ اسی لئے سعی فرض ہے
جناب میرزا صاحب نے سب مولویوں اور پیروں اور فقیروں سے زیادہ دوسرں کی محنت سے
گذر کرنے اور اپنی جائداد بڑھانے کی مثال قایم کی ہے۔ ہم نے قرآن و حدیث و توراۃ و انجیل
میں تلاش کیا۔ مگر کہیں پتہ نہ ملا کہ کسی نبی یا امام برحق نے اپنی تعلیم کی وجہ سے اپنی مالی
حالت درست کی ہو۔ برخلاف اس کے ہم میرزا صاحب کا اشتہار کشتی نوح س ۷۶ پر پہنچتے
ہیں جس کے پڑھنے سے ہم پر اس قدر حقائق اُن کی تعلیم کے ظاہر ہوتے ہیں جن کے بیان کرنے کے لئے
ایک بڑا مضمون درکار ہے۔ وہ اشتہار ذیل میں نقل کیا جاتا ہے [لہ]

اس سے مفصلہ ذیل امور معلوم ہوئے

(۱) میرزا صاحب کا گھر **کشتی نوح** ہے اور طاعون سے محفوظ رہے گا
(۲) میرزا صاحب کے جسقدر گھر قریب ہیں وہ بھی شامل ہوجاویں تو کشتی نوح بن جاوینگے
(۳) میرزا صاحب کو مریدوں کی طرف سے کشتیہائے زر ملجاویں تو وہ اس قاعدہ کی رو سے
اپنے مکان کو وسیع کرتے کرتے ایک دُنیا کو طاعون سے بچا سکتے ہیں

گویا طاعون اس لئے بھیجا گیا ہے کہ لوگ میرزا صاحب کا مکان وسیع کر کے اس طاعون سے
بچ جاویں اور چونکہ طاعون بقول اُن کے ایک عذاب الٰہی ہے جو اس وجہ سے آیا ہے کہ لوگ
اُن کی نبوت و مسیحیت سے انکار کرتے ہیں اس لیے اُن کی نبوت اس وجہ سے ہوئی ہے کہ اُن کے
مکان اور جائداد میں وسعت ہو کیونکہ (۱) مسیحیت علت طاعون (۲) طاعون علت توسیع کا
(۳) توسیع مکان۔ علت چندہ۔ پس مسیحیت کا مقصد تحصیل زر ہوا۔

---

[لہ] چونکہ آئندہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جاوے اور ہمارے گھر میں جس کے بعض حصوں میں مرد مہمان رہتے ہیں
اور بعض حصوں میں عورتیں سخت تنگی واقع ہے اور آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اللہ جلشانہ نے ان لوگوں کے لئے جو اس گھر کی چار دیواری کے اندر
ہونگے حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا جس میں ہمارا حصہ ہے اسکی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں
کہ ہمارا حصہ دیں اور قیمت پر باقی حصہ بھی بدیں میری دانست میں وہ حویلی جو ہمارے مکان کا جز ہو سکتی ہے دو ہزار تک تیار ہو سکتی ہے چونکہ
خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوشخبری کی بنا پر اس طوفان میں بطور کشتی کے ہوگا نہ معلوم کس کس کو اس بشارت کے
وعدہ سے حصہ ملے گا اس لئے یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ خدا پر بھروسہ کر کے جو خالق اور رازق ہے اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے کوشش کرنی چاہئیں میں نے بھی دیکھا کہ
یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے۔ مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش ہے نہ عورت کی اس لئے توسیع کی ضرورت پڑی
والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ۔ المشتہر مرزا غلام احمد قادیانی"

(درخواست چندہ برائے توسیع مکان)

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس سے زیادہ بیج گداگری کیا ہوگی۔ شاید یہ شبہ غلط ہو اسلئے
میں صاف صاف طور پر بذریعہ اس مضمون کے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یوم دعوائے
الہام سے اب تک میرزا صاحب نے اپنی یا لواحقین کی جائداد بڑہائی یا نہیں اور جو جائداد
خریدی ہے وہ وقف ہے یا ذاتی ہے۔ وقف نامہ رجسٹری شدہ ہے یا نہیں۔ اس کی نقل شائع کی
جاوے۔ اس معیار پر اگر میرزا صاحب صحیح اُتریں (بشرطیکہ بے لاگ شخص تحقیق کریں) تو ہم
بمعذرت اس چوتھے اعتراض کو واپس لیں گے ورنہ سب مسلمانوں سے کہیں گے کہ
اصلاح تمدن چاہتے ہو تو ایسے مدعیوں سے بھاگو۔

## (خلاصہ)

الغرض اس تمام غل وشور سے جو جدید مسیحیت کا پھیلا ہے نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بغیر کسی تمدنی
فائدے کے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ انبیا کی ہتک ہوئی۔ مذاہب الہامی پر اعتراض
کرنے کا ملحدین کو بہت اچھا بہانہ ہاتھ آیا۔ بہت سے لوگوں نے دین کے نام سے اچھی اچھی
تنخواہیں وصول کرنا اور روپے پیدا کرنے کا شیوہ کرلیا۔ ایک شخص کی تعریف میں خدا
ورسول کی تعریف کو گرد کردیا۔ کیونکہ خدا وانبیاء الوالعزم کی تعریف بھی ایسی نہ ہوئی ہوگی
بدنما تاویلات اور بدنام کُن مقدمہ بازیاں ہوئیں۔ اگر یہ سب باتیں کسی تمدنی مفید نتیجہ
تک پہونچنے کیواسطے ہوتیں تب بھی ایک تسلی تھی۔ مگر یہ سب اس لئے ہوا کہ چند
آدمیوں کو ایک مشغلہ ناموری اور حیلۂ رزق درکار تھا۔ مگر کیا یہ تحریک محض بیکار رہے
ہرگز نہیں۔ اس سے کم از کم لوگوں کو یہ معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں میں زود اعتقادی بہت ہے
اور اس کی اصلاح جبھی ہوسکتی ہے جب دین کے پختہ اصول پر وہ قائم ہوں۔ اس سے
سمجھداروں کو اطمینان ہوگیا کہ استقلال کے ساتھ ہر کام میں خاصی کامیابی ہوسکتی
ہے کیونکہ ذاتی اور شخصی تحریک میں جب یہ رونق ہے تو قومی تحریک میں کیوں نہ ہوگی
بعض لوگ جو اس مذہبی تحریک کو (اپنی بدگمانی یا گہری فراست سے) زرکشی اور مذہب
کی ہنسی اڑانے کا ایک ایسا جال سمجھتے ہیں جو چند شخصوں نے جن کے دل میں نہ خوف خدا ہے

نہ یقین قیامت کھڑا کیا ہی۔ اُن کو بھی اطمینان ہی کہ الٰہی قوت ضرور موجود ہی جس نے اس تحریک میں کوئی بڑی کامیابی نہ ہونے دی۔ ہر سمجھدار آدمی کی تین چار اٹکل کی باتوں میں ایک آدھ صحیح ہو جاتی ہی اس تحریک کے بانی یہ بھی نہ کر سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ خدا کی لاٹھی بغیر آواز اپنا کام کرتی رہتی ہے۔

آخر میں اُس بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ ہماری میرزائی دوست اور معتقد اس مضمون کو پڑھکر برافروختہ نہ ہوں کیونکہ یہ اُن کی خیر خواہی کے لئے لکھا گیا ہی۔ اگر اُن کو تکلیف پہونچے تو معاف کریں جسطرح وہ جراح کو معاف کرلیتے ہیں جو زخم سے آلایش دُور کرتا ہے۔ وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ آیا ایسا انسان افضل ترین عبادِ خدا بعد رسولِ عرب کے ہو سکتا ہی۔ وہ غور کریں کہ ہم نے کونسی غلط بات اس مضمون میں لکھی ہی اور پھر بھی اگر اُن کو کوئی فائدہ اس مضمون سے نہ ہو تب بھی وہ اس کو نیک نیتی پر محمول کریں فقط

غلام الثقلین

# ایمان بالقدر

(از شمس العلما مولانا نذیر احمد صاحب - ایل - ایل - ڈی - دھلوی)

مسئلہ تقدیر تو ایسا مشکل مسئلہ ہی کہ عوام تو عوام اکثر خواص بھی اُس کو نہیں سمجھ سکتے۔ سارا اشکال خود آدمی کی خاص طرح کی بناوٹ کا ہے کہ آدمی نہ تو کنکر پتھر کی طرح مجبور محض ہے جہاں پڑا پڑا ہی کوئی اُس کو جگہ سے ہلائے تو ہلے اور نہ با اختیار مطلق ہی کہ جو چاہے کر گزرے آدمی کی اس حالت کو پیش نظر رکھکر تقدیر کے معنی سمجھنے کی ہیں۔ تقدیر کی نسبت لوگوں کا عام خیال تو یہ ہی کہ آدمی کو بھلا برا جو کچھ پیش آتا ہی اور جو کچھ پیش آنیوالا ہی پہلے سے خدا نے اُس کے لئے ٹھیرا دیا ہی یہاں تک کہ اُس کا جنتی اور دوزخی ہونا بھی دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنی ہیں کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہی اپنے اختیار سے نہیں کرتا اور اسی لئے نیکی کی جزا کا مستحق اور بدی کی سزا کا مستوجب بھی نہیں بیشک کٹ حجتی کے لئے بڑی گنجائش ہی اور اس خیال کی تائید میں بہت سی باتیں پیش کی جا سکتی ہیں جن سے انسان کی مجبوری ظاہر ہوتی ہی۔ مگر یہ لوگ انسانی

زندگی کے دوسرے پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ انسان کچھ اختیار بھی رکھتا ہے اور اور اسی اختیار کی بنا پر وہ دنیا میں اپنے افعال کا جواب دہ سمجھا جاتا ہے۔ دنیا میں یہ قاعدہ جاری ہے تو آخرت میں کیوں نہ ہو۔ دنیا اور آخرت میں نقل اور اصل کی نسبت ہے اور ایک کا دوسرے کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اچھا پھر تقدیر کو کیا سمجھنا چاہئے تو لفظ تقدیر نکلا قدر سے جس کے معنے اندازے کے ہیں پس تقدیر کے معنی اندازہ ٹھہرانے کے ہوئے جو معنی اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ[1] کے ہیں وہی معنی تقدیر کے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے بآسانی سمجھو گے۔ ہم نے ایک درزی کو کپڑے کا تھان دیا کہ اس میں سے جتنے بن سکیں ہمارے کرتے بنا دو۔ تو درزی پہلے آگا پیچھا کلیاں چوبغلی آستینیں ہر ایک چیز کا اندازہ کر لیتا ہے تب قطع کرتا ہے۔ لغت کی رو سے اسی کا نام ہے تقدیر۔ معمار تعمیر سے پہلے مکان کا نقشہ بناتا ہے۔ بڑھئی چوکی کے لئے لکڑی کی تراش کا اندازہ کرتا ہے۔ یہ سب تقدیر ہے اسی طرح خدا نے جو چیز بھی پیدا کی ایک اندازے کے ساتھ پیدا کی یہی اس چیز کی تقدیر ہوئی۔ دوسری مخلوقات کے ساتھ ایک تقدیر انسان کی ہے کہ اس کی دو آنکھیں ہیں دو کان دو ہاتھ دو پاؤں ایک ناک۔ وہ خاص ایک خاندان میں خاص ملک میں خاص زمانے میں پیدا ہوتا اور ایک خاص وقت تک خاص حالت میں زندہ رہ کر آخر کو دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے انسان پر جو حالتیں گزرتی ہیں ان میں سے بہت سی باتیں ہیں جن میں انسان کے ارادے انسان کی رائے انسان کی تدبیر کو کچھ دخل نہیں ایسی ہی باتوں میں اس معنی کر تقدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے جو لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں بندگی و بیچارگی فطرت اللہ میں نکتہ چینی کرنا فساد عقل اور کج بحثی کی دلیل ہے۔ مثلاً یہ کہ آدمی کو پرندوں کی طرح پرواز کی قدرت کیوں نہیں دی یا جیسا کہ خوردبین میں دیکھا جاتا ہے کہ مکھی کے چھوٹے سے جثے میں ہزاروں آنکھیں ہیں آدمی کس لئے اس نعمت سے محروم رکھا گیا۔ پس اس صورت میں تقدیر پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ مخلوقات عالم کو خدا نے جیسا چاہا بنایا اور بہت درست بنایا[2] اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی[3]۔ لیکن اس میں تو کچھ جھگڑا نہیں۔ جھگڑے کی بات تو یہ ہے کہ انسان اپنی ذات سے کچھ بھی نہیں۔ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے یہی وہ عقیدہ ہے جس میں بانی مرتا ہے۔ اسی عقیدے نے مسلمانوں کی دنیا کو تباہ اور برباد کیا ایک وقت تھا کہ مسلمان روئے زمین پر کوس لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ بجاتے تھے اور تہذیب اور

[1] ہم نے تمام چیزوں کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔
[2]
[3] ہر مخلوق کو اس کی (خاص طرح) بناوٹ عطا فرمائی پھر اس کو (اُن اغراض خاص کے پورا کرنے کی) راہ دکھائی

شائستگی اور فضائل میں کوئی قوم ان کا لگا نہیں کھاتی تھی یا اب یہ وقت ہے کہ دوسروں کی غلام ہیں اور غلام بھی ہیں تو ایسے نکو شو[1] اَبۡکَمُ لَا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ وَّ ہُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوۡلٰىہُ اَیۡنَمَا یُوَجِّہۡہُّ لَا یَاۡتِ بِخَیۡرٍ برائے نام معدودے چند سلطنتیں ہیں بھی ہیں تو اگر ماند شبہ ماند شبہ دیگر نمے ماند۔ یہ سب اس لئے کہ مسلمان تقدیر پر بھروسہ کرکے حسب اقتضائے وقت اپنی ہستیں سنبھالنے کی کوشش نہیں کرتے اور عقیدۂ تقدیر نے اُن کو مایوس اور اپاہج اور از کار رفتہ کر دیا ہے۔ اگلے مسلمان جو معراج الکمال ترقی پر پہونچ گئے تھے وہ بھی تقدیر کے قائل تھے۔ مگر کوشش کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ کامیابی اُن کی تقدیر میں تھی اور تقدیر ہی اُن سے کوشش کرا رہی ہے۔ اس پر بھی احیاناً اگر اُن کی سعی نامشکور ہوتی تھی تو نامشکوری سعی محرک ہوتی تھی سعی مزید کی۔ غرض وہ کسی حالت میں ہمت نہیں ہارتے تھے۔ [2] اِنۡ یَّمۡسَسۡکُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ وَ تِلۡکَ الۡاَیَّامُ نُدَاوِلُہَا بَیۡنَ النَّاسِ ۔

اب کے مسلمان پہلے ہی آس توڑ بیٹھے اور بے ہاتھ پاؤں ہلائے سمجھ بیٹھے ہیں کہ خدا ہی انکی بہتری نہیں چاہتا

مزن فالِ بد کاورد حالِ بد ۔ مبادا کسے کو زند فالِ بد

ہم نے مدتوں اس کو سوچا کہ مسلمانوں نے تقدیر کا محمل غلط کہاں سے لیا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ قرآن میں ایسی بھی آیتیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہدایت اور ضلالت دونوں خدا کی طرف سے ہیں آدمی کے اختیار کی بات نہیں جیسے

[3] اِنَّکَ لَا تَہۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ

اور [4] یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ

اور [5] فَمَنۡ یَّہۡدِیۡ مَنۡ اَضَلَّ اللّٰہُ

اور [6] خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَ عَلٰی سَمۡعِہِمۡ ؕ وَ عَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ

---

[1] گونگا (اور گونگا ہونیکے علاوہ پرایا غلام کہ خود) کچھ نہیں کرسکتا اور گونگے ہونے کی وجہ سے) وہ اپنے آقا کا باعث بھی ہے کہ جہاں کہیں اُس کو بھیجو اس سے کچھ بھی ٹھیک نہیں بن آتا

[2] اگر تم کو (اس لڑائی میں شکست کی) کھٹ پیچ لگی تو (بے دل مت ہو کیونکہ جنگ بدر میں) طرف ثانی کو بھی اسی طرح کی کھٹ پیچ لگ چکی ہے اور یہ اتفاقات وقت ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں

[3] (اے پیغمبر اپنی خواہش کے مطابق) تم جس کو چاہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

[4] جس کو چاہتا گمراہ کرتا اور جسکو چاہتا ہدایت دیتا ہے [5] تو جس کو گمراہ کرے اُسکو کون راہ راست پر لا سکتا ہے

[6] اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور اُنکی آنکھوں پر پردہ (پڑا) ہے

اور [1] اولٰئک الذین لعنہم اللہ فاصمہم و اعمیٰ ابصارہم

اسی طرح ایسی بھی آیتیں ہیں جن سے آدمی کا باختیار ہونا پایا جاتا ہے جیسے

[2] اِن تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعاً فان اللہ لغنی حمید ٥

اور [3] و نفسٍ وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا و تقوٰھا

اور [4] انا ھدیناہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً

اور [5] فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر

اور [6] بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرۃ و لو القیٰ معاذیرہ ٥

دونو قسم کی آیتوں کو ملانے سے انسان کی اصلی حالت ظاہر ہوتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کہ انسان فاعلِ باختیار ہے مجبوری ہے تو یہ ہے کہ نہ وہ اپنے ارادے سے پیدا ہوا اور نہ ہی اُس نے اختیارات کی جیسے کچھ بھی ہیں درخواست کی۔ دوسرے یہ کہ آدمی ارادے کا اختیار رکھتا ہے ارادے کا نافذ کرنا اُس کے بس کی بات نہیں نتیجہ جو وہ چاہتا ہے ہو بھی اور نہ بھی ہو مثلاً آدمی نے چوری کی نیت سے ایک گھر کو تاکا آلات سرقہ لے چلا وہاں جاکر دیکھا کہ لوگ جاگ رہے ہیں ناکام واپس آیا حاکم ظاہر اُس کو سزا نہیں دے سکتا کیونکہ چوری نہیں ہوئی۔ مگر وہ چوری کا ارادہ کرنے سے عند اللہ چور ٹھیرا۔ یہ ہیں معنی

اِن تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء

کے ایک مشکل خدا کے عالم الغیب ہونے کی ہے کہ وہ اس سے پہلے کہ آدمی دنیا ہستی میں آئے ایک ایک فرد بشر کے جزو کل حالات سے واقف ہے کہ فلاں آدمی فلاں ملک فلاں خاندان میں فلاں وقت پیدا ہوگا اتنے دن جیئے گا اور اُس کو یہ یہ واقعات پیش آئینگے اور آخر کار قانون الٰہی یعنی قرآن کی رو سے جنتی ہوگا یا دوزخی یہ ظاہر ہے کہ خدا کا علم غلط نہیں ہو سکتا ضرور ہے کہ ایک ایک بات خدا کے علم کے مطابق واقع ہو اسی سے بھی لوگ انسان کی مجبوری

---

[1] یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی اور انکو (حق بات کے سننے سے) بہرا اور (راہ راست دیکھنے سے) انکی آنکھوں کو اندھا کر دیا

[2] اگر تم اور جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں وہ سب کے سب مل کر بھی خدا کی ناشکری کرو تو خدا کو ذرا بھی پروا نہیں کیونکہ وہ بے نیاز (اور ہر حال میں) سزاوار حمد (وثنا) ہے (۳) اور جانکی اور (اُس ذات) کی قسم جس نے اُس کو ایسا درست بنایا پھر اُس کی بدکاری اور پرہیزگاری دونو باتیں اُسکو سمجھا دیں (۴) (پھر ہم نے اُس کو دین کا راستہ بھی دکھایا (پھر اب دو قسم کے آدمی ہیں) یا تو شکر گزار ہیں (یعنی مسلمان) یا ناشکر (یعنی کافر) (۵) پس جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے

[6] بلکہ خود انسان اپنے مقابلے میں حجت ہے گو وہ (اپنے تئیں بے قصور ثابت کرنے کے لئے) کتنے ہی بہانے پیش لایا کرے

استنباط کرتے ہیں۔ ایک جل تن ہندو نے ایک دوہا کہا ہے کہ ؎

نیاؤ نہ کیں کیں ٹھکرائی + بن کینے مکھ لیں برائی

لیکن یہ استنباط غلط ہے ایک طبیب حاذق بھی ایک مریض کی نسبت جانتا ہے کہ وہ بدپرہیزی ضرور بدپرہیزی کرے گا اور مرے گا اور وہ بدپرہیزی کرتا اور مرتا بھی ہے لیکن طبیب نے اُس کو بدپرہیزی کرنے اور مرنے کا حکم نہیں دیا۔ غرض تقدیر کی بحث بڑی دقیق اور اسی وجہ سے شارع نے اس میں کُرید کرنے کی مناہی بھی فرمائی ہے۔ ہم نے قرآن کا ترجمہ کرتے وقت تین مقام پر تین فائدے بھی لکھے ہیں اُن تینوں کو اس جگہ نقل کیے دیتے ہیں شاید فہم مطلب میں ان سے کچھ مدد ملے۔

پارۂ تلک الرسل کے آغاز کی آیہ ولو شاء اللہ ما اقتتلوا ولکن اللہ یفعل ما یرید کے ذیل میں لکھا ہے۔ وہ مطلب یہ ہے کہ خدا چاہتا تو تمام بنی آدم کی طبائع ایک ہی طرح کی ہوتیں تو اُن میں اختلاف بھی نہ ہوتا لیکن اُس نے حق و باطل دو چیزیں بنائیں۔ آدمی کو حق و باطل کی تمیز دی اور تمیز کے علاوہ یہ اختیار کہ وہ حق کو اختیار کرے یا باطل کا۔ آدمی کا با اختیار پیدا کرنا خدا کا فعل ہے اور حق اور باطل کی تمیز کرنا اور ایک کو لینا اور دوسرے کو چھوڑنا آدمی کا"

دوسرا فائدہ پارۂ والمحصنت کے آیہ ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک کے متعلق لکھا ہے اور وہ یہ ہے اس سے پہلی آیت میں فرمایا کہ (نفع و نقصان) سب اللہ کی طرف سے ہے اور یہاں فرماتے ہیں کہ فائدہ اللہ کی طرف سے اور نقصان بندے کی طرف سے ظاہراً ان دونوں باتوں میں مخالفت سی معلوم ہوتی ہے اور کلام الٰہی میں یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک سانس میں کچھ اور دوسرے سانس میں کچھ چنانچہ تھوڑی دور آگے چل کر فرماتے ہیں۔ ولو کان من غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا سو جو لوگ انسان کو فاعل مختار نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ آدمی برا یا بھلا جو کچھ بھی کرتا ہے خدا کے کرانے سے کرتا ہے۔ یہ لوگ اِن دو مخالف باتوں میں اس طرح وجہ توفیق پیدا کرتے ہیں جیسے حافظ شیراز کہہ گئے ہیں کہ ؎

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ + تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من است

یعنی نفع ہو یا نقصان۔ ہے تو سب کچھ خدا کی طرف سے مگر ادب کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ نقصان اور گناہ کو اپنی طرف منسوب کرے اور باوجود بے اختیاری کے قصور کا معترف ہو لیکن یہ بات ہمارے دل کو تو لگتی نہیں۔ ہم تو آدمی کو فاعل مختار اور نیک و بد کا ذمہ وار مانتے ہیں اور اس قاعدے کو دنیا و دین دونوں کے انتظام کا مدار سمجھتے ہیں۔ ان دو مخالف باتوں میں واقعی وجہ توفیق پوچھو تو یہ ہے کہ خدا نے دنیا کے انتظام کا ایک قاعدہ ٹھیرا دیا ہے ہر چیز اور ہر واقع کا ایک سبب ہوتا ہے اور ہر سبب کا ایک نتیجہ۔ اور اسی سے یہ جہان عالم اسباب کہلاتا ہے۔ جیسے مثلاً حاکم ظاہر نے ایک قانون بنا دیا اور اس میں چوری کی سزا تجویز کر دی۔ اتنے برس قید۔ زید نے چوری کی۔ اور جیل خانے بھیجا گیا۔ کہنے میں تو یوں آتا ہے کہ حاکم نے قید کیا مگر حقیقت میں زید نے آپ اپنے کو قید کیا نہ چوری کرتا نہ جیل خانے جاتا پس حاکم کا زید کو قید کرنا اور زید کا خود اپنے تئیں قید کرنا اپنی اپنی جگہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں

تیسرا فائدہ سورۂ انعام کے رکوع ۱۷ آیہ قل فللہ الحجۃ البالغۃ فلو شاء لھدٰکم اجمعین کے ذیل میں لکھا ہے" کفار مکہ جب دلیل سے عاجز آتے تو مشیت الٰہی کی بحث نکال کھڑی کرتے لیکن وہ مرضی اور مشیت میں فرق نہیں کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں مرضی اور مشیت کا فرق نہایت عمدہ طور پر دکھایا ہے کہ جو خدا کی مرضی تھی وہ پیغمبروں کے ذریعے سے ظاہر کر دی گئی اور لوگوں کو اختیار دیا گیا کہ نیک راہ اختیار کریں یا بری راہ چلیں۔ بروں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور دیدہ و دانستہ بری راہ اختیار کی تو وہ ملزم ٹھیرے اور خدا کی حجت ان پر تمام ہوئی۔ مشیت الٰہی سے اور اس سے کچھ تعلق نہیں۔ مشیت الٰہی بالکل دوسری چیز ہے اس میں شک نہیں کہ خدا چاہتا تو سب راہ راست پر چلتے۔ مگر اس نے چاہا کہ لوگ اپنے ارادے سے راہ راست اختیار کریں تو لوگوں کے افعال سے مشیت الٰہی متعلق نہیں ہے بلکہ ان کی مشیت متعلق ہے یعنی مشیت الٰہی تھی کہ لوگ اپنی مشیت سے برا یا بھلا کریں"

ان سب باتوں کے اخیر میں ہم آپ کو ایک نہایت ضروری بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ ایمان اور اسلام دو لفظ ہیں بولنے میں مرادف یکدگر بولے جاتے ہیں یعنی ایک ہی معنی میں ان کا استعمال ہوتا ہے مگر جو فرق ایمان و اسلام میں ہے وہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ
(عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے (ہاں)
یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دلوں میں گذر تک بھی نہیں ہوا"
اسلام اعمال ظاہر سے تعلق رکھتا ہے اور ایمان دل سے پس جو شخص ظاہر میں مسلمانوں کے سے
کام کرتا ہے شلاً ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہے۔ ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے یعنی اس کا ظاہر مسلمان ہے
چاہیئے کہ ہم اُس کو مسلمان سمجھیں یہی مضمون شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے نہایت عمدگی سے
اس قطعہ میں ادا کیا ہے قطعہ

ہر کرا جامہ پارسا بینی + پارسا دان ونیک مرد انگار
ور ندانی کہ در نہانش چیست + محتسب را درون خانہ چکار

اور اسی مضمون کی توضیح ہماری اُس تحریر سے بھی ہو سکتی ہے جو ہم نے آیہ قالت الاعراب آمنا الخ کی فائدہ میں کی
چنانچہ وہاں لکھا ہے کہ ایمان دل سے علاقہ رکھتا ہے اور خدا کے سوا دوسرونکو اس کی خبر نہیں ہو سکتی اور اسلام
افعال ظاہری سے تعلق رکھتا ہے ایک شخص مسلمانوں کی سی وضع رکھتا ہے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ کھاتا پیتا اور انہیں میں مسلمان
کہتا ہو شرع جو ظاہر پر حکم کرتی ہے اسکی رو سے وہ مسلمان سمجھا جائیگا مگر ممکن ہے کہ اُس کے دل میں ایمان نہو اس آیت میں اسلام
اور ایمان کا فرق جتانا مقصود ہے سخت افسوس ہے کہ آجکل کے مسلمانوں میں یہ فساد کثرت سے شایع ہو گیا ہے کہ بات بات میں مسلمانوں
کو کافر بنا دیتے ہیں حالانکہ شریعت کی رو سے کسی کو حق نہیں کہ مسلمان بھائی کو گروہ اسلام سے خارج کرے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم ساری عمر مسلمانوں کے گروہ کے بڑھانے کی تدبیروں میں لگے رہے اور وہ مسلمانوں کے گروہ میں داخل کرنیکے لئے حیلے ڈھونڈتے
تھے اور فرمایا کرتے تھے اباھی بکم الامم کہ تمام پیغمبروں میں میں ایسا پیغمبر ہونگا جسکی امت آخرت میں سب امتوں سے زیادہ ہوگی
اس کے برخلاف اب مسلمانوں کو گروہ مسلمانوں سے خارج کرنیکے لئے حیلے ڈھونڈتے ہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا
خدا کے نزدیک مسلم سے مومن کا درجہ بڑا ہے کیونکہ اعمال ظاہر کبھی دکھاوے کیلئے بھی ہوتے ہیں اور ہماری ان وقتوں
میں بہت سے لوگ ایسے ملینگے جو محض اور برادری کے خوف سے مسلمانوں کا سا ظاہر رکھتے ہیں مگر جسکو ایمان کہتے ہیں وہ اُن کے
دل میں نہیں ہاں اسکے برخلاف کچھ لوگ ظاہر خراب باطن آباد بھی پائے جاتے ہیں لیکن چونکہ شریعت ظاہر پر حکم کرتی
ہے ہم تو لوگوں کے ظاہر حال ہی پر فیصلہ کر سکتے ہیں اور باطن کی خبر خدا کو ہی جس طرح ایمان و اسلام دو چیزیں ہیں اسیطرح
کفر بھی دو طرح کا ہے کفر ظاہر اور کفر باطن غرض کسی کے ظاہر کو شعار اسلام کے خلاف دیکھکر اُس کو کافر سمجھنا یا کافر کہدینا بڑی خطرناک
بات ہے فقط نذیر احمد

# اِتِّفاق

دولت ہمہ ز اتفاق خیزد
بے دولتی از نفاق خیزد

دُنیا کے جو مسائل قوموں کی فتح اور شکست۔ ہستی اور نیستی۔ ترقی اور تنزل پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ وہ سینکڑوں برس کے تجربات کلّی کے نتائج ہوتے ہیں۔ جیسے ایک چھوٹا سا بیج بہت بڑا درخت پیدا کرتا ہے یا مُٹھی بھر بیجوں سے بڑے سے بڑا باغ تیار ہو سکتا ہے ویسے ہی عقلاء قوم کے تجربات کے ایک ایک لفظ میں بہت بڑی طاقتیں پوشیدہ ہوتی ہیں اور اُس کے کام میں لانے اور قوت سے فعل میں آنے سے عجیب طاقتوں کا اظہار ہوتا ہے اور تجربات کی ڈکشنری کا ہر لفظ اپنی قوم یا یوں کہو کہ تمام ملک کی رہنمائی کو زبردست دستور العمل کا کام دے سکتا ہے

اِن میں سے ہم یہاں صرف ایک پنج حرفی لفظ کو بیان کرتے ہیں جسکو اگر آپ ایک چھوٹا سا بیج تصور فرمائیں تو اس سے بڑی سے بڑا عالیشان درخت پیدا ہو سکتا ہے اور اس کے چند دانے قوم کو ہرے بھرے باغ کا مصداق بنا سکتے ہیں وہ لفظ کیا ہے؟ اتفاق! ہم آپکے سامنے چند مثالوں سے اس لفظ کی پوشیدہ طاقتوں کا اظہار کرتے ہیں جن کے تسلیم کئے جانے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔

عقل پتہ بتاتی ہے کہ ایک جنس کے دو افراد کا مجموعہ بہ نسبت ایک کے زیادہ طاقتور ہے اور دس کے مقابلہ میں سو اور سو کے مقابلہ میں ہزار زیادہ قوت رکھتے ہیں پھر ان کی یہ طاقت عاقلانہ رہنمائی سے اور زیادہ ترقی کر سکتی ہے۔ جیسے کمان کی مشق کہ ایک تیر معمولی کمان سے سو گز کے فاصلہ پر دنبہ مار سکتا ہے تو وہی تیر اور وہی کمان وہ ایک عاقلانہ مشاق سے ایک ہزار گز پر شیر کو گرا سکتا ہے۔ سوت کے چند تار جن کو ایک بچہ آسانی کے ساتھ توڑ سکتا ہے بٹے جانے پر ایک قوی ہاتھ سے بمشکل ٹوٹ سکیں گے۔

اسی طرح جب ہم نیچر کے اسباب علل میں غور کرتے ہیں تو اتفاق کا قدرتی مشاہدہ عام مثالوں میں نظر آتا ہے۔ ہمارے جسم کا تار و پود اتفاق کی بدولت قائم ہے۔ عناصر اربعہ ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر قدرت کے حسن تدبیر سے اپنے فرائض ادا کرنے میں متفق ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ بے حقیقت انسان کی طاقت بڑی بڑی فتوحات حاصل کر سکتی ہے اور ذرا سی نا اتفاقی رنج۔ بیماری۔ تکلیف اور آخر کو موت کا باعث ہو جاتی ہے۔

مبارک ہے وہ قوم جس کے افراد آپس میں اتفاق رکھتے ہوں جو سوت کی طرح کچے ہونے پر بھی آپس کی پیوستگی سے بڑی طاقت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جب دنیا میں اسلام آیا تو اس کے ہر اصول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سراً و جہراً۔ لفظاً و معناً اتفاق کی رہنمائی کرتا ہے اور تمام مسلمانوں سے ایک ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا خواہشمند اور ادنےٰ اعلیٰ۔ امیر غریب۔ فقیر بادشاہ سب کو ایک ساتھ دیکھنا چاہتا ہے۔ نماز جماعت کی تاکید اسی اصول کے استحکام کے لئے فرض کی گئی ہے۔

جب تک مسلمانوں نے اقتداء و امامت۔ اتفاق و جماعت کے حبل المتین کو مضبوط پکڑا وہ دین اور دنیا میں آپ ہی اپنا نظیر سمجھے گئے اور انکی اتفاق کی طاقتوں نے وہ حیرتناک اثر ظاہر کیا جس سے تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ لیکن اکثروں کے جہل یا طمع نفسانی نے اس اتفاق کی طاقت عظیمہ کو جو اغیار کے مقابلہ میں کام آتی ٹکڑے ٹکڑے کرکے آپس کے مجادلہ میں صرف کیا اور بڑی طاقت چھوٹوں کو کھاتی گئی۔ یہانتک کہ طوائف الملوکی کی حالتوں نے اسلام کے اتفاق کی مجموعی طاقت کا ستیاناس کردیا اور دوسری قوموں نے استاد اسلام سے یہ سبق پڑھکر اتفاق کو اپنے قومی لشکر کا نشان بنایا۔

آپ بخوبی دیکھ سکتے ہیں کہ انگریز۔ جرمن۔ فرانس۔ جاپان اور اور قوموں کے باڈے بلندیوں پر اڑتے نظر آتے ہیں اور دنیا کی تاریخ پر نظر کرنے سے اس باب میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ ہر مہم کو سر کرنے کے لئے اس پنج حرفی لفظ اتفاق سے بڑھکر ایک بڑی سے بڑی کتاب بھی کوئی اصول تعلیم نہیں کر سکتی + منظر علی اشہر

# علمی خبریں اور نئی کتابیں

شمس العلما مولانا نذیر احمد صاحب ایک کتاب **حقوق العباد** کے متعلق لکھ رہے ہیں اور عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ ضخیم اور دلچسپ کتاب ہے۔

**دفتر اخبار وکیل** نے حال میں عربی کے دو ناول ترجمہ کرا کر شائع کئے ہیں۔

**فتاۃ غسان** کا مصنف جرجی زیدان مسیحی اڈیٹر ہلال ہے۔ اسمیں اسلام کی ابتداء کے حالات ایک عربی قصہ میں بیان ہوئے۔ کتاب بہت دلچسپ ہے اور تاریخی معلومات کے لئے مفید ہے۔ صرف حصہ اول ۲۶۴ صفحہ پر ابھی شائع ہوا ہے۔ جو لوگ لغو قصے اور بے نتیجہ ناول پڑھنے کے مشتاق رہتے ہیں ان کے لئے ایسی کتابوں کا پڑھنا ایک سودمند مشغلہ اور دل کا بہلانا ہو سکتا ہے (قیمت عہ)

**ارمانوسہ** ایک اور قصہ اُسی مصنف اور محمد حلیم صاحب انصاری کا مترجمہ فتح مصر کے متعلق ہے کتاب و ترجمہ دونوں عمدہ ہیں۔ حجم ۳۵۸ صفحات (قیمت عصہ)

**تمدن اسلام** مصنفہ جرجی زیدان (صفحات ۲۷۶ قیمت عہ) یہ بھی مولوی غلام محمد صاحب نے صاف اور خوشخط چھپوائی ہے۔ مسلمانوں کے خیالات اور طرز معاشرت اور طریقہ سلطنت کی متعلق اوائل اسلام بلکہ جاہلیت سے لیکر اوسط زمانہ عباسیہ تک یہ کتاب ایک عمدہ ذخیرہ معلومات کا ہے جو ایک غیر مذہب عرب نے مسلمانوں کے لٹریچر سے محنت کے ساتھ اخذ کیا ہے۔ بعض حصے اس کے خاصکر جہاں آنحضرتؐ کی مشکلات اور بے نفس الوالعزمی کا بیان ہے بہت دلچسپ ہیں ہم کسی پرچہ میں بطور نمونہ چند صفحے اس کتاب کے نقل کریں گے۔ ہم کو امید ہے کہ مطبع وکیل امرتسر کی اس محنت کی قدر کی جاویگی اور مطبع کتاب ہذا کے دوسرے حصہ کے ترجمے کو بھی بعد تیاری جلد شائع کرے گا

**رسالہ بیکاری** مصنفہ اڈیٹر عصر جدید اور لکچر لکھنو (جسکی غلطیاں خود درست کی گئی ہیں) کسی قدر باقی ہے۔ مینجر کیطرف سے یہ دونوں مفت تقسیم ہو رہے ہیں۔ ۲ کے ٹکٹ ڈاک وصول ہونے پر انمیں سے ایک رسالہ یا دونوں بھیجدئے جاویں گے بشرطیکہ منگانیوالے صاحب اَوروں کو بھی دکھا دیں۔

شاہجہانپور سے ایک رسالہ شطرنج بہ ایڈیٹری حافظ سید نور احمد صاحب ہمارے پاس رائے کیلئے لائق ایڈیٹر نے بھیجا ہے۔ ہم ایڈیٹر کی دماغ سوزی اور جدت کی داد دیتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ رؤسا اور صاحبان فرصت نوجوان اور بیکار وقت کھونے کے شائق اور لہو و لعب کے دلدادہ اور زندگی کو ضائع کرنے والے اور پرانی اور نئی تہذیب کے بگڑے اس رسالہ کی قدر کریں گے۔ ہمارا تو یہ فرض ہے کہ قوم کو صحیح اور پائدار فائدہ کی طرف بلا دیں (قیمت عوام سے عہ سالانہ)

علمی دنیا کے لئے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ میرزا غلام احمد صاحب نے ایک کتاب اعجاز المسیح جو لکھی ہے اور جسکو وہ اپنا ایسا ہی معجزہ سمجھتے ہیں جیسا قرآن شریف پیغمبر اسلام کا یعنی کوئی ایسی کتاب نہیں لکھ سکتا وہ اکثر بابیوں کی کتاب البیان وغیرہ سے لی گئی ہے۔

چند رسالے اس عرصہ میں نئے نکلے ہیں۔ گوہر شاہوار لکھنؤ سے دلگداز کی تقطیع پر ۴۲ صفحہ پر نکلا ہے۔ اس کے ایڈیٹر سید زوار حسین صاحب طرار ہیں اور طرار پریس سے نکلتا ہے اگرچہ دعوے اس رسالہ میں بہت بڑے بڑے ہیں یعنی (۱) اس کی بدولت کوئی لڑکا یا لڑکی جاہل نہیں رہ سکتے۔ (۲) چھ مہینے کی عمر سے بچوں کی تعلیم کے طریقے (۳) ضروری تعلیم نسوان کی عملی تحریک بلحاظ عفت و عصمت (۴) چیستان حیات کے لاحل عقدوں کا حل۔

پھر بھی مضامین کو پڑھکر معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر کے دماغ میں ایک روشنی اور جدت ہے اور اگر استقلال سے جاری رہے تو عمدہ رسالہ ہے قیمت عوام سے ع۲ سال۔ رؤساء سے عہ سال۔ اگر رسالہ اب تک جاری ہے کیونکہ ہمارے پاس ایک ہی نمبر آیا ہے تو ہم ایڈیٹر صاحب سے عرض کرینگے کہ عبارت آرائی سے قطع نظر کرکے اصل مطالب پر زیادہ توجہ فرمادیں گے تو وہ اچھی خدمت قوم کی کریں گے۔

اس زمانہ میں یہ امر موجب مسرت ہے کہ اخبار و رسالے خاص خاص مضامین اور مباحث کے لئے مخصوص ہوتے جاتے ہیں۔

معلم صحت جس میں ورزش اور تندرستی وغیرہ کے متعلق مضامین ہوتے ہیں اصول تربیت کی تقطیع پر ماہواری رسالہ گوڑگانوالہ ملک پنجاب سے ۲۶ صفحہ پر نکلتا ہے قیمت سالانہ معہ محصول عہ مقرر ہے جو نمبر ۱ نمبر ۲ نمبر ۳ اپریل ۱۹۰۶ء ہمارے سامنے ہے اس میں انگریزی و یونانی و بیدک ہر قسم کے نسخے بھی ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک مولوی حکیم اجمل حسین کا مجلہ طبیہ اور حکیم احمد حسین

کا الشفا اور دیگر مختلف رسائل طبی کے ہوتے ایک طبی رسالے کی اردو میں گنجائش ابھی نہیں ہو اگر وہ حفظان صحت اور ورزش جسمانی میں محدود رہے تو بہتر ہو۔ ایڈیٹر رسالہ کا نام کہیں نہیں ملتا۔

اردو زبان کی درستی اور صحت کے واسطے نثر و نظم میں ۱۸-۲۲ کی تقطیع پر ایک جدید گلدستہ تصحیح الملک کے نام سے لاہور میں نکلا ہے۔ داغ جیسے مقبول اور خوش بیان شاعر کی یادگار میں یہ رسالہ نکلا ہے۔ ۲۰ صفحہ پر خوشنما چھپتا ہے۔ ایک مقصد زبان اردو کی درستی جو اس نے رکھا ہے علمی پہلو بھی رکھتا ہے ورنہ ؎ ہر کس قسم بداں چہ عزیز است سے خورد۔ جو شخص جس چیز سے مذاق رکھتا ہے وہ اس کو دنیا میں سب سے زیادہ ضروری سمجھتا ہے۔ ہم ایسے رسالوں کی ضرورت اس زمانہ میں نہیں سمجھتے۔ وہ دورہ آرام اور خوش طبعی اور خوش گوئی کا مفت کی دولت اور بزرگوں کی ثروت کے ساتھ گیا۔ اب تو کام اور غور کا زمانہ ہے۔ ہم کو اب استاد کے ان شعروں میں بھی کیا خاک لطف آتا ہے

تری گلی میں ہے کیا جمع دل جلوں کی خاک — کہ خلق راہ سے دامن کشاں نکلتی ہے
رقیب آپ کی محفل سے یوں نکلتے ہیں — کہ جیسے باغ سے فصلِ خزاں نکلتی ہے
پس فنا بھی اثر ہے یہ بے قراری کا — کہ میری قبر سے ریگِ رواں نکلتی ہے

ہماری رائے جب استاد داغ کی نسبت یہ ہے تو وہ ہزاروں متشاعر جو چاروں طرف سے نکل کر ہمارے اخباروں اور رسالوں میں طوفان برپا کر رہے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کی تعریف کی وجہ سے آسمان پر دماغ رکھتے ہیں۔ ان کو بھلا ہم اس نسل کے لئے کیسے مفید کہیں گے؟

مولوی عبدالحی صاحب وکیل چندوسی نے مولانا شوکت کے مضمون مردوں کی دعا کے متعلق ایک کھلی چٹھی میرے نام لکھی ہے۔ دراصل میرا مطلب ہرگز یہ نہ تھا اور نہ ہے کہ حنفی یا غیر وہابی کی دل شکنی کی جاوے۔ مولانا شوکت نے بھی جہلا کے عقائد کو لتاڑا تھا نہ کہ علما کو بہر حال ایسی بحثوں میں سے جو بات مفید اور کام کی ہو وہ اختیار کر لینی چاہئے۔ انسان سے اگر کوئی غلطی یا افراط تفریط ہو جاوے تو اس پر زیادہ غصہ نہ کرنا چاہئے۔ کون کامل ہے؟

ایڈیٹر

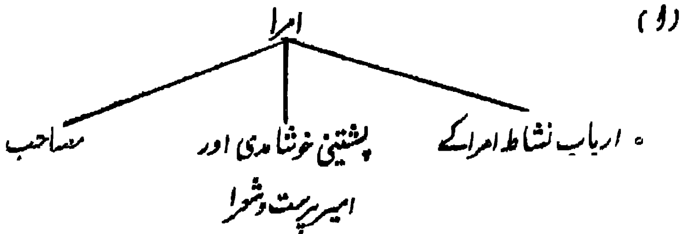
# ماہ گزشتہ

۵ - ۸ - ۱۲

## ایڈیٹری نوٹ

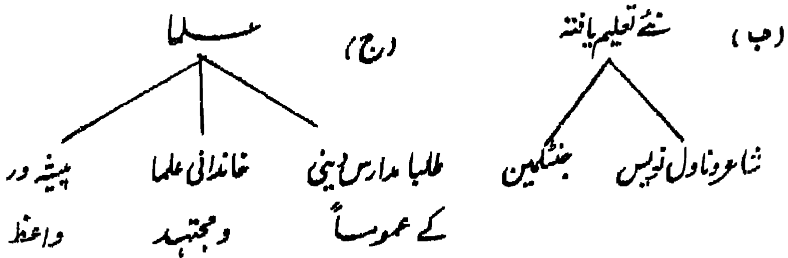
**ہماری تباہی کے رہبر** چندگروہ ایسے ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کی سوسائٹی زیادہ تر پست ہمت۔ ڈھیلی۔ تنگ نظر۔ خوشامدی الغرض بے مصرف ہوگئی ہے۔ ۱۹۱۸ء کے عصر جدید میں ناظرین کو اُن کے حالات ملیں گے۔ مگر ہم اسوقت ان کا شجرہ پیش کرتے ہیں تاکہ سمجھدار نوجوان اُن سے برکنار رہیں۔ ان پستی کے اماموں کو ہم پانچ طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں اوّل امرا۔ دوئم علما۔ سوئم مشائخ۔ چہارم جدید تعلیم یافتہ پنجم شرفا

(ا)

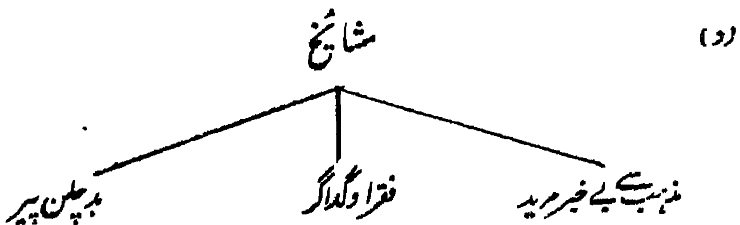



(ب)

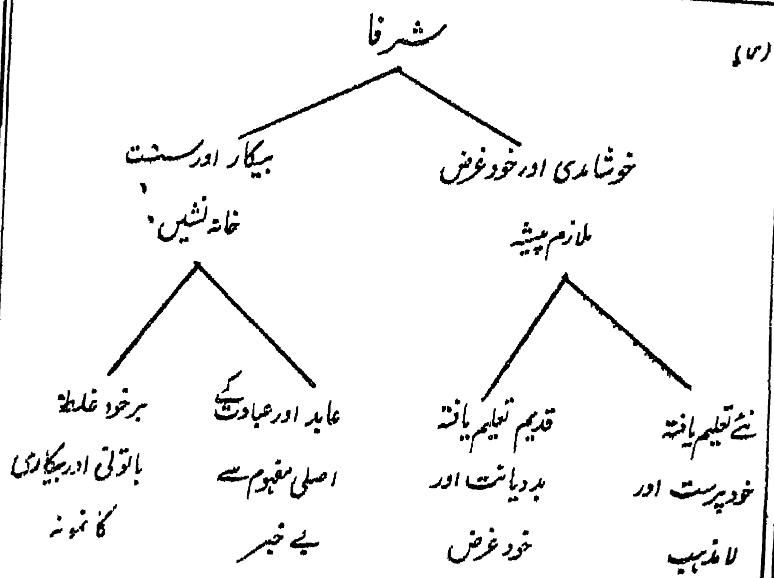
(ج)




(د)



(۴)




آپ غور کریں تو بعد اصلاح اور توسیع کے ان پانچوں فہرستوں میں اپنے گرد کے اکثر آدمیوں کو رکھ سکیں گے ۔ یہ سارے گروہ اس قابل ہیں کہ ان کو درست کیا جاوے نہ کہ اُن کی تقلید یا نقل کرنے کو سرمایہ عزت سمجھا جاوے ہم آیندہ بتاویں گے کہ ہر گروہ نے تمدن اسلامی پر کیا خراب اثر ڈالا ہے ۔ فقط

**سلطان معظم کی سلامتی**

ہم خوشی اور شکر کے ساتھ اس خبر کو لکھتے ہیں کہ حضور سلطان عبدالحمید خاں غازی یوروپ کے بے نظیر مدبر کی جان بال بال بچ گئی۔ اگرچہ افسوس ہے کہ آپ کے ہمراہی کسی مفسد کے ڈائنامیٹ کے گولہ سے قریباً ۵۴ مقتول اور پچاس مجروح اور پچپن گھوڑے ہلاک ہوئے ۔ جو بیوقوف یہ سمجھتے ہیں کہ بعد **سلطان عبدالحمید خاں** کے اُن کو اس سے بہتر زمانہ ملے گا ان پر تعجب ہوتا ہے ممکن ہے کہ بعد میں قومی سلطنت اور اجتماع بھی نہ رہے ۔ جب کہ ایسے **فرزانہ حکمراں** کا سایہ جاتا رہے ۔ بہر حال ایسے زبردست حملہ سے بچنا خاص عنایت الٰہی سے ہو سکتا ہے ۔ ظالموں سے سب کو نفرت اور غریب مقتولین سے ہمدردی ہے ٹھیک معلوم نہیں ہوا کہ کن لوگوں کا یہ فعل تھا ۔ **بعد معلوم ہوا کہ بلغاریوں کا فعل تھا** *

## حساب کا ایک مشکل مسئلہ

بصیر الشبیر نے اپنے اخبار مورخہ ۸ا جولائی ۱۹۰۸ء میں آریہ سماج کے معزز آرگن آریہ گزٹ سے ایک لطیف فقرہ نقل کیا ہے - جس سے اخبار ممدوح نے اکبر کی بے تعصبی کو الفاظ ذیل میں غلط ظاہر کرنا چاہا ہے

" اکبر سے نیک بادشاہ نے اتنے ہندوؤں کو قتل کرایا جن کے جنیؤ سے ۴ ۷ ½ کنوئیں بھر گئے تھے -"

میرا خیال یہ ہے کہ کنوئیں پورے پچھتر بھر گئے تھے - آدھا کنؤاں اس لئے خالی تھا کہ کانگڑہ کے زلزلہ سے زمین دھس گئی تھی۔

اصل یہ ہے کہ علم تاریخ ایک گہرا علم ہے - مگر یہ علم تحقیقی نہیں بلکہ الہامی ہے - آریہ گزٹ کے فاضل ولائق ایڈیٹر اگر کوئی جدید کتاب تاریخ ہندوستان کی لکھیں تو اس مخزن علم وحقائق کے ایک نسخہ کے لئے ہمارا نام بھی درج رجسٹر کرلیں - البتہ چونکہ ہم مسلمان ہیں اور علم حساب میں کافی مہارت نہیں رکھتے - اس لئے متعجب ہیں کہ کتنے جیو قتل ہوئے ہوں گے کہ بدو جنمیوں کے جنیو سے اس قدر کنوئیں بھر گئے - ہم نے بعض دوستوں سے دریافت کیا کہ بھلا کتنے مظلوم مقتول ہوئے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ دو باتوں پر منحصر ہے - اوّل جنیو کتنا بڑا تھا - آیا لاڈکشی کے رسے سے کم تھا یا زیادہ یا کنؤاں ٹین کا تھا جو بچوں کے کھیلنے کے لئے بساطی بیچا کرتے ہیں یا مارواڑ کی عالیشان باولیاں تھیں - کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہمارے معاصر ان دونوں سوالات کا جواب بھی اسی الہامی تاریخ سے دیکر ہم کو ممنون کریں تاکہ حساب کا یہ عقدہ حل ہوجاوے - دنیا میں رہ کر انسان نے اپنے علم سے دوسرے کو فائدہ نہ پہونچایا تو بات ہی کیا ہوئی - خیر ہم اس مجوزہ تاریخ کے لئے خاتمہ کی چند سطریں تجویز کرتے ہیں

" اے پونتر و بزرگ آریاورت - تیری مہاہو - تو نے کیسے کیسے ظلم سہے - مگر کیسے کیسے جابروں کو انجام کار ہضم کرلیا - اب تیرے دن پھر آئے ہیں کیونکہ تجھ میں محقق اور فاضل اور ملہم اور بے تعصب لیڈر ایسے ایسے پیدا ہونے لگے ہیں جیسے ناچیز آریہ گزٹ - خوش قسمت تھا وہ لمحہ جب کہ ایک خیرخواہ انسان سنیاسی نے تجھ میں اس مقدس سماج کی بنیاد رکھی جسکی جیسے ان پاپی دہو بانمیکشوں کا قلع قمع ہوگیا"

## ہم سب جانتے ہیں

ہماری ایک دوست نے اپنے چند ملاقاتیوں کا ایک فقرہ لکھا ہے کہ وہ عصر جدید کی ضرورت نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ "ہم سب جانتے ہیں"

اگر ہم انکسار کو کام میں نہ لادیں تو کہیں گے کہ اے مہربان دوستو۔ تم ایک بات بھی نہیں جانتے اور یہ کہنا کہ ہم سب جانتے ہیں خود ظاہر کرتا ہے کہ تمہاری طبقہ کے لئے ایک زبردست تعلیم اور تحریک کی ضرورت ہے۔ عصر جدید جس ضرورت کیواسطے اپنے آپ کو وقف کر چکا ہے ان میں سے بعض کو ہم ذیل میں بیان کرکے اپنے واقف کار ناظرین سے عرض کرتے ہیں اور ہم کو یقین ہے کہ ہماری ناظرین اکثر واقف کار ہیں کہ ان معاملات کی طرف مسلمان پبلک کو متوجہ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں ؟

(۱) مسلمانوں کی تمدنی زندگی نہایت درجہ قابل اصلاح ہے۔ اس وجہ سے کہ اُس میں وقت۔ قوت اور دولت کا صحیح استعمال نہیں۔

(۲) اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طبقہ بھی سنجیدگی اور ایمانداری کے ساتھ اصول عمل پر غور نہیں کرتا اور اسلام کے صحیح مفہوم کو زور اور فصاحت کے ساتھ سامنے نہیں لاتا۔

(۳) صحیح مفہوم اسلام کا یہ ہے (اور اسی مفہوم کی وجہ سے یہ مذہب خاتم ادیان اور نمونہ اعتدال کا ہے) کہ یہ زندگی محض ایک امانت ہے اور یہ دُنیا ایک کھیت ہے۔ جیسا ہم یہاں بیج بوئیں گے اُسی کے مطابق عاقبت میں کاٹیں گے

(۴) اسلام دہریت اور الحاد کے خیالات کا دشمن ہے جو اسی زندگی تک ہم کو محدود رکھتے ہیں اور عاقبت سے بے خبر رکھتے ہیں

اسلام ترک دنیا کی تعلیم کو حقارت سے دیکھتا ہے اور عمل اور کوشش کو اور خدمت خلق کو ذریعہ نجات قرار دیتا ہے اور گداگری اور سستی کو عبادت شیطانی سمجھتا ہے

اسلام نفس کی پاکیزگی اور ایثار کی تعلیم کرتا ہے۔ اپنی آسائش اور نمود اور شیخی اور رسم پرستی و دولت خدا کے لٹانے کو حرام۔ گناہ۔ خلاف منشاء خداوندی۔ شیطان کی دوستی اور تباہی کا باعث قرار دیتا ہے اور تمدن کو سادہ اور عملی رکھنا چاہتا ہے

غرض وہ چاہتا ہے کہ ہم اس دنیا کو پوری طرح برتیں مگر یہ جان کر کہ موت ہماری سامنے ہے اور خدا ہم پر محیط ہے اور گناہ اور تاریکی محض بچنے اور مقابلہ

کے واسطے دیئے گئے ہیں۔ وہ قومی ترقی کو منشاء پیدائیش انسان کے ماتحت کرتا ہے۔

عصر جدید اس اسلامی تعلیم کو **خاموشی** اور طریقہ سے سب کے سامنے لاتا ہے کبھی خوشامد سے نفرت دلاتا ہے۔ کبھی اعتدال وکفایت کی تعریف کرتا ہے۔ امراء علماء فقرا و جنٹلمینوں کا بڑا گروہ جو تعصب اور صلح کے عملی انکار کو دینداری یا روشنضمیری سمجھتے ہیں۔ اُن پر متانت سے۔ طنز سے۔ غصہ سے۔ نرمی سے صحیح اثر دین کا ڈالنا چاہتا ہے۔ اُس نے نہ کبھی یہ دعوےٰ کیا ہے کہ میں عبارت کی دلفریبی میں استاد زمانہ ہوں۔ اور نہ وہ کاغذ اور چھاپہ کے خوشنما لباس سے دلربائی کرتا ہے بلکہ خاموش سادگی کے ساتھ دل میں گھر کرنا چاہتا ہے۔ جہاں پچاس اس کی طرف آنکھ اُٹھاکر بھی نہیں دیکھتے وہاں پانچ اُسے پسند بھی کرتے ہیں۔ مگر وہ گہرے اور سچے اثر کو اُس قابل ملامت طمطراق پر ترجیح دیتا ہے جس کی پرستش یہ نسل کر رہی ہے۔ وہ امیروں کو صلاح دیتا ہے کہ دولت کو اس طرح خرچ کرو کہ غریبوں کا فائدہ ہو اور مستحق غریبوں کا۔ اور تم بھی باعزت قائم رہو۔ بعض غریب عصر جدید کی وجہ سے امیروں کی تقلید کو حماقت سمجھنے لگے ہیں۔ "یہ سب کچھ صحیح یا سب کچھ غلط"۔ مگر وہ اپنے دشمن پیدا کرتا جاتا ہے"۔ ہم بعض دوستوں کی یہ صدا گویا سُن رہے ہیں۔ برائے خدا تم ایک جدا پارٹی نہ بناؤ۔ نرمی سے لکھو تاکہ اثر ہو۔

اے کاش ہم اپنے **ایمان** اور **صداقت** سے اور وقتی مصلحتوں سے ایسی مصالحت کرسکتے جس سے سب دوست خوش ہوجاتے۔ مگر اپنے فرائض کے خیال سے مجبور ہوکر ہم کو گھیگلے۔ ڈھیلے۔ نیم نیم۔ مذبذب اور مداہنت کے طریقے سے بچنا پڑتا ہے اور حق کی عظمت مجبور کرتی ہے کہ باطل کی تحقیر کی جاوے۔

ہم اپنے ضمیر ایمانی پر غائر نظر ڈالتے ہیں۔ ٹھنڈے دل سے واقعات و حالات واشخاص کو خیال کی پیریڈ میں گزارتے ہیں تو سچائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ کسی متنفس سے بھی ہم کو مطلق کاوش نہیں ہے نہ کسی کے نقصان سے ہم کو فائدہ ہے نہ فائدہ ہونے کا خیال ہے مگر یہ جنگ **آئیڈیل** اور **خیالات** اور **اصول** کی ہے اور جوں جوں زمانہ گزرتا جاویگا

یہ لڑائی وسیع تر ہوتی جاوے گی۔ یہ سچ ہے کہ ہم طرز بیان میں ایک وکیل کی طرح بیٹھک اور یکطرفہ سختی اور شوخی استعمال کرتے ہیں۔ مگر وہ وکالت حق کی ہوتی ہے جس اصول کی تائید و حمائت کی جاتی ہے اس کے متعلق اگر بحث کا موقعہ ہو تو ہم نہائت متانت سے اس کی تائید کو موجود ہیں

خلاصہ اس تمام کا یہ ہے کہ عصر جدید شائد نئے دوست کم پیدا کرتا ہے۔ شائد وہ اپنے دشمنوں کو زیادہ کرتا ہے مگر ایک بات وہ ایسی کرتا ہے جس کی داد صرف اہل دل کسی قدر دیسکتے ہیں وہ کسی انسان کو بیکاری یا بدکاری کیطرف نہیں لیجاتا بلکہ اس کے خلاف

## کیا غلہ کی روانگی بند کیجاوے

ہندوستان کے بعض حصوں میں قحط کے آثار بیان کئے جاتے ہیں اور اکثر ملکی اخبارات کی خاص کر وکیل کی یہ رائے ہے کہ غلہ کا باہر جانا بند ہونا چاہئے۔ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ تجارت کو روکنے کا کیا اثر ہوتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ غلہ کا جانا اگر روکا گیا تو وہ سستا ہو جاوے گا اس وجہ سے غلہ بونے والوں کو فائدہ کم ہوگا۔ اس وجہ سے آیندہ بجائے غلہ کے بہت سے آدمی دوسری چیزوں کی کاشت کریں گے یا جن زمینوں میں بوجہ دوری یا کمزوری پیداوار بہت کم ہوتی ہے وہاں کاشت بہ وجہ کمی منافعہ بالکل نہ کریں گے۔ جب غلہ کم پیدا ہوگا تو پھر اناج مہنگا ہو جاوے گا۔ روکنے سے باشندوں کو تو فائدہ نہ ہوگا اور مالکان غلہ کو نقصان ہوگا۔

مگر ہم اس مسئلہ پر دوسرے طور پر نظر ڈال سکتے ہیں۔ فرض کرو کہ ہندوستان کا غلہ ایک ارب روپیہ کا باہر جاتا ہے۔ وہ باہر جانا بند ہوگیا اور اس ملک میں اسّی کروڑ میں فروخت ہوا بیس کروڑ کا نقصان بونے والوں کو ہوا۔ اس کا معاوضہ اس طرح ان کو ہو جاوے گا کہ بوجہ ارزانی غلہ مزدوری کسی قدر سستی ہو جاوے گی۔ خود وہ۔ اُن کے متعلقین فاقہ سے بچیں گے اور جو روپیہ اُن کو کمتر ملے گا۔ اُس کی کفائت اس طرح ممکن ہے کہ لباس و سامان آرائش وغیرہ جو بہ عوض غلہ یوروپ و امریکہ سے آتا ہے ان اخراجات میں کمی کرلیں۔ غرض ہمارے نزدیک کم سے کم ایک سال محصول برآمد پر لگا کر نتیجہ دیکھنا تو چاہئے * جبکہ رسالہ مطبع کو جارہا ہے ہم کو افسوس ہے بارش بہت کم ہوئی ہے۔ خدا رحم کرے *

## ہم جاپان سے کیا سیکھیں

ہندوستانیوں میں عموماً یہ غلط خیال پھیل گیا ہے کہ چونکہ جاپان نے ترقی کرلی ہے اس لئے ہم بھی آسانی سے کرسکتے ہیں۔ مگر ہم اس منطق کو نہیں سمجھ سکتے۔ بیشک جاپان نے چالیس سال میں اپنی ترقی کا حیرت انگیز نمونہ اس طور پر دکھایا ہے کہ ایک کمزور قوم کو بندوقوں اور توپوں سے بھون دیا اور اسی وجہ سے یورپ کے ظاہر بین اور ظاہر پرست اُس کی تعریف اور خوشامد کرنے لگے اور اُن کی تقلید میں ہمارے نیم تعلیم یافتہ ہم وطن بھی۔

مگر یہ بھی تو دیکھو کہ دُنیا کی فتح سے پہلے اپنے نفس کی فتح بھی لازم ہے۔ تجارت کی ترقی کے لئے خوش معاملگی فرض ہے۔ جو نتیجہ ایمانداری کا ہے۔ صنعت و حرفت کے لئے محنت لازم ہے جو اسوقت تک نہیں آسکتی جب تک کہ تقدیر کا غلط خیال (نہ کہ صحیح مفہوم) ہندوستانیوں کے دل سے دُور نہ ہو۔ علم کے حصول کے لئے اعلےٰ ارادے۔ دولت کا خرچ اور فضولیات میں کفایت لازم ہے۔ اور سب سے زیادہ آیندہ پر بھروسہ۔ مجموعی ترقی کے لئے ایثار اور خود فراموشی ابجد کے طور پر ہیں اور دنیا کو میں نہیں جانتا۔ ہنود سے میں زیادہ واقف نہیں لیکن مسلمانوں کی نسبت تو میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان میں ظاہر پرستی اور خود غرضی اور نفس پرستی اور کاہلی اس درجہ کی ہے کہ صرف **مذہب** اور وہ بھی **اسلام** ان کو معالی کیطرف بلند کرسکتا ہے اور اُس کا پہلا عملی اصول یہ ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون یعنی نیکی بغیر ایثار کے خیالِ محال ہے۔ اسوقت تھوڑی سی تکلیف آیندہ کی راحت کے لئے اُٹھانی انسان کے فطری فرائض میں داخل ہے۔ یہ ایثار۔ یہ محنت۔ یہ خوش معاملگی مسلمانوں میں صرف مذہب کے صحیح مفہوم سمجھنے سے آسکتی ہے۔ پس میرے نزدیک ہم کو جاپان سے یہ سبق سیکھنا چاہئے کہ ہم جھوٹے اور نام کے مسلمان نہ بنیں بلکہ اُس کے اصول پر صداقت سے کاربند ہوں۔ میرا پختہ یقین تو یہ ہے کہ جب اسلام کا اصلی چہرہ نظر آئے گا تو جاپان بلکہ تمام دُنیا آہستہ آہستہ مسلمان ہوتی چلی جاوے گی کیونکہ یہی مذہب دُنیا اور آخرت کے بیچ میں ایک مناسب پل بناتا ہے۔ دوسری جگہ یا ترک دنیا ہے یا دنیا پرستی ہے۔ فقط

ایڈیٹر

# بحث وتکرار

چونکہ آجکل مذہبی مناظروں کا خاصکر مسلمانوں اور آریاؤں میں ۔ نیچریوں اور راسخ العقیدہ مسلمانوں میں بہت زور ہے ۔ سنیوں اور شیعوں میں ۔ اور بعض لوگ بہت ریڈ وہنی اور بے تہذیبی کا استعمال کرتے ہیں ۔ اس واسطے صیغۂ انتخاب مفید میں ہم مرحوم سر سید احمد خاں کا ایک مضمون تہذیب الاخلاق کی پرانی جلد سے اخذ کرکے چھاپتے ہیں ۔ ہم کو یقین ہے کہ بحث یا مناظرہ کرنے والے اگر غور کریں گے تو اُن کو معلوم ہوگا کہ پُرزور لکھنا اور بدکلامی ۔ علمیت اور زبان درازی میں بہت فرق ہے کیا یہ بہتر ہے کہ ہم چند کم علم اور بے تمیز آدمیوں کو خوش کریں ؟ یا سنجیدہ اور عالم اشخاص سے داد لیویں ؟ البتہ جن مذہبی اخبار نویسوں کا مقصد جاہلوں کے سامنے مذہبی جوش کا جھوٹا اظہار کرکے روپیہ کمانا اور اپنی قوم کو لوٹنا ہے اُن کے لئے کوئی نصیحت کارگر نہ ہوگی ۔ مگر یہ کہ قوم اُن کی مکاری کو سمجھ جاوے ۔ فقط ایڈیٹر

جب کُتے آپسمیں مل کر بیٹھتے ہیں تو پہلے تیوری چڑھا کر ایک دوسرے کو بُری نگاہ سے آنکھیں بدل بدل کر دیکھنا شروع کرتے ہیں ۔ پھر تھوڑی تھوڑی گونجیلی آواز اُن کے نتھنوں سے نکلنے لگتی ہے ۔ پھر تھوڑا سا جبڑا کھلتا ہے اور دانت دکھلائی دینے لگتے ہیں اور حلق سے آواز نکلنی شروع ہوتی ہے ۔ پھر باچھیں چر کر کانوں سے جا لگتی ہیں اور ناک سمٹ کر ماتھے پر عنیف آواز کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے چمٹ جاتے ہیں ۔ اس کا ہاتھ اُس کے گلے میں اور اُس کی ٹانگ اس کی کمر میں ۔ اس کا کان اُس کے منہ میں اور اُس کا ٹینٹوا اِس کے جبڑے میں ۔ اُس نے اِس کو کاٹا اور اس نے اس کو پچھاڑ کر بھنبوڑا ۔ جو کمزور ہوا دُم دبا کر بھاگ نکلا ۔

نامہذب آدمیوں کی مجلس میں بھی آپسمیں اسی طرح پر تکرار ہوتی ہے ۔ پہلے صاحب سلامت کرکر آپسمیں مل بیٹھتے ہیں ۔ پھر دھیمی دھیمی بات چیت شروع ہوتی ہے

ایک کوئی بات کہتا ہے۔ دوسرا بولتا ہے۔ واہ یوں نہیں یوں ہے۔ وہ کہتا ہے واہ تم کیا جانو۔ وہ بولتا ہے تم کیا جانو۔ دونوں کی نگاہ بدل جاتی ہے۔ تیوری چڑھ جاتی ہے رخ بدل جاتا ہے۔ آنکھیں ڈراونی ہوجاتی ہے۔ باچھیں چر جاتی ہیں۔ دانت نکل پڑتے ہیں۔ تھوک اُڑنے لگتا ہے۔ باچھوں تک کف بھر آتے ہیں۔ سانس جلدی چلتا ہے۔ رگیں تن جاتی ہیں۔ آنکھ۔ بھوں۔ ہاتھ عجیب عجیب حرکتیں کرنے لگتے ہیں عنیف عنیف آوازیں نکلنی لگتی ہیں۔ آستین چڑھا ہاتھ پھیلا۔ اِس کی گردن اُس کے ہاتھ میں اور اُس کی ڈاڑھی اِس کی مٹھی میں لپاڈوکی ہونے لگتی ہے کسی نے بیچ بچاؤ کر کر چھڑا دیا تو غراتے ہوئے ایک اِدھر چلا گیا اور ایک اُدھر اور اگر کوئی بیچ بچاؤ کرنے والا نہ ہوا تو کمزور نے پٹ کر کپڑے جھاڑتے سر سہلاتے اپنی راہ لی

جس قدر تہذیب میں ترقی ہوتی ہے اسی قدر اس تکرار میں کمی ہوتی ہے کہیں غرفش ہوکر رہ جاتی ہے۔ لیکن توں تکار تک نوبت آجاتی ہے۔ کہیں آنکھیں بدلنے اور ناک چڑھانے اور جلدی جلدی سانس چلنے ہی پر خیر گزر جاتی ہے۔ مگر ان سب میں کسی نہ کسی قدر کتوں کی مجلس کا اثر پایا جاتا ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اپنے دوستوں سے کتوں کی طرح بحث وتکرار کرنے سے پرہیز کرے۔

اِنسانوں میں اختلاف رائے ضرور ہوتا ہے اور اُس کے پرکھنے کو بحث ومباحثہ ہی کسوٹی ہے اور اگر سچ پوچھو تو بے مباحثہ اور دل لگی کے آپس میں دوستوں کی مجلس بھی پھیکی ہے۔ مگر مباحثہ اور تکرار میں تہذیب و شائستگی۔ محبت اور دوستی کو ہاتھ سے دینا نہ چاہیئے۔

پس اے میرے عزیز ہم وطنو۔ جب تم کسی کے برخلاف کوئی بات کہنی چاہو یا کسی کی بات کی تردید کا ارادہ کرو تو خوش اخلاقی اور تہذیب کو ہاتھ سے مت دو اگر ایک ہی مجلس میں دوبدو بات چیت کرتے ہو تو اور بھی زیادہ نرمی اختیار کرو چہرہ۔ لہجہ۔ آواز۔ وضع۔ لفظ اس طرح پر رکھو جس سے تہذیب اور شرافت ظاہر

مگر بناوٹ بھی نہ پائی جاوے۔ تردیدی گفتگو کے ساتھ ہمیشہ سادگی سے معذرت کے لفظ استعمال کرو۔ مثلاً یہ کہ میری سمجھ میں نہیں آیا یا شائد مجھے دھوکا ہوا یا میں غلط سمجھا گو بات تو عجیب ہے مگر آپ کے فرمانے سے باور کرتا ہوں۔ جب دو تین دفعہ بات کا اُلٹ پھیر ہو اور کوئی نہ بدلے تو زیادہ تکرار مت بڑھاؤ۔ یہ کہہ کر کہ میں اس بات کو پھر سوچوں گا یا اُس پر پھر خیال کروں گا۔ جھگڑے کو کچھ ہنسی خوشی دوستی کی باتیں کہہ کر ختم کرو۔ دوستی کی باتوں میں اپنے دوست کو یقین دلاؤ کہ اُس دو تین دفعہ کی اُلٹ پھیر سے تمہارے دل میں کچھ کدورت نہیں آئی ہے اور نہ تمہارا مطلب باتوں کی اُس اُلٹ پھیر سے اپنے دوست کو کچھ تکلیف دینے کا تھا کیونکہ جھگڑا یا شبہ زیادہ دنوں تک رہنے سے دونوں کی محبت میں کمی ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ دوستی ٹوٹ جاتی ہے اور ایسی عزیز چیز (جیسی کہ دوستی) ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔

جب کہ تم مجلس میں ہو جہاں مختلف رائے کے آدمی ملے ہوئے تو جہاں تک ممکن ہو جھگڑے اور تکرار اور مباحثہ کو آنے مت دو کیونکہ جب تقریر بڑھ جاتی ہے تو دونوں کو ناراض کر دیتی ہے۔ جب دیکھو کہ تقریر لمبی ہوتی جاتی ہے اور تیزی اور زور سے تقریر ہونے لگی ہے تو جس قدر جلد ممکن ہو اُس کو ختم کرو اور آپس میں ہنسی خوشی مذاق کی باتوں سے دل کو ٹھنڈا کر لو۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے ہم وطن اس بات پر غور کریں کہ اُن کی مجلسوں میں آپس کے مباحثہ اور تکرار کا انجام کیا ہوتا ہے۔ فقط سید احمد

# جناب من!

مہربانی فرماکر خط ذیل کو غور سے دیکھئے اور معمولی نہ سمجھئے۔ میں نے کبھی خاص طور پر اُن مشکلات کا اظہار نہیں کیا۔ جو اوّل اوّل عصر جدید جیسے رسالے کو پیش آنی ضرور ہیں اور پیش آتی ہیں۔ مگر ہمارے اکثر خریدار لائق اور تعلیم یافتہ بزرگ ہیں اور اس بات کو ضرور سمجھتے ہیں کہ یہ رسالہ مذاق عام کی خوشامد نہیں کرتا بلکہ بیکار اور مضر مذاق کی اصلاح کے درپے ہے۔ نہ علما کے گروہ سے۔ نہ امرا کے طبقہ سے۔ نہ فیشن کی وابستگاں سے۔ نہ اوپرے تعلیم یافتگاں سے اُس کو امید قدردانی کی ہے۔ لہٰذا اُس کے خریدار اور قدردان کم ہیں اور وہی ہیں جن کے دل میں۔ روشن خیالی کے ساتھ دردِ قومی ہے یا جن سے ایڈیٹر کی ذاتی دوستی ہے

رسالہ کی ظاہری حالت اگرچہ چند ماہ سے خراب رہی ہے۔ لیکن اب کافی کوشش ظاہری حالت کے درست کرنے میں کی جائے گی۔ بلحاظ پُر مطلب اور مفید ہونے کے شاید ہی کوئی رسالہ ایسا نکلا ہوگا۔ اگرچہ خود تعریف کرنا سزاوار نہیں ہے۔ مگر جس رسالہ کی آمدنی سے اُس کا خرچ مشکل سے چل سکتا ہو اس کو عمدہ کاغذ پر چھپوانا اور دیگر آرائش کرنا خود اسراف ہے۔ حالت یہ ہے کہ تبادلہ کی فہرست بہت وسیع ہے۔ چونکہ اکثر اخبار اس سے راہِ تبادلہ چاہتے ہیں رعایتی خریدار بھی مختلف وجوہ سے زیادہ ہیں پس صاحبانِ اخبار سے ہم عرض کرتے ہیں کہ اس رسالہ کی فوائد کو پبلک کے سامنے پیش فرمائیں۔ رعایتی خریداروں سے خواہشمند ہیں کہ وہ قیمت دیکر باقاعدہ فہرست میں آجاویں۔ قیمت والی خریداروں سے مستدعی ہیں کہ مہربانی کرکے ۱۹۰۸ء کے ختم تک ایسی کوشش جاری رکھیں کہ اس رسالہ کے خریدار دوچند ہو جائیں۔ اس وقت نہ صرف رسالہ بہت بہتر اور عمدہ مرتب ہوگا بلکہ صیغہ اصلاح کا معمولی خرچ بھی اُس سے نکل آویگا جو کہ اب سکرٹری کی ذمہ ہے۔ فقط

غلام الثقلین

# ہم عصرِ جدید کیوں خریدیں

(۱) اس لئے کہ یہ رسالہ ماہواری ہے اور صیغۂ اصلاح تمدن کا آرگن (آلہ) ہے۔

(۲) اس لئے کہ جلسۂ اصلاح تمدن بمبئی نے ۳۱۔ دسمبر ۱۹۰۳ء میں یہ قرار دیا ہے کہ عموماً ممبر اس کو خریدیں اور عام مسلمانوں میں پھیلائیں۔

(۳) اس لئے کہ یہی ایک رسالہ ہے جس نے مسلمانوں میں اصلاح کا چرچا اس قدر پھیلایا ہے۔

(۴) اس لئے کہ یہی ایک رسالہ ہے جس کو پڑھ کر آدمی کفایت شعار اور عاقبت اندیش بن سکتا ہے اور جس نے مسلمانوں کے اصل مرض کا پتہ لگایا ہے یعنی وقت اور روپیہ کا ضائع کرنا۔

(۵) اس لئے کہ یہی ایک رسالہ ہے جو قوم کے تمام بڑے معاملات پر بے لاگ رائے ظاہر کرتا ہے۔

(۶) اس لئے کہ یہی ایک رسالہ ہے جو مسلمانوں کو عملی قوم بنانا چاہتا ہے۔

(۷) اس لئے کہ یہ رسالہ مسلمانوں کو فضول قصوں اور بیکار بحثوں سے بچاتا ہے اور ان کو مفید راستہ دکھاتا ہے۔

(۸) اس لئے کہ یہی ایک رسالہ ان باتوں پر بحث کرتا ہے جو آج کل زندگی کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہیں۔

(۹) اس لئے کہ یہی ایک رسالہ ہے جو باوجود بے تعصبی کے قومی خیر خواہی کا پورا حق ادا کرتا ہے۔

(۱۰) اس لئے کہ سال بھر میں ۳۰-۲۶ جزو دیتا ہے اور قیمت معہ محصولڈاک صرف عہ سالانہ علاوہ اس کے خریداروں کو اصلاحی رسائل و کتب جُدا مُفت دیتا ہے۔

**دفتر عصر جدید مالیر کوٹلہ سے طلب کیجئے**

رجسٹر نمبر ایل ۳۴۱۴

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک ۳ سے

دین و دنیا کا منبر

# عصر جدید

ایک ماہانہ ریویو

مقاصد

مسلمانوں میں عملیت صداقت اور کفایت شعاری پھیلانا

اڈیٹر خواجہ غلام الثقلین سکرٹری اصلاح تمدن

(مقام اشاعت مالیر کوٹلہ پنجاب)

جلد ۳ — اکتوبر ۱۹۰۵ء — نمبر ۱۰



مطبع خادم پنجاب پریس امرتسر میں باہتمام منشی نبی بخش صاحب چھپا

# اُصول صیغہ اِصلاح



۱۔ عدل واعتدال یعنی میانہ روی۔ پرہیزگاری۔ سادگی۔
۲۔ کفائت شعاری یعنی اسراف دولت اسراف وقت سے بچنا۔ دولت کا صرف مفید کاموں میں کرنا رسمیات کے اخراجات میں کمی کرنا
۳۔ سعی ومحنت۔ گداگری۔ بیکاری سُستی کو قابل نفرت سمجھنا خود کام کرنا اور ایک شخص کو کام پر لگانا۔
۴۔ اتفاق نیک مقاصد کے حاصل کرنیکے لئے ملکر کوشش کرنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

## ضروری ہدایات اور قواعد عصر جدید

(۱) رسالہ کا حجم ۴۴ صفحے سے نہ کم ہوگا

(۲) قیمت پیشگی یا نقد ہوگی یا بذریعہ ویلیو پے ایبل ۔ سالانہ معہ محصول ڈاک وغیرہ ۳ر

(۳) نمونہ کی درخواست کے ساتھ ۲ کے ٹکٹ آنے چاہئیں +

(۴) خط وکتابت یعنی نام پتہ مضامین سب صاف اور خوش خط ہوں +

(۵) جملہ مناسب مضامین ترتیب اور گنجایش کے لحاظ سے چھاپے جاوینگے بصورت عدم ممانعت اڈیٹر مضمون کو مختصر کرسکتا ہے مگر مطلب پلٹ نہیں سکتا۔

(۶) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ہونا مناسب ہے۔

(۷) جو صاحب ایکسال یا چھ ماہ کی بابت ۲ نئے خریدار ونکی قیمت روانہ فرماوینگے انکو ایک سال یا چھ ماہ کیلئے رسالہ کمیشن میں ملیگا

(۸) رسالہ نہ پہنچنے کی شکائت اندرون ۳۰ یوم وصول نہ ہو تو مابعد رسالہ بھیجنا لازم نہ ہوگا۔

(۹) ایسے معتبر کتب فروشوں کی ضرورت ہے جو ہمارا رسالہ اور کتب اپنے پاس رکھیں معقول کمیشن دیجاویگی تصفیہ بذریعہ خط وکتابت۔

**اجرت اشتہارات۔** (۱) جو صاحب اخبار ورسائل بقدر مساوی ہمارے اشتہار چھاپیں ان سے کچھ اجرت نہ لیجاویگی۔
(۲) فحش کتب یا ادویہ کا اشتہار نہ چھپیگا۔ (۳) اجرت اشتہار فی سطر ۲ مگر ایک روپیہ سے کم اجرت کا اشتہار نہ لیا جاویگا
(۴) اجرت فی صفحہ ایکبار کے لئے ۸ ششماہی کیلئے ۱۰ سالانہ ۱۵ نصف صفحہ ایکبار ۴ ششماہی ۶ سالانہ ۹
(۵) جبتک اشتہار چھپے رسالہ صاحبان اشتہار کو بلا قیمت ملیگا۔ مگر محصول ڈاک انکو بھیجنا ہوگا۔ +

# عصرِ جدید

## خانہ داری

دنیا میں حکومت کے مختلف مدارج ہیں۔ جیسے شاہنشاہی۔ بادشاہت۔ ریاست۔ جاگیر اور زمینداری۔ انہی مدارج حکومت کا تحتانی درجہ گھر ہے۔ اگر اون اعلےٰ مدارج سے ملک و قوم کے بڑے معاملات کا تعلق ہوتا ہے تو گھر سے فرادی و خانگی تعلقات ایسے وابستہ ہوتے ہیں جنہیں سے بعض کو اہم امور ہی سمجھا جاتا ہے۔ اور چونکہ اشخاص کے مجموعہ کا نام قوم ہے۔ اور اونکی منزلیت کے مجموعہ کا نام تمدن اور ملک ہے۔ اسلئے گھر اور اُسکے تعلقات ہرگز ناچیز نہیں خیال کئے جا سکتے۔ اس وقت ہمارے مشرقی ممالک میں اس گرُ کو اعلےٰ پیمانہ پر جاپان نے جانچا ہے۔ وہاں کی یونیورسٹیاں طلبا کو جس طرح پولٹکس کی اعلیٰ تعلیم دیکر اونکو عمدہ پولیٹشن بناتی ہیں اسی طرح ایکانامکس (علم الانتظام) کی اول درجہ کی تعلیم سے پکا گھردار بنا دیتی ہیں۔ گویا پولٹکس اور ایکانامکس وہاں آپسمیں برابر کا پہلو دبائے ہوئے ہیں۔ بلکہ ایکانامکس اگر بنیاد ہے تو پولٹکس اوسکی عالیشان عمارت۔ فی الحقیقت جب تک گھر اُسی عقل اور حوصلہ سے نہ برتا جائے۔ جو ایک گھر کے برتاوے کے لئے درکار ہے گھر ہونے کی پوری شان نہیں پیدا کر سکتا۔ اور تاوقتیکہ گھر کے برتنے والوں میں وہی صلاحیت نہ ہو جو رب البیت اور اہل بیت میں ہونی چاہئے۔ وہ گھر والے اچھے گھر والے کہلانے کے مستحق

نہیں ہو سکتے۔ ہماری بڑی بوڑھیاں لفظ "گھرداری" سے ایک بڑے مزے کا عاقلانہ اور لطیف مضمون پیدا کرتی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں عموماً اور اب بھی جو سمجھدار ہیں وہ گھرداری یعنی اپنے فرائض کی اہمیت کو خصوصاً خوب سمجھتی اور نباہتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں "گھردار یعنی گھر سولی" ہے۔ گویا گھر والوں کو انہی سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے جن مشکلات کا سولی پر چڑھنے والے کو۔ اور گھر والوں کو اپنے مراتب کے فرائض بجالانے پر اسی طرح بے عذر آمادہ رہنا چاہئیے جیسے ایک سولی پر چڑھنے والے کو جان دینے پر۔ فی الواقع یہ لفظی نزاکت نرا لطیفہ نہیں۔ بلکہ اصلیت کا معمہ ہے۔ جان دیتے وقت بیم و یاس کی جو تلخی انسان پر گذرتی ہے اُسکے آگے ٹین سے مرجانا کوئی چیز نہیں پیغام موت۔ موت سے بدتر ہے۔ اِس تلخی سے نجات دلانے والی کونسی چیز ہے؟ ۔ وہی پوری استقامت اور آمادگی۔ آنکھ بندکی۔ اور فیصلہ! علیٰ ہٰذا گھر کی سختیوں اور دقتوں کو بھگتنے اور مشکلوں کو حل کرنے پر جب گھر والے اپنی اپنی جگہہ ہر وقت دل و جان سے آمادہ ہونگے تو اُسکے صلہ میں گھر ضرور بہشت بنکر اُن کو دنیا میں جنت کا مزا دیگا۔

گھر کے تعلقات اور فرائض بیان کرنے بڑی لیاقت اور تجربہ کا کام ہے۔ اور یہاں دونوں باتوں میں اللہ ہی اللہ ہے۔ مگر چونکہ انسان مدنی الطبع ہے۔ اور ہر شخص کو خواہ چھوٹے پیمانہ پر ہو خواہ بڑے پر گھر سے مفر نہیں۔ اسلئے راقمہ مضمون کے نزدیک اُسکے محدود تجربہ اور خیال کی بناء پر گھرداری میں ذیل کی باتیں داخل ہیں :۔

## سرپرستی خانہ

جس طرح جھاڑو کی تمام سینکیں بندھن کی وجہ سے منتشر نہیں ہونے پاتیں اور ایک مجموعی حیثیت پر قایم رہکر اپنا اپنا کام کرتی رہتی ہیں۔ اسی طرح گھر میں خواہ کتنے ہی آدمی ہوں۔ سب پر ایک سرپرست کا ہونا ضرور ہے۔ گھر کے تمام چھوٹے بڑے اسی طرح اُسکے زیر اثر ہوں۔ جیسے کسی ریاست کی رعایا اپنے حاکم کے زیر اثر ہوتی ہے۔ اب اگر ربّ البیت فرزانہ۔ اپنا اثر قایم رکھنے والا۔ اور وقت پر ہر معاملہ پر نوٹس لینے والا ہے۔ تو گھر کی کل کبھی نہیں بگڑنے پائیگی۔ تمام پرزے اپنی اپنی جگہہ کام کئے جائینگے۔ گھر ہی جو کہا۔ صبح سے شام تک بیسیوں مرحلے پیش آتے ہیں۔ اُن میں سے بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جنکا آخری فیصلہ صاحب خانہ ہی کی ذات سے وابستہ ہوتا ہے۔ لہٰذا صاحب خانہ کو تنگ مزاج۔ حد سے بڑھکر خاموشی

پسند۔ اور اکھلکھرا نہ بننا چاہیئے۔ وہ انصاف بردباری اور دلچسپی کا عادی ہو تالیف قلوب نرمی اور شفقت کو پیش نظر رکھے۔ ساتھ ہی سیاست اور دور اندیشی کا پلڑا بھی ہلکا نہ ہونے پائے کاہلی اور لاپرواہی اُس سے کوسوں دور ہوں۔ ہر کام کی وقت پر خبر لے۔ تاکہ کسی کام میں فتور نہ آنے پائے۔ اور بات بگڑنے سے پہلے بنجائے۔ بعض صاحب خانہ ناچیز سمجھ کر وقت پر برائی کا انسداد نہیں کرتے جب معاملہ بگھر جاتا ہے تو دل برداشتہ ہو کر ہاتھ پاؤں چھوڑ دیتے ہیں۔ نتیجہ ناقابل برداشت تباہی تک پہنچتا ہے۔ مسلمانوں میں ایسی مثالیں سینکڑوں سے گذر کر ہزاروں نکلیں گی۔ بلکہ مسلمانوں کی قومی بربادی کا منجملہ اور اسباب کے ایک بڑا سبب یہ ہے کہ معاملہ کی نوک جھوک کے سمجھنے میں ابتدا میں سہل انگاری کر جاتے ہیں۔ ناعاقبت اندیشی نے بیشمار گھروں کو برباد کر دیا۔ گھروں کے اثر سے عشیرے اور قومیں تباہ ہو گئیں۔ کیونکہ کسی چھوٹی سے چھوٹی برائی یا بھلائی کے سلسلہ کا اثر نامتناہی ہوتا ہے۔ ڈاکٹر لی بان جو مشہور فرانسیسی مؤرخ ہے کیا خوب کہتا ہے کہ اگر آج ہمیں کوئی برائی نظر آتی ہے تو اُسکے سبب کے کھوج میں ہمیں صدیوں پیچھے ہٹنا چاہیئے۔ نیز اُسکی مضرتوں کے سہنے کو سینکڑوں برس آگے تک کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ پس صاحب خانہ کی ذراسی چوک پہلے شخصی اور اُسکے بعد قومی زندگیوں کے طبقے الٹ دیتی ہے۔ صاحب خانہ کو بھروسا اور جانچ کی صفت پیدا کرنی چاہیئے۔ تاکہ وہ کام جو دوسرے کر سکتے ہیں اپنے ہی اوپر نہ آپڑیں۔ اور جن کاموں کے انجام دینے کے قابل دوسرے نہ ہوں وہ غلطی سے اُنکے سپرد ہو کر خراب نہ ہو جائیں۔ بظاہر اُسکو ہر معاملہ کی بیجا کریدنی نہ کرنی چاہیئے۔ مگر درحقیقت وہ اپنے گھر کے ہر معاملہ سے ایسا ہی باخبر ہو جیسا کہ ایک بیدار مغز بادشاہ اپنے ملک کی حالت سے ہوتا ہے۔ گھر کا ہر چھوٹا بڑا اُسکی نگاہ میں ہو۔ اور وہ اپنے ہاں کی بھکنی۔ دست پنے تک کی حالت سے واقف ہو۔ بعض گھروں میں سرپرست خانہ کا رعب بالکل نہیں ہوتا جس سے گھر والے چراغ پاؤں ہو جاتے ہیں۔ یا ہوتا ہے تو حد سے بڑھکر۔ کہ اہل خانہ کی طبیعتیں اور امور خوشیاں مضمحل رہتی ہیں۔ اور گھر انہیں شیر کا بھٹ معلوم ہوتا ہے ۔+

صاحب خانہ کا فرض ہے کہ اپنے گھر والوں کی رائے اور طبیعتوں کا بھی لحاظ رکھے اُنکو معطل محض اور مجبور محض نکردے۔ اکثر مسلمانوں میں اسکے خلاف کیا جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ مناسب معاملات

بمشاورت طے ہوں۔ گویا گھر والے ایک چھوٹی سی مجلس انتظامی ہو اور صاحب خانہ اسکا میر مجلس یا پریسیڈنٹ۔ اس سے صاحب خانہ کی ذات مورد شکایت نہیں بننے پاتی۔ نیز اُسکو ہر شخص کی رائے اور طبیعت کا اندازہ رہتا ہے۔ میرے والدین کے گھر میں یہی طریقہ برتا جاتا ہے۔ اور ہم لوگ اپنی بساط کے موافق اس سے بہت فایدہ اُٹھاتے ہیں۔

## مردمان خانہ میں حسن سلوک

گھر میں جتنے لوگ ہوں اُن میں باہم اتفاق اور محبت ہونی ضرور ہے۔ اسکا آسان نسخہ حفظ مراتب اور ہمدردی ہے۔ بیوی سے لگا کر نوکر تک ایک کو دوسرے سے ادب۔ لطف اور کشادہ دلی سے پیش آنا چاہیئے۔ اگر ایک کی اُنگلی میں پھانس چُبھے تو معًا دوسرے کے دل میں ٹیس ہونے لگے۔ مردمان خانہ کی نااتفاقی کے دو سبب پائے جاتے ہیں۔ اوّل ہر بات میں اپنے حقوق سے زیادہ نفع حاصل کرنا۔ اور دوسرے کی پرواہ نہ رکھنی۔ یا اُسکا حق غصب کرنا۔ دوسرے گھر کے کام کاج میں بقدر مساوی حصّہ نہ لینا۔ اوّل الذکر تو بالکل شرمناک بات ہی۔ ہر شخص کو بجائے خود فیاضی اور سیر چشمی سے پیش آنا چاہیئے آخر الذکر امر کا بھی لحاظ ضرور ہے جنکو خدا نے ملازم دیئے ہیں اُنکو نگرانی اور کارفرمائی میں برابر کا حصّہ لینا چاہیئے۔ اور ساتھ ہی اپنے ہاتھ پاؤں بیکار نہ چھوڑنے چاہئیں۔ کم سے کم بزرگوں کے مناسب کام خود انجام دینے چاہئیں جس گھر میں ملازم نہیں ہیں اُس گھر کے ہر فرد کی یہہ نیت اور ہمت ہونی چاہیئے کہ دوسرا آرام سے رہے۔ ہیں اُسپر کام میں سبقت لیجاؤں۔ یہہ ایسا ٹکا ہے کہ اگر کوئی کام حقیر بھی ہوگا تو شرماشرمی کا می بنجائیگا۔ میری ایک انگریزن عنایت فرما کہتی تہیں کہ انگلستان میں ہمیقدور گھر کا ہر شخص اپنے ہاتھ سے اپنا کام کرتا ہے۔ اور گھر کے مشترکہ کام حصّہ رسد بانٹ دیئے جاتے ہیں چنانچہ میں نے بھی ایک سیاح انگلستان کے سفرنامہ میں دیکھا تھا کہ ایک غریب گھر میں بچوں کے ضعیف العمر والد کے ذمہ چراغ روشن کرنا اور آتشخانہ گرم کرنا تھا۔ سیاح مذکور کا بیان ہے کہ وہ مجھہ سے اپنے گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں جھٹپٹا ہوگیا۔ بڈھے صاحب خانہ نے باتیں چھوڑ کر فورًا اپنے مقررہ کام انجام دیدیئے۔ خلاصہ یہہ کہ جس گھر کے مردمان خانہ میں محبت۔ جاں نثاری اور باہمی امداد کا جوش ہوتا ہے۔ اُن میں ضرور حسن سلوک ہوتا ہے۔ اور جن میں حسن سلوک ہوتا ہے اُنپر خدا کی رحمت کا مینہہ برستا ہے۔

## ذرائع آمدنی پیدا کرنے

انسان کے لئے لوازمات زندگی۔ اور تمدن کے لئے لوازمات تمدن لابد ہیں۔ انکے لئے روپیہ۔ اور روپئے کے لئے آمدنی کے ذرائع لازم ہیں۔ ہم مسلمانوں میں ذرائع آمدنی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ گھر کا سرپرست مرد کمائے۔ اور باقی بیٹھے کھائے۔ گویا روپئے کا پیدا کرنا تو صرف تن واحد کا فرض ہے۔ اور اٹھانا سب کا فرض ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اولاد ذکور جوان ہوگئی تو کچھہ کمانے لگی۔ دوسرا طریقہ یہہ ہے کہ گھر کا ہر متنفس اپنی کوشش اور بساط کے موافق ضرور کچھہ پیدا کرے۔ مثلاً مردوں نے نوکری کی تجارت کی۔ ہل جوتا۔ یا چھپیری ڈہوئی۔ عورتوں نے گھر کی چار دیواری میں بیٹھکر مزدوری کے کپڑے سیئے۔ گوٹا کناری بنا۔ ٹوپیاں سیں۔ چکیاں پیسیں۔ چرخا کاتا۔ مردوں کا کمایا ہوا پیسا اٹھا اور عورتوں نے اپنی مزدوری سے خانگی سرمایہ جوڑا۔ پہلا طریقہ قوم کے اعلےٰ اور اوسط طبقوں میں رائج ہے۔ اور دوسرا غریب اور گھٹیا لوگوں میں۔ میرے نزدیک اعلےٰ اور اوسط طبقے کے ایک بڑے حصہ کا معطل رہنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ اسکا نتیجہ مفلسی ہے۔ ہمارے زمانہ میں جو قومیں ترقی یافتہ ہیں۔ انکا ہر فرد کمانے کی دہن میں لگا ہوتا ہے۔ مثلاً جاپان ہی ہے۔ سنا گیا ہے کہ وہاں اعلےٰ سے ادنیٰ تک مرد عورت۔ بوڑھا بچہ۔ اپنے اپنے قابل سب کچھ نہ کچھ پیدا کرتے ہیں۔ میرا منشاء یہہ نہیں ہے کہ ہمارے ہاں کی شرفا زادیاں باہر نکل کر خدا نہ کرے بے پردہ قوموں کی طرح کسب معاش کرنے لگیں۔ نہ یہی ہو سکتا ہے کہ کھاتے پیتے یا دولتمند گھرانوں کی بیویاں گوٹا ٹوپیاں جیسے ادنے کام قبول کرینگی۔ مگر اتنا ضرور ہونا چاہیئے کہ ہر شخص اپنے اپنے قابل ذریعہ آمدنی پیدا کرے۔ شریف اور اعلےٰ بیویاں سارا دن بیکار بکواس اور چوسر چپیسی کھیلنے کے بدلے سال بھر سوئی وغیرہ کے نفیس کام تیار کریں۔ اور شوق سے اپنے ہاں کی قومی نمائش میں فروخت کے لئے بھجدیا کریں۔ یہہ دوسری بات ہے کہ جنکو توفیق اور مقدرت ہو وہ اسی روپئے کو کسی قومی اور خیراتی کام میں دیدیں۔ ترقی یافتہ قوموں کی امیرزادیوں کو ایسا ہی کرتے سنا جاتا ہے۔

## اخراجات میں کفایت شعاری

جس طرح اخراجات ناگزیر ہیں۔ ان میں کفایت شعاری بھی لازمی ہے۔ اس موضوع پر صیغہ اصلاح تمدن کافی طور سے قلم فرسائی کر رہا ہے۔ یہاں اوسکی تہوڑی تشریح کرنی چاہتی ہوں۔ بعض لوگ کفایت شعاری کے

غلط معنے سمجھتے ہیں خرچ کرنیکے تین درجے ہیں۔ اسراف۔ کنجوسی۔ کفایت شعاری۔ بے ضرورت اور الٹے تلّلے لٹانے کا نام اسراف ہے جسکی مذہب اور عقل نے پوری مذمت و مخالفت کی ہے۔ جیسے آٹھ آنے کے موقع پر روپیہ اٹھا ڈالنا۔ یا جہاں بالکل نہ صرف کرنا چاہیئے وہاں اٹھا دینا۔ جو لوگ اسکو فیاضی کہتے ہیں۔ بالکل غلطی کرتے ہیں۔ ضرورت اور موقع پر خرچ نہ کرنا بلاشبہ کنجوسی ہے مثلاً قومی کام بغیر روپئے کے نہیں نکلتے۔ اور ہمارے پاس ہے مگر دیتے ہوئے دل دھڑکتا ہے۔ یا جتنا چاہیئے اتنا نہیں دیتے۔ یہہ بیشک کنجوسی ہے۔ کیا یہ پیسہ قبر میں ساتھ جائے گا؟ ہمسایہ میں کمسن یتیم بچہ بھوکا رو رہا ہے۔ ہم نے بچا ہوا کھانا اٹھوا کر چھینکے میں سینت دیا۔ بچیگا تو شام ہی کو اپنے کام آئیگا۔ نعوذ باللہ! ایسے ہی مواقع پر بچت کرنے والوں کے لئے نذرات ہے کہ قبر تنگ ملیگی۔ اب لیجیئے بیچ کا درجہ کفایت شعاری ہے۔ کفایت شعاری کیا ہے؟ اٹھانے کے وقت ضرور اٹھانا۔ مگر فضول اور بے ضرورت ایک پیسہ نہ سرکانا۔ اور اٹھانا تو اس سلیقہ سے اٹھانا کہ حتے المقدور روپیہ کا کام بارہ آنے میں نکلے۔ ساتھ ہی چار آنے کی بچت سے مقصد برآری میں کوئی ہرج یا کمی واقع نہ ہو۔ حضرت ملکہ معظمہ قیصر ہند نے ایک دفعہ کسی عورت کو ننگے پاؤں دیکھا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جوتی میسر نہیں۔ فوراً حکم دیا کہ ہمارے فلاں خاص موچی پاس جا کر جوتا پہن لو۔ ادہر موچی کو حکم بھیجدیا۔ آپ اسکو نقد روپیہ دیسکتی تہیں۔ اور وہ کسی شاپ سے خرید سکتی تھی مگر اس ترکیب میں خوبی یہ تھی کہ وہ لگو بندھو موچی باہر سے کم قیمت پر ویسا ہی عمدہ جوڑا دیتا تھا جیسا باہر سے زیادہ قیمت میں آتا۔ بس یہ ہے کفایت شعاری۔ ایک دفعہ شاہنشاہ ہند شاہجہان نے اپنے چاروں بیٹوں کو جیب خاص کے موازنہ کی کاپیاں بھیجیں کہ اسمیں کفایت نکالو۔ بھلا سعد اللہ خاں جیسے وزیر کا تیار کیا ہوا موازنہ کانٹے کی تول۔ تینوں بیٹوں نے پاس کر دیا۔ مگر عالمگیر کی قلم نے جسکی فطرۃ و لیاقت شاہنشاہانہ تھی۔ موازنہ کو نچوڑے بغیر نہ چھوڑا۔ لکھتے ہیں "آخور طویلہ۔ سخت ہیلہ۔ پس خوردہ اسپان۔ دانہ مرغان" ناسمجھ لوگ اسکو کنجوسی کہتے ہیں۔ مگر یہہ عین کفایت شعاری ہے۔ گھر کے دھندے میں ایسی کانٹ چھانٹ کی بہت گنجایش ہوتی ہے۔ اور گھر والوں میں اس قسم کی کتر بیونت ہونی لازمہ خانہ داری ہے۔ ورنہ گھر میں نہ رونق ہوتی ہے نہ برکت۔ پس اڑاؤ کھاؤ پیئو کو فیاضی اور کفایت شعاری کو کنجوسی کا لقب دینا سخت حماقت ہے۔ ✤

**موقع پر ضروری امور میں تنگدلی نکرنا** یہ صفت کفایت شعاری کے ضمن میں ہے۔ عزت۔ بیجا نام آوری۔ اور جان کی حفاظت یا آسائش میں تنگدلی کرنی بے تمیزی۔ بھڑاپا اور انگھڑ پن ہے۔ *

**غیر ضروری امور کو ترک کرنا** جو گھر غیر ضروری باتیں ترک کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔ اُنہیں سدا خاک اُڑتی ہے۔ آرام۔ جز بندی۔ اور کشائش مفقود ہوتی ہے۔ شب برات کی آتشبازی تو چھٹے ہی گی۔ اسے ہے عید کے دن ڈومنیاں کیسے نہ آئیں اندھیر ہے کہ پھول والوں کی سیر خالی چلی گئی۔ ایسی ایسی صدہا فضولیات سے اگر قطع نظر نہ کیجائے تو پیسہ خرد برد ہوتے ہوتے گھر کھک ہو جاتا ہے۔ اور وہ گھر محفوظ نہیں رہسکتا۔ ہماری اصلاح تمدن کا صیغہ ایسے غیر ضروری امورات سے عام قوم کو روکنے کے لئے غالباً ایک فہرست تیار کرنیکی ضرور کوشش کریگا اور اگر اس قسم کی کوئی فہرست تیار ہو چکی ہے تو افسوس میری نظر سے نہیں گذری۔

(بعض فہرستیں چھپ چکی ہیں۔ مفصل تیار ہوگی مگر مسلمانوں میں مدارج مختلف ہیں۔ ایک فہرست کام نہیں دیسکتی۔ اڈیٹر)

**مراسم بیجا۔ یا بیہودہ تمناؤں میں گرفتار نہ ہونا** قصور معاف۔ یہ مرض کچھ عوام کالانعام ہی میں نہیں خیر سے ہمارے ہاں کے اکثر خواص میں بھی موجود ہے۔ ؎

"چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی"

مگر خیر بری مثال کسی کی ہوا اُس سے بچنا چاہئے۔ لہذا ہر گھر کے لوگوں کو اب تباہ کن رسمیں جنکے دکھڑے عصر جدید اور دیگر قومی اخبارات سے سنتے سنتے کان پک گئے ہیں۔ ہر شخص کو اپنی اپنی جگہہ ترک کرنی چاہئیں۔ سب سے بڑھکر تمنائیں اپنے بعد اپنی اولاد کے متعلق ہوتی ہیں۔ اُن میں سے جو بہتر تمنائیں ہیں اُن کے پورا کرنے کی ضرور کوشش کرے۔ مگر جو واہیات۔ اور خلاف خدا و رسول ہوں اُنکو یک قلم اُڑا دینا کیسا دل کے پاس ہی نہ پھٹکنے دینا چاہئے۔ گھر کی عورتیں اگر یہہ کہیں کہ میں اپنے بچے کو روزہ کا دولھا بنا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں۔ تو مردوں کو سمجھانا چاہئے۔ اور مرد اگر متمنی نظر آئیں کہ ہمارے ہاں کے کسی جلسہ کی شہر بھر میں دھوم ہو تو عورتوں کو انکی طبیعت کی باگ موڑنی چاہئیے۔ ورنہ عمر بھر وہ گھر اور گھر والے "برات عاشقاں بر شاخ آہو" کے مصداق رہیں گے۔ *

**اولاد کی پرورش۔ اور تعلیم و تربیت** بجائے بیہودہ آرزو اور ارمانوں میں گرفتار ہونے کے ہر خانہ دار کو خانہ داری کی اس شق میں اپنی پوری کوشش صرف کرنی چاہئیے۔ گو ہمارے ہاں بیقاعدہ طور سے پرورش تعلیم و تربیت ہوتی ہے۔ اور اُسکا نتیجہ حسب کوشش ضرور نکلتا ہے۔ مگر بہتر ہے کہ اب اُس ڈھنگ کے ساتھ ہونی چاہیئے جو مسز واکر صاحبہ اور مسز مارکین صاحبہ نے رسالہ خاتون میں بتایا ہے۔ یا یہی لیڈیاں یا اور اور تجربہ کار بیویاں اس سے زیادہ بتائیں۔

**اخراجات کی مدیں قایم کر کے آمدنی میں سے حصے مقرر کرنے** بہت تھوڑے گھر ایسے ہونگے جنمیں مداخل مخارج کی مدوں پر تقسیم کر کے گھر چلایا جاتا ہوگا۔ مدت سے یہ عقیدہ بہت زور کے ساتھ پھیل گیا ہے کہ بیحساب اُڑائینگے۔ تو خدا بیحساب ہی دیگا۔ مگر ہمارے علمائے اخلاق نے اخراجات کی تین مدیں قائم کی ہیں۔

(۱) اخراجات روزمرّہ۔ (اس میں اپنے گھر کے علاوہ حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی داخل ہیں)۔

(۲) حوادثات معمولی و غیر معمولی کے لئے سرمایہ رکھنا۔ (۳) سرمایہ محفوظ۔ پچھلے زمانہ میں گو نہو مگر میرے نزدیک اوّل مد میں اگر زیادہ گنجائش نہو تو تیسری مد کو اولاد کی تعلیم و تربیت میں اُٹھانا چاہیے اور اولاد کو روپیہ کی محبت میں کورا یا ادھورا نہ چھوڑنا چاہیئے۔ بقول شخصے مال کے جمع کرنے سے علم و ہنر کا جمع کرنا بہتر ہے۔ یہاں یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اول مد میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کیوں داخل کئے ہیں؟ اسلئے کہ اپنے ذاتی اخراجات کیطرح یہ بھی لابد ہیں۔

**کاہلی نہ کرنی** کاہل نہ بننے سے علاوہ اخلاقی۔ مذہبی اور مالی منفعتوں کے گھر اُجلا رہتا ہے۔ گھر کے ہر ممبر کو چاہیئے کہ جو چیز جہاں سے اُٹھائے وہیں رکھدے۔ اور کبھی کسی چیز کو غلط استعمال نہ کرے۔ اس سے گھر میں چہل پہل اور اُجالا ہی کچھہ اَور ہوتا ہے۔

**اپنے اندوختہ مال و منال کی حفاظت کرنی** جس پیسے کو محنت سے کمایا ہے اُسکو ہوشیاری کے ساتھ محفوظ رکھنا چاہیئے۔ تضییع مال کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) بیرونی چوری۔ (۲) خانگی چوری۔ اوّل الذکر کو سب جانتے ہیں البتہ آخر الذکر چونکنے کی بات ہے۔ سُنئے خانگی چوریاں وہ ہیں جو چھٹی اور ساتویں مد میں بیان ہوئیں انکی بہترین محافظت عقل کا دل پر تسلط ہے۔ بیرونی چوری کے انسداد کے لئے مدت سے یہ قاعدہ جاری ہے

اور اکثر لوگ اس پر عمل کرتے ہیں کہ زیور بناتے اور یہہ خیال کرتے ہیں کہ روپیہ محفوظ رہتا ہے۔ اور بیچ کا سنگھار اور بھوکے کا ادھار ہے یہہ بدعقلی ہے۔ اس میں مال گھٹنے کے علاوہ جو کچھ باقی رہتی ہے۔ اُدہر چوروں کے مُنہ میں پانی بھرتا ہے۔ سب سے اچھی تدبیر تو یہہ ہے کہ کسی معتبر اور تجارت یا جائیداد میں لگا دیا جائے۔ اور یہ نہ ہو سکے تو بینک میں محفوظ کرادے۔

**مہمان کی بقدر واجب تواضع**

لازم ہے۔ مگر نہ اس قدر کہ رفتہ رفتہ میزبانی کے قابل ہی نہ رہیں۔ جیسے یورپ کے ایک پادری نے اپنی دولتمندی کے زمانہ میں ایسی دریادلی برتی۔ کہ انجام کار خود بھوک سے جان دینی پڑی۔ مفلسی کے وقت جب کوئی ہری چگ پاس نہ دکھائی دیا۔ تو سوڈا واٹر وغیرہ کی بوتلوں کے کاگ پر مرتے وقت لکھ گئے کہ اتنے ہزار بوتلوں کی تواضع کا یہہ نتیجہ ہوتا ہے جو مجھ مسرف و بے اعتدال کا ہوا ہے۔ خلاصہ یہہ کہ مہمان نوازی بھی کفایت شعاری کے تحت میں رہے آپ دو قسم کا کھانا کھاتے ہیں تو بیشک مہمان کے آگے چار طرح کی چیزیں رکھنی چاہئیں۔ بے ترتیب گھروں میں ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ سارا دن پاندان آباد رہا۔ آپ ایک ایک پان کی گلوریاں کھائیں۔ اتفاق سے مہمان جو آگیا تو پان ہو چکے تھے۔ یا وٹکڑا بنا کر رکھدیا یا ہلو پتو ٹرگئی۔ روزمرہ کے اٹھاؤ میں معمولی مہمان کا لحاظ رکھنا ضرور ہے۔

(لیکن مہمان کی خاطر اس قدر نہ کرنی چاہیئے کہ مہمان کا آنا بلائے جان ہو۔ ایڈیٹر)

**خیرات کرنی مگر خیرات بیجا سے بچنا**

اِس امر پر بھی بزرگانِ قوم خوب زور دیچکے ہیں۔ اور دے رہے ہیں۔ لہذا کچھ لکھنے کی بہ نسبت عمل پر اکتفا مناسب سمجھتی ہوں۔

**مصائب کی تحمل سے برداشت کرنی اور انکے دفعیہ کی تدبیر کرنی**

گھر والوں کا فرض ہے۔ ورنہ زندگی جان کندنی سے بدتر ہو جاتی ہے۔ اور بڑے بڑے مذہبی اور قومی نقصان ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی زندگی نام ہے واقعات کے مجموعہ کا۔ ان میں سے اچھوں پر خوشیاں منانی اور بُروں پر ہائے واویلا کرنی کم ہمتی ہے۔

یہہ کیا کہ بچنا خار سے اور گل کو دیکھنا + منظور صلح کُل ہے تو پھر کُل کو دیکھنا +

ہر مشکل کے لئے سینہ سپر ہونے سے یا وہ مشکل ٹل جاتی ہے یا پانی ہو جاتی ہے۔

**مذہبی پابندیوں کا قائم رکھنا**

مذہبی پابندیاں علاوہ معاد کے اخلاقی منزلوں کی سیڑھیاں ہیں جس گھر میں مذہبی پابندی شعار نہیں ہے میرے نزدیک وہ گھر قبرستان یا درندوں کے جنگل سے بدتر ہے۔ لہٰذا گھر کا ہر فرد ارکان مذہب کے ادا کرنے کا سختی سے پابند ہو۔

**ناقابل اشخاص کی صحبت سے بچنا**

گھر میں نالائق اور غیر معتبر آدمیوں کی آمد و رفت بُرے نتیجے پیدا کر دیتی ہے ... الوں کے ایسے بیرونی اشخاص کا زہریلا اثر لیکر گھر میں آنا چاہیئے، ورنہ رفتہ رفتہ گھر کا گھر صحبت ... نا معلوم و اسکے اثر میں گھر کر برباد ہو جائیگا یا اُسکا پایہ گھٹ جائیگا۔

**وقت کو ضائع نہ کرنا**

اگر کسی گھر میں دس آدمی ہیں۔ اور وہ وقت کو ضائع نہیں کرتے تو برخلاف دوسرے گھروں کے اُس گھر کا دن بارہ گھنٹہ کی جگہ ایک سو بیس گھنٹہ کا ہے اتنے بڑے دن میں کتنا کام ہو سکیگا۔ اور وہ گھر کیسا ترقی یافتہ ہوگا۔ ہمارے ہاں تضیع اوقات کے مرض میں مرد ... مبتلا ہیں۔ چونکہ وہ خود علیل ہیں۔ اُن کا علاج مردوں پر فرض ہے۔ کیا انکے ... اور اپنی نصیحتیں عمل کرانا ازالہ مرض کے لئے کافی نہیں ہیں؟ جب میں آسودہ حال گھرانوں کی بیبیوں کو دیکھتی ہوں کہ فارغ البال ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھی ہیں تو کیا حسرت آتی ہے ... کاش یہ بیبیاں اپنے خالی وقت کو غریب قوم کے کسی کام میں صرف کرتیں۔ تو خاصہ ایک پنچ ... قومی کام کا کام ہوتا اور انکا وقت بیکاری کی لوٹ سے بچ جاتا۔

**سلیقہ مندی**

گھر داری کا جزو اعظم ہے خصوصاً بیویوں کا اصلی زیور یہی ہے لیکن یہ جوہر تمام ... اور وقت کو قابو میں لانے بدوں ہاتھ آنا مشکل ہے اور نہ ان دونوں باتوں بغیر اسکا ظہور ممکن۔

**زبان پر قابو رکھنا**

زبان میں خداوند تعالیٰ نے دو قوتیں بخشی ہیں۔ ایک ذائقہ۔ دوسری ناطقہ۔ پہلی قوت کے حد سے آگے بڑھنے کا نام چٹورپن ہے۔

جو لاکھ کا گھر خاک کر دیتا ہے۔ دوسری قوت کی زیادتی زبان دراز بناتی ہے جو فساد۔ لڑائی۔ پھوٹ اور نااتفاقی کی دایہ ہے۔ گھر والوں کو زبان کی یہ دونوں طاقتیں حد اعتدال پر رکھنی واجب ہیں۔

مذکورۂ بالا باتوں کے علاوہ ممکن ہے کہ تجربہ کاروں کی نظر میں کچھ اور باتیں بھی تدبیر منزل کی ذیل میں باقی رہی ہوں۔ یا میری رائے میں کہیں نقص بھی ہو۔ مگر غالباً سب کو اتفاق ہوگا کہ فی زمانا ہماری خانہ داری کی حالت نہایت تنزل میں ہے۔ یہ حالت تعلیم بغیر نہیں سنور سکتی۔ جناب مہر دردیہ صاحبہ نے جو مضمون بعنوان "تعلیم نسواں" رسالہ خاتون میں شائع فرمایا ہے اُسکے ضمن میں محترمہ نے بھی رائے دی ہے کہ بغیر تعلیم و تربیت کے امور خانہ داری بہتر طریقے سے انجام نہیں پا سکتے۔ اے میری قوم کے وہ بزرگو۔ جو اپنی اندرونی و بیرونی زندگی کو اُجلا اور مطمئن دیکھنے کے آرزومند ہو! اٹھیے۔ اٹھیے۔ ورنہ عورتوں کی تعلیم میں دریغ نہ کرو۔ الٰہی تو ہمکو توفیق دے کہ جن باتوں کو ہم جانتے اور سمجھتے ہیں اُنکو برت بھی سکیں۔

بنت نصیر الدین حیدر — ۱۵ ستمبر ۱۹۰۵ء

**نوٹ:** — اس مضمون میں صاف اور مختصر طور پر وہ سب مباحث بیان ہوئے ہیں جو اس زمانہ میں عورتوں اور مردوں کے لیے ضروری ہیں۔ اسی وجہ سے مس نصیر الدین حیدر کے اس مضمون کو ہم جائے عزت دیتے ہیں۔ مگر مضمون پڑھنے بلکہ لکھنے سے بھی کچھ فائدہ نہیں جبتک دل پکا کرکے اُسپر عمل نہ کیا جائے۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ مستورات کے معزز اخبارات و رسالے مثلاً **خاتون و تہذیب نسواں** خاص طور پر جملہ معاملات متذکرہ بالا پر توجہ کرینگے۔

آخر میں ہم کو لائق مضمون نگار سے امید ہے کہ وہ اور دیگر خواتین بلکہ مرد بھی مضامین میں مشکل الفاظ اور عربی ترکیبیں کم استعمال فرمائیں تو بہتر ہے۔ مشکل نویسی کا عیب ہم نہیں چاہتے کہ مردوں سے گذر کر عورتوں تک پہونچے۔ چنانچہ **عصر جدید** ایسے موقعہ پر بے تامل ترمیم کر دیا کرتا ہے فقط

ایڈیٹر

**نوٹ** (۱) حیات جاوید اور مولانا حالی کی جملہ تصانیف دفتر عصر جدید سے ملسکتی ہیں۔

(۲) قادیانی نمبر (اگست ۱۹۰۵ء) عصر جدید کا ۲ر ۹ پائی کے ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جا سکتا ہے۔

(مینیجر)

# ہماری ناک

ہمارا روئے سخن اس "ناک" کی طرف نہیں۔ جو کسی کے مصحف رخ پر "بینی" کہلاتی ہے۔ بلکہ یہاں ایک موہوم اور ادعائی "ناک" سے بحث ہے۔ جو اگرچہ وجود فی الخارج نہیں رکھتی۔ مگر ہے سچ مچ کی "ناک" سے زیادہ تیکھی۔ نکیلی اور نازک۔

جس طرح "کمر یار" کو یار لوگوں نے بناتے بناتے اتنا لگاڑا کہ اسکا وجود عدم سے جا ملایا۔ اسی طرح ہماری بے مغزی۔ نالائقی۔ بیہودگی۔ اور عاقبت نااندیشی نے اس رائی کا پربت بنا کھڑا کیا۔ "کمر یار" کو تو ایک "آن" پیدا کرنے کے لئے شاعروں کا زور تخیل جانب عدم کھینچے لئے جاتا تھا اور اس "ناک" کی بدولت "آن" نہ جانے دینے کے خبط میں ہم اپنے ہاتھوں منہ کے بل تباہی اور افلاس کے گڑھے میں آ گرے۔ زر۔ زیور۔ زمین۔ سب کھو بیٹھے۔ مفلس۔ قلاش۔ نادار ہو گئے بھیک مانگنے لگے۔ ابھرنے کے قابل نہ رہے۔ مگر بل بے بے غیرتی وہیں پڑے "ناک" "ناک" پکار رہے ہیں۔ نکلنے کی فکر نہیں۔ مگر "ناک" کا سودا سر میں اسی طرح موجود ہے۔

ہماری حالت اس بدمست کی سی ہے جو سر راہ کیچڑ میں لت پت دنیا و مافیہا سے بیخبر پڑا ہو۔ بے در و راہ رو اس پر پھبتیاں کہتے ہنستے گزر رہے ہوں۔ اور اسے جب کبھی ذرا ظہور ہوش آتا ہو جام ہی جام پکارتا ہو۔

باپ کا انتقال ہوا اور ہمیں "ناک" کی پڑی۔ بیٹے کا بیاہ رچایا۔ اور "ناک" کی سوجھی۔ جائداد بٹ جائے۔ مکان کے کوڑے ہو جائیں۔ رہنے کو جھونپڑا نہ رہے۔ بلا سے۔ مگر "ناک" ہاتھ سے نہ جائے۔ کوتاہ نظری تو دیکھئے کہ "ناک" سے آگے کچھ سوجھتا ہی نہیں!۔

دو پیسوں کی جگہ اگر چار نہ خرچ کریں۔ تو ہماری ناک نہیں رہتی۔ ادھر کفایت کی سوجھی ادھر "ناک" کٹی۔ ناک نہ ہوئی پانی کا بلبلا یا دلی والوں کی "نمش" ہوئی کہ ذرا دامن نسیم چھوا۔ یا انگلی کا پھول لگا اور کہیں نہ تھی۔

میرے ایک دوست فرماتے تھے۔ کہ ان کے شہر کے ایک صاحب کسی کی دیکھا دیکھی عشرہ محرم میں بطور نیاز لوگوں کو کھانا کھلانے لگے۔ ابتداً تو کچھ اہتمام تھا۔ مگر پھر سُستی بھول گئے۔ اور کھانے کی یہہ کیفیت کہ بغیر پانی کے حلق سے نیچے نہ اترا کرے۔ ایک بار کھاتے میں کسی نے شکایت کی۔ تو ایک ظریف بولے۔ کہ میاں جانتے نہیں یہہ تبرک ہے۔ اور تبرک آنست کہ از حلق فرو نہ رود۔" خیر یہ تو ایک لطیفہ ہوا۔ آگے سُنئے۔ کہ یہ تو دوست صاحب اب کسی وجہ سے اس رسم نیاز کو چھوڑنا چاہتے ہیں۔ لیکن نہیں چھوڑ سکتے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ بھئی ہم چھوڑ تو دیں۔ مگر ناک نہیں رہتی۔" دنیا کیا کہے گی۔ اسلئے لکیر پیٹے جاتے ہیں۔"

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کس قدر لغو حرکت ہے۔ کیا ایمان و اعتقاد ہے۔ دینی مذہبی معاملات میں دنیا کی طعن و تشنیع کا کیا خوف۔ اول تو انسان بے سوچے سمجھے ایسی حرکت ہی کیوں کرے۔ خصوصاً ایسے کاموں میں چاہئے اخلاص و عقیدہ۔ جب یہہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ الاعمال بالنیات۔ کوئی ان بزرگوار سے پوچھے۔ کہ حضرت آپ کو کے نفل کا ثواب ہوا۔ گھر سے روپیہ خرچ کیا۔ اہتمام و انصرام کی تکلیف برداشت کی۔ اور جو کچھ کیا۔ کیا صرف نام و نمود کو۔ یہہ آپ اللہ میاں سے چاہتے کیا ہیں؟ ہائے ہماری عاقبت نااندیشی اور حق ناشناسی کا بُرا ہو۔ جس نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا۔ "ازیں سو راندہ۔ وزاں سو درماندہ۔" اور یہہ صرف ایک مثال ہے۔ ممکن ہے بیسیوں سینکڑوں جاہل ایسا ہی کرتے ہوں۔

کیا بھیڑیا دھان خلقت ہے۔ تباہ ہوئی جاتی ہے۔ پسی پڑتی ہے۔ مرمٹی ہے۔ مگر اپنی واہیوں سے باز نہیں آتی۔ اسلاف کا سا مقدور نہیں۔ اپنی حالت پر نظر نہیں۔ مگر فکر یہی ہے کہ رسوم شادی غمی میں کوئی دقیقہ بے ہودگی اوٹھا نہ رکھا جائے۔ زمین خالصے لگتی ہے۔ زیور بک رہا ہے۔ مکان رہن ہوتا ہے۔ مگر خوش ہیں کہ "ناک" تو رہی۔

اگر فرزند رشید کی شادی ہے۔ تو ابا جان۔ فرماتے ہیں۔ بیٹا لائق ہوگا اور پیدا کر لیگا نہیں تو اپنی آپ بھگتیگا۔ یہہ چیزیں دُنیا میں اسی لئے ہوتی ہیں۔ قبر میں تو کوئی ساتھ لے ہی نہیں جاتا۔ معقول!!

اور بابا مر گئے تو چھوٹے میاں۔ اگر مقدور سے زیادہ روپیہ فضول طور سے نہ اڑادیں خلف الصدق

نہیں۔ نمودار نہیں۔ سعادت مند نہیں۔ ناک والے نہیں۔ چوری کریں ڈاکہ ماریں۔ دغا کریں فریب کریں۔ قرض لیں۔ غرض جس طرح بن پڑے روپیہ سمجھیائیں اور یہہ ہولی کھیلیں۔ اور نقتدار رہیں اگر کوئی تعریف کرے تو بڑے نازنیاز سے فرمائیں۔ جناب میرے پاس کیا ہے۔ اور میں کس لائق ہوں۔ یہہ تو جو کچھ ہے انہی مرحوم کا صدقہ ہے" سچا ارشاد ہوا۔

خدا جانے یہ ناک کاہے کی ہے۔ کہ زمین بچے۔ تو یہ انگل بھر اور بڑھے۔ مکان کی سیڑھی ہو۔ تو اس میں ایک نئی "آن" نکلے۔ زیور کے کوڑے ہوں۔ تو اسکا حسن دوبالا ہو۔ بھیک مانگنے لگیں تو اسکی شان میں فرق نہ آئے۔ مگر ادہر ترک فضولیات کا خیال دل میں آیا۔ اور اُدہر "ناک" کٹی سا!

"ناک" کیا ہے دشمن مادرزاد ہے کہ ہمیں دنیا میں فراغبال اور عقبیٰ میں خوش حال دیکھنا ہی نہیں چاہتی۔ اور ہم ایسے رسم و رواج کے بندے ہوئے ہیں۔ کہ ذرا اسکے خلاف ورزی میں گویا کفر و بدعت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

خدا اور رسُول خدا کے احکام کی خلاف ورزی ہو تو ہو۔ نماز چھوٹ جائے تو چھوٹ جائے روزہ نہ رہے تو نہ رہے۔ زکوٰۃ نہ دیں تو نہ دیں۔ خمس نہ ادا ہو تو نہ ادا ہو۔ اِس سے ہمارے دین۔ ہمارے مذہب ہماری عزت ہماری وجاہت میں کچھ نقص واقع نہیں ہو سکتا۔ مگر جوں ہی کسی رسم فضول و مہمل کے چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ گویا "گئے دونو جہان کے کام سے ہم نہ ادہر کے رہے نہ اُدہر کے رہے"۔

ہم اپنی اولاد کی شادی عموماً اس قدرتی خواہش سے کرتے ہیں کہ وہ پھلیں پھولیں پروان چڑھیں اور آئندہ زندگی بہ آرام بسر کریں۔ کون باپ ہے جو اپنی اولاد کو خوش حال و شادکام نہ دیکھنا چاہتا ہو۔ اور حتی الامکان اسکی آسایش کا سامان مہیا نہ کرتا ہو۔ مگر شادی بیاہ کے وقت اندہی تقلید سے ایسی فضول رسمیں ادا کرتے ہیں کہ شرعاً جایز ہوتی ہیں۔ نہ عقلاً اور نہ اخلاقاً میں پوچھتا ہوں کیا خواہ مخواہ دہوم دہام اور امیرانہ ٹھاٹھ سے شادی بیاہ کرنا ضروری ہے؟۔ اگر نہیں تو کیوں لنگوٹی میں بھاگ کھیلا جاتا ہے۔ کیا فرض ہے کہ آپ جائیداد ہی بیچکر شادی اولاد کریں؟ اگر نہیں تو کیوں اثاث البیت تک نیلام کیا جاتا ہے۔ اور کیوں اپنے نورِ نظر لختِ جگر کی آئیندہ زیست تلخ

کی جاتی ہے۔ کیا ایک ارمان بھرا دل یہ گوارا کر سکتا ہے۔ کہ شادی ہوتے ہی کاسۂ گدائی اس کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ یعنی چھوٹتے ہی فکر معاش میں اسے دریوزہ گری کرنی پڑے۔

ہمیں تو ایسی بیسیوں مثالیں یاد ہیں۔ کہ ابا جان نے فرزند عزیز کی شادی تو بڑی تزک و احتشام اور بڑی شان و شکوہ سے کی مگر بعد میں دیوالہ نکل گیا محض اس وجہ سے کہ عاقبت نااندیشی کی تھی۔ اور چادر دیکھ کر پاؤں نہیں پھیلائے تھے۔ بعض مثالیں ایسی بھی مشاہدے میں آئی ہیں کہ کسی گھر میں آندھی کے آم ہو کر روپیہ آگرا۔ اور باوا کے بیٹھتے نہ سمٹا۔ تو فرزند رشید نے مٹھیاں بھر بھر کر اڑانا شروع کیا۔ اور بڑے میاں کے چہلم تک ننگے ہو بیٹھے۔ "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" اور ایک چہلم پر ہی تو بس نہیں۔ چھماہی۔ برسی۔ شب برات کا حلوا۔ اور خدا جانے کیا اور کیا واہی تباہی رسمیں ادا کر کے گنے دنوں میں ایسے ہو بیٹھے۔ جیسے پورٹ آرتھر میں روسی جنرل سٹاسل رہی نیاز نذر ہم کہتے ہیں محرم میں ہونی چاہئے۔ اور ضرور ہونی چاہئے۔ مگر کس طرح ہو خالصاً لوجہ اللہ۔ مداہنت۔ منافقت اور آرزوئے شہرت سے بالکل پاک۔ یہ نہیں کہ اگر نہ کی تو ناک کٹ جائیگی۔ حسین علیہ السلام نے حمایت اسلام میں وہ کام کیا۔ جو از آدم تا ایندم کسی سے نہیں ہو سکا۔ کیا کوئی نظیر ایسی ہے؟ پس ہمیں ایسے معظم و برگزیدہ کائنات عالم کی یادگار ضرور قائم رکھنی چاہئے اور باحسن الوجوہ رکھنی چاہئے۔

بلا تشبیہ عرض ہے کہ دیکھئے یورپ میں معمولی دنیا داروں کی یادگاریں قایم کی جاتی ہیں انگلستان میں مصنفوں کے مسودے بلکہ بعض کی جوتیاں تک عجایب خانوں میں تبرکاً محفوظ رکھی ہیں۔ اور ان کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

حسین علیہ السلام نے تو وہ کام کیا ہے۔ جو قیامت تک صفحۂ دنیا سے محو ہونیوالا نہیں۔ یہ یادگار تو بدرجہ اولیٰ قایم رکھنی چاہئے۔ مگر نہایت احتیاط سے کہ شرع مقدس کی آنکھ میں خار کی طرح نہ کھٹکے یعنی فضول یا فضول طریقہ کے اخراجات کی وجہ سے قرآن شریف کی مخالفت نہ ہو۔ اور اپنی حیثیت کا خیال رہے۔ اور سودی قرض نہ لینا پڑے۔ ایسا ہی شادی اور غمی کے موقعوں پر احتیاط اور سنجیدگی سے کام کرنا چاہئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تم کچھ کھاؤ پیو مت۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روزہ رکھ کر بیٹھ جاؤ۔ نہیں۔ کھاؤ۔ پیو۔ مگر حد سے نہ بڑھو۔ کیونکہ خدا بیشک حد سے گذرنیوالوں کو ناپسند

کرتا ہے"۔ (قرآن)

خیرات کرو اور ضرور کرو۔ مگر اسکا مصرف صحیح مشخص کر کے۔ بغرض خدا کے لئے قدامت پرستی چھوڑ دو۔ وہ تو پیٹ بھرے کے چوچلے تھے اسلاف جو کچھ کر گئے ممکن ہو کہ اس وقت کے لئے موزون ہو۔ مگر اس وقت تو جھونپڑوں میں رہکر محلوں کے خواب دیکھنے کا مصداق ہے۔

کیسی "ناک" اور کہاں کی شرم۔ یہہ شرم نہیں بلکہ بیشرمی ہے کہ گھر پھونک کر تماشا دیکھا جائے ذرا حمیت و غیرت سے کام لو۔ ذرا عقل و تمیز سے غور کرو۔ اخلاقی جراءت کے جوہر دکھاؤ۔ اور جہاں تک ہو سکے جتنی چادر ہو۔ اُتنے ہی پاؤں پھیلاؤ۔ ورنہ یہہ ناک تو آج نہیں کل۔ کل نہیں پرسوں۔ آخر ایک روز کٹ کر رہیگی۔ اور تمہیں دنیا میں مُنہہ دکھانے قابل نہ چھوڑے گی۔ فقط

سید علمدار حسین واسطی بنوڑی۔

**نوٹ**:- سید صاحب کا یہ پہلا ہی مضمون عصر جدید میں آیا ہے۔ ہم خوشی کے ساتھ چھاپکر امید کرتے ہیں کہ آیندہ وہ ہمیشہ مضامین لکھتے رہیں گے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہماری خواہش اور **ناک والے فریق** کی خواہش بالکل ایک ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ **ناک** یا عزت قایم رہے۔ ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ دنیا و دین میں مسلمانوں کی ناک، یا عزت قایم رہے۔ مگر ہمارا پختہ یقین ہے۔ کہ عزت کفایت شعاری۔ سچائی حیثیت کے اندر رہنے اور انجام بینی سے قائم رہے گی۔ جو اسکے خلاف چلیگا اوسکی ناک جلد کٹ جائے گی۔ اور کٹ گئی۔ اور کٹتی جاتی ہے۔ جن میں عقل اور سمجھ ہے وہ غور کر لیں کہ ناک کس طریقہ سے باقی رہے گی۔ فقط۔

ایڈیٹر۔

# بمبئی کا رمضان



اس مضمون میں صیام کے فضائل بیان کرنا مجھے منظور نہیں۔کیونکہ تیرہ سو برس سے مسلمان اس مہینے کو شریف اور مبارک کہتے اور سمجھتے چلے آئے ہیں ٭ ہمیں یہ مہینہ کس قدر عزیز ہے اس کے متعلق اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ادھر رجب کا چاند نظر آیا۔ادھر رمضان کی آمد آمد کی ہم خوشیاں منانے لگے ٭ شوق کی یہ کیفیت۔کہ ہر روز دن گنتے ہیں کہ رمضان کے آنے میں اب اتنے دن باقی رہے اور اب اتنے دن باقی رہے ٭ جب یہ مبارک مہینہ ہم سے رخصت ہوتا ہے تو ہمارے دل میں ایسا درد۔ایسا قلق محسوس ہوتا ہے گویا ہمارا کوئی عزیز رشتہ دار ہم سے جدا ہوتا ہے یا معشوق دلدار پیام فراق سناتا ہے ٭

روئے زمین پر جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں ہر جگہ فرائض مذہبی ادا کرنے کا طریقہ اصولاً ایک ہی ہے ٭ ہر جگہ متقی پرہیزگار۔نمازی روزہ دار ہوتے ہیں اور تارک الصلوٰۃ روزہ شکن گنہگار بھی پائے جاتے ہیں لیکن ہر شہر میں بعض خصوصیتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ جن کا بیان اگر شہروں کے رہنے والوں کے لئے دلچسپی سے خالی نہیں ٭

انتیسویں شعبان کی شام کو کھلے میدانوں میں یا محلوں کے نکڑوں پر مسلمان گروہ در گروہ چاند دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔کیونکہ بمبئی میں بوجہ جگہ کی قلت کے اکثر مکانات سہ منزلہ اور چہار منزلہ بنے ہوئے ہیں۔اس لئے گھر ہی پر بیٹھے بیٹھے چاند نہیں دکھائی دیتا ٭ ریل کی روزانہ متواتر آمد و رفت نے نقل مکان کو آسان کر دیا ہے۔اس لئے بعض اشخاص فرداً فرداً پانچ دس میل بمبئی سے دور کسی گاؤں یا قصبے کو چلے جاتے ہیں۔تاکہ بمبئی میں اگر مطلع صاف نہ ہوا تو وہ وہاں سے رویت ہلال کی خبر لائیں ٭ بعض متمول اصحاب اپنے اپنے باغوں میں۔جو نواح شہر میں واقع ہیں۔ضیافت کا سامان مہیا کرتے ہیں۔اور صبح ہی صبح دوست احباب کو لے کر رمضان کے استقبال کے لئے وہاں جا پہنچتے ہیں ٭ دن بھر اپنے اپنے مذاق کے موافق لطف صحبت اٹھاتے ہیں اور

غروبِ آفتاب کے بعد چاند دیکھ کر خوشی خوشی گھروں کو لوٹتے ہیں ۔ بعض شوقین اور محتاط اشخاص سہ پہر کے بعد کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر میں دور دور نکل جاتے ہیں تاکہ درخت وغیرہ کوئی شے اُن کی نظر اور اُفق کے درمیان حائل ہو کر چاند دیکھنے کی مزاحم نہ ہو ۔

بمبئی میں تو یہ خمتی (یعنی رمضان کا چاند دیکھنے کے لئے باغ جانے) کا رواج بہت کم ہے۔ اور غربا اور عوام تو شاید اس کے وجود سے بھی واقف نہیں لیکن شہر سورت میں امیر اور غریب سبھی اس روز ایک تہوار مناتے ہیں ۔ امیر اگر کسی باغ دلکشا کے بنگلے پر خاصہ نوش جان فرماتے ہیں، تو غریب اپنی چٹنی روٹی شہر سے باہر کسی نہر یا ندی کے کنارے بیٹھ کر قناعت کے ساتھ کھاتے ہیں ۔

بمبئی میں جامع مسجد کے خطیب صاحب کے دروازے پر پھریرا دیا نظر آتا ہے کہ اطلاع نہ ہوا تو رویت ہلال کی صحیح شہادت گزرنے پر ایک قندیل لٹکا دی جاتی ہے جسے دیکھ کر لوگ یقین کر لیتے ہیں کہ رمضان شریف کا چاند ہو گیا ۔

رویت ہلال کی خبر شہر میں مشتہر ہوتے ہی نماز تراویح کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں ۔ بمبئی میں ایک سو کے قریب مسجدیں ہیں اور یقیناً ہر مسجد میں نماز تراویح با جماعت ادا کی جاتی ہے ۔ بعض بڑی بڑی مسجدوں میں ایک سے زیادہ جماعتیں بھی کھڑی ہوتی ہیں ۔ مثلاً جامع مسجد میں۔ جو دو منزلہ ہے ——— اور بمبئی میں اکثر مسجدیں دو منزلہ ہیں ——— اوپر کی منزل میں ایک حافظِ قرآن جماعت تراویح کی امامت کرتے ہیں اور بیس رکعتوں میں قریب سوا پارے کے قرآن پڑھتے ہیں ۔ حافظ جی کی نماز تھکا دینے والی ہوتی ہے۔ اس لئے اُن کے مقتدیوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے اور ان مقتدیوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو دکھاوے کی خاطر اس جماعت میں شامل تو ہوتے ہیں لیکن ہر دوگانے میں پہلے تو بیٹھے رہتے ہیں۔ اور جہاں رکوع میں جانے کا وقت قریب آیا جھٹ پٹ اُٹھ کر رکعت باندھ لیتے ہیں اور اس طرح نماز کی نصف مشقت سے گویا بچ جانے کی کوشش کرتے ہیں ۔

ایک دوسری جماعت نیچے کی منزل میں قائم ہوتی ہے ۔ اس جماعت میں حافظ جی کے مقتدیوں سے سہ چند بلکہ چہار چند مقتدی ہوتے ہیں ۔ دونوں جماعتیں کئی لحاظ سے ایک دوسرے کی برعکس ہوتی ہیں ۔ وہاں تاخیر ہے۔ یہاں تعجیل ۔ وہاں ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جاتا ہے۔ یہاں پارۂ عم کی چھوٹی چھوٹی سورتیں ۔ مؤخر الذکر جماعت میں عجلت کی یہ کیفیت ہے کہ مقتدی اگر معجّل نہ ہوا تو وہ

ابھی رکوع ہی میں ہوتا ہے کہ امام دونوں سجدے ختم کر کے قیام میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ غرض اس جماعت کی کیفیت بعینہ ایسی ہی ہوتی ہے جیسے مدرسے کے شریر لڑکوں کو چھٹی کے گھنٹے کے بعد اُستاد نے اُٹھک بیٹھک کی سزا دی ہو اور وہ جلدی جلدی بیٹھکیں لگاتے ہوں کہ کب بیٹھکوں کی مقررہ تعداد پوری ہو اور وہ گھر کا رُخ کریں۔

چند حضرمی عرب اپنی ایک مختصر سی جماعت علیحدہ قائم کرتے ہیں اور بڑے اعتدال کے ساتھ دوگانے ادا کرتے ہیں۔ نہ اتنی دیر لگاتے ہیں کہ مُصلّی مارے تھکن کے اُکتانے لگیں۔ نہ ایسی جلدی کرتے ہیں کہ ارکان نماز کے چھوٹ جانے کا خوف ہو۔ مگر اس جماعت میں نمازیوں کی تعداد بہت ہی کم ہوتی ہے۔ عموماً آٹھ بجے نماز عشاء ادا کی جاتی ہے اور اس کے بعد ہی تراویح شروع ہو کر ساڑھے نو بجے تک ختم ہو جاتی ہے۔ اگلی دو چار راتوں میں تو نمازیوں کی کثرت رہتی ہے لیکن رفتہ رفتہ ان کی تعداد گھٹ کر ایک تہائی رہ جاتی ہے۔

تراویح کے بعد بعض اصحاب کے ہاں قرآن شریف کا دور ہوتا ہے۔ کچھ گھر کے لوگ کچھ محلّے والے مل کر ایک حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر ایک شخص کے سامنے رحل پر قرآن شریف کھلا ہوا ہوتا ہے۔ ایک ایک شخص باری باری سے چند آیتوں یا ایک رکوع کی تلاوت بالجہر کرتا ہے اور لوگ سُنتے ہیں اور ضرورت ہوئی تو لقمہ بھی دیتے جاتے ہیں۔ ان حلقوں میں حُفّاظ بھی آکر شامل ہوتے ہیں، اور وہ اپنی باری آنیکا انتظار نہیں کرتے بیچ ہی بیچ میں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ حلقے والے ہکّا بکّا رہ جاتے ہیں۔ وہ رکوع آدھ رکوع پڑھ کر چل کھڑے ہوتے ہیں۔ ٹھیرتے نہیں۔ کیونکہ انھیں اور حلقوں میں بھی شامل ہونا منظور ہوتا ہے۔ کہیں کہیں اُن کے اس دخل بیجا کے لئے وہ جھڑکیاں بھی کھاتے ہیں لیکن انھیں شرم نہیں آتی۔ وہ ان جھڑکیوں سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوتے۔ ان کی اس بے صبری کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کے ہاں وہ مہینے بھر تک دور میں شامل ہوتے ہیں اس شخص سے کچھ نقد و جنس ملنے کی انھیں توقع رہتی ہے اور اسی لئے وہ سعی کرتے ہیں کہ حتی الامکان زیادہ مقاموں پر پہنچ سکیں۔

حُفّاظ کا ایک بہت بڑا گروہ رمضان شریف کے لئے دور دور سے آکر بمبئی میں جمع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر مسجد میں تراویح کے لیے ایک حافظ کی ضرورت ہوتی ہے اور مسجد کے متولّی اُس کو نقد معاوضہ دیتے ہیں۔ اس معاوضے کے علاوہ خیرات اور زکوٰۃ سے بھی انہیں یافت ہوتی ہے۔

نیک بندے تو رمضان کی مبارک راتیں تلاوت و تراویح تہلیل و تسبیح میں گزارتے ہیں لیکن جاہل مسلمان یہ گرانمایہ گھڑیاں قمار بازی اور لہو و لعب میں ضائع کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض مسلمانوں کے محلوں میں ٹورنیں[1] لگتی ہیں۔ محلے کا کوئی جاہل مسلمان چند پیسوں کے نفع کی لالچ میں ایک دکان سرِ شام ہی سے اس طرح لگاتا ہے کہ ایک بنچ یا میز سڑک کے کنارے بچھا کر اس کے اوپر ایک صاف ستھرا میز پوش بچھا دیتا ہے اور چند طشتریوں میں دو چار قسم کی انگریزی اور دیسی مٹھائیاں چند قسم کے میوے اور کچھ اور نُقل و نقلیات کی چیزیں رکھ کر اس کو سجا دیتا ہے۔ میز کے سامنے گاہکوں کے بیٹھنے کے لئے چند کرسیاں بچھی رہتی ہیں۔ اس میز کے علاوہ کچھ تپائیاں سڑک کے کنارے کنارے ادھر ادھر رکھ دی جاتی ہیں اور ان کے ارد گرد بھی کرسیاں ہوتی ہیں۔ محلے کے اوباش آکر یہاں جمع ہوتے ہیں اور بازی بدکر تاش کھیلتے ہیں۔ یہ قمار بازی کی دکانیں جو صرف رمضان ہی کے مبارک مہینے میں لگائی جاتی ہیں، بمبئی کی اصطلاح میں ٹورنیں کہلاتی ہیں اور ان کی سجاوٹ دکاندار کی حیثیت پر موقوف ہوتی ہے۔ اگر میز، کرسی، لیمپ وغیرہ وہ محلے والوں سے عاریتاً بہم پہنچا سکا تو واہ واہ ورنہ مال بھرنے کی دار داری صندوقوں ہی سے میز، کرسی، تپائی کا کام لیا جاتا ہے اور میز پوش کی عوض بستر کی چادر بچھتی ہے۔ ٹورن کے اطعمہ لذیذہ میں ورقی سنبوسے اور سرخ رنگے ہوئے ابلے انڈوں کا ہونا گویا لازمی امر ہے۔ چونکہ جواری روپئے پیسے پر شرطیں نہیں لگاتے اس لئے پولیس انہیں پکڑ نہیں سکتی۔ کھانے پینے کی جو چیزیں میز پر چُنی ہوئی ہوتی ہیں انہیں میں سے کسی شئے پر شرط بدی جاتی ہے۔ ہارنے والا اس چیز کی قیمت ٹورن والے کو ادا کر دیتا ہے اور جیتنے والا وہ چیز اٹھا لیتا ہے۔ بعض تو وہیں ٹورن میں بیٹھے بیٹھے جیتی ہوئی چیزیں دوستوں کے ساتھ کھا جاتے ہیں اور بعض رومال میں باندھ کر گھر لیجاتے ہیں اور بیوی بچوں کے ساتھ سحری کے وقت خوشی خوشی کھا لیتے ہیں۔ بچوں کے اثر پذیر دلوں پر اپنے باپ کی اس حرکت کا کیسا بُرا اثر پڑتا ہوگا۔ اور لقمہ حرام کھا کر رکھا ہوا روزہ بھی کیسے درگاہِ ایزدی میں قبول ہوتا ہوگا!

میرے لڑکپن کا زمانہ تھا اور ایک روز ایک جگہ انہیں ٹورنوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک بڑے میاں نے اس وقت مجھے مخاطب کرکے کہا "ارے میاں۔ یہ ٹورنیں بھی کچھ ٹورنیں ہیں! تم نے ہمارے

[1] ٹورن بروزن روزن معرب ہے انگریزی لفظ (Tauern) کا جس کے معنے ہیں میخانہ۔

لڑکپن کے زمانے کی ٹورنیں دیکھی ہوتیں تو عش عش کرتے ۔ ٹورنوں کے لئے خاص منڈوے بنائے جاتے تھے۔ اُن میں دریاں اور قالین بچھتے تھے۔ مخملی اور اطلسی کوچ کرسیاں رکھی جاتی تھیں۔ جھاڑ فانوس کی روشنی سے منڈوا جگمگا اٹھتا تھا۔ پیچوان حقے اہل مجلس کے روبرو رکھے رہتے تھے۔ چنبیلی کی خوشبو سے منڈوا مہک جاتا تھا۔ ادھر طبلچی طبلے پر تھاپ لگاتا تھا ادھر ایک نازنین مہ جبین زمین پر ٹھوکر لگا کر دل حاضرین کو پامال کرتی تھی۔ غرض عجیب سماں بندھ جاتا تھا ۔ ہم ایسے بے ریشوں کو تو اُس محفل میں گھسنے نہیں دیتے تھے۔ بڑے بڑے مقطع صورت سفید ریش بزرگوں کا مجمع ہوتا تھا! لڑکپن کا زمانہ تھا۔ بھلے بُرے کی اُس وقت تمیز کہاں میں دل ہی دل میں رنجیدہ ہو رہا تھا کہ افسوس ہمارے زمانے میں ویسی محفلیں کیوں منعقد نہیں ہوتیں مگر الحمدللہ وہ عمر نہ رہی۔ وہ خیالات نہ رہے۔ زمانہ بھی بدل گیا اور اس رسم بد کی طرف مسلمانوں کا جو شوق میری کم سنی میں تھا وہ اب نابود ہوتا ہوا نظر آرہا ہے ۔

رات کے جب بارہ بجتے ہیں تو پہروں کا مؤذن محلوں میں گشت کے لئے نکلتا ہے اور یہ صدا لگاتا جاتا ہے "تہجد[†] نی نماج نو وکھت تھیو چھے ـــــ چال جو ـــ بھائیو" اپنے ہم ملتوں کے مکانوں پر ٹھیر کر نام بنام پکارتا بھی جاتا ہے "بھائی[*] محمد الی ۔ بھائی عبدالکادر" اس مؤذن کی آواز سُن کر گھر والیاں سحری کے لئے کھانا پکانے کی طیاری شروع کرتی ہیں ۔

ایک بجتے بجتے فقیروں کی آمد شروع ہوتی ہے اور تھوڑی ہی دیر میں اُن کا ایک تانتا لگ جاتا ہے ۔ اِن کی صداؤں کے شور و غل سے محلے کے تمام لوگ جاگ اٹھتے ہیں۔ اور کوئی کیسی ہی گہری نیند سونے والا کیوں نہ ہو ممکن نہیں کہ وہ ایک بجے سے تین بجے تک چین سے سو سکے[×] ۔ وہ در دنیا و ستر در آخرت کی امید رکھنے والے اپنے اپنے بالاخانوں پر بیٹھ کر پائی پیسہ ان فقیروں کی طرف

---

[†] یعنے تہجد کی نماز کا وقت ہو گیا۔ بھائیو چلو۔

[*] یعنے بھائی محمد علی۔ بھائی عبدالقادر ۔ اکثر بوہرے ت کو ٹ۔ د کو ڈ اور ق کو خ سے بدل کر بولتے ہیں۔ انھیں کی یہاں نقل اتاری گئی ہے ۔ میرے بوہرے دوست بُرا نہ مانیں میں نے یہ جملہ اُن کی دل آزاری کے لئے نہیں لکھا ہے صرف مضمون میں چٹخارا دینے کے لئے یہ فقرہ درج کیا ہے۔

[×] بعض محلوں میں مسلمان اور ہندو پارسی ملے جلے رہتے ہیں ۔ مسلمانوں کو تو فقیروں کا شور چنداں تکلیف نہیں پہنچاتا کیونکہ وہ تو سحری کو اٹھتے ہی ہیں لیکن غیر قوموں کے آرام میں بیشک خلل آتا ہے اور انھوں نے سال گزشتہ ٹائمس آف انڈیا میں چند شکایتی خطوط بھی چھپوائے تھے۔

پھینکتے جاتے ہیں۔ اکثر فقیر پیسوں کے چھپانے کے لئے چھتریاں اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور خیرات دینے والے بھی پیسوں کو سفید کاغذ میں لپیٹ کر پھینکتے ہیں تاکہ اگر فقیر جھیل نہ بھی سکے تو اندھیرے میں سفید پڑیا زمین پر پڑی ہوئی جھٹ دکھائی دے۔ ایک ایک فقیر کو ہر محلے سے بلا مبالغہ کم از کم چار آنے کے پیسے خیرات کو ضرور مل جاتے ہیں۔ بمبئی میں مسلمانوں کے محلے بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ پھر خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ فقیر کو کتنی یافت ہوتی ہوگی۔ اس روزانہ خیرات کے علاوہ رمضان کے آخری ہفتے میں غلہ اور کپڑا بھی بہت تقسیم ہوتا ہے اور متمول اصحاب تانبے کے نہیں بلکہ چاندی کے سکوں میں خیرات کرتے ہیں۔ غرض خیرات تو لاکھوں روپیوں کی ہوتی ہے مگر جہاں یہ خیرات قوم کے ایک قلیل مستحق گروہ کی تکلیفوں کو دور کرتی ہے وہاں ایک کثیر جماعت کو بے حیائی کا ٹکڑا کھانے کی عادت ڈالتی ہے۔

نصف شب سے صبح صادق تک مسلمانوں کے محلوں میں دن کی چہل پہل کا سماں نظر آتا ہے۔ دوست احباب ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ عورتیں کھڑکیوں سے سر نکال کر باتیں کرتی ہیں۔ ایک پوچھتی ہے: "بہن تم نے آج سحری کے لئے کیا پکایا ہے؟" دوسری جواب دیتی ہے: "روزہ کھول کر میں تو کچھ ایسی نڈھال ہوگئی کہ پڑ کر سو رہی۔ مجھے کسی بات کی سُدھ نہ رہی۔ شام کو بازار میں تازی مچھلی بہت آئی تھی۔ سبھوں نے منگائی ہے کسی نے تلی ہے کسی نے پکائی ہے لیکن ہم تو آج وہی اور ملائی ہی سے کھچڑی کھالیں گے۔" خوانچے والے بھی نکلتے ہیں۔ کوئی سانادن[†] بیچتا ہے کوئی ملائی کے پیالے[‡]۔

رمضان کی پہلی تاریخ کی صبح ہوتے ہی ایک غیر معمولی نظر آتی ہے۔ بھٹیاروں کی دکانوں اور ہوٹلوں میں سرخ پردے لٹکائے جاتے ہیں جو روزہ شکن مسلمانوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں۔ غنیمت ہے کہ ابھی اتنی شرم وحیا باقی ہے!

ظہر کے قریب ہمارے بھائی بوہرے ایک مضحکہ انگیز لباس میں نظر آتے ہیں۔ کمر میں ایک تہمد بندھا ہوتا ہے اور گلے میں ایک بہت ہی ڈھیلا ڈھالا کرتا پڑا ہوتا ہے جس کا دامن پنڈلیوں

---

† سانادن ایک قسم کی روٹی ہے جو بھاپ پر پکتی ہے اور ساحل ملیبار کے باشندوں کی ایک خاص غذا ہے۔ سانادن چاول کا بنتا ہے اور ناریل کا دودھ اس میں پڑتا ہے۔

‡ اتھلے پیالوں میں کھیر جمی ہوئی ہوتی ہے۔ انھیں پیالوں کو "ملائی کے پیالے" کہتے ہیں۔

سے نیچے تک پہنچتا ہے ٭ پاؤں اکثر ننگے ہوتے ہیں۔ کوئی کوئی کھڑاؤں بھی پہنتا ہے ٭ سر پر گول چندے کی ٹوپی ہوتی ہے۔ جو الائچی کی بنی ہوتی ہے یا روئی بھری ہوئی گلوں† کی ٭ بعض ایک ایسی وضع کی ٹوپی پہنتے ہیں۔ جو بوہروں ہی سے مختص ہے اور اس کی مخروطی شکل بالکل خاصدان کے سرپوش کی سی ہوتی ہے ٭ بوہروں کا یہ لباس نماز کے لئے مخصوص ہے اور تمام بوہرے اسی لباس میں ظہر اور مغرب کے وقت بغل میں دری کی جانمازیں دبائے مسجد کیطرف جاتے ہوئے نظر آتے ہیں ٭ میں نے اپنے بھائیوں کی مسخری کی ہے تو مجھے لازم ہے کہ اس کا عوض بھی کر دوں ٭ اُن کے اس لباس میں کئی خوبیاں بھی ہیں ٭ ایک تو سادگی اور آرام۔ دوسرے یکرنگی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ طہارت کا پورا لحاظ رہتا ہے ٭ دوسری مسلمان ملتیں خواہ بوہروں کے اس لباس پر ہنسیں یا طعنہ زنی کریں لیکن یہ کہنا پڑیگا کہ فریضہ نماز کے ادا کرنے میں جس قدر بوہرے پابند ہیں اسقدر اور کسی ملت کے افراد پابند نہیں ہیں ٭ مرد عورت بچہ بوڑھا بلا عذر کبھی نماز قضا نہیں کرتا اور اُن کی یہ پابندی ضرب المثل ہوگئی ہے ٭

یوں تو بمبئی میں ہمیشہ ہی قسم قسم کی چیزیں محلے محلے بکنے کے لئے آتی ہیں — کوئی خوانچے میں رکھکر اپنا مال بیچتا ہے۔ کوئی چوڑی چکلی ٹوکریوں میں۔ اب اجناس صندوق نما ٹھیلوں پر زیادہ بکنے کے لئے آتی ہیں — مگر رمضان میں سہ پہر کے بعد بعض چیزیں خاص طور پر فروخت ہوتی ہیں مثلاً کھجور۔ تخم ریحان۔ ہولے٭۔ غرض وہ تمام چیزیں جن کی افطار کے وقت کھپت ہے ٭

عصر کے بعد اکثر مسجدوں کے سامنے چھوٹی چھوٹی دکانیں لگ جاتی ہیں۔ کہیں حلیم ہے کہیں

---

† گلوں کی ٹوپی مختلف رنگوں کے کوئی آدھ گرہ کے برابر ریشمی کپڑے کے مستطیل ٹکڑوں کو جوڑکر بڑی محنت سے بنائی جاتی ہے ٭ شہر سورت میں بعض غریب بیوائیں انہیں ٹوپیوں کی سلائی پر اوقات بسر کرتی ہیں ٭

٭ ہولے نشاستے کے بنتے ہیں ٭ ان کے بنانے کی یہ ترکیب ہے کہ نشاستے کو پکا کر بڑے بڑے سوراخوں والی کٹورا نما چھلنی میں نیم گرم حالت میں ڈالتے ہیں اور ہتھیلی سے یا کسی صاف پیندے کے گول برتن سے دباتے جاتے ہیں چھلنی کسی دوسرے برتن کے منہ پر رکھی ہوئی ہوتی ہے اور اُس برتن میں ٹھنڈا پانی ہوتا ہے ٭ نشاستہ چھلنی کے سوراخوں سے نکل کر چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کی صورت میں پانی میں گرتا جاتا ہے ٭ یہی ہولے ہیں ٭ ہولوں کو زعفران سے زرد اور کھار اور ہلدی ملاکر سرخ رنگ بھی دیتے ہیں ٭

شیر برنج۔ کہیں سنبوسے اور کہیں فالودہ†۔

مغرب کے قریب لوگ مسجدوں میں جمع ہونا شروع ہوتے ہیں۔ کیونکہ اکثر روزہ دار مسجد ہی میں افطار کرتے ہیں تاکہ مغرب کی نماز باجماعت ادا کر سکیں۔ عموماً ہر شخص کھجور یا میوہ کچھ نہ کچھ افطار کے لئے گھر سے ساتھ لاتا ہے اور جو کچھ لاتا ہے مؤذن کو دیدیتا ہے۔ مؤذن افطار کے قریب پھر اس کو سب میں برابر تقسیم کر دیتا ہے۔ اس طرح جو غریب کچھ نہ لا سکا تھا وہ بھی سب کے برابر حصہ پاتا ہے۔ بعض اصحاب گھر ہی پر افطار کرتے ہیں لیکن وہ بھی کھجور وغیرہ اپنی طرف سے مسجد میں بھیج دیتے ہیں تاکہ ان کے غریب بھائیوں کے لئے بھی افطاری مہیا ہو جائے۔ کیسی اچھی رسم ہے! لیکن یہاں بھی مفت خورے گھس جاتے ہیں جو حقیقت میں صائم نہیں ہوتے اور بغیر استحقاق حصہ لیتے ہیں۔ اس تقسیم یا دم حصہ پانے کے لئے محلے کے بچے بھی بہت سے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ بڑی اودھم مچاتے ہیں اور چیختے جاتے ہیں "بانگی‡ صاب۔ میرے کو۔ بانگی صاب۔ میرے کو" بانگی صاحب کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن حصہ پاتے ہی یہ بچے مسجد سے باہر نکل جاتے ہیں اور دروازے کے قریب ہی اذان کے انتظار میں ٹھیرے رہتے ہیں۔ ادھر مؤذن نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور ادھر ان بچوں نے محلے میں ایک نکڑ سے دوسرے نکڑ کی طرف دوڑنا شروع کیا۔ دوڑتے جاتے ہیں اور چیختے جاتے ہیں "بانگ§ ہوئی۔ روزہ کھولو۔ بانگ ہوئی۔ روزہ کھولو"۔ ان کے اس طرح شور مچانے سے وہ لوگ بھی جو مسجد سے دور رہتے ہیں اور ان تک مؤذن کی آواز نہیں پہنچ سکتی مطلع ہو جاتے ہیں کہ افطار کا وقت ہو گیا۔ بچے بھی افطار کے وقت کی قدر و منزلت خوب پہچانتے ہیں اور اذان سے ایک لحظہ بھی پہلے اپنی آواز بلند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ پورے اطمینان کے ساتھ ان کے اعلان پر بھروسہ کر لیتے ہیں۔ بچوں کی یہ خدمت انھیں مسجد سے افطاری کے حصہ کا مستحق بنا دیتی ہے۔

---

† فالودے کے لغوی معنے تو نشاستے کی پتلی ربڑی کے ہیں لیکن بمبئی میں فالودہ اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ ایک پیالے میں پہلے دودھ ڈالا جاتا ہے۔ پھر دو چمچے شربت۔ خوشبو کے لئے کسی قدر کیوڑا یا گلاب۔ بھگو کر پھلائے ہوئے تخم ریحان۔ ہیملے۔ ملائی اور برف۔ بازاروں میں خاص فالودے کی دکانیں لگتی ہیں اور ان پر فالودے کے تمام اجزا الگ الگ خوانچوں اور تشتریوں میں قرینے سے رکھے ہوتے ہیں جنہیں دیکھتے ہی آنکھوں میں ٹھنڈک اور دماغ کو طراوت محسوس ہوتی ہے۔ ناخدا محلے کے نکڑ کی دکان فالودے کے لئے مشہور ہے۔

‡ بانگی بمبئی میں مؤذن کو کہتے ہیں اور عوام "مجھے" یا "مجھکو" کی عوض "میرے کو" بولتے ہیں۔

§ بانگ یعنی اذان۔

بہ نسبت باقی گیارہ مہینوں کے رمضان میں پنجوقتہ مسجد میں مُصلّیوں کی تعداد زیادہ رہتی ہے خصوصًا جمعہ کی جماعت میں تو بڑا ہجوم رہتا ہے۔ اور جمعۃ الوداع کو تو اگر گھنٹہ آدھ گھنٹہ پیشتر نہ جا پہنچیں تو مسجد میں جگہ ملنی دشوار ہو جاتی ہے ✤ ایک دفعہ کا واقعہ سُنئیے کہ جمعۃ الوداع تھا۔ میں اسی خیال سے کہ جگہ نہیں ملیگی ہوٹل سے جلد مسجد کو چلا گیا تھا۔ مجھے تو جگہ مل گئی تھی لیکن عین اُس وقت کہ مکبر نے اقامت کہنی شروع کی ایک صاحب صفوں کو چیرتے ہوئے کئی صفوں تک آگے نکل گئے لیکن جب کہیں جگہ نہ پائی تو پھر اُسی طرح صفوں کو چیرتے ہوئے لوٹے جس وقت میرے پاس پہنچے میری بدقسمتی کہ اسی وقت امام نے تکبیر کہی۔ حضرت نے جھٹ مجھے پسِ پشت کر دیا اور نماز شروع کر دی میں حیران تھا کہ کیا کروں۔ آگے تو وہ حضرت کھڑے تھے اور پیچھے بھی صفوں میں اکثر لوگ نماز میں مشغول ہو چکے تھے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ خیر گذری کہ پچھلی صف والوں نے رحم کھا کر بڑی تنگی کے ساتھ اپنی صف میں مجھے شامل کر لیا ورنہ اُس روز میں نمازِ جمعہ ہی سے محروم رہتا ✤ کاش مسلمان ایسے موقعوں پر آدابِ مسجد کا لحاظ رکھیں اور فرائضِ مذہبی ادا کرنے میں تو خود غرضی کو دخل نہ دیا کریں!

ایک نہایت کریہہ عادت جاہل روزہ داروں کو ہوتی ہے یعنی جب روزہ رکھتے ہیں تو دن بھر پچ پچ تھوکا کرتے ہیں نہیں معلوم یہ کیا اُن کی غلط فہمی ہے۔ خصوصًا جب نمازِ جمعہ کا سلام پھیرا جاتا ہے تو بعض لوگ اُٹھ کر بے تحاشا کھڑکیوں کی طرف دوڑتے ہیں اور کُلّیاں بھر بھر کر تھوکنے لگتے ہیں ✤ نفیس طبیعت اشخاص کو اُن کی اس غلیظ عادت سے سخت نفرت ہوتی ہے ✤ چونکہ جہالت کی وجہ سے فہمائش کا ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور نماز کے ختم ہوتے ہی اُن کا اس طرح بے محابا بھاگنا جیسے انھیں کوئی کھائے جاتا ہے وقار اور متانت کے خلاف تھا اس لئے منتظمین مسجد نے مجبور ہو کر اب ہر صف میں اُگالدانیں رکھنے کا انتظام کیا ہے ✤

ستائیسویں شب کو مسجدوں میں معمول سے زیادہ روشنی کی جاتی ہے۔ خصوصًا جامع مسجد تو بقعہ نور نظر آتی ہے ✤ تراویح میں بھی کثرت سے لوگ شامل ہوتے ہیں کیونکہ اس رات تمام مسجدوں میں حُفّاظ قرآن ختم کرتے ہیں ✤ تراویح کے بعد لوگ مُصلّیوں کے سامنے کاغذ کی تھیلیوں اور رومالوں میں اجوان لے جاتے ہیں۔ وہ درود شریف پڑھکر اُس پر پھونک دیتے ہیں ✤ یہ اجوان کسی کے پیٹ میں درد ہو تو

دوا کے طور پر کھلائی جاتی ہے۔ اس شب کو لوگ تمام رات جاگتے ہیں اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ جن کے قرآن شریف کی تلاوت مہینے بھر ہوتی رہی ہے ان کے ہاں ختم قرآن کی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں۔ حفاظ کی دوڑ دھوپ آج ٹھکانے لگتی ہے۔ کہیں سے نقد کہیں سے جنس ملتی ہے۔ مسجدوں میں بھی مولد شریف پڑھی جاتی ہے اور لوگ اپنے مکانوں پر بھی پڑھواتے ہیں۔ شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ جامع مسجد میں کوئی دس ساڑھے دس بجے کل دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ نہ کوئی شخص اندر آسکتا ہے۔ نہ کوئی باہر جاسکتا ہے۔ صرف پھاٹک کی ایک کھڑکی کھلی رکھی جاتی ہے۔ اسی راستے سے لوگ ایک ایک کرکے باہر نکلتے ہیں۔ کھڑکی سے نکلتے وقت ہر شخص کو ایک نان خطائی ملتی ہے۔ یہ اہتمام اس غرض سے کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو مسلمانوں۔ بھائیوں کو بھائیوں پر اعتبار نہیں رہا۔ شیرینی کی ایک ادنیٰ مقدار کے لئے نادیدہ سے بنتے ہیں۔ اپنا حصہ فریب دیکر زیادہ حاصل کرنیکے لئے گنہگار ہوتے ہیں۔ جو شئے تبرک تھی اس کو اپنی دغابازی اور جعلسازی سے مال مسروقہ بنا دیتے ہیں۔ افسوس! خدا ہمیں یہ نیک توفیق دے کہ ہم اپنے عادات وخصایل کو پاکیزہ بنائیں۔ اصل اصلاح یہی اصلاح ہے اور اسی اصلاح کے بعد ہم دائرہ اسلام میں رہنے کے لائق ہو سکتے ہیں۔

اسی ستائیسویں شب کو دو چار مسجدوں میں شبینہ بھی ہوتا ہے یعنے تراویح کی بیس رکعتوں میں پورا قرآن ختم کیا جاتا ہے۔ یہ عبادت بالکل نمائشی ہوتی ہے۔ کیونکہ تمام شہر میں پہلے ہی سے مشتہر ہو جاتا ہے کہ فلاں مسجد میں فلاں حافظ جی شبینہ کریں گے۔ جو حافظ جی شبینہ پڑھنے میں کامیاب ہوتے ہیں ان کی دھوم مچ جاتی ہے۔ گویا حفاظ کے لئے اس دنیا میں انتہائے اعزاز شبینہ کی کامیابی ہے۔ میں نے اس عبادت کو نمائشی اس لئے کہا ہے کہ اگر یہ عبادت عبادت ہی کی خاطر ہوتی تو اس کا خلوت میں ادا کرنا انسب تھا۔ میرے اس اعتراض کے جواب میں حفاظ کی جانب سے یہ دلیل پیش کیجا سکتی ہے کہ ہم اور لوگوں کو بھی اس ثواب میں شامل کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کی یہ دلیل کوئی دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ اپنی خود بینی اور شہرت طلبی کے عیوب چھپانیکا یہ ایک بہانہ ہے کیونکہ مقتدی تو شبینے کے پہلے ہی دوگانے میں ہمت ہار جاتے ہیں۔ تماشائی بھی تو ابتدا سے انتہا تک نہیں ٹھیرتے! اب تو ہم نے اپنی بدبختی سے ہماری مسجدوں کو رقابت کا دنگل اور اپنی عبادت کو ہار جیت کا کھیل بنا رکھا ہے! اے خدا ہم تیرے ناچیز بندے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھلا اور گمراہی سے بچا!! —

نیلم باغ
بھاؤنگر۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۵ء۔

عبد الحافظ باعکظہ

# ہمارے مدارس عربیہ

تمام بڑے بڑے شہروں اور بعض چھوٹے چھوٹے قصبوں میں بھی مدارس عربیہ جنکو دینی مدارس کا مبارک لقب دیا جاتا ہے موجود ہیں۔ اور بعض بڑے شہروں میں تو چار چار اور پانچ پانچ مدرسے ہوتے ہیں انکی بنیاد یوں پڑتی ہے کہ دو چار آدمی کھڑے ہو گئے اور مشورہ کر کے پہلے کچھ روپیہ اپنی جیب خاص سے دیا۔ پھر چندے کا کاسہ لیا یا فہرست گھر گھر پھرنے لگی۔ غریب غربا سے ایک ایک آنہ یا دو دو آنے وصول ہونے لگے۔ جب پچاس سو روپیہ جمع ہو گیا تو کسی ملّا کی تلاش ہوئی جسکی تنخواہ دس پندرہ روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں ہوتی کیونکہ کم و بیش برس روز کے لیئے تو ایک ملّا کی تنخواہ کا مسالا جمع ہو ہی گیا ہے۔ بس اور کیا چاہیئے۔ جب خبر پاکر بیرونجات سے طلبہ کے آنے کا لگا لگا تو ان کے لیے سبق تو موجود ہے مگر مطبق ندارد وہاب طلبہ گویا خوان خلیل اللہ کے مہمان ہیں۔ بیچارے لگے مسجدوں میں بسیرا کرنے اور بھوکوں مرنے۔ اگر خوش قسمتی سے کوئی مسلمان مرگیا تو یہ گویا جی گئے۔ آنتوں کی کبھی کبھی کی جھریاں کھل گئیں۔ تیجے اور دسویں بیسویں چالیسویں تو طلبہ کے لیئے عید ہی ہو جاتے ہیں مگر جو مسلمان ذرا کھاتے پیتے اور استطاعت رکھتے ہیں وہ چالیس روز تک برابر مُردے کو روزانہ کھانا دیتے ہیں۔ زندہ طلبہ اور ملّا نے مُردوں سے چھین کر خود کھا جاتے ہیں بقول مثل مُردہ بہشت میں جاوے یا دوزخ میں ہمیں اپنا پیٹ بھرنے سے کام۔ ٭

پھر شہر میں اکثر ویسے بھی فاتحہ درود مُردوں کی دعوتیں گیارہویں اور اٹھارہویں وغیرہ ہوتی رہتی ہیں۔ پس طلبہ کا آدھا تہائی پیٹ پلتا ہی رہتا ہے۔ ارے میاں قسم ہے کلام اللہ کی علم اسی طرح حاصل ہوتا ہے اور جب ہر طرح فارغ البالی ہوئی تو پھر تحصیل علم کہاں۔ اور ہمارے دادا اُستاد مولوی میر سبحان علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے اور آپ بیتی بیان کیا کرتے تھے کہ ہم نے کھرّے چنے (وہ بھی تیسرے اور چوتھے وقت) چبا چبا کر علم پڑھا ہے۔ اور طالب علم کو صرف دو چیزیں درکار ہیں کتاب اور اُستاد۔ خدا نے رزق کا خود وعدہ کر لیا ہے اُسکا کیا غم۔ وہ دے اور پھر دے

اور چھپر پھاڑ کے دے۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الآیہ یعنی جو شخص خدا پر تقویٰ کرتا ہے خدا تعالیٰ اسکے لئے رزق کا ایک مخرج بنا دیتا ہے اور بے حساب رزق پہنچاتا ہے (گویا گھر گھر اور در در بھیک مانگنا اور مُردوں کے نام کی روٹیاں کھانا تقوے اللہ میں داخل ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی صدقے کا مال چھوا بھی نہیں اور صدقہ اپنے اوپر اور اپنی آل پر حرام کر دیا ہے کیونکہ یہ بڑی بھاری ذلت ہے اور خود مردوں کو دعوتیں دینا حد درجہ کا اسراف اور تبذیر ہے۔ یہ ان اللہ لا یحب المسرفین الآیہ۔ پس اسراف وتبذیر اور اسکا مال قطعاً حرام اور ایک معنی سے خفی شرک میں داخل ہو گیا (ا۔ ایڈیٹر) کیونکہ مُردوں کو زندہ سمجھکر دعوتیں دیجاتی ہیں اعتقاد کیا جاتا ہے۔ کہ بڑے پیر یا چھوٹے پیر کی فاتحہ یا نذر و نیاز دینے سے ہماری حاجتیں پوری ہونگی اور ان کو توشہ دینے اور قبروں پہ غلاف چڑھانے وغیرہ سے ہماری دینی اور دنیوی امیدیں برآئینگی۔ پس جب شرک کا واسطہ ہے تو تمام آلات واسباب شرک قطعاً حرام ہو گئے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ اگر مُردوں کو زندہ سمجھا جائے تو کبھی اون کو دعوتیں نہ دیجائیں نہ اسراف وتبذیر سے خسر الدنیا والآخرہ کے مصداق بنیں۔

اور ہمارے دادا اُستاد یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ایام طالب علمی میں سونا اپنے اوپر حرام کر دیا تھا۔ سر کے بالوں میں رسی باندھکر اسکا ایک سرا چھت کی کڑی میں باندھ دیتے تھے تاکہ شب کو اگر کتاب کے مطالعہ کے وقت نیند کا جھونکا آئے تو رسی کے کھنچنے سے فوراً آنکھ کھل جائے۔ طالبعلمی کیا ہوئی یہ تو اچھی خاصی خود کشی ہوئی۔ ظاہر ہے کہ سونا تمام حیوانات کا ایک فطری فعل ہے اور از روئے طب ستہ ضروریہ میں داخل ہے کیونکہ صحت کے قایم رکھنے کو جیسا کھانا ہے ویسا ہی سونا ہے اور انسان اسکے لئے مجبور ہے۔ نقل مشہور ہے کہ نیند تو پھانسی پر بھی آتی ہے مگر ہمارے مدارس فطری افعال کے مزاحم بنتے ہیں شاید یہ کوشش کرتے ہیں کہ طلبہ ملکوتی صفات ہو جائیں اور جب دستار فضیلت باندھکر مدرسہ سے نکلیں تو فرشتوں کے گروہ میں جا ملیں۔ +

بعض مدارس میں طلبہ کے لئے قوت لایموت صرف دونوں وقتوں کے لئے ڈیرھ پاؤ آٹا مقرر ہے۔ گویا لا یسمن ولا یغنی من جوع۔ الآیہ کی تعمیل ہے یعنی نہ پیٹ بھرے نہ بھوکے رہیں بلکہ معلق لٹکتے رہیں۔ یوں کہو نہ دوزخ میں ہیں نہ جنت میں۔ بلکہ جیتے جی اعراف کی ہوا کھا رہے ہیں۔

بعض شہروں کے مسلمان صرف مدِ زکوٰۃ سے مدرسے چلا رہے ہیں۔ اسی میں مولوی کی تنخواہ اسی میں طلبہ کا سدِ رمق حیات (وظیفہ) اور اگر مدرسے کے مہتمموں میں نا چاقی ہو گئی تو چندے کی رقم بھی گھٹ گئی اور ایک مدرسے کے دو ہو گئے ایسے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ حالانکہ زکوٰۃ کا مال محتاجوں اور مسکینوں کے لیئے ہے۔ اُنکی حق تلفی کی جاتی ہے۔ جو مسلمان زکوٰۃ دیتے ہیں غیر ممکن ہے کہ بجز مال زکوٰۃ کے ایک پیسہ بھی گرہ سے دیسکیں۔ خواہ دین کا معاملہ ہو خواہ دنیا کا۔ انکا مقولہ ہے کہ خدا اور رسُول ہم سے اپنا ڈھائی روپیہ فی صدی ٹیکس لے لیں۔ اور کیا ہماری جان لیں گے۔ گویا خدا اور رسُول نے اپنی راہ میں مال زکوٰۃ کے سوا دھرا دُھکا سرمایہ خرچ کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ وہی بات ہے کہ موتی بچھیا برہمن کے حوالے۔

فرمایئے ہر شہر میں متعدد مدارس کے ہونے سے کیا فایدہ ہے۔ اگر مختلف منفذوں سے قوت خرچ کرنے کے بجائے مجموعی قوت ایک جگہ صرف ہو اور بڑے بڑے شہروں میں ایک ایک اسلامی کالج قایم کیا جائے اور ضوابط و اصول کے ساتھ چلایا جائے تو کس قدر فایدہ ہو۔ بات یہ ہے کہ خلوص نہیں۔ دینی اُمور میں بھی شہرت اور نمود چاہی جاتی ہے۔

پھر ہمارے علما رحوم دین کے نام سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ طلبہ کیسی ہی ذلیل حالت میں رہیں۔ مگر اِن کے قلوب تازہ رہنے چاہئیں۔ وہ پورانی طرزِ تعلیم سے طلبہ کی رہزنی کر رہے ہیں۔ عربی مدارس میں جو دقیانوسی فلسفہ پڑھایا جاتا ہے وہ آجکل کس مرض کی دارو ہے اور علم کلام میں جن فلاسفہ کا رد ہے وہ اس زمانے میں کہاں موجود ہیں۔ بھلا اب کہ مجوزہ مباحث کو کون پوچھتا ہے کہ اجسام صورت و ہیولے سے مرکب ہیں یا اجزا لایتجزیٰ سے۔

اِس قسم کے مباحث ویسے ہی رذل اور لغو ہیں جیسی اُردو شعرا کی ریختہ گوئی۔ مگر ایک بھیڑ چال جاری ہے۔ علما میں نہ یہ لیاقت ہے کہ زمانے کی حالت کے موافق جدید نصاب تعلیم مقرر کریں۔ نہ اِن میں قوم کی بہتری کا عنصر ہے یہ تو اپنا پیٹ بھرنا جانتے ہیں۔ حمقا اور سفہا کو دام میں پھنسا رکھا ہے۔ اُنکے مُنھ پر اندھیری ڈال رکھی ہے۔

اِس میں بالکل شک نہیں کہ آجکل مغربی تعلیم انسانی شائستگی کی روح بنی ہوئی ہے لیکن ہمارے علما مغفور و مرحوم مغربی تعلیم کو کفر سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو اُس سے نفرت دلاتے ہیں۔ اجی صاحب

ہم تو دینی تعلیم کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ ہمیں دنیوی تعلیم سے کیا واسطہ۔ حالانکہ خود دنیا کی دلدل اور اتباع نفسی کی کیچڑ میں گھٹنوں تک دہسے ہوئے ہیں۔ ہر سال سند فضیلت لیکر جو ٹکڑیاں مدارس سے نکلتی ہیں کیا وہ اس دنیا کو چھوڑ کر دین کی کسی نئی دنیا میں چلی جاتی ہیں۔ یا تو وہ دس دس پندرہ پندرہ روپیہ کی نوکریوں کے لئے جوتیاں چٹخاتی پھرتی ہیں۔ یا وعظ کو کاسۂ گدائی بناکر شہروں اور قصبوں میں بھیک مانگتی ہیں۔ پھر دینی مدارس اس قدر کہاں ہیں جن میں اس ٹڈی دل کی رسائی ہو۔ یعنی سب کے سب ویسے ہی مدرس بنیں جیسے انکے اساتذہ ہیں۔

پھر جن طلبہ نے مسجدوں کی روٹیاں کھائی ہیں مُردوں کے کفن (چادریں وغیرہ) پہنے ہیں انمیں علو ہمتی اور اُلوالعزمی کہاں اُستادوں کی صحبت اور اُن کے متعصبانہ تاریک خیالات نے طلبہ کے فطری آئینوں کو زنگ آلود بنادیا ہے جو کہ پشت کردیتے ہیں۔ کیا مصر، ٹیونس اور قسطنطنیہ وغیرہ کے مسلمان ہمارے علماء کے نزدیک مسلمان نہیں۔ ذرا وہاں کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم پر نظر ڈالیں اور وہاں کی نصاب تعلیم کو دیکھیں تاکہ معلوم ہو کہ کس قدر زبانوں کی تعلیم دیجاتی ہے۔ اور کافروں کے کس قدر علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ جس طرح برہمنوں نے ہنود کو اپنے ہی جوگا کرلیا اور اُنپر اپنے منتر پھونک کر ہر طرح سے اندھا کردیا یہی حالت اسلامی علماء کی ہے لیکن آریا نے ہنود کی آنکھیں کھولدیں اور انکو برہمنوں کے پنجوں سے چھڑا دیا۔ مسلمان بدستور جاہلیت کے گھُپ اندہیرے میں قید ہیں۔ بلکہ کال کوٹھری میں ایک ہتکڑی کے بعد دوسری ہتکڑی اُنکے ہاتھوں میں اور ایک بیڑی کے بعد دوسری بیڑی اُنکے پاؤں میں بڑھ رہی ہے۔

کیا دین دنیا سے کوئی علیحدہ عالم ہے۔ کیا دین دنیا میں نہیں ہے۔ آخر تم وارث دین ہوکر دنیا میں کیا کر رہے ہو۔ بعض علماء جو مدارس کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ ہزاروں روپیہ کی جایداد اور نقد ثروت رکھتے ہیں۔ اُنکی بیبیاں ہر قسم کے زیور سے لدی ہوئی ہیں۔ ہر طرح کا سامان عیش وعشرت ان کے گھروں میں موجود ہے۔ کافروں کی بنائی ہوئی (ولایتی) چیزیں اُنکے استعمال میں ہیں۔ وہ ہر طرح کافروں کے محتاج ہیں۔ مگر کافروں کے علوم وفنون پڑھنا اون کو دنیا ہی میں جہنم واصل کرتا ہے۔

ایک رطب و یابس مولوی سے میں نے کہا کہ فلاں مدرسہ کی آمدنی کسی طرح ایک کالج کی آمدنی سے کم نہیں

کیا اچھا ہو کہ دینی تعلیم کے ساتھ اس میں مغربی تعلیم بھی داخل کی جائے" یہ سنتے ہی مولوی صاحب نے اس قدر غرفش اور قیں قیں اور فیں فیں کی کہ میں سہم گیا۔ اور مجھے خوف ہوا کہ کاٹ نہ کھائیں۔ مولوی صاحب کے منھ سے مارے غیظ و غضب کے تھوک اوڑ رہا تھا۔ ہانپ رہے تھے کانپ رہے تھے۔ آنکھیں سرخ تھیں ہونٹھ! ۔ ارے میاں تم مسلمانوں کو کرسچن بنانا چاہتے ہو میں نے کہا لاکھوں مسلمان مغربی تعلیم پا چکے ہیں۔ اور پا رہے ہیں۔ کیا وہ کرسچن ہیں" فرماتے کیا ہیں ہاں ہاں کرسچن ہیں ضرور کرسچن ہیں۔ میں نے کہا آپکے بیت العلوم میں فارسی زبان پڑھائی جاتی ہے جو آتش پرستوں کی زبان ہے۔ کیا فارسی زبان پڑھنے والے اور پڑھانے والے آتش پرست ہیں۔ اہل یورپ تو اہل کتاب ہیں جو آتش پرستوں سے کہیں بہتر ہیں۔ پھر اردو زبان میں بھاشا اور سنسکرت کے ہزاروں بلکہ لاکھوں لفظ شامل ہیں۔ اور اردو زبان کا بڑا عنصر یہی دو زبانیں ہیں۔ کیا آپ اردو زبان بولنا ترک کر دیں گے۔ مولوی صاحب یہ سنکر بڑبڑاتے اور پھنکارے مارتے چلتے پھرتے نظر آئے۔

یہ حال ہمارے علمار کا ہے۔ خدا تعالیٰ انپر رحم کرے۔ مگر اب بہت جلد وہ وقت آنیوالا ہے کہ خود زمانہ مسلمانوں کی آنکھیں کھولدیگا۔ اور متعصب علمار کے دام خود غرضی سے انکو نکالدیگا۔

احمد حسن۔ شوکت
اڈیٹر شحنہ ہند و طوطی ہند میرٹھ

**نوٹ**:۔ مولانائے فاضل نے جو حالت عربی مدارس کی اور انتشار قوت کی لکھی ہے وہی حالت مسلمانوں کے انگریزی مدارس کی ہے۔ ہماری لغویت اور انانیت ہر جگہ ساتھ ہے اس لیے نئے پرانے سب کے خلاف "جہاد" واجب۔ ✦ اڈیٹر۔

# "سفیدی میں سیاہی لگانا"

عرصہ ہوا پنجاب کے کسی بیرسٹر صاحب نے ایک اخبار جاری کیا تھا۔ اوس پر رائے ظاہر کرتے ہوئے اخبار تفریح لکھنؤ نے لکھا کہ اگر سفیدی میں سیاہی لگانے کا نام مضمون نویسی ہے تو خیر۔ ورنہ بیرسٹر صاحب کے اخبار میں مضمون کی تلاش بیفایدہ ہے"۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم (۱) اپنی لفاظی پر مفتون ہونے کی عادت سے اپنے آپ کو الگ کرلیں اور (۲) بیدار مغزی و عاقبت اندیشی کے ساتھ ضروریات زمانہ کو دیکھیں اور سمجھیں۔ اور پھر مسلمان مضمون نگاروں کے مضامین پر نظر کریں تو ہمکو ماننا پڑے گا کہ ایڈیٹر تفریح کی رائے ہمارے مضامین کے بہت بڑے حصہ پر صادق آتی ہے۔ اور ہماری اکثر تحریری کوششیں مضمون نویسی اور انشاپردازی کے بجائے سفیدی میں سیاہی لگانے سے زیادہ مشابہ ہیں۔

"سفیدی میں سیاہی لگانے" کے کیا معنی؟ یہی کہ انسان اپنے مادہ اور قابلیت اور نیز وقت کو مفید اور بارآور کاموں میں صرف کرنے کی بجائے اونکا غلط اور برا استعمال کرے۔ بنانے کی جگہہ بگاڑے اور نفع کی جگہہ نقصان اوٹھاوے۔

ہمارے اہل قلم کو جو لیاقت اور فرصت خدا نے دی ہے اوسکو (بجائے اسکے کہ ضروری اور مفید کاموں میں صرف کرتے۔ خود فایدہ اوٹھاتے۔ دوسروں کو نفع پہونچاتے) محض بے نتیجہ اور غیر مفید بلکہ مضر باتوں میں صرف کرتے ہیں۔ اور اپنی محنت و لیاقت اور وقت کو ضایع کرنے کے ساتھہ قوم کا مذاق بگاڑتے ہیں اور اوسکو تباہ و برباد کرتے ہیں۔

ضرورت اور نہایت سخت ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کی عادات و اطوار کی اصلاح کیجائے۔ رسمیات اور طریقہ زندگی کو عقلی اصول کے ماتحت کیا جائے۔ لوگ جہالت اور افلاس کے شکار ہورہے ہیں اونکو بچانے کے لئے زبردست اور مستقل کوشش کیجائے سستی اور بیکاری کی جگہہ مستعدی

اور مصروفیت کو قوم کے اصول زندگی میں داخل کیا جائے اور اوسکو مقابلہ اور جدوجہد کے لئے تیار کیا جائے - مگر ہمارے اہل قلم اور تعلیم یافتہ لوگوں کو ان باتوں کا پورا پورا احساس ہی نہیں - اور اس وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض شعر و شاعری میں مصروف ہوتے ہیں تو بعض ان میں سے کسی کی تعریف اور کسی کی ہجو میں مضامین لکھکر رسالوں کے صفحے سیاہ کرتے ہیں - کوئی دیوان ناظم واجد علی شاہ شاہ اودھ کے خطوط پر (جو بیگمات کے نام ہیں) فریفتہ ہے - کسی کو یہہ فکر ہے کہ مومن خان دہلوی نے کتنی غلطیاں کی ہیں - اور اونکو استادی کی سند دیں یا نہ دیں !!!

خیر یہہ تو وابستگان دامان دولت شاعری تہے جو اپنے عالم بیخودی کی بدولت شاید ایک حد تک معذور اور قابل معافی سمجھے جائیں لیکن ہمکو بڑی شکایت اوس جماعت سے ہے جو نثر میں مضامین لکھتی ہے - یہہ جماعت اگر راہ نہ گم کرتی اور سیدھے راستہ پر چلتی تو کچھہ شبہ نہیں کہ بہت مفید ہوتی - مگر بدقسمتی سے اونکی کوششیں بھی غیر ضروری اور بیفائدہ مضامین اور بیکار لفاظی میں ضایع ہو رہی ہیں - کوئی حسن و عشق پر مضمون لکھتا ہے - کوئی ڈوپٹہ اور ساری پر قلم اوٹھاتا ہے کہیں چشم انتظار ہے - کہیں وصال یار - پھر فرمائیے کہ یہ سفیدی میں سیاہی لگانا نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟ - ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہم نے ایک مضمون لفظ "وغیرہ" پر پڑھا جو ایک لائق اور مشہور مسلمان گریجویٹ کا لکھا ہوا تھا اور کئی صفحوں میں لکھا - لیکن سارا مضمون پڑھنے کے بعد افسوس ہوا کہ کیوں وقت ضایع کیا - الفاظ کا استعمال مفید ہے - مگر اوس وقت جبکہ اوسے مضمون اور اظہار خیالات کی غرض سے ہو - ورنہ بے مطلب اور بلا مضمون کے ترسے الفاظ جمع کر دینا بالکل اوسی قسم کی مضمون نویسی ہے جسکو "سفیدی میں سیاہی لگانے" سے تعبیر کیا گیا ہے -

اس قسم کے مضامین عموماً اردو کے ادنی رسالوں میں دیکھے جاتے ہیں جو مسلمانوں کے ہاتھہ میں ہیں - خاصکر مخزن اور اوسکے مقلد رسالوں میں -

فٹ نوٹ سلہ - نہایت ناانصافی اور بے ادبی ہوگی - اگر ہم یہاں اون واجب التعظیم بزرگوں کو اس قابل الزام جماعت سے علیحدہ نہ کریں جن کی مبارک کوششوں کی بدولت نہ صرف کاغذ کے ہزاروں صفحے جگمگاتے ہیں - بلکہ بہت سے تاریک دل و دماغ روشن ہو گئے ہیں - اور جن کو لوگ آفتاب و ماہتاب کی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں ۱۲ منہ

افسوس ہے کہ ہم حالت سفر میں ہیں اور ان رسالوں میں سے کسی کی کوئی جلد یہاں موجود نہیں ہے ورنہ ایک سال کی فہرست مضامین درج کر دینے کے بعد ہمکو کچھہ اور لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

اگرچہ ہمکو شیخ عبد القادر صاحب ایڈیٹر مخزن سے نیازمندی اور ایک گونہ عقیدت ہے اور ہم اونکی سچی عزت کرتے ہیں اور اون کے مفید کاموں کے لئے دل سے شکرگزار ہیں۔ تاہم اس کا نتیجہ یہہ نہ ہونا چاہئیے کہ کسی خاص امر کی نسبت ہم اپنی اصلی اور بے لاگ رائے ظاہر کرنیسے باز رہیں مخزن ہمیشہ اولیت بلکہ امامت کا مدعی رہا ہے اور اپنی اوّلیات کی پوری تفصیل نہایت فخر کے ساتھہ شایع کر چکا ہے۔ ہم اوسکی اولیت اور امامت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن صاف صاف کہتے ہیں کہ وہ ہدایت کی بجائے گمراہی کا امام ہے۔ اُس نے خود غلط راستہ اختیار کیا اور اوسکی تقلید میں دوسرے گمراہ ہوئے۔ جس جماعت پر تمام قوم کی نظر پڑتی تھی۔ اور جس سے امید ہوتی تھی کہ قوم کی بہبودی اور اصلاح حال میں کوشش کرے گی اوسکو مخزن نے لاحاصل مضامین اور بیمعنی لفاظی میں مصروف کر دیا۔ اور مفید کاموں سے باز رکھا۔ زمانہ کے اثر سے لوگ حسن و عشق کی رام کہانی اور گل و بلبل کی داستان فراموش کر چلے تھے۔ رنگین اور مبالغہ آمیز طرز تحریر کو ناپسند کرنے لگے تھے مگر مخزن کے وجود میں آتے ہی معاملہ برعکس ہوگیا خفیف دلگر فریب دہ) تبدیلی کے ساتھہ وہی باتیں پھر زندہ کی گئیں۔ پُرانی تصویروں پر نیا رنگ و روغن چڑہا یا گیا پھر کیا تھا۔ خریداروں اور قدردانوں کا ہجوم ہوگیا۔ پرانے افسانے یاد آگئے۔ ایسے جسکو دیکھو پچاس برس پہلے کی باتیں کرتا ہے !!۔ اور دعوے یہہ کہ ہم مُصلح اور رہنما ہیں !!!

حقیقت یہہ ہے کہ نہایت رنج اور مایوسی ہوتی ہے۔ اور رنج و مایوسی کے ساتھ ندامت ہوتی ہے۔ جب دیکھتے ہیں کہ ایک طرف جدوجہد کا بازار گرم ہے۔ دانشمند اور باہمت قومیں بڑے سے بڑے سوشل اور پولیٹکل مسایل پر عمدگی اور قابلیت کے ساتھ بحث کر رہے ہیں۔ اور اپنی اصلاح حال اور حفاظت حقوق میں سرگرمی کے ساتھہ مصروف ہیں۔ اور نہایت مردانہ ہمت کے ساتھہ مقابلہ کے میدان میں برابر آگے بڑہے چلے جا رہے ہیں۔ اور فتح پر فتح حاصل کر رہے ہیں !!۔ اور دوسری طرف ہمارے نازک خیال اور خوش تحریر نوجوانوں کی ہمت ڈرامہ اور کرتی پر مضامین لکھنے میں ختم ہو رہی ہے !!!۔ فاعتبروا یا اولی الالباب لعلکم تعلمون

**نوٹ** ۔ ہم اپنے لایق دوست کا مضمون اون کی خاطر اور پبلک کے فائدہ کی غرض سے چھاپ تو دیتے ہیں۔ مگر اوس کا جواب بھی اس شعر میں دیتے ہیں ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل آں اندر دلش انداختند

سب یکساں سنجیدہ۔ مفید۔ عملی۔ یا زود رنجیش نہیں ہو سکتے جیسے کہ سب رنگین مزاج۔ شاعر۔ یار منش۔ خوش طبع نہیں بن سکتے۔ ؎

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہاں کو زیب اختلاف ہے

ہاں زمانہ کی ضرورت کو۔ وقت کی مصلحت کو۔ معاشرت کی حالت کو طبیعتوں کے رجحان کو اور اصلاح کے مفید پہلوؤں کو دیکھنا اہل دانش کا فرض ہے۔ مگر ہمارے لایق اور معزز معاصرین (جن سے ہکو ذرا بھی کد نہیں) ایک حد تک لوگوں کے مذاق سے مجبور ہیں اور زبان حال سے فریاد کرتے ہیں ؎

چہ تواں کرد مردمان اینند۔ فقط ایڈیٹر۔

# مراسلات

## (۱) مسلمانوں کے اخبارات و مسلم پریس کانفرنس

مسلمانوں کے اخبارات کی اصلاح کی غرض سے مسلم پریس کانفرنس قایم کی گئی تھی جسکے دو جلسے ہوئے ایک جلسہ ابتدائی محض قایم کرنے کی غرض سے تہا۔ اور دوسرا جلسہ جو سالگذشتہ مین ہوا وہ ابتدائی جلسہ کا تتمہ تہا۔ کیونکہ کسی قسم کی کارروائی اس سال نہیں ہوئی۔ اور میرا خیال تو یہ ہے کہ اگلا مسال بھی کوئی جلسہ کانفرنس کا ہوا تو وہ تتمہ بھی نہ ہوگا بلکہ اغلب ہے کہ پہلا رزولیوشن یہ پیش ہو کہ "نہایت افسوس کے ساتھ اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ قوم میں کبھی ایسی کانفرنس کے چلانے کی صلاحیت نہیں ہے لہٰذا یہ کانفرنس بند کر دی جائے" فاعتبروا یا اولوالابصار۔

خیر نتیجہ جو ہو چند مہینہ بعد ظاہر ہو جائیگا۔ مگر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے عہدہ سے سبکدوشی حاصل کر لینے کے لئے چند ماہ پیشتر اعلان کر دوں۔ کیونکہ اوّل تو میں خود اس صیغہ میں نہیں رہگیا (چونکہ چند روز کے لئے ہمدرد بند ہو گیا ہے۔ اسلئے اب اڈیٹری کی حیثیت سے فی الحال مجھکو کوئی تعلق نہیں ہے) دوسرے اگر میرا تعلق ایسے کام سے ہوتا بھی تو میں سبکدوش ہو جاتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ میرا سکرٹری ہی ہونا کسی قسم کی خرابی اس کام میں پیدا کر رہا ہو اور کوئی دوسرے صاحب اس کام کو مجھسے زیادہ عمدگی سے انجام دیسکتے ہوں۔

اس میں تو کوئی کلام ہی نہیں ہے کہ ہمارے اردو **اخبارات** بہت کچھ صلاح کے محتاج ہیں اور اون کی اصلاح اوس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ اون کی ایک ایسوسی ایشن خاص نہ ہو۔ اور جو کہ اون کے اوپر ہر طرح کا اخلاقی دباؤ ڈال سکتی ہو۔ اکثر اخبارات ہم سے اس بات کو نہایت تعجب کے ساتھ دریافت کرتے ہیں کہ کیا ایسی **ایسوسی ایشن** قایم بھی ہو سکتی ہے (ہم اسکا جواب صرف اس قدر دینا چاہتے ہیں کہ ایسوسی ایشن مذکور آپ ہی حضرات کی ہے۔ اور اس جسم کے اعضاء آپ ہی لوگ ہیں۔ اور اگر آپ لوگ اس میں شامل ہو جائیں تو میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ مسلم پریس کانفرنس قایم ہو کر رہے گی۔ اور عملی کام کرے گی۔

چونکہ میری رائے میں مسلمانوں کے صرف حسب ذیل اخبارات قومی معاملات میں ایک متحد پالیسی رکھہ سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے اون لوگوں کو بارہا اس جانب توجہ دلائی۔ مگر اون لوگوں نے یا تو سکوت کیا۔ یا مایوسی سے بھرا ہوا جواب دیا۔

انسٹیٹیوٹ گزٹ۔ وکیل۔ وطن۔ عصر جدید۔ البشیر۔ ذوالقرنین۔ قومی ہلچل۔ چودھویں صدی۔ راولپنڈی

انسٹیٹیوٹ گزٹ اور وکیل سے جو جوابات آئے ہیں وہ درج ہیں۔

(۱) "میرے خیال میں مسلمانوں میں نہ اس کانفرنس کے چلانے کی قوت ہے اور نہ ہی خیال۔ اسلئے اس میں کامیابی نہیں ہو سکتی"

محسن الملک۔

(۲) "مہربانی فرما کر مطلع فرمایئے کہ کن کن اخبارات کو آپ مسلمانوں کا اخبار سمجھتے ہیں۔ کیا آپکے نزدیک مسلمانوں کے اخبار ہونے کا یہہ معیار ہے کہ اسکا پروپرائٹر مسلمان ہو۔ جن اخبارات کو آپ مسلمانونکا

اخبار سمجھ رہے ہیں۔ اسکی نسبت مجھے ہرگز توقع ہی نہیں کہ ان میں کسی قسم کی اصلاح ہو سکتی ہے یا وہ قومی معاملات میں ایک متحد اصول کے پابند ہوں گے۔ خدا کے لیئے اس سودائے خام کو چھوڑیئے۔ سب سے پہلے مسلمانوں میں آدمی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ پھر اخبار بنایئے۔ اسکے بعد پریس کانفرنس قایم کیجیئے۔ ہمارے اخبار محض ذریعہ معاش ہیں"

نیازمند خاکسار

وطن۔ نے کسی قسم کا جواب نہیں دیا نہ اوس نے ہماری رویداد کو شایع کیا۔ نہ دستور العمل کو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسکو ہم سے باضابطہ اختلاف ہے۔

اڈیٹران البشیر و ذو القرنین لکھنو کے جلسہ میں شامل تھے۔ اور انہوں نے میمبری بھی قبول کی تھی مگر اس جلسہ کے بعد اونہوں نے اس قدر سکوت کیا کہ خطوط کے جواب تک نہ دیئے۔

چودہویں صدی۔ اور قومی ہلچل نے البتہ ہمارا کچھہ ہاتھہ بٹایا اور بذریعہ تحریروں کے ہمکو وقتاً فوقتاً مشورہ دیتے رہے۔

ہم اڈیٹر صاحب عصر جدید کے خاص طور سے مشکور ہیں جو کہ برابر ہمارے خطوط کے جواب دیتے رہے۔ اور اپنے قیمتی مشورہ سے آگاہ کرتے رہے۔

ہم اس بات کو دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر ہمارے ممبر ہی ہماری تائید کرتے۔ اور پریس **ایسوسی ایشن** کی تائید مین آرٹیکل لکھتے اور مثل اڈیٹر عصر جدید ہمکو وقتاً فوقتاً مشورہ دیتے رہتے تو ایک سال کے اندر میں ہماری کانفرنس بہت کچھہ کر سکتی۔ غرضکہ ہماری کانفرنس کا بڑا اور اصلی مقصد "اصلاح اخبارات" تھا۔ مگر افسوس کہ ہمارے دوستوں کی بے توجہی سے یہ مقصد پورا نہ ہوا۔ اب تو میری بھی خواہش ہے کہ کانفرنس قایم رہے۔ اور میرا جانشین اسکو عملی حالت کے لانے میں کامیاب ہو۔

میں اپنے ہم جلیسوں سے بہت شرمندہ ہوں کہ میں بھی مثل سابق سکرٹری کے اپنے فرائض کی انجام دہی مین ناکامیاب رہا۔ امید ہے کہ میرے دوست مجھکو معاف فرما دیں گے۔

خاکسار

جمال احمد سکرٹری مسلم پریس کانفرنس۔

# (ب) انجمن اسلامیہ مظفرنگر

بخدمت جناب سکرٹری صاحب شعبہ اصلاح

جناب من تسلیم۔

۱۰ مئی ۱۹۰۸ء کو شاہ مصطفیٰ احمد صاحب کانفرنس اسسٹنٹ نے مظفرنگر میں ایک انجمن قایم کی۔ جو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی شاخ ہے۔ اور چونکہ اوسکا تعلق آپکے شعبہ سے بھی ہے اسلئے اوسکی کارروائی اور اوسکے مقاصد کی اطلاع آپ کو کرنی ضرور ہے۔ اوسکے مقاصد حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ مسلمانوں کو تعلیم کی ترغیب دینا اور اونہیں اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ اپنے بچوں کو مکاتب یا مدارس میں بھیجیں۔

۲۔ جن بچوں کی عمر تعلیم حاصل کرنیکی نہ رہے اونہیں کوئی کام یا پیشہ اختیار کرنیکی ترغیب دینا۔

۳۔ مسلمان جو بالعموم شادی اور غمی میں اپنی حیثیت سے زیادہ صرف کرتے ہیں جسکا نتیجہ اکثر قرضداری اور بالآخر تباہی ہوتا ہے اونہیں کم صرف کرنے کی ترغیب دینا۔

چنانچہ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر جمعہ کی شب کو دومنزلی مسجد واقع مظفرنگر میں اس انجمن کا جلسہ ہوتا ہے۔ جس میں اصلاح کے متعلق عصر جدید۔ تہذیب الاخلاق و دیگر قومی کتابوں میں سے مضامین پڑھے جاتے ہیں اور زبانی مفید تقریرین ہوتی ہیں۔ عملی کام شروع کرنیکے لئے مسلمان بچوں کی تعلیمی مردم شماری بھی کیجاتی ہے جس سے اندازہ ہو کہ کتنے لڑکے بیکار اور کتنے لڑکے ایسے ہیں جو بالکل نہیں پڑھتے۔ اسراف کے متعلق بھی عملی کام پیش ہوتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ جلسہ میں سید حسن احمد صاحب نے بیان کیا کہ ایک سید اپنی جائیداد فروخت کرکے شادی میں صرف کرنے والے تھے مگر میرے عرض کرنے پر اونہوں نے اپنا ارادہ بدلدیا۔ اس سے پہلے منشی محفوظ خاں صاحب نے اسی طرح ایک شخص کا ارادہ بدلا تھا۔ اور نصیرالدین نے ایک شخص کو کام پر لگایا۔

انجمن کے متعلق ایک دارالاخبار بھی کھولدیا گیا ہے جو بازار میں ہے۔ اور جس میں جملہ قومی اخبارات

عوام کے پڑھنے کے لئے رکھے رہتے ہیں۔ اور کسی قسم کی فیس نہیں لیجاتی۔ انجمن کے ممبر قومی کتابیں لوگوں کو دکھانے کا کام بھی کرتے ہیں جو ایک نہایت مفید کام ثابت ہوا ہے۔ بالعموم مسلمانوں کو اپنی حالت کا احساس نہیں ہے۔ مگر قومی کتابیں پڑھنے سے جب مسلمانوں کی مفلسی کا پورا نقشہ سامنے کھنچ جاتا ہے تو خود بخود اپنی حالت درست کرنیکی رغبت ہوتی ہے۔ اول تو ملک میں علمی مذاق بہت کم ہے۔ اور جو ہے وہ قصص قصایص یا ایسی کتابوں پر محدود ہے جو زندگی کی سخت کشمکش میں ذرا بھی کارآمد نہیں ہوتیں بلکہ اور زیادہ ناعاقبت اندیشی اور غفلت سکھاتی ہیں۔ اسلئے ہر شخص کے لئے جو کچھ کرنا چاہتا ہے سب سے زیادہ سہل اور سب سے زیادہ مفید کام یہہ ہے کہ اپنی مفید کتابیں اپنے ملنے والوں کو دکھائے اور تاکید کرکے واپس لیلے۔ تاکہ پھر دوسروں کو دے سکے۔

انہیں مقاصد کی تکمیل کے لئے۔ ۱۲ اور ۱۳ ستمبر کو مولوی غلام محمد صاحب مولوی فاضل ہوشیارپوری نے وعظ بیان فرمایا۔ نواب صاحب کرنال کے احاطہ میں شامیانے نصب ہو گئے تھے۔ حاضرین کو جو بہت کثرت سے تھے جاہلانہ رسوم اور فضول خرچی ترک کرنے کے لئے جناب مولوی صاحب ممدوح نے مفصل تقریر فرمائی۔ اور زمانہ حال کی ضروریات سے واقف کیا۔ اور تعلیم کی طرف توجہ دلائی۔

سخت صدمہ کی بات ہے کہ ہمارے علماء جنکے ہاتھ میں تمام مسلمانوں کی باگ ہے ضروریات زمانہ سے قطعاً ناواقف ہیں۔ اسی وجہ سے مسلمان بحیثیت مجموعی غافل ہیں۔

ابھی تک ندوۃ العلماء سے بھی کوئی جماعت تیار ہو کر نہیں نکلی۔ کیونکہ اوسکے انعقاد کو اتنا زمانہ نہیں ہوا کہ کامل علماء تیار ہوتے۔ اب چند مقدس نفوس کے سوا کوئی ایسا نہیں معلوم ہوتا جو مذہبی جذبات کی تحریک کے ساتھ عوام الناس کو کامل دنیوی ہدایت بھی دے۔ منجملہ چند بزرگوں کے جو اس کام کے اہل ہیں۔ جناب مولوی غلام محمد صاحب ممدوح بھی ہیں جو باوجود ضعیفی کے اپنا وقت ایسے کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ ایسے بزرگوں کو عرصہ تک ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ فقط

راقم

نور محمد سکرٹری انجمن اسلامیہ مظفر نگر۔

# ماہ گزشتہ

## شبرات کی آتش بازی

ہمارے دوست ایڈیٹر صاحب البشیر (پرچہ مورخہ ۱۱ اکتوبر سنہ ۱۹۰۵ء) میں افسوس کرتے ہیں کہ آتش بازی جیسی مضر مہلک اور فضول خرچی کی رسم شبرات میں کثرت سے ہوتی ہے مگر اسکی طرف نہ گورنمنٹ متوجہ ہے نہ انجمن صلاح تمدن! بانداز ہیں میونسپل کمیٹیوں اور پولیس کا کام ہے کہ انتظام کرے لیکن دلوں کی اصلاح **مذہب** اور **حاملان مذہب** کا کام ہے۔ افسوس ہو کہ وہ سو رہے ہیں۔ اور یہہ کہکر ہر بات کو ٹال دیتے ہیں کہ ہماری سنتا کون ہے۔

انجمن **صلاح تمدن** نے بہت زور اور وضاحت کے ساتھ ہر قسم کی فضول خرچی کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے مگر اب تجربہ بتایا جاتا ہے کہ فضول خرچی طبیعت کی اوس حالت کا نتیجہ ہے جس کا دوسرا نام بدمذہبی اور لامذہبی ہے۔ جو لوگ سچے دل سے خدا کو حاضر و ناظر جانتے ہیں جن کا یقین ہے کہ اس زندگی میں کوئی چیز اپنی نہیں بلکہ خدا کی طرف سے بندوں کے اور اپنے فائدے سے یعنی بہترین استعمال کے واسطے امانت ہے وہ ایسی لغویات میں کبھی نہیں پڑ سکتے۔ میں ادب اور اصرار کے ساتھ تمام ممبران صیغہ اور اون حضرات سے جن کی نظر سے یہہ رسالہ گزرتا ہے عرض کرتا ہوں کہ جہانتک ہوسکے اس بدرسم کو مٹانے میں کوشش کریں۔ یہ سچ ہے کہ یہ سطور شبرات کے بعد ناظرین کے سامنے جاویں گی لیکن سال بھر تک لوگوں کو سمجھانے کے لئے خاصہ موقعہ باقی رہے گا۔ فقط

## نئے مسیحیوں کا طیش

ہم نے اگست سنہ ۱۹۰۵ء کے پرچہ میں ایک سرسری نظر **"قادیانی تحریک"** پر کی تھی۔ اس سے پہلے مدرستہ العلوم۔ انجمن حمایت اسلام۔ علمائے شیعہ و سنی۔ ندوۃ العلما۔ صوفیا سب پر رائے اور نکتہ چین رائے دکھا چکے ہیں سب نے اچھی نصیحتوں کو خوشی سے سنا اور خلاف طبع باتوں پر صبر کیا۔ مگر حضرت مرزا صاحب قادیانی ملقب بہ **ولد اللہ** اور جو خدا سے مقام توحید اور تفرید (یعنی یگانہ ہونے میں) برابری کا دعویٰ کرتے ہیں اون کے حواریوں میں اس مضمون سے عجیب گھبراہٹ اور پریشانی پیدا ہوئی۔ کہتے ہیں کہ ضعیف

مرزائیوں نے تحقیق حق شروع کردی ہے اور مضبوط طبیعت لوگوں پر رعب حق اس قدر غالب ہوا کہ وہ دیوانہ وار **اول فول** بکنے لگے۔ ہم نے دسمبر ۱۹۰۴ء کے عصر جدید میں **الحکم قادیاں** پر ریویو کرتے وقت لکھا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریر و تقریر میں لفاظی بہت تکرار بے حد اور فصاحت ابلہ فریب ہے لیکن مطلب کم ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اون کے جملہ اہل قلم میں یہی عیب سرایت کر گیا ہے ہمارے ایک ثالق دوست نے جو بی۔ اے اور وکیل چیف کورٹ اور اس فرقہ کے قانونی مشیر ہیں۔ ایک مضمون ہمارے جواب میں الحکم کے بڑے چوالیس کالموں میں بطور تمہید چھاپا ہے۔ اگرچہ ابھی تک کام کی باتیں کم ہیں تاہم اون کے مضمون ختم ہونے پر ہم آیندہ کسی پرچہ میں بیاں لکھیں گے کیونکہ اوس میں نسبتًا تہذیب پائی جاتی ہے۔

ہمارے ایک دوسرے دوست ہیں۔ یہ شاعر ہیں اور الف۔ اے تک علی گڈہ کالج میں پڑہ چکے ہیں۔ اور وہ اس سے پہلے خاصے مہذب انسان سمجھے جاتے تھے۔ اس مضمون کو پڑہ کر کال پرچہ **البدر** (مورخہ ۱۲ اکتوبر سنہ ۱۹۰۵ء) میں اونہوں نے گالیوں کا طومار ہم پر باندہا ہے۔ ہیجڑا۔ کمزور دماغ۔ حاسد۔ دلال۔ گورنمنٹ کا باغی۔ اون کے چند نرم خطاب ہیں اور چونکہ اس مضمون کو لکھنے کے لئے میرٹھ سے قادیاں تک کا سفر گوارا کیا گیا۔ اور آسمانی نشان کی دہمکی دی گئی۔ اس لیے ہم نے اس مضمون کو خاص توجہ اور غور سے پڑہا۔ ہم پر تو آسمانی نشان اس مضمون سے پورا ظاہر ہو گیا۔ جو تحریک ایک تعلیم یافتہ اور مہذب ملاقاتی کو اس درجہ شریف (!) بنا دے۔ اور جس تحریک کے مدینہ میں ایسا مہذب مضمون لکھا جا کر فخریہ شائع ہو وہ تحریک ضرور خدا کی طرف سے ہے۔ مگر وہ خدا کی طرف سے اوسی معنی میں ہے جس معنی میں **شیطان** اور **طاغوت** اوسکی طرف سے ہے۔ یعنی اس تحریک سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جھوٹوں کی پیروی انسان کو کتنا گرا دیتی ہے۔ اور نور سے تاریکی میں ڈالتی ہے۔ اور اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور۔ والذین کفروا اولیائھم الطاغوت۔ یخرجھم من النور الی الظلمات۔ ہمارے نزدیک ایسے مضامین کا جواب دینا کاغذ و سیاہی کا ضائع کرنا ہے کیونکہ کوئی ذی ہوش مسلمان بلکہ مرزائی بھی مسٹر گوہر شاعر الامت کے مضمون کو ہمارے ریویو کا جواب نہیں کہہ سکتا۔ اس مضمون نگار نے قبول کیا ہے کہ بیشک سب مسلمان جو مرزا صاحب کے خلاف ہیں اور جہاد کو برا نہیں کہتے اون کو غارت اور تباہ ہو جانا چاہیئے۔ اور پھانسی ملنی چاہئے۔ بات تو

معقول ہے۔ اچھا ہو اگر مرزا صاحب کو پروانہ خیر خواہی ملجاوے۔ اور یہ نے چھ کروڑ مسلمان قتل کردیئے جاویں تاکہ آیندہ کو جھگڑا ہی جاتا رہے۔ یہ جو کسی کسی مسلمان کو حضرت مرزا صاحب کی بدزبانی انبیا و اولیا پر غصہ آجاتا ہے وہ بھی باقی نہ رہے گا اور پھر پورا موقعہ کرشن علیہ السلام کو رہے گا کہ قرآن کو چھوڑ کر ایک پران بناویں اور سیدھے سادھے ہندوؤں سے براہین کرشنیہ لکھکر لاکھوں روپیہ وصول کرلیں۔ خیر ہم اس سب انبار پر مختصر ریویو پھر کبھی کریں گے۔

## سرمایہ یک روپیہ فنڈ

میر جعفر حسین صاحب نے یہ تجویز دو تین سال ہوئے اپنے دماغ سے نکالی تھی کہ ہر مسلمان سے ایک روپیہ سرسید کی یادگار میں لیا جاوے اور علیگڑھ کالج میں دیا جاوے۔ اونکا خیال یہہ تہا کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد سے ایک لاکھ روپیہ ایک سال میں ضرور جمع کرویں گے۔ مگر دو سال میں ہزار دقت سے پچیس ہزار روپیہ وصول ہوا۔ یہ بھی اس جری سید کی ہمت تھی۔ اب ہمارے دوست ظفر عمر صاحب بی اے نے اس فنڈ کے سکرٹری شپ کا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ کیونکہ اتفاقاً میر جعفر حسین صاحب سرکاری کام میں بالکل عدیم الفرصت ہوگئے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں سے دریافت کیا ہے کہ اس فنڈ کو دسمبر ۱۹۰۵ء کی کانفرنس میں بند کردیا جاوے۔ یا جاری رکہا جاوے۔

بہت سے لوگ کہیں گے کہ ضرور جاری رکھو لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ اس فنڈ کے لئے اس قدر محنت بھی کریں جسقدر میر جعفر حسین صاحب نے کی ہے تب بھی یہ فنڈ صرف چھکڑے کی رفتار سے آگے چلیگا اور بہت سی محنت برباد جاویگی۔ اسمیں ذرا بھی قصور نہ علیگڑھ کالج کا ہے۔ نہ ون روپی فنڈ کے سکرٹری سابق وحال کا بلکہ قصور ہمارا اپنا ہے۔ قصور ہمارے غلط اصول کا ہے۔ قصور اس غلط خیال کا ہے کہ لوگ بغیر خوف خدا یا بغیر سخت قومی جوش کے ایثار پر آمادہ ہو جاوینگے۔ جبتک مسلمانوں کو سچا مسلمان بنانیکی کوشش نکیجاویگی۔ اور جبتک ہم لوگ جو قوم اور اسلام کا نام لیتے ہیں بے ریا اور سچے مسلمان بنکر نمونہ نہ دکہاوینگے جبتک اس آیت شریف کو نہ سمجھہ جاوینگے کہ "تم نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جبتک اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ نہ کرو" جبتک حلال شدہ روپیہ کو سچی اسلامیت اور کفایت کے واسطے خرچ نہ کیا جاویگا۔ الغرض جبتک اصلاح ایک لفظ رہیگا اس وقت تک قوم محض ایک نام ہوگی اور ان سب کوششوں کی ابتدا دہوکا دینے والی امید اور انتہا مایوس کرنے والی آہ ہوگی۔ یا ایہا الذین اٰمنوا اٰمنوا۔ اے ایمان والو۔ ایمان لاؤ۔ فقط

## نواب محسن الملک بہادر

ہمکو اس بات کے معلوم ہونیسے بہت افسوس ہوا کہ نواب صاحب ممدوح

میں سخت بیمار ہیں۔ حالانکہ ایک خانگی خط سے قدرے آرام معلوم ہوا تھا۔ قوم کو نواب صاحب موصوف کی اشد ضرورت ہے۔ اون کے سوا کوئی کام کو سنبھالنے والا نظر نہیں آتا اور جو لوگ کسی زمانہ میں خواہشمند تھے کہ علی گڑھ کی وزارت اون کو ملے بوجہ ضعف یا زیادتی کام وہ بھی اس بوجھ کو لیتے نظر نہیں آتے۔ محسن الملک بہادر کی قدر قوم کو روز بروز زیادہ ہوگی۔

## جاپان میں اشاعت اسلام

میں اس سے پہلے جاپان یا امریکہ میں اشاعت اسلام کے متعلق اپنی رائے خلاف لکھ چکا ہوں۔ خود ہندوستان میں ایک کروڑ مسلمان ایسے ہیں جو صرف برائے نام مسلمان ہیں اور احکام الٰہی سے نابلد ہیں اور چار کروڑ دیگر احکام اسلام پر بظاہر عمل کرتے ہیں۔ باطناً بالکل بے پرواہیں میرے نزدیک سب سے اول علماء میں خلوص پیدا کرنا چاہیے۔ پھر ہندوستان کے مسلمانوں میں اعلیٰ تحریک **صلاح** اور **صداقت** کی پھیلانی چاہیے۔ **جاپان** اسلام کی فکر ابھی قبل از وقت ہے۔ چند انگریزی خواں ہندو سادھوؤں کی مثال سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ وہاں کسی بڑی کامیابی کی امید اس وقت تک فضول ہے جب تک مسلمان اون سے بہتر نمونہ **انسانیت** اور **علمیت** اور **روحانیت** کا اونکے **مذاق کے بموجب** نہ دکھاسکیں۔

اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔ اور اشاعت دین اندرون ملک ہونی چاہیئے وہ زمانہ خود بخود آئیگا جبکہ قومیں اس طرح دایرہ اسلام میں آتی چلی جاویں گی جس طرح پروانے شمع کیطرف ہر طرف سے چلے آتے ہیں۔

## علیگڑہ کالج کا اسٹاف اور طلبا

اخباروں میں اس بات کا چرچا ہے کہ مدرستہ العلوم میں اسٹاف جلد جلد بدلتا رہتا ہے۔ خاصکر دیسی پروفیسر اسٹر۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ خرابی کا انتظام بہت ضروری ہے۔ خاصکر دیسی پروفیسروں کی ترقی کے مدارج قایم ہونے چاہییں۔ تقرر ذاتی لیاقت کی وجہ سے ہونا چاہیے نہ کہ سعی و سفارش یا نمایش لباس کی وجہ سے یہ بھی ضرور ہے جیسا سید طفیل احمد صاحب نے کسی گذشتہ نمبر **علیگڑہ منتھلی** میں لکھا تھا **سادگی** اور **کفایت شعاری** کی عادت طلبہ میں ڈالی جاوے۔ اور صداقت پیدا کیجاوے مجھے امید ہے کہ ہمارے عزیز طلباء مدرستہ العلوم کم عقل مردوں یا کمزور عورتوں کی طرح نازک مزاج بن کر بہانہ نہیں گے۔ مگر برا بھی نہیں تب بھی میں اس بات کو کہنے سے باز نہ رہونگا کہ اون کو مضر اپر ٹی

سپرٹ چھوڑکر اتفاق سیکھنا چاہیے۔ سادگی اور صداقت اور علمیت کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے نہ کہ مغربی فیشن پالٹکس اور سری خواندگی کو۔ وہ تمام قوم میں مثل خمیر کے ہیں۔ اگر خمیر ہی خراب ہے اور تعلیم ہی اپنا پورا اثر نہیں کرتی تو قوم کی کوششیں بیکار ہیں۔

باوجود اس نکتہ چینی کے میرے نزدیک اس وقت کوئی تعلیم گاہ مسلمانوں کے لئے علی گڑھ سے بہتر بلکہ اسکے برابر بھی نہیں ہے۔

**دس لاکھ کا عطیہ** مدراس کے کسی مسلمان صاحب کے متعلق یہ خبر سب دنیا میں شایع ہو چکی ہے کہ انہوں نے **پرنس آف ویلز** کی یادگار میں رقم حاشیہ اسلامی کالج بنانے کے لئے دی ہے۔ یہ خبر ایسی ہی ہے جیسا ضلع علی گڑھ کے ایک معزز رئیس نے اپنی دس ہزار روپے کی جائداد وقف کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ ارادہ اچھی چیز ہے۔ مگر ایفا ارادہ سے بہتر ہے۔ روپیہ ملنا مبارک ہے۔ مگر انسان کا بہم پہونچنا مبارک تر ہے۔ تعلیم گاہیں از بس مفید ہیں مگر تعلیم کی غرض و غایت کا سمجھنا اور صحیح اصول اور طریقے کی تعلیم اور بھی مفید ہے۔ ایک کامل شخص مثل محمد عبدہ مرحوم کے ازہر کی ایک ناقص اور بڑی تعلیم گاہ سے بہتر ہے۔ فقط

**رسید کتب** ہمارے پاس مفصلہ ذیل کتب وصول ہوئی ہیں:-

(۱) **کتاب الایمان**۔ صفحے ۱۱۵ مطبوعہ اخبار وکیل امرتسر قیمت ۱۲ سید محمود علی صاحب مولوی فاضل پروفیسر رندھیر کالج کپورتھلہ نے یہ مفید کتاب زیادہ تر قرآن شریف کی آیات سے ماخوذ کرکے لکھی ہے۔ اور **ایمان** کے مختلف مدارج اور کیفیتیں آیات قرآنی سے نقل کی ہیں۔ ترتیب چھاپہ۔ کاغذ سب اچھا ہے۔ بعض استدلال مثلاً معنی اولوالامر میں ہمکو لائق مولف سے اختلاف ہے۔ کتاب پڑھنے اور کتابخانہ میں رکھنے کے قابل ہے۔

(۲) **تاریخ الخلفاء**۔ علامہ سیوطی کی مشہور عربی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ اسمیں خلافت حضرت ابوبکر صدیق سے لیکر سات سو ہجری کے آخر تک کے حالات ہیں۔ چھپائی اور کاغذ برا نہیں اور قیمت بلحاظ حجم (عہ روپیہ) اندازاً ہے۔

(۳) **عشرہ کاملہ** (فارسی) اس میں مولوی سید علی صاحب حائری نے دس اعتراضوں کا جواب فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کی طرف سے دیا ہے۔ پرانے قسم کے مناظروں میں یہ کتاب اچھا درجہ رکھ سکتی ہے۔ جوابات بلحاظ الزامی ہونے کے پرزور ہیں (قیمت ۸ر) موچی دروازہ لاہور کے پتہ سے مصنف سے ملے گی۔ فقط

(۴) **دیوان غالب معہ شرح** مولفہ سید فضل الحسن صاحب حسرت بی اے۔ ایڈیٹر اردوئے معلی۔ عصر جدید کی نصف تقطیع۔ صفحات (۲۴۴) قیمت عہ ر اس بے نظیر دیوان کی یہ شرح نہایت مفید ہے۔ اس شرح سے بہتر نہیں ہو سکتی۔

# آؤ ہم بتلائیں پچیس ہزار مریض کس طرح صحت یاب ہوئے ہیں

سرمہ عمیرہ کراماتی۔ مقوی بصر محافظ بینائی دافع نزول الماء
رمد دھند غبار۔ آب روانی وغیرہ فی تولہ .. .. عار
حب ذیابیطس۔ پیشاب کا بار بار آنا اور شکر رک کر تندرستی
نصیب ہو۔ فی تولہ .. .. ۵ر
حب دائمی قبض۔ ایک گولی سے دائمی قبض دور
اور تمام عوارض درد کافور .. .. عار
سیلان الرحم۔ عورت کی صحت بحالی زردی چہرہ
اور کمزوری دور دو ہفتہ کے لئے .. .. عار
جوہر عشبہ۔ صفائی خون کے لئے بےمثل گندے خون کو زہر
سے صاف کرتا ہے۔ دانہ پھوڑا پھنسی ناسور بھگندر
خارش شیشی کلاں سے ۔ خورد .. عہ
سرخ رو۔ اس کے لگانے سے چہرہ بارونق جھائیاں
وغیرہ دور۔ چہرہ گلفام سا ہو جاتا ہے۔ فی شیشی .. عہ
نور علے نور۔ چند منٹ میں بال دور ۳ تولہ .. عہ
حب دافع وجع المفاصل۔ جوڑوں کا درد دور ہو درد جوڑوں کے لئے عار
حب دافع طحال تلی یا ہلک کے دفع کرنے کے لئے شرطیہ .. عار
ہیر آئیل۔ دل پا خوشبو کے علاوہ بال بیوقت سفید نہیں ہونے
دیتا۔ نزلہ کو دور کرتا ہے ضعف دماغ کو مفید فی شیشی ۔ عہ
زود کن۔ اسکے لگانے سے بال بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ عار
دوائی خارش۔ رانوں کی خارش اور بدن کے دانے
دو دن میں دور ہوتے ہیں ۴ تولہ .. .. عار

تریاق سعال۔ اخراج بلغم درد سینہ سرفہ کہنہ اور خارش گلو نزلہ
کا چھاتی پر گرنا اسکے استعمال سے بند ہو جاتا ہے موسم سرما میں کارآمد ہے ایک تولہ عار
حب تسلیم مقام افیون۔ چاندو افیون بلا تکلیف اس سے
چھوٹ جاتے ہیں ایک تولہ .. .. .. عہ
دوائی درد کان دو قطرے ڈالنے سے آرام ہو جاتا ہے
ایک شیشی دو سو مریض کو کافی .. .. عہ
روغن اعجاز۔ برسوں کا زخم بھر جاتا ہے۔ بھگندر ناسور
کیلئے اکسیر اور عجیب الاثر ۲ تولہ .. .. عار
چورن مقوی معدہ خوش مزہ بھوک لگاتا ہے اور ہضم کرتا ہے عہ
منجن محکم دنداں ہلتے دانت مضبوط بدبو میل دور
۴ تولہ ایک روپیہ .. .. .. عہ
ید اللہ دافع بخار۔ ۳ رتی بھر سے بخار اتر جاتا ہے
اور پسینہ خوب آتا ہے ۲ درجن .. .. عہ
حب دافع بواسیر۔ بواسیر خونی یا بادی ریحی ہو یا سادی سولی
کا درد وغیرہ سب دور ۲ ہفتہ .. .. عار
دمہ یا ضیق النفس سانس کا بند ہونا اور بلغم وغیرہ دور ہو کر صحت ہو۔ عار
رعنا۔ چہرے کے بدنما داغ چھیپ وغیرہ سب دور ۳ تولہ۔ عہ
مدر حیض۔ باقاعدہ ایام کھلکر مقررہ وقت پر آجاتے ہیں
قیمت دوائی دو ہفتہ .. .. عار
پیچش و مروڑ۔ جیسا اجابت بار بار آئے اور زور لگانے
بجز دو قطرہ کے اور کچھ نہ نکلے تو یہ مفید ہے ۴ تولہ۔ عہ

اکسیر الشفا (دوائی طاعون) بطور علاج ما تقدم عامل مرض کے حملے سے محفوظ رہتا ہے غربا کو مفت فی شیشی۔ عہ

**حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکما ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور موچی دروازہ اعوان منزل**

# کتب مفید موجودہ دفتر عصر جدید بغرض فروخت

## کتب مصنفہ مولوی خواجہ غلام الحسنین سابق انسپکٹر مدارس صوبہ گلبرگہ

۱- **اصول تربیت** - یہ رسالہ جدید اور قدیم اصول کا جامع ہے اور تمام والدین اور معلمین کو اور عام اہل علم کو اسکا پڑھنا ضروری ہے نہایت عمدہ اور اعلےٰ ترتیب سے مضامین اسمیں جمع کیے گئے ہیں جسمانی عقلی ۔ اخلاقی تربیت کے اصول مقاصد طریقہ حصول بتلائے گئے ہیں۔ یہ کتاب نہایت خوشخط اور صاف چھپی ہے حجم ۱۱۲ صفحہ قیمت ۸/

۲- **قوانین دولت** - بسٹربل کی کتاب لاز آف ویلتھ جسکی قیمت انگریزی میں ہے اسکا نہایت سلیس ترجمہ اعلےٰ درجہ کے کاغذ پر مفاد عام سٹیم پریس لاہور میں ۸۴ صفحہ پر چھپا ہے۔ دولت کیا چیز ہے؟ کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ کس طرح تقسیم ہوتی ہے؟ - وہ مضامین علم پولیٹیکل اکانمی کے اسمیں اس طرح بیان ہوئے ہیں کہ مبتدی اور عام شائقین آسانی سے سمجھ سکیں جو طلبا یا مدرسین یا عام شائقین اس علم کے ابتدائی اصول کو جاننا چاہیں اس سے بہتر کتاب اُنکو نہیں مل سکتی۔ مترجم نے بعض مفید حواشی بھی دیئے ہیں۔ قیمت .......... ۴۰/

۳- **فن تعلیم** - یہ کتاب اہل علم اور معلمین اور عام شائقین کے لئے جن کو تعلیم سے دلچسپی ہے مفید بقول شمس العلما منشی ذکاء اللہ صاحب اردو میں اس سے بہتر کتاب اس مضمون پر نہیں لکھی گئی۔ حجم ۵ جزو خوش خط۔ قیمت ............ ۶/

۴- **سیرۃ رسول** - (حصہ مکہ) حجم اندازاً ۔ ۶ جزو - زیر طبع - قیمت ...... ۴/

## کتب مصنفہ خواجہ غلام الثقلین بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ

۵- **اصول و اخلاق اسلام** - بیس صفحہ کا رسالہ بہت جلی اور خوشنما چھپا ہے کم عمر بچوں اور لڑکیوں کے لئے مفید ہے اور سرکار نظام کے مدرسوں میں رائج ہے ۲/ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ۲ رسالے محصول ڈاک دے کر بھیج دیئے جائیں گے۔

۶- **اسیز اینڈ اپا تھم** - علمی اور فلسفیانہ مضمون انگریزی میں یعنی پولٹیکس - تہذیب - کلچر - حیات المشاہیر اور منتخب کلمات نہایت عمدہ کاغذ پر چھپے ہیں حجم ۱۲۵ صفحے قیمت سابق عہ قیمت حال ...... ۸۰/

---

درخواستیں منیجر عصر جدید مالیر کوٹلہ پنجاب کے پاس آنی چاہئیں

رجسٹر نمبر ایل ۱۴۱۴ — قیمت سالانہ مع محصولڈاک ۲؎

حدوث مادہ کا نمبر

# عصر جدید

ایک ماہانہ ریویو

## مقاصد

مسلمانوں کو ایک عملی ۔ سنجیدہ ۔ اور کفایت شعار قوم بنانا

اڈیٹر خواجہ غلام الثقلین سکرٹری اصلاح تمدن

جلد ۳ — نومبر و دسمبر ۱۹۰۵ء — نمبر ۱۱ و ۱۲

فہرست مضامین دوسری طرف

صرف ایک چیز ہمکو دنیا و دین میں سرخ رو کر سکتی ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا کا خوف دل میں رکھکر سچی بات سننے کے لئے تیار رہیں اور اپنے مذہب کو عمل کی شکل میں ظاہر کریں غرور یا شیخی یا پست ہمتی انسانیت اور اسلام دونوں سے نکالدیتی ہے ۔ عصر جدید کا منشا یہی ہے کہ مسلمانوں میں باہمی منازعات کی جگہہ متفقہ حرکت سستی کی جگہہ محنت ۔ فضولیات کی جگہہ کفایت پیدا کرے

مطبع خادم پنجاب امرتسر میں باہتمام منشی نبی بخش صاحب چھپا

# اصول صیغۂ اصلاح

۱- عدل واعتدال یعنی میانہ روی - پرہیزگاری - سادگی - ۲- کفایت شعاری یعنی اسراف دولت اور اسراف وقت سے بچنا - دولت کا صرف مفید کامون مین خرچ کرنا - رسمیات اور نمائش کے خرچون کو کم کرنا - ۳- سعی ومحنت - گداگری بیکاری - کم ہمتی کو قابل نفرت سمجھنا خود کام کرنا دوسرون کو کام سے لگانا - ۴- اتفاق - نیک مقاصد کے حاصل کرنیکے لئے ملکر کوشش کرنا مسلمانون مین فضول جھگڑون کو دور کرنا -

## فہرست مضامین نومبر و دسمبر ۱۹۰۵ء



**اطلاع** - صاحبان اخبارات تبادلہ ٹائیٹل صفحہ ۳ کی ضروری اطلاع کے بموجب اخبارات و رسایل بھیجین فقط -

مینجر -

# عصر جدید

## حدوث مادّہ

### تمہید

**خدا کی ہستی** جب سے انسانون نے غور کرنا شروع کیا ہے۔قریبًا سب لوگ مانتے آئے ہین کہ اس دنیا کا کوئی خالق ضرور ہے۔کیونکہ آدمی جب اپنے دل مین سوچتا ہے تو اوسکو یقین ہوتا ہے کہ مین جو موجود ہون مین نہ آپ سے آپ بلا سبب پیدا ہوگیا ہون اور نہ خود مین نے اپنے تئین پیدا کیا۔بلکہ مجھہ سے کوئی بڑی اور اعلیٰ قوت ہے کہ مین موجود ہوا ہون۔+

سب اس قوت کے وجود کو مانتے لیکن اسکو مختلف نامون سے پکارتے ہین۔وہی ہستی ہے جس کو اللہ۔خدا۔پرمیشر۔خالق۔واجب الوجود۔علت العلل۔روح عالم کہتے ہین۔+

جو لوگ دہریہ کہلاتے ہین وہ بالکل ایسے ہین جیسے انسانون مین فاتر العقل اور مجنون ہوتے ہین۔یا نابینا۔یا ایک آنکھہ والے۔یا دوسر والے۔ایسی ایسی شاذ مثالون سے قاعدہ کلیہ مین فرق نہین آتا۔+

**مادہ اور خدا** زمانہ سابق اور نیز زمانہ حال کے حکمار مین باہم اس امر مین اختلاف رہا ہے کہ جس مادہ سے یہ دنیا بنی ہے وہ مادہ ہمیشہ سے خود بخود موجود ہے۔یا خدا نے اوس کو موجود کیا ہے جو لوگ قدامت عالم یا قدامت مادہ کے قایل ہین اون مین دو فریق ہین۔

اوّل - خالص مادیین جو روح اور خدا کے وجود کو سمجھہ نہین سکتے اس واسطے وہ ہر چیز کو مادّہ کی خاصیت قرار دیتے ہین -

دوم - وہ لوگ جو مادّہ کو ایک بے حس وحرکت اور ناقابل عمل چیز سمجھتے ہین یعنی مادّہ خود بخود کچھہ نہین کرسکتا البتہ اثر قبول کرتا ہے اس مادّہ کو ترکیب اور ترتیب دیکر خدا نے یہ عالم پیدا کیا ہو اور مادہ خدا کے برابر برابر ہمیشہ سے چلا آتا ہے -

خالص مادیین کے متعلق اس وقت بحث نہین کرتے - اُن کے عقیدہ کی بابت ہم جداگانہ رسالہ لکھین گے - لیکن فرقہ دوم کے دلایل بیان کرکے اُن کے متعلق رائے دینا چاہتے ہین +

# باب (۱) اول

## فصل اول

## مادہ کو کیون قدیم مانا جاتا ہی

**حکیم ہربرٹ سپنسر کا خیال** زمانہ حال کے اہل سائینس اور فلاسفہ طبعیین مین حکیم ہربرٹ سپنسر سب کا سرتاج ہے - اوس نے بیان کیا ہے[۱] کہ مادہ ناقابل فنا چیز ہے - اس وجہ سے کہ انسانی خیال مین یہ بات نہین آسکتی کہ مادہ ہست سے نیست ہوجائے - اس بات کا تصور ایسا ہی محال ہے جیسے یہ امر محال ہو کہ ایک شخص سات کے عدد کا مفہوم بہی سمجھتا ہو اور پانچ کا مفہوم بھی اور پہر بھی اون کے مجموعہ کو گیارہ[۱۱] سے تعبیر کرے - اول اول حکما نے ایسا خیال کیا تہا کہ شاید مادہ فنا ہو سکے - لیکن جب سے علم کیمیائے مقداری دریافت ہوا ہے سیکڑون طریقون سے یہ بات ظاہر ہوچکی ہے کہ مادّہ صرف صورت بدلتا ہے - وزن نہین بدلتا اور اوسکے اجزا کی مقدار مین کمی بیشی نہین ہوتی - +

آخر مین اس حکیم نے لکہا ہے کہ مادہ کے ناقابل زوال وفنا ہونے کے معنے یہ ہین کہ مادہ کے

[۱] فسٹ پرنسپلز (اصول اولیہ) صفحہ ۱۴۰ تا ۱۳۶ - ایڈیشن سنہ ۱۹۰۴ء - +

جز مین جس قدر قوت ہم محسوس کرتے ہین اُسی قدر قوت ہر حالت مین اوسمین باقی رہتی ہے - یہ نہو تو دنیا مین کسی علم- اور کسی عمل کا اعتبار نہ رہے - سنار آج ایک باٹ سے سونا تولتا ہے - کل کو ممکن ہے کہ باٹ کا خود بخود وزن کم ہو جاوے - پس اسی عقیدہ اور یقین کی بنا پر ماپ تول اور آیندہ کی توقعات ممکن ہین - ورنہ دنیا ضایع ہو جاوے -

## آریہ سماج کا عقیدہ اور اوسکے دلائل

پنڈت دیانند سرستی بانی آریہ سماج جنھون نے انیسوین صدی کے آخری چہارم حصہ مین خدا پرستی دہریت کے بین بین ایک نیا فرقہ قایم کیا ہے - روحون کو اور مادہ کو اور ان کے تمام خواص و افعال کو مثل خدا کے قدیم اور غیر مخلوق سمجھتے ہین - مادہ کے قدیم ہونیکی دلیل اونکے نزدیک مفصلہ ذیل ہے :- ہم اونکی عبارت کا ماحصل سلیس الفاظ مین نقل کرتے ہین[۵۱] -

"دنیا کو خدا نے پیدا کیا ہے - یعنی علت فاعل خدا ہے - مگر علت مادی دنیا کی پرکرتی (مادہ کی ابتدائی غیر مرتب شکل) ہے - پرکرتی ازلی ہے" پنڈت موصوف نے اسکی تائید مین وید کا ایک اشلوک نقل کیا ہے - ہم نہین کہہ سکتے کہ اُس اشلوک کا یہی مفہوم ہے جو پنڈت جی نے سمجھا مگر ہم کو اس سے کچھ بحث نہین ہے - اسلئے ہم اون کے ایک مرید کے عقلی دلائل اس موقعہ پر نقل کرتے ہین[۵۲] -

(۱) چونکہ خدا غیر مادی ہے اس واسطے مادی دنیا اوس سے نہین نکل سکتی - کیونکہ کسی چیز سے وہی چیز نکلتی ہے جو اوسکے اندر ہوتی ہے -

(۲) دنیا صرف قدرت سے نہ بن سکتی ہے اور نہ حکم سے - قدرت صفت ہے وہ موصوف سے علیحدہ نہین ہو سکتی -

(۳) سائنس کے رو سے نیست سے ہست نہین ہو سکتا - صرف ہست سے ہست نکل سکتا ہے عدم سے مادہ کا پیدا ہونا محال ہے -

## مصنف علم الکلام کا دعوی

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی نے اپنی کتاب علم الکلام جلد ۲

۵۱ ستیارتھ پرکاشس - ایڈیشن ۱۹۰۹ء صفحہ ۲۷۴ و ۲۷۵ -

۵۲ کلیات آریہ مسافر صفحہ ۱۳۱ - ایڈیشن ۱۹۰۴ء (تکذیب براہین احمدیہ) - +

(مطبوعہ ۱۳۱۳ فصلی) مین برخلاف متکلمین کے قدامت مادہ کے عقیدہ کی تائید کی ہے جسکی وجہ بظاہر یہ ہے کہ مادیین کے دلایل مولانا کو ناقابل تردید نظر آئے۔ اور حکمائے زمانہ حال کے خیالات کا رعب اُن پر پڑ گیا۔ حالانکہ فلسفی نظر سے دیکھا جائے تو وہ خیالات صرف توہمات ہین نہ کہ قطعی استدلال۔ علاوہ ازین مولانا نے علم الکلام مین اشعریون کے سب عقیدون کو غلط سمجھا ہے حالانکہ اون کے بہی بعض عقیدے صحیح ہین۔ خلاصہ اون کی تحریر کا یہ ہے :-

"مسلمان متکلمین نے مادہ کو حادث (مخلوق) اس دلیل سے ثابت کیا تہا کہ مادّہ مین ایک چیز صورت یعنے عوارض اور خاصیتین ہین اور ایک چیز ہیولے یعنی اصل شئے ہے۔ کبہی مادہ صورت اور عوارض سے خالی نہین پایا جاتا۔ صورت اور عرض فانی اور متغیر ہے لہذا حادث ہے۔ جو چیز (مادہ یا ہیولیٰ) بغیر کسی حادث اور مخلوق کے نہ پائی جا سکے وہ قدیم اور غیر مخلوق نہین ہو سکتی۔ لہٰذا مادّہ قدیم نہین۔ اسکے متعلق مولانا نے یہ معقول جواب دیا ہے۔ در اصل مادّہ کو عرض اور صورت کی ضرورت نہین۔ مادّہ قدیم ہے اور یہ صورتین علی سبیل البدلیتہ پیدا ہوتی اور فنا ہوتی رہتی ہین اس بنا پر اون کے لئے ایک قدیم علت نہین بلکہ لاکہون حادث علتین درکار ہین۔

"یہ امر قطعی ہے کہ کوئی شئے عدم محض سے وجود مین نہین آسکتی۔ اس بنا پر عالم کا مادّہ قدیم ہے تحقیقات جدیدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم ترکیبی صورت سے پہلے فضائے نامتناہی مین نہایت چہوٹے اجزا پہیلے ہوئے تہے۔ ان اجزا کو علمی اصطلاح مین ذی مقراطیسی کہتے ہین۔ یہ اجزا آپس مین ملے اور ترکیب پاکر رفتہ رفتہ عالم پیدا ہو گیا ہے۔[۵۱]"

مولانا نے جہان ملاحدہ کے اعتراضات کا جواب دیا ہے وہان یہ مانا ہے کہ مادہ قدیم ہے اور خدا کی ضرورت کو محض صانع ہونیکی وجہ سے ثابت کیا ہے[۵۲] اب ہم ان سب خیالات پر جدا گانہ رائے دیتے ہین۔

## فصل دوم

## مادہ کو ناقابل فنا ماننے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے

فاضل حکیم ہربرٹ سپنسر کی یہ رائے کہ مادہ ضائع اور معدوم نہین ہو سکتا صحیح ہے۔ اور

[۵۱] علم کلام جلد ۲ صفحہ ۴۴۔ [۵۲] صفحہ ۴۵۔ کتاب مذکور۔

اِس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ جو چیز معدوم اور غایب نہین ہوسکتی اور اس وقت موجود ہے اِس لئے ضرور ہے کہ وہ ہمیشہ سے موجود ہو یعنی جب ہم مادہ کو ابدی مانتے ہین تو ہم کو ماننا پڑے گا کہ وہ ازلی بھی ہے یعنی قدیم اور غیر مخلوق ہے۔

مادہ مین صرف اس صفت کے موجود ہونیکی وجہ سے کہ ہمارے پاس کوئی قوت ایسی نہین ہے جس سے اوسکو ضائع یا فنا کرسکین۔ اگر ہم مادہ کو قدیم اور غیر مخلوق مان لین تو اوسکے واسطے مفصلہ ذیل باتون کو تسلیم کرنا پڑے گا:۔

(۱) انسان کی قوت سے بالاتر کوئی قوت عالم مین موجود نہین ہے۔

(۲) انسان کا علم یقینی اور قابل وثوق ہے۔

(۳) مادہ کی اصلی ماہیت اور ترکیب ہمکو معلوم ہے۔

جب تک ان تینون باتون کو نہ مانا جاوے قدامت مادہ کا دعوے ایک قدم آگے نہین بڑھ سکتا۔ کیونکہ اگر انسانی قوت سے کوئی بڑھکر قوت موجود ہو تو ہم مادہ کے ناقابل فنا ہونیکا قطعی حکم نہین لگا سکتے تاوقتیکہ اوس اعلیٰ قوت کو حاصل کر کے تجربہ نہ کرلین۔ اس وقت جو ہم کہتے ہین کہ مادہ کے ذرات نہ گھٹتے ہین اور نہ بڑھتے ہین یہ بات انسانی طاقت کا تجربہ کرنیسے ہمارے ذہن مین پیدا ہوتی ہے کیونکہ ہم مین صرف اتنی ہی قوت ہے کہ مادہ کی صورت اور ترکیب کو اکثر اوقات تبدیل کردین۔ اور بعض حالتون مین ہم مادہ کی ترتیب اور ترکیب کو بھی بدلنے سے قاصر ہین۔

دوسرے اگر ہم یہ مان لین کہ ہمارا علم اضافی ... ملف اور مخالف حالات موجود ہون تو ہمارا علم وخیال بھی بالکل غلط ہوجاوے گا تو اس ... ت مین بھی مادہ کو ناقابل فنا نہین کہہ سکتے۔

تیسرے اگر یہ بھی فرض کرلیا جاوے ... ی قوت سے بڑھکر کوئی قوت نہین اور ہمارا علم مادہ کے معاملہ مین قطعی ہے تب بھی یہ مانـ ... ـنے کہ یہ علم درجہ کمال کو پہونچ گیا ہے اور ہم واقف ہین کہ مادہ کیا چیز ہے اور اوسکے ضایع ... ـدوم نہ ہونے کے کیا معنی ہین۔

مین ثابت کرونگا کہ ہم ان ... باتون کو نہین مان سکتے۔



# فصل سوم

## انسانی قوت سے بالاتر قوت موجود ہے

یہ بات زیادہ بحث کی محتاج نہین کہ انسان کا علم ہمیشہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور قوت کا تعلق علم سے ہے۔ پس انسان کی قوت مثل اوس کے علم کے حد کمال کو نہین پہونچی بغرض اگر مان بھی لیا جائے کہ انسان سے بالاتر کوئی چیز نہین ہے اور اس وقت عالم مین ہماری قوت سب سے زیادہ ہے تو بھی یہ قوت نامکمل ہے اور اسی لئے اوسکی بناپر قطعی دعوے نہین ہو سکتا۔ کیونکہ آئیندہ خود ہماری قوت بڑھ سکتی ہے۔ زمانہ سابق مین ازروے سائنس ہم نے انسان کو کبھی اس قابل نہ سمجھا تھا کہ وہ پانچ ہزار میل پر ۵ منٹ کے اندر خبر بھی پہونچا سکتا ہے۔ مگر اب یہ قوت انسان مین موجود ہے۔ آج ہم انسان کو (ازروے علوم جسمانیات) اس بات کے قابل نہین سمجھتے کہ وہ بلاوساطت مادہ محض اپنے ارادہ سے ایک پتھر کو حرکت دے۔ یا ستیارہ مریخ تک پیغام رسانی کر سکے لیکن ممکن ہے کہ آئیندہ یہ دونون باتین اسی طرح پوری ہو جاوین جس طرح اور ہزارون باتین پوری ہو گئی ہین۔

پس کہنا یہ چاہیے کہ "جہان تک اہل سائنس نے انسانی قوت کا تجربہ کیا ہے وہ مادہ کی مقدار مین کسی کمی یا زیادتی کو محسوس نہین کر سکتے۔"

# فصل چہارم

## انسانی علم اضافی اور نسبتی ہے یقینی نہین

حکمائے سابق وحال کے نزدیک یہ امر بدیہی ہے کہ تمام انسانی علم اضافی یا نسبتی ہے۔ علم حواس خمسہ یا حواس ستہ[۱] کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر انکی جگہہ حواس ثلثہ رہجاوین۔ یا

[۱] علم النفس کے بعض عالمون کی رائے ہے کہ حواس خمسہ کے علاوہ انسان مین ایک چھٹی حس بھی ہے جسکے ذریعہ سے وہ اعضا کی اعصابی حرکت محسوس کرتا ہے۔

حواس عشرہ ہو جاوین تو اس وقت جس قدر احکام علمی ہین اور جس قدر سائینس ہے۔ اوسمین ایسا انقلاب ہو جاوے کہ وہ لوگ جن کے تین یا دس حواس ہون۔ ہمارے خیالات اور تصانیف کو واہیات اور خیالی افسانون کا مجموعہ سمجہین۔ +

ان ہی حواس خمسہ مین ہزارون پردے اس قسم کے ہین کہ لایق سے لایق آدمی بہی اپنے علمی دعوے کو بیسیون شرائط اور تامل کے ساتھ بیان کرتے ہین۔ خود حکیم سپنسر نے مادہ اور حرکت کے مباحث مین علم کے اضافی ہونے کی بابت لطیف بحث کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ انسانی علم کی رو سے کسی بات کا قطعی جواب دینا محال ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک جہاز انگلستان سے ہندوستان کو آرہا ہے اسکا رخ مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔ اب ایک شخص انجن کیطرف سے پشت جہاز کی طرف جارہا ہے اور اوس کی سرعت جہاز کی سرعت کے مساوی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اوسکی واقعی حرکت کس طرف کو ہے اگر یہ کہو کہ وہ مشرق سے مغرب کیطرف حرکت کرتا ہے (جیسا بظاہر معلوم ہوتا ہے) تو یہ غلط ہے کیونکہ جہاز اوسکو اوسی تیزی کے ساتھ مشرق کی طرف لیجارہا ہے۔ یہ بہی نہین کہہ سکتے کہ وہ مشرق کی طرف جارہا ہے کیونکہ اسکا رخ۔ ارادہ اور حرکت مغرب کی طرف ہے۔ پس بہ لحاظ جہاز کی اندرونی چیزون کے اوسکی حرکت جانب غرب ہے۔ اور بہ لحاظ اشیائے خارج از جہاز وہ قایم ہے اوسکی کوئی حرکت نہین گو بظاہر حرکت کر رہا ہے۔ مگر اب بہی یہ جواب صحیح نہین ہے وہ قائم بہی نہین۔ زمین کی محوری حرکت کا حساب کرو تو یہ شخص ایک ہزار میل فی گہنٹہ کے حساب سے مشرق کی طرف جارہا ہے۔ پس نہ اوس شخص کا علم صحیح ہے جو جہاز کے اندر سے اوسکو دیکھ رہا ہے۔ نہ اوس شخص کا جو جہاز کے باہر سے اوسکا معائینہ کرتا ہے۔

مگر یہہ تیسرا جواب بہی غلط ہے۔ کیونکہ زمین کی ایک حرکت آفتاب کے گرد مدار ارضی پر ہوتی ہے۔ یہ حرکت تخمیناً (۶۸۰۰۰) میل فی گہنٹہ ہے۔ پس وہ (۶۷۰۰۰) میل گہنٹہ کے حساب سے مشرق کیطرف چل رہا ہے۔

مگر اب بہی حرکت (نقل مقام) کا اصلی پتہ نہین چلا۔ کیونکہ تمام نظام شمسی مجموعہ نجوم ہرکیولیز کی طرف بڑہتا جاتا ہے۔ اور ان کے علاوہ جو حرکتین ہون وہ ہم جانتے نہین۔ +

پس ہمارا علم محدود اور بقدر اپنی قدرت کے ہے۔ ہماری قدرت بہت کم ہے اسلئے علم بہی

بہت کم ہے۔ پس یہہ کہنا چاہئیے کہ "جہان تک اہل سائینس نے انسانی قوت کا تجربہ کیا ہے وہان تک باعتبار اشیائے محسوسہ کے وہ مادہ کے مقدار مین کمی یا زیادتی محسوس نہین کر سکتے"۔ مگر حقیقی حالت کی اونہین خبر نہین۔

جب ہمارا علم اضافی اور نسبتی ہوا اور طاقت محدود تو یہہ کہنا کہ مادہ کی بابت ہم کو سب کچھہ معلوم ہے بالکل لغو ہے۔ مادہ کی نسبت جو کچھہ انسانی خیال ہی وہ محض غلط اور واہمہ ہے۔ اسکی بابت مین آئندہ بحث کرونگا۔

**اوپر کے بیان کا خلاصہ** حکمائے طبیعیین کا یہ خیال کہ چونکہ مادہ کم و بیش نہین ہو سکتا۔ اسلیئے قدیم ہے۔ غلط ہے۔ اس بات کے ماننے سے لازم آتیگا کہ انسان عقل کل اور علم قطعی رکھتا ہے اور جو کچھہ اوسکی قوت او تجربہ اور علم ہے اوس سے زیادہ ممکن نہین پس مادہ انسانی طاقت یا مادہ کے تصادم سے بیشک فنا نہین ہوتا اس سے زیادہ دعوے نہ سپنسر کا تہا اور نہ کسی معقول شخص کا ہو سکتا ہے۔

جو لوگ خدا کو مانتے ہین یا انسان سے بالاتر کسی صانع یا خالق کو اون کو کسی قسم کی مشکل اس مسئلہ مین نہین ہو سکتی۔

## فصل پنجم (۵)

## غیر مادی سے مادہ نہین نکل سکتا

یہ دلیل ہم نے اوپر نقل کی ہے یعنی چونکہ خدا غیر مادی ہے اس واسطے مادی دنیا اوس سے نہین نکل سکتی۔ اس دلیل مین مفصلہ ذیل باتین فرض کی گئی ہین۔

(۱) ایک ہستی ہے جو خالق و صانع اور جس کو خدا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲) وہ ہستی غیر مادی ہے۔

(۳) ہر مخلوق کا اوس مین سے اس طرح نکلنا ضرور ہے جیسا زمین مین سے درخت یا پانی مین سے بلبلے کا۔

(۴) غیر مادی ہستی سے مادی چیز نہین نکل سکتی۔

ان چاروں دعووں میں بعض صحیح ہین اور بعض بالکل غلط۔

(۱) خدا کا وجود صحیح ہے لیکن اگر خدا کو قادر مطلق مانا جاوے یعنی ایسی قدرت والا جسکے لئے شرطین مقرر نہین ہین تب تو قدامت مادہ کا دعویٰ ہی فضول ہے۔ اگر خدا کو قادر مقید مانا جاوے تب البتہ بحث کی ضرورت ہے۔

(۲) دوسری بات کہ خدا غیر مادی ہے صحیح ہے۔ اس معنی مین کہ مادہ مین جو امور خلاف درجہ کمال یا جو نقائص ہین مثلاً اوسکا بے حس و حرکت یا محدود ہونا اون ناقص صفتون کو خدا کی طرف منسوب نہین کر سکتے۔

(۳) تیسرا امر کہ ہر مخلوق کا خدا مین سے نکلنا لازم ہے محض لغو ہے۔ ہم ہزارون علتین دیکھتے ہین اور قوتون کو کام کرتا پاتے ہین جو کسی شے کے اندر سے نہین نکلتین۔ مقناطیس دور سے لوہے کو کھینچتی ہے۔ انسان کا غضبناک چہرہ دیکھنے والون کو خوف یا رنج پہونچاتا ہے۔ مگر اس پر یہ نہین کہہ سکتے کہ رنج جو ایک غیر مادی قلبی فعل ہے وہ چہرہ کی ساخت مین سے نکلا ہے یا فولاد کی حرکت جو مقناطیس مین سے نکل آئی ہے مادی چیز ہے۔ ہم خود دیکھتے ہین کہ محض ہمارا ارادہ بڑے بڑے بوجھ کو حرکت دیتا ہے اور ہم سے لاکھون کام کراتا ہے۔ حالانکہ ارادہ مادی نہین۔ اگر ارادہ کو اور روح کو مادی مانا جاوے تب تو روح کو یا خدا کو ماننے کی ضرورت نہ ہوگی۔ صرف مادہ سب کے لئے کافی علت ہی۔

(۴) چوتھی بات کہ غیر مادی ہستی مین سے مادی ہستی نہین نکل سکتی۔ صحیح بھی ہے اور غلط بھی۔ صحیح اس معنی مین ہے کہ مادہ غیر مادہ کا جزو نہین ہو سکتا۔ غلط اس معنی مین کہ انسان یا حیوان کا ارادہ مادہ مین قوت یا حرکت پیدا کر سکتا ہے۔ جو چیز حرکت یا قوت پیدا کر سکتی ہے وہ مادہ بھی پیدا کر سکتی ہے۔ ہم آگے چل کر اس بات کو بتاوین گے کہ مادہ محض قوت ہے۔

## فصل ششم

## مادہ کیا چیز ہے؟

دراصل جو لوگ یہ دعوے کرتے ہین کہ "مادہ قدیم" ہے اون کا اول فرض یہہ ہے کہ وہ اچھی طرح سے

سمجھادین کہ مادہ سے کیا مراد لیتے ہین۔ بعض سطحی خیال والے سنکر تو یہ کہکر رہجاوینگے کہ جو چیزین ہمکو نظر آتی ہین یہہ سب مادہ ہین۔ مگر یہ جواب ناقص علم یا جہالت پر مبنی ہے۔ دراصل ہم کو سوائے الوان (رنگون) کے یعنے سوائے روشنی کی کرنون کے مختلف انعکاس کی کوئی چیز نظر نہین آتی۔

جو لوگ زیادہ علم رکھتے ہین وہ کہتے ہین کہ ہم کو جن چیزون کا علم حواس خمسہ سے ہوتا ہے وہ چیزین مادی ہین

**محسوسات** حقیقت یہ ہے کہ حواس خمسہ سے ذہن مین چند احساس یا ادراک پیدا ہوتے ہین۔ مثلاً اس کاغذ کی نسبت جسپر ہم لکھتے ہین ہمکو کیا معلوم ہوتا ہے۔

(۱) ایک شعاع آنکھہ پر پڑتی ہے اور ذہن سپیدی کو محسوس کرتا ہے۔

(۲) چھونے سے پایا جاتا ہے کہ ذہن کو ایک نرم اور صاف چیز کا ادراک ہوتا ہے۔

(۳) ناک کے ذریعہ سے ایک خاص قسم کی حس پیدا ہوتی ہے۔

(۴) کان سے ذریعہ سے ذہن مین ایک خاص اثر یا ادراک پیدا ہوتا ہے۔

(۵) زبان کے ذریعہ سے ذہن کو ایک پانچوین چیز جس کو ذائقہ کہتے ہین معلوم ہوتی ہے۔

غرض ذہن کی مختلف پانچ کیفیتون کا کھوج لگاکر انسان کے تجربہ یا عقل نے جس چیز کی طرف ان خاص قسم کے اثرات کو منسوب کیا ہے اوس کو مادہ کہتے ہین۔

**مادہ کی ترکیب** قیاس نے اِس مادہ مین دو چیزین فرض کی ہین۔ ایک مستقل اور ایک عارضی۔ عارضی چیزین یہی رنگ و بو و ذائقہ۔ نرمی و سختی اور آواز ہے۔ جو درحقیقت ذہن کی اثرات ہین۔ لیکن ایک دوسری چیز جسکو ہیولا کہتے ہین۔ یعنی وہ مادہ جس مین اثرات اور اعراض مطلق نہون اور جو حواس سے پرے ہین اس شے کو ہیولا کہتے ہین۔

پس مادہ کی اصل ایک مفروضہ چیز ہے۔ یعنی اگرچہ وہ حقیقی ہو مگر ہم اوس سے بالکل بے خبر ہین اور کبھی اوسکو محسوس نہین کرسکتے۔ شاید یہ کہا جاوے کہ مادے کی صورت اور ہیولا مین تقسیم فرضی ہو حال کی تحقیقات یہہ ہے کہ مادہ نہایت چھوٹے اجزاء سے مرکب ہے جن کو سالمات (اٹیم) یا اجزائے لایتجزّے یا اجزائے دیمقراطی کہتے ہین یہ اجزاء چونکہ ناقابل فنا ہین اسلئے غیر مخلوق ہین۔

اجزائے دیمقراطی یا سالمات جن پر موجودہ طبعیین نے دنیا کو قایم کیا ہے اوسکے متعلق ہربرٹ سپنسر جیسے محقق کے دلایل کا خلاصہ کافی ہوگا[۵]

[۵] فسٹ پرنسپلز (اصول اولیہ) اڈیشن سنہ ۱۹۰۲ع صفحہ ۴۳۔

وہ کہتے ہین کہ قدیم سے یہ بحث چلی آتی ہے۔ مادہ کے لاتعداد اجزا ہو سکتے ہین یا نہین۔ کیونکہ دو حال سے خالی نہین اور کوئی تیسری صورت ممکن نہین۔

اگر یہ کہو کہ مادہ کی تقسیم لامتناہی ہوسکتی ہے تو یہ بات عقل مین نہین آتی۔ کیونکہ لامتناہی تقسیم کرنے لامتناہی زمانہ چاہیئے۔ اور اس زمانہ کا صحیح ادراک محالات سے ہے ہم کس طرح کہہ سکتے ہین کہ تقسیم کرتے چلے جاؤ کہین جزو ناقابل تقسیم نہ آئیگا۔ یہہ ایک مفروضہ ہے۔

**اجزائے اولیہ سالمات** اگر یہہ کہو کہ مادہ کی تقسیم لامتناہی نہین ہوسکتی۔ بلکہ ایسے اجزار آجاتے ہین جنکی تقسیم کسی قوت سے ممکن نہین۔ تو یہ امر بھی خلاف قیاس ہے اور عقل مین نہین آیا۔ کیونکہ ان اجزائے لایتجزے (سالمات) مین ضرور ہے کہ ایک سطح بالا ہو ایک سطح زیرین۔ یہ خیال کہ دونون سطحین ایسی قریب ہوجاوین کہ اون کے وسط مین کوئی چیز فارق نہ ہوسکے محال ہے۔ الغرض عقل انسانی مین دونون باتین نہین آسکتین۔

علاوہ ازین مادہ کی اجزار کو کیسا ہی مضبوط اور ٹھوس سمجھو۔ مثلاً فولاد کے ٹکڑے کو وہ بھی اجزا سے مرکب ہے آیا یہ اجزار آپسمین بالکل متصل ہون تو پھر سکڑنے کے قابل نہین رہ سکتے۔ کیونکہ اونکے درمیان فاصلہ مطلق نہ ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ مادہ ایسا ٹھوس ڈھیر نہین جسکے اجزار کے بیچ مین فاصلہ نہ ہو۔

**نیوٹن کا مفروضہ** اب نیوٹن کا ظن اور مفروضہ ماننا پڑا کہ مادہ اون سالمات سے مرکب ہے جو ایک دوسرے سے متصل نہین بلکہ جدا جدا ہین لیکن بذریعہ قوت کشش اور قوت تنافر کے یہ اجزار ایک دوسرے پر اثر کرتے ہین لیکن یہ مفروضہ بھی مشکل کو حل نہین کرتا۔ کیون کہ مان لیا کہ مادہ نہایت ٹھوس اجزا سے مرکب ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان سالمات کی ترکیب کیا ہے۔ کیون کہ یہ اجزار بھی مادہ کا ایک چھوٹا ڈھیر ہین اور دل کی خوردبین سے دیکھا جاوے تو اون مین اور دیگر مادہ مین فرق نہین ہے پس وہی سوال اور مشکل باقی رہے گی خواہ کسی قدر چھوٹا ابتدائی جزو مانا جاوے۔

**بوسکووچ کا مفروضہ** حکیم لیبنٹز ( ) کا یہ خیال تھا کہ مادہ کے اجزار ایسے خوردبین نقطون سے مرکب ہین جن مین طول عرض اور عمق نہین۔ حکیم بوسکووچ فرانسیسی ( ) نے اسکی تردید کی ہے اور بجا تردید کی ہے کہ جب اجزا مین مکان نہین تو اون کے مجموعہ مین کہان سے طول عرض عمق (ابعاد ثلثہ) پیدا ہو گئے۔

اِس حکیم آخر الذکر نے یہ قاعدہ ریاضی ثابت کیا ہے کہ مادہ نقاط قوت سے مرکب ہین جنکے مرکز
جدا جدا ہین ہر مرکز بذریعہ کشش تمام افراد مادہ سے دوسرون سے خاص فاصلہ پر رکھتا ہے۔ ریاضی کے
قواعد سے اوس نے قوت کے مرکزون کا فعل بوجہ دوری یا قرب فاصلہ کے بتایا ہے مگر حکیم ہربرٹ
سپنسر کا خیال ہے کہ اس مفروضہ مین یہ عیب ہے کہ مرکز قوت جسمین ابعاد ثلثہ نہ ہون خیال مین نہین آسکتا
تاہم نیوٹن نے جو مادہ کو سالمات سے مرکب بتایا ہے اور بوسکووچ نے نقاط قوت سے دونون
سے (بقول سپنسر) قوت کا وجود ماننا پڑے گا۔ کیونکہ آخر کون سی چیز روکتی ہے کہ ہم آسانی سے
مادہ کے ٹکڑے ٹکڑے نہین کرسکتے۔ جواب۔ قوت اِتحادی۔

سوال۔ کون سی چیز روکتی ہے کہ مادہ کے اجزائے ذیمقراطی یا سالمات کو ہم ٹکڑے ٹکڑے
نہین کرسکتے۔ جواب۔ قوت اتحادی۔

پس ہر صورت مین قوت کا وجود محقق ہے خواہ ابعاد ثلثہ ہون یا نہ ہون۔

اِس تمام بحث کا نتیجہ سپنسر نے یہ نکالا ہے کہ مادہ کی حقیقت اور اصلیت کو سمجھنا بھی مثل دیگر
چیزون کے عقل انسانی سے بالا ہے۔ فہو المراد۔

## فصل ہفتم

## کیا قدرت مادہ کو پیدا نہین کرسکتی

اوپر ملاحدہ اور آریہ سماجیون کا یہ اعتراض ہم نے لکھا ہے کہ محض قدرت یا حکم الٰہی سے دنیا
پیدا نہین ہوسکتی یعنی مادہ خلق نہین ہوسکتا۔ کیونکہ قدرت صفت ہے موصوف سے علیحدہ نہین ہوتی۔
اِس اعتراض مین مفصلہ ذیل اُمور فرض کئے گئے ہین:۔
(۱) قدرت الٰہی مثل انسانی قدرت کے ہے اور قسم اور مقدار مین اوس سے زیادہ نہین ہے۔
(۲) خدا کی پوری قدرت ہمکو معلوم ہے۔
(۳) قدرت سے مادہ کا پیدا ہونا اسکے معنی ہین کہ ایک مادّی چیز دوسری مادی چیز یعنی قدرت
مین سے نکل آئی۔

(۴) قدرت خدا کی صفت ہے وہ خدا سے جُدا نہین ہوسکتی۔

(۵) مادہ خدا سے جُدا ہے۔

امر اول محض لغو ہے۔ خدا کی قدرت کو انسان کی محدود قدرت پر قیاس کرنا جہالت اور بدمذہبی کا پہلا زینہ ہے اور کوئی عاقل اس کا قایل نہین۔

امر دوم بہی باطل ہے۔ انسان کی مختصر قوتین جب معلوم نہین تو خدا کی قدرت پر ہم کیسے حکم لگا سکتے ہین۔

تیسری بات کہ قدرت کو ایک مادہ سمجھا گیا ہے محض فضول ہے۔ مادہ خود ایک مخفی اور ناقابل فہم چیز ہے لیکن اوسکے کچھہ آثار انسان پر غور کرنے سے معلوم ہوسکتے ہین۔

چوتہی بات کہ قدرت خدا کی صفت ہے اور اوس سے جُدا نہین ہوسکتی صحیح ہے۔ لیکن قدرت یا ارادہ الٰہی کسی چیز کو خلق کرے تو جزو الٰہی نہین ہوسکتی۔

امر پنجم۔ کہ مادہ خدا سے جدا ہے ایک معنی مین صحیح ہے لیکن دوسرے معنی مین غلط ہے قدرت الٰہی ہر وقت اوسپر حاوی اور اوسکی محافظ اور قرین ہے۔ مگر یہ بحث بہت نازک ہے اسلئیے یہان ترک کیجاتی ہے۔

## فصل ہشتم

## نیست سے ہست نہین ہوسکتا

آریا سماجی فرقہ اور مادیین کی بڑی دلیل یہی ہے کہ نیست سے یعنے عدم سے کوئی چیز موجود نہین ہوسکتی اس دلیل کو تمام اہل مذاہب تسلیم کرتے ہین بلکہ خدا کی ہستی کو اسی سے ثابت کرتے ہین۔

لیکن یہ دلیل مادہ کی قدامت کو ثابت نہین کرتی بلکہ مادہ کے حادث اور مخلوق ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ وجود ہے۔ یہ بہی ظاہر ہے عدم سے وجود نہین ہوسکتا۔ اِس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ ہمارا یا عالم کا وجود عدم سے نہین آیا بلکہ کوئی کافی قوت ہونی چاہئیے جسکی وجہ سے یہ عالم وجود مین آیا۔

کل مذاہب آسمانی اور اکثر حکما نے اوس علت کو خدا قرار دیا ہے۔ کیونکہ ایک چیز کا موجود ہونا لازمی ہے جس کو واجب الوجود کہتے ہین جس کے وجود سے دنیا خالی نہین ہوسکتی اور جس نے باقی سب کو موجود کیا ہے۔ خالص مادیین خدا کے وجود کی ضرورت نہین سمجھتے۔ صرف مادہ کو کافی طور پر خالق مانتے ہین۔ ہم آیندہ ثابت کرین گے کہ اونکا دعوے کس طرح سرسبز نہین ہوسکتا۔ اور مادہ مین یہہ قابلیت نہین کہ وہ خالق ہوسکے۔ خدا تعالیٰ مین یہ قدرت ہے اور عقل کے رو سے یہ محال نہین ہے کہ وہ ایک قوت کو (مادہ کو) موجود کر دیوے۔ جب ایک کافی علت موجود ہے تو وہی علت مادہ کی ہے نہ کہ نیستی۔ اور ایک قدیم کے سوا دوسرے قدیم کو ماننے سے جو خرابیان پیدا ہوتی ہین وہ دوسری جگہہ بیان کیجاوین گی۔

یہ دلیل کہ سائنس کے رو سے عدم سے وجود نہین ہوتا اسکے یہی معنی ہین کہ مادہ یا انسان کسی چیز کو معدوم سے موجود نہین کرسکتا۔ اسکے یہ معنی نہین کہ خدا تعالیٰ یا قادر و صانع بھی مثل ہمارے مجبور ہے۔ ۱۲

ہم نے مختصر طور پر اس حصہ مین اون تمام دلائل کا جواب دیدیا ہے جو مادہ کی قدامت کے واسطے پیش کیجاتی ہین۔ دوسرے حصہ مین ہم دوسرے طور پر ثابت کرین گے کہ مادہ مین قابلیت قدیم ہونے کی نہین ہے۔

## باب (۲) دوم

## مادہ قدیم نہین ہوسکتا

یہ بات سچ ہے کہ مابعد الطبیعیات یا اولیات مین جن مسائل کا ذکر ہوتا ہے اون کا ثبوت ایسا قطعی نہین ہوسکتا جیسا ریاضی کے مسائل کا ثبوت قطعی سمجھا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے جہان ہم یہ ظاہر کرین گے کہ مادہ قدیم نہین اوس ثبوت مین ممکن ہے کہ خامیان باقی رہین۔ لیکن اون دلائل سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ مادہ کے متعلق قدامت کا ثبوت ناکافی اور ناقص ہے

اب ہم ظاہر کرتے ہین کہ مادہ کو قدیم ماننے سے نظام عالم مین کیا مفاسد لازم آتے ہین۔

**دنیا کی ساخت**

اگرچہ جان سٹورٹ مل نے اپنی کتاب مضامین ثلثہ متعلق بہ مذہب مین ایک جگہہ لکھا ہے کہ دنیا کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکا خالق جو کوئی ہے وہ قادر مطلق نہین ہے ورنہ نقایص اور خرابیان باقی نہ رہتین۔ لیکن یہ خود بڑی غلط فہمی ہے۔ نقص اور خرابیان جو کچھہ معلوم دیتی ہین وہ محض اس وجہ سے ہین کہ مخلوقات اور ممکنات مثل خالق اور واجب الوجود کے کامل نہین ہوسکتی۔ اگر مخلوق کامل ہو تو اوس مین اور خالق مین فرق نہ ہوگا۔ اور دو ضدین ایک جگہہ جمع ہوجاوین گی۔ اور یہ محال ہے۔

پس انسانی ساخت مین جو کچھہ نقص ہے وہ محض اس وجہ سے ہے کہ انسان اپنے ارادہ سے بلا جبر واکراہ کے اپنی فطرت کو سلیم اور انسانی حد کے اندر کامل کرے۔ یہی حال دیگر مخلوقات کا ہر انسان بلا ضرورتون اور نقایص کے یا فرشتہ ہوگا یا پتھر۔ مگر مقصود دونون سے نہین۔

دنیا کی ساخت سے خدا کا قادر مطلق ہونا معلوم ہو یا نہ ہو (اور ہمارے نزدیک یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے) تب بھی نظام عالم کا حاکم ایک ہی ذات معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ تمام مظاہر قدرت زنجیر کی کڑیون کی طرح ایک دوسری کے ساتھہ وابستہ ہین کہین کسی دوسری طاقت کا اثر نظر نہین آتا۔

لہذا یہ بات بطور موضوعہ مان لینی چاہئے کہ :-

نظام عالم متحد اور ایک طاقت کے ماتحت ہے۔ *

**کیا محض خدا کا وجود عالم کے لئے کافی ہے**

تمام مادیین اوس واحد ذات کو مادہ قرار دیتے ہین لیکن مادہ مین عقل اور تخیل اور تمام دیگر حرکات ارادی کے پیدا کرنے کی قابلیت نہین ہے۔ اب لامحالہ خدا تعالی یعنی ایک حکیم قدیم اور قدیر ہستی کو اس عالم کی علت ماننا جاوے گا۔ اور اسکی موجودگی مین بشرطیکہ قدرت الہی انسانی قدرت سے بالاتر ہو مادہ کی ضرورت نہین۔

لیکن سوال یہہ ہے کہ سوائے خدا تعالی کے اس عالم کے خلق مین کسی اور علت کی شرکت ممکن ہوسکتی ہے یا نہین۔

**خدا تعالی قادر مطلق نہین رہتا**

مادہ کو مثل ذات الہی کے قدیم اور واجب الوجود اور

موجود بذاتہ ماننے سے پہلی خرابی یہہ لازم آتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھہ دنیا کے پیدا کرنے مین ایک دوسری اندھی طاقت شریک ہو جاتی ہے ۔

اب اگر خدا نے مجبوری سے مادہ کو شریک کر لیا ہے تو یہ ظاہر ہے کہ انتظام عالم اور جزا و سزا مین وہ ایک بڑی حد تک اس مادہ کے ہاتھہ سے مجبور ہو جاوے گا۔ اور جب وہ مجبور ہو گا تو نظام کل ایک غرض اور غایت کیطرف نہین چلا سکتا۔ کیونکہ مادہ ایک قدیم۔ واجب الوجود مستقل شے جو اپنے خواص قدیم اپنے ساتھہ رکھتا ہے بعض اوقات عالم کو دوسری طرف کھینچے گا۔ اور خدا ایک دوسری طرف۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ قوانین فطرت مین اتحاد باقی نہین رہے گا۔ لہذا انتظام عالم بحیثیت موجودہ محال ہو گا۔ مگر نظام عالم بحیثیت موجودہ باقاعدہ ہے۔ اسلئے یہ خیال کہ مادہ شریک خلقت ازلی مین ہے باطل ہوا۔

**کیا مادہ قدیم ہو کر خدا کا محکوم ہو سکتا ہے**

لیکن جو لوگ علاوہ خدا کے مادہ کے قایل بھی ہین وہ کہہ سکتے ہین کہ مادہ بیشک قدیم اور واجب الوجود ہے۔ اوسکے لئے ہمیشہ موجود رہنا لازم ہے۔ لیکن اس مین یہ طاقت نہین کہ وہ خدا کے مقابل مین اپنا اثر ظاہر کر سکے۔ یعنے خدا اگر مادہ سے ایک خاص کام لینا چاہتا ہے تو مادہ مین یہ لیاقت نہین کہ صانع کے خلاف حرکت سے انکار یا تخالف کرے ۔

اگر مادہ بمقابل خدا مجبور رہے گا تو یہ دو حال سے خالی نہین ۔

(۱) یا تو مادہ مین مستقل قوت اور خواص ذاتی نہین۔

(۲) یا وہ قوتین اور خواص خدا کی طاقت کے سامنے معطل اور یا ضائع ہو جاتی ہین ۔

صورت اول مین مادہ در اصل ویسا مادہ نہین رہتا جو واجب الوجود ہو۔ یا جس مین عالم کا مصالحہ بننے کی ذاتی قابلیت ہو۔ کیونکہ ہم مادہ کو اوسکی خواص سے جانتے ہین جب خواص اوسکی ذاتی نہین ہین بلکہ خدا کے عطا کئے ہوئے ہین تو پھر مادہ مین کچھہ بھی باقی نہین رہتا۔ اور اوسکو مستقل بالذات نہین مان سکتے۔ اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ جب انسان مین سے عقل نکال لیجاوے۔ تب وہ صرف حیوان رہ جاوے گا۔ حیوان مین سے حیات نکال لیجاوے تو محض مادہ رہجاوے گا۔ اسی طرح مادہ مین سے صفات و قوی نہ رہین تو وہ عدم محض ہو جاوے گا۔ پس عدم باقی رہ گیا۔

اور یہی ہماری مراد ہے کہ خدا نے موجود کر دیا حالانکہ وہ موجود قبل ایجاد کے معدوم تھا۔
اگر مادہ کے خواص و قوتیں ذاتی ہیں لیکن وہ خدا کے ارادہ کا تابع ہیں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسا [illegible] سامنے معطل ہو جاتی ہیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ [illegible] خواص ذاتیہ [illegible] اگر قوت کو ایک عرصہ کے لئے بیکار کر دینا ممکن ہے تو وہ ہمیشہ کیلئے بھی بیکار کر سکتی ہے جب ایک قوت کو [illegible] ختم کر سکتی ہے تو ہر ایک قوت سے صاف کو [illegible] کیا تو وہ ایسا ہی کر سکتی ہے۔ پس خدا تعالیٰ میں مادہ کے تمام خواص اور قوتوں کے ضائع کر دینے کی قدرت ہوگی۔ مادہ بلا خواص و قوت [illegible] چیز ہے عدم ہو جاویگا اسلئے خدا تعالیٰ میں مادہ کو معدوم کر دینے کی قوت ماننی پڑیگی جس چیز کا [illegible] ہے اور فنا کر دیجاتی ہے وہ ازلی۔ قدیم اور واجب الوجود نہیں ہو سکتی۔

## کیا خدا مادہ کا محکوم ہو سکتا ہے

اب صرف ایک صورت باقی رہی وہ یہ کہ مادہ جو قدیم اور واجب الوجود ہے اوسکی قوتیں اور خواص بھی باقی اور قائم رہتی ہیں۔ اور خدا اونکو معطل نہیں کر سکتا صرف اونکا استعمال کر سکتا ہے جس طرح کمہار مٹی اور چاک کا استعمال کرتا ہے اور دونوں سے برتن بناتا ہے۔

اس صورت میں لامحالہ اگر خدا مادہ کو کسی مقصد کی طرف لیجانا چاہے تو مادہ اوسکا ساتھ نہیں دیگا بلکہ اوسکے مادہ کے ساتھ اور اوسکے پیچھے جانا ہوگا۔ اس سے خدا کا صرف قادر مطلق ہونا باطل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اپنے علم ارادہ وغیرہ ہر چیز میں محدود اور مجبور رہا جاویگا۔ اور در اصل مادہ کا اسی طرح محکوم ہوگا جس طرح کمہار قوانین مادہ اور قوانین حرکت کا محکوم ہے۔

اس عالم کا خالق ایک بیجان اور غیر ذی عقل شئے کے مقابل میں مجبور رہا جاوے تو نظام عالم کے ترتیب دینے یا جزا و سزا کے دینے کی قابلیت بھی اوس میں سے سلب ہو جاویگی۔ پس وہ خدا بھی ایک قسم کی نابینا یا کم بینا مخلوق ہوگی۔

## کیا کروڑوں قدیم ہو سکتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ قدیم ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتے اور عقل انسانی میں آ سکتا ہے۔ اگرچہ آریہ سماجی ارواح اور کرم کو بھی قدیم مانتے ہیں لیکن ہم کو اس وقت صرف مادہ کی قدامت سے بحث ہے۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ مادہ کروڑوں۔ اربوں۔ لا متناہی ایٹم یا سالمات سے مرکب ہے جن میں سے ہر ایک

کو قائم بالذات اور واجب الوجود ماننا پڑے گا۔ کیونکہ کسی طرح ایک ایٹم دوسرے کا محکوم نہین ہے
پس عالم مین لاتعداد قدیم یعنی ازلی و ابدی واجب الوجود ماننے پڑین گے۔ ایک اون مین سے خدا
یا اللہ ہوگا۔ جب اہل مذاہب اور نیز اہل فلسفہ دو خداوں اور دو قدیموں مین مشکلات پاتے ہین تو
لاتعداد قدیموں سے تو عالم کبھی مرکب ہو ہی نہین سکتا۔

قدیم کے لئے مفصلہ ذیل امور لازم ہین :-

(۱) کبھی کسی قوت کا تصرف اوسکی ذات پر نہ ہو سکے۔

(۲) قدیم کی ذات و صفات دونون ایک متحد مجموعہ وجود کا ہوتی ہین۔ یعنی صفات ذات سے الگ نہین ہوتین۔

(۳) پس قدیم کی صفات پر بھی تصرف کسی کا نہین ہو سکتا۔

(۴) قدیم کی قوت سے وہ کام نہین لیا جا سکتا جو اوس مین نہین ہے۔ اوس قوت مین کمی یا بیشی نہین ہو سکتی۔

مادہ مین برخلاف اسکے تصرف صفات اور قوتون مین مانا جاتا ہے۔ یہ مانا جاتا ہے کہ عالم کی ترتیب اور ترکیب کے لئے کسی دوسری قوت نے سالمات کو مجبور کرکے ملا رکھا۔ پس نہ مادہ قدیم ہو سکتا ہے اور نہ کوئی اور شے سوائے ذات واجب الوجود کے یہ قابلیت رکھتی ہے۔

# باب سوم

## اسلام کا مذہب مادہ کے متعلق

اب تک ہم نے عقلی بحث کی تھی۔ اب ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ اس بارہ مین اسلام نے کیا تعلیم دی ہے۔ مسلمانون مین اس مسئلہ مین بحیثیت مسلمان آج تک اختلاف نہین ہوا۔ چنانچہ اول ہم صرف آیات قرآنی لکھتے ہین :-

| | |
|---|---|
| (۱) بدیع السموات والارض واذا قضی | (۱) وہ خدا آسمان اور زمین کا ابداع (ایجاد) کرنیوالا ہے |

| | |
|---|---|
| امرًا فانما یقول لہ کن فیکون ؕ | جب وہ کسی کام کیلئے پورا ارادہ کر لیتا ہے پس اوسکی نسبت فرماتا ہے کہ ہو وہ ہو جاتا ہے ۔ |
| (۲) کذالک اللہ یخلق مایشاء اذا قضیٰ امرًا فانما یقول لہ کن فیکون ۔ | (۲) اسی طرح خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے جب وہ کسی کام کو ٹھان لیتا ہے پس فرما دیتا ہے کہ ہو تو وہ ہو جاتا ہے ۔ |
| (۳) خلق کل شئ وھو بکل شئ علیم | (۳) اوسنے ہر چیز کو خلق کیا اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۔ |
| (۴) ومن اٰیاتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ۔ ان فی ذٰلک لاٰیات للعالمین ؕ | (۴) اور اوسکی نشانیوں میں سے ہے مخلوق کرنا آسمانوں کا اور زمین کا اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ۔ اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لئے ۔ |
| (۵) یخلق اللہ ما یشاء ان اللہ علےٰ کل شئ قدیر ۔ | خدا پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے ۔ بیشک خدا ہر چیز پر قادر ہے ۔ |
| (۶) یزید فی الخلق ما یشاء ان اللہ علےٰ کل شئ قدیر ۔ | (۶) پیدائش میں جو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ |
| (۷) ذالکم اللہ ربکم خالق کل شئ ۔ | (۷) یہہ ہے تمہارا خدا ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ۔ |
| (۸) فاذا قضیٰ امرًا فانما یقول لہ کن فیکون لتعلموا ان اللہ علی کل شئ قدیر | (۸) پس جب کوئی بات قطعاً قرار دیلے پس وہ کہتا ہے کہ ہو تو وہ ہو جاتی ہے تاکہ تم جان جاؤ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے |
| (۹) وما کان اللہ لیعجزہ من شئ فی السموات ولا فی الارض انہ کان علیمًا قدیرًا ۔ | (۹) خدا ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز اوس کو مجبور کردے کیونکہ وہ جاننے والا اور قدرت والا ہے ۔ |
| (۱۰) ان امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون ۔ | (۱۰) بیشک حکم الٰہی یہی ہے کہ جب وہ کسی شئے کا ارادہ کرے کہ وہ ہو جاوے تو ہو جاتی ہے ۔ |
| **یہ آیات قرآنی خلق عالم کے متعلق ہین** | یہہ آیات اور ان کے علاوہ دیگر بہت سی آیات سے خدا نے عدم سے پیدا کرنیکا ذکر کیا ہے |

ان سے بہت زیادہ آیات صنعت الٰہی کے متعلق ہین کیونکہ آدمی مثالوں کے ذریعہ سے صنعت اور

اور کاریگر دن کو جلد تر سمجھ سکتی ہین اور عدم سے موجود کرنے کا خیال انسانی ذہن مین بہت مشکل سے داخل ہوتا ہے کیونکہ خود انسان مین ایسی قدرت نہین ہے اسی وجہ سے بعض یورپین کی ظاہری دلایل رشد صنعت الٰہی کی آیات کو ملا کر یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے مادہ کی قدامت کے خلاف کوئی بات نہین کہی

آیات مذکورہ سے مفصلہ ذیل نتیجے صاف طور پر نکلتے ہین:-

(۱) جب ارادہ الٰہی کسی امر کے واسطے ہوتا ہے تو بغیر کسی واسطے یا توسط کے وہ چیز فوراً موجود ہوجاتی ہے۔

(۲) ارادہ الٰہی اور چیز کے موجود ہونے مین کوئی توقف نہین ہوتا۔

(۳) ہر چیز کو خدا نے خلق یا موجود کیا ہے۔ آسمان۔ زمین۔ ہر شے۔ ہر امر کو۔

(۴) باوجودیکہ بظاہر مادہ اور حرکت مین تمام عالم متحد ہے مگر رنگ اور زبان اور خواص کا فرق ظاہر ہے کہ خدا تعالی نے ان چیزون کو موجود کیا ہے نہ کہ بے جان مادہ نے جس مین تنوع نہین ہو سکتا

(۵) خلق مین خدا تعالی کسی چیز یا مادہ سے مجبور نہین ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔

(۶) اوسکی قدرت کے لئے کوئی حد یا انتہا نہین تاکہ مادہ کو صنعت عالم مین شریک کرنے کی اوسکو ضرورت ہو۔

(۷) خدا نے کن فیکون اسی واسطے فرمایا ہے تاکہ لوگ سمجھہ جاوین کہ وہ قادر علی الاطلاق یعنی بلا لحاظ شرائط کے ہے۔ مادہ کی شرکت یا مدد کا محتاج نہین ہے نہ کسی اور چیز کا۔

تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ مادہ حادث یعنی غیر مخلوق ہے۔ فنا ہو جاتا ہے اور پیدا ہوتا ہے۔ اور مادہ کا وجود دائم محض خدا کی رضا اور ارادہ سے تعلق رکھتا ہے۔ بلا تشبیہ جس طرح گھڑی کے سپرنگ ٹوٹ جانے یا اوسکی حرکت بند ہوجانے سے سب بند ہوجاوینگے۔ بالکل اوسی طرح اگر بفرض خدا چلا جاوے۔ یا معدوم ہو جاوے تو مادہ اپنا عمل باطل کر دے گا۔

مادہ مین استقلال اور قیام اور عدم فنا ظاہری کی جو خاصیت ہے وہ (بقول سپنسر) بیشک ایسی لازمی ہے کہ بغیر اُسکے نہ دنیا کو قیام ہو سکتا ہے نہ کسی چیز کا علم قابل بھروسہ ہوگا کیونکہ یہ امید نہین رہ سکتی کہ جس چیز کو ہم لیے جاتے ہین جیسے کپڑے پہنتے ہین وہ باقی بھی رہیگا یا فنا ہو جاویگا۔ یہی حکمت بالغہ ہے کہ مادہ کو قیام ہے اوس وقت تک کے لئے جب تک اوسکے خالق اور مبدع کی مرضی ہے۔

**قدیم متکلمین کا مذہب** قال صاحب الملل والنحل فی کتاب النہایة الاقدام وصححه محقق طوسی مذهب اهل الحق من الملل کلها ان العالم محدث مخلوق له اول احدثه الباری تعالی بعد ان لم یکن۔ کان الله ولم یکن معه شیء . . . وقال العلامه فی نهایة المرام قد اتفق المسلمین کافة علی نفی قدیم غیر الله تعالی وغیر صفاته

مصنف ملل والنحل نے کتاب نہایۃ الاقدام میں لکھا ہے اور اسکی تصحیح محقق طوسی نے کی ہے کہ تمام مذاہب کے اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ دنیا حادث اور مخلوق ہے اس کی ابتدا ہے خدا نے اسکو پیدا کیا بعد اسکے کہ وہ معدوم تھی خدا تھا اور اسکے ساتھ کچھ نہ تھا۔ نیز علامہ حلی نے نہایۃ المرام میں لکھا ہے کہ سب اہل اسلام نے اتفاق کیا ہے کہ سوا خدا کے کوئی قدیم نہیں ہے[1]

## باب چہارم

**قدیم حکما کا مذہب** ووافقهم جمعٌ من اساطین الحکمة ومرضاء الفلاسفة مثل تالیس وانکساغورس وانکسامانس ومن اهل ملطیة ومثل فیثاغورس انبادقلوس وسقراط وافلاطون من اهل اثینه ویونان جماعة من الشعراء والاوائل والنساك وقول بقدم العالم وازلیة الحرکات بعد اثبات الصانع ظهر بعد ارسطا لیس لانه خالف القدماء وابدع هذه المقالة۔

اور اہل مذہب کی موافقت کی ہے بہت سے بڑے بڑے حکما اور فلاسفہ مثل تھیلز اور انکساگورس اور انکسامانیس وحکمائے جزیرہ مالٹا اور مثل فیثاغورث اور امپیڈوکلیز اور سقراط اور افلاطون نے جو ایتھنز کے تھے اور بہت سے شعرا نے اور داناؤں نے جو قدیم زمانہ کے تھے۔ اور عالم کے قدیم ہونیکا اور حرکت کے ازلی ہونے کا قول بعد خدا کو صانع ماننے کے ارسطو کے زمانہ سے ہوا ہے۔ کیونکہ اوس نے اس معاملہ میں قدما سے اختلاف کیا اور یہ بات پیدا کی۔[1]



[1] عماد الاسلام جلد (۱) صفحہ ۲۷ ۔ از مولانا دلدار علی مرحوم

**جدید حکما کا مذہب** جدید حکما کا مذہب ہم اوپر بیان کر چکے ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ مادہ کی حقیقت اور توانین کو ہم نہین سمجھہ سکتے۔ انسان اوسکو فنا نہین کر سکتا۔ باقی خدا کی بابت اور اوسکی قدرت اور مادہ کی حقیقت اور قدامت کا علم انسان کو نہین دیا گیا۔ یہ خیال اونکا ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔ تم کو بہت تہوڑا علم دیا گیا ہے۔+

**نتیجہ** پس جب عقلی دلائل مادہ کی قدامت کے جہل مرکب پر مبنی ہین اور مادہ کی قدامت سے بڑے اعتراضات اور خرابیان لازم آتی ہین۔ اور حال کے حکما خاموش ہین۔ تب مادہ یا عالم کو قدیم ماننا صریح غلطی ہے۔ خاص کر اہل مذاہب کے لئے جو خدا کے قایل ہین اور جن کو تعلیم آسمانی ہدایت کر رہی ہے۔+

ہم نے یہ مضمون اس واسطے بہی لکہا ہے تاکہ سب پر ظاہر ہو جاوے کہ اسلام کا کوئی عقیدہ صحیح عقل کے خلاف نہین ہے۔ اور خدا کی توحید کا جو درجہ اور کامل صفات اسلام نے جو مقرر کئے ہین اوس سے زیادہ ممکن نہین ہے۔ ہم کو واقف رہنا چاہئے کہ ذات باری کمزوریون سے بالا ہے۔ اور وہ مادہ کی محتاج نہین ہے اور نہ دنیا کو بنانے مین مادہ کی شرکت ممکن ہے۔ پس جو مذہب ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو اوسکے احکام کی پابندی سے کوئی دنیاوی۔ تمدنی۔ یا علمی نقصان نہین ہو سکتا۔

اِس وقت جو خرابیان ہین وہ ہماری سستی۔ غلط کاری اور بے راہ چلنے کی وجہ سے ہین جب اسلام کا اصلی نور ظاہر ہوگا تو قومین اوسکی طرف دوڑین گی جیسے پیاسا پانی کی طرف۔ فقط

غلام الثقلین۔

# مسلمانون کا تمدن

تمدن کا مادہ مدن بالفتح ہے جسکے معنے شہر یا اوسمین اقامت کرنا ہین جب اسکو باب تفعل مین لائے جسکا خاصہ اخذ اور تکلف بھی ہے تو یہ معنی ہوئے کہ کسی مقام کو اپنا قیامگاہ یا مسکن بنا لینا۔ اسی سے مدینہ بنا ہے جسکی جمع مُدن بضم میم وفتح دال ہے۔ متنبی کہتا ہے ؎

لعمت حتی المدن منک ملاء ۔ ولفت حتی ذا الثناء لفاء

یعنی اے ممدوح جود وسخا کی کثرت سے جو ہر جگہہ موجود ہے یہانتک نوبت پہونچی ہے کہ تمام شہر تجہہ سے یعنی تیرے ذکر خیر سے بھرے ہوئے ہین اور تو مداحون کی مدح پر فوق لیگیا ہے۔ یہانتک کہ لوگون کی ثنا یا میری ثنا جو تیرے لئے کر رہا ہون ناچیز اور حقیر ہوگئی ہے کیونکہ تیرے مرتبے سے بہت کم ہے یا یہہ معنی کہ تیرے مقابلہ مین جن لوگون کی ثنا کی جاتی ہے وہ بالکل ہیچ ہین ثنا کے لایق نہین۔

تمدن خاص انسانون کے لئے مستعمل ہے وحوش وطیور جو اپنے آشیانون اور کھوہون یا بھٹون یا بنون مین رہتے ہین اون کے لئے تمدن کا لفظ استعمال نہین کیا جاتا۔ اگرچہ لغتہً سب پر صادق آتا ہے۔ اونکی بود وباش انسانون کی سی بود وباش نہین۔ قدرت نے انسان کو عقل عطا کی ہے کہ وہ اپنی آسایش کے لئے مکانات بنائے صفائی اور حفظ صحت کے قوانین پر عمل کرے۔ ورنہ انسانون اور وحوش وطیور مین کچھہ فرق نہ ہوگا تاہم بہتسے انسان وحوش وطیور اور سباع سے بدتر ہین اور وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہین حیوانون اور درندون کو اپنی حفظ صحت اور نفع نقصان کا احساس ہے مگر انسانون کو نہین۔ حیوانات کے تمام افعال قوانین حفظ صحت کے موافق ہین۔ وہ ایسی غذا ہرگز نہ کھائین گے جو اون کے لئے مضر ہے سونگھہ کر چھوڑ دین گے۔ انسان آلم غلم سب کچھہ چپٹ کر جاتا ہے۔ حیوانات اپنے آشیانون اور کھوہون مین کبھی بیمار نہین ہوتے انسان باوصف اسکے کہ ذی عقل ہے ہمیشہ صاحب فراش رہتا ہے اور صبح شام حکیمون کے مطب اور ڈاکٹرون کے ہسپتال مریضون سے بھرے رہتے ہین۔

انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے یعنی آبادی مین رہنا اوسکا فطری خاصہ ہے۔ ہر انسان دوسری انسان

کی کسی نہ کسی بات کا محتاج ہے اور بادشاہ انسانوں سے زیادہ سلاطین اور فرمانروا محتاج ہیں۔ ؎

آنانکہ غنی تر اند محتاج تر اند

غرض ہر انسان دوسرے انسان کا محتاج ہے اور احتیاج ہی گویا انسانی عنصر کا خمیر ہے تو باہمی اتفاق و اتحاد کی بھی سخت ضرورت ہے تاکہ امور تمدن میں ہر انسان دوسرے انسان کا ہمدرد اور رنج و راحت میں شریک اور مددگار و معاون ہو۔ اس مقصد کے حاصل ہونے کے لیے سب سے زبردست آلہ مذہب ہے۔ یہی شیرازہ اتفاق و اتحاد کا ہے یہی غیروں کو اپنا بناتا ہے منجملہ دیگر مذاہب کے مقدس اسلام نے جیسی اخوت ہمارے درمیان قائم کیا ہے دوسرے مذاہب میں اُنکی نظیر نہیں ملتی۔

تمام مسلمانوں کا ایک خدا، ایک رسول، ایک قبلہ۔ جب بچہ بطن مادر سے صحن شہود میں آتا ہے تو اگرچہ وہ مکلف بالشرع نہیں ہوتا۔ مگر اوسکے کان میں یہہ کلمہ مقدس ڈالا جاتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ گویا وہ زبان حال سے اس کلمہ طیبہ کی تصدیق کرتا ہے اور گوش حال سے سنتا ہے سبحان اللہ کیا تعلیم ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی۔ قرآن مجید نے علی رؤس الاشہاد منادی کی کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ یعنی خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو اور ٹکڑے ٹکڑے مت ہو لیکن مسلمان بارہ باٹ اور تیرہ تین ہو گئے۔ یہ مشرک۔ وہ بدعتی۔ یہہ مقلد۔ وہ غیر مقلد۔ یہہ سُنی۔ وہ شیعہ۔ یہ رافضی وہ خارجی۔ بدعتی اور مشرک بلکہ کافر بنانا تو دال روٹی ہو گئی۔ حالانکہ حدیث میں ہے:۔ من استقبل قبلتنا وصلی صلوتنا واکل ذبیحتنا فلا تکفروہ بذنب یعنی جس شخص نے ہمارے قبلہ کیطرف مُنہ کیا۔ ہماری سی نماز پڑہی۔ ہمارا ذبیحہ کہایا اوسکو کسی گناہ پر کافر نہ بناؤ۔ اللہ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ شفقت اور رحمت اور ہماری یہہ حالت۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دُنیا کو بلایا۔ دعوت اسلام دی۔ کروڑوں انسانوں کو جن میں مشرق و مغرب کا بُعد تھا اخوت کے ایک سلسلے میں منسلک کر دیا۔ جاذبۂ توفیق الٰہی سے ہاتھ کے بال پکڑ کر کہینچ لیا اور ہماری یہ حالت کہ ہڈیوں سے گوشت جُدا کر رہے ہیں۔ بھائیوں کو اپنی جماعت سے نکال رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے لئے دلشکن لقب تراش رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے۔ ولا تنابزوا بالالقاب۔ الآیہ یعنی آپس میں ایک دوسرے کے لئے لقب نہ تراشو۔ اور ھو سمٰکم المسلمین من قبل۔ یعنی خدا نے تمہارا نام پہلے ہی مسلمان رکہدیا ہے کیونکہ توحید کے باپ ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے

ماکان ابراھیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین ۰
یعنی ابراہیمؑ نہ تو یہودی تہا نہ نصرانی تہا بلکہ سیدھا مسلم تھا - اور مشرکون مین سے نہ تہا اس آیۃ سے صاف
ثابت ہوا کہ جو لوگ اپنے لیئے یا اوروں کے لیئے مسلم کے سوا کوئی اور لقب تراشتے ہین وہ مشرک ہین آیہ
ہُوَ سماکم المسلمین ۵ کے بعد دوسرا جملہ یہہ ہے وفی ھذا لیکون الرسول شہیدا علیکم
وتکونوا شہداء علی الناس - یعنی مسلم نام رکہنے مین یہہ فایدہ یا مصلحت ہے کہ قیامت کے روز رسول
تمہارا گواہ ہو کہ یہہ مسلم تہے اور مسلم ہی کہلاتے تہے - اور تم بہی اپنے دوسرے بہائیون کے مسلم ہونے کی
شہادت دو - بلکہ خود آنحضرت صلعم کو یہ حکم ہے - قل انما امرت ان اکون اول المسلمین - یعنی کہدے
اے محمد مین اسکے سوا اور کچہہ حکم نہین دیا گیا کہ سب سے پہلا مسلمان مین ہون - انما کلمہ حصر ہے - یعنے
آپ دنیا مین صرف مسلم ہونے اور مسلم کہلانے کو تشریف لائے تہے - روحی فداہ - اللہ اکبر لفظ مسلم کی کسقدر
عظمت ہے مگر اسکے خلاف ہم نے اپنا نام کیا رکھا - حنفی - شافعی - مالکی - حنبلی - شیعہ - سنی - قادری
نقشبندی - شطاری - سہروردی - اور پہر شاخ در شاخ سیکڑون لقب ہین گویا خدا نے ہمارا جو نام رکھا
وہ تو ہمکو پسند نہ ہوا - اُسکے خلاف اپنی طرف سے دوسرے نام رکھ لیئے - اس سے بڑھکر اور کیا بدبختی ہوگی -

اے حضرات! ہمکو تو خدا تعالیٰ نے محمدی کہلانے کا بھی حکم نہین دیا - یہہ لقب تو ہمارے لیئے
طنزاً عیسائیون نے تراشا ہے کیونکہ جب ہم نے عیسائیون سے یہہ کہا کہ تم عیسائی ہو گئے - یعنی تم نے
عیسیٰ مسیح کو خدا بنا لیا (اور فے الواقع عیسائی عیسیٰ مسیح کو خدا سمجھتے ہین) تو عیسائیون نے جہلا کر یہہ جواب
دیا کہ تم محمدی ہو گئے یعنی تمنے محمد کو خدا بنا لیا - مگر مسلمانون نے عیسائیون کا یہہ عطا کیا ہوا خطاب بطور
فخر و اعزاز قبول کر لیا -

ذرا سمجہنے کی بات ہے کہ اگر کسی شخص کی پیروی کرنے سے اُسکے نام سے منسوب ہو جانا شریعت
مین جایز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کو ابراہیمی کہتے - کیونکہ قرآن مجید مین ہے - قل بل ملۃ
ابراھیم حنیفا - الآیۃ یعنی کہدے اے محمد مین تو سیدہے سادہے ابراہیمؑ کی مِلت کا
متبع ہون -

ایک دوسرے کے لیئے لقب تراشنے کی ممانعت مین بڑی بڑی مصلحتین ہین اول تو منشن اور
نشنلٹی برباد ہوگی - دوم نفرت بڑہے گی - یعنی جب ہم کسی کے لیئے اُسکی طبع کے خلاف دلشکن لقب

تراشینگے تو وہ بھی ہمارے لئے ویسا ہی لقب تراشیگا۔ اہل حدیث مقلدین کو بدعتی کہتے ہین۔ وہ اہل حدیث کو وہابی اور نجدی کہتے ہین۔ سنی شیعہ کو رافضی کہتے ہین۔ شیعہ اونکو خارجی کہتے ہین۔ علیٰ ہذا القاب کے تراشنے سے اسلام مین جیسے تفرقے پڑے ہوئی ہین اور تمدن اور معاشرت کی جیسی مٹی خراب ہورہی ہے آنکھون کے سامنے ہے۔ سنی شیعہ، مقلد غیر مقلد اگرچہ بظاہر ملتے جلتے ہین۔ مگر دلون مین نفاق ہے۔ ادہر مذہب کا نام آیا ادہر نفرت پیدا ہوئی۔ جب دلون مین یہ کدورت بھری ہے تو فرائض تمدن کیا خاک ادا ہون گے۔

کسی شہر کسی قصبہ کے مسلمان باہدیگر متفق اور ہمخیال نظر نہ آئین گے۔ مذہبی ارکان مین اختلاف نمازین مختلف۔ مسجدون مین جھگڑے۔ عدالتون مین مقدمات۔ مسجدین جُدا جُدا۔ جن کے نام حنفیون کی مسجد، غیر مقلدون کی مسجد، شیعہ کی مسجد، سنیون کی مسجد۔ اپنے اور دوسرون کے لئے تو لقب تراش ہی رہے تھے مسجدون کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ نام موضوع ہوگئے۔ یہ حد درجے کا حماقت آمیز تعصب ہے۔ پھر یہی نہین۔ سب کے دینی مدارس بھی جُدا جُدا۔ غیر ممکن ہے کہ شیعہ کے مدارس مین سنی اور سنیون کے مدارس شیعہ تعلیم پاسکین۔ ہمارے علمائے مرحوم محض اپنی خود غرضیون سے مسلمانون کے جام اتفاق مین اور بھی زہر گھول رہے ہین خدا تعالےٰ عوام جہلا سے پہلے انکو ہدایت کرے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو حیوانات مین تمدن پایا جاتا ہے۔ مگر ہم مین نہین کسی بندر یا لنگور کو ذرا چھیڑ دو تو سبھی ساری قطار خو خو اور غی غی کرکے پیچھے پڑ جائے گی۔ اور جیسے تھڑے سے سنبھالے مشکل ہوجائینگے کسی کوّے کو چھیڑ دو۔ تمام کوّے قائین قائین کرکے سر پر منڈلانے لگینگے۔ افسوس ہے کہ ہم بندرون اور کوّون سے گئے گذرے۔ ایک نقل مشہور تھی ؎ آنچہ مردم میکنند بوزینہ ہم۔ * اس مصرع کو اب یون بدلنا چاہیئے ؎ آنچہ بوزینہ کند انسان ہم۔ *

احمد حسن شوکت اڈیٹر شحنۂ ہند وطوطی ہند میرٹھ۔

**نوٹ:**۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمکو بھی ضرورت ہے۔ اول کلمہ جامعہ مشترکہ پر اچھی طرح قایم ہوجاوین اور افعال اور اعمال تعیینی پر عمل کرین باقی نزاعون کا فیصلہ آئندہ ہوتا رہے گا۔ ہم اس مضمون کی پوری تائید کرتے ہین کہ اول مُسلِم بننا فرض ہے۔ * اڈیٹر۔

# دیسی کاریگرون کی امداد



ماہ گذشتہ کے عصر جدید مین جو مضمون بعنوان "ہندوستان کی مالی حالت" کے چھپا ہے اوسکو مین نے بغور پڑھا حقیقت یہہ ہی کہ ایسے کار آمد مضامین کی ہماری قوم کو ضرورت ہو۔ اور اگر بجائے پرانی شان و شوکت کے قصون اور "پدرم سلطان بود" کے دعوون کے ہم لوگ ایسی مفید باتون کی طرف متوجہ ہون تو نہایت اچھے نتیجے مترتب ہو سکتے ہین۔ اس مین شبہ نہین کہ ہماری مالی حالت بہت زیادہ قابل خیال ہوتی جاتی ہے۔ اور یہ افسوس کی بات ہے کہ جس قدر یہ مسئلہ اہم اور دلچسپ ہے اوسی قدر ہماری توجہ اس طرف بہت کم ہے۔ زمانہ موجودہ کی تعلیم روزمرہ کے اخراجات مین بہت زیادتی کرتی جاتی ہی بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ہمارے اکثر نوجوان زیادتی اخراجات کو تعلیم کا ماحصل سمجھتے ہین اور اگر کوئی شخص اسکے خلاف کچھہ کہتا ہے تو اوسکو پسندیدہ مذاق کا نہین سمجھتے۔ میری دانست مین یہہ ایک عظیم خطرہ ہے جسکا ہم لوگون کو آیندہ مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اور اگر ہم لوگون نے کچھہ پیش بندی نہ کی تو انجام کار کف افسوس ملنا پڑے گا۔ ابھی زیادہ عرصہ نہین گذرا پچھلی نسل والے جن کامون کو پچاس روپیہ ماہوار کی تنخواہ مین بحسن وخوبی انجام دیتے تھے اونہین کامون کو اب ڈیڑہ سو روپیہ کا تنخواہ دار نہین کر سکتا تعلیم کے اخراجات دن دونی رات چوگنی ترقی پر ہین۔ اسکے ساتھ جب ہم اپنے فضول اخراجات پر غور کرتے ہین جو محض کمبخت فیشن کی بدولت ہمکو برداشت کرنے پڑتے ہین تو سمجھہ مین بات نہین آتی کہ اولاد کی تعلیم کیسے ہوگی۔ اور اون کے لئے ذریعہ معاش کیا ہوگا۔ یہ باتین سوچنے اور غور کرنے کی ہین۔ ہم نے اپنا ذریعہ معاش زیادہ تر ملازمت کو قرار دے رکھا ہے اور یہی مقصد ہماری تعلیم کا بھی ہوتا ہے۔ جو تنخواہین ہمکو صیغہ ملازمت مین ملسکتی ہین وہ محتاج بیان نہین ہین وہ اسی قدر ہوتی ہین کہ ہماری حیثیت کے لحاظ سے ہمارے اخراجات کو کافی ہون ہم اون کے ذریعہ سے سرمایہ نہین جمع کر سکتے۔ آجکل ہمکو سب سے زیادہ ضرورت سرمایہ کی ہے۔ تعلیم مین گو ہم اور قومون سے بہت پیچھے ہین لیکن تاہم ہماری تعداد کوئی ایسی گئی گذری نہین۔ لیکن تعلیم ہی کا کیا نتیجہ ہوگا جب سرمایہ نہین اور جگہہ تو تعلیم فراہمی سرمایہ کا سبب ہوتی ہے۔

لیکن خدا ہندوستان کا بہلا کرے یہان ایسا نہین ہوسکتا اور نہ تعلیم ہی خدا کے فضل سے ایسی ہوتی ہے۔ اب قدرتی طور سے سوال یہہ پیدا ہوتا ہے کہ سرمایہ کیسے پیدا کیا جائے مجہے سخت اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ تہوڑے سے ہی دنون مین تعلیم کی قیمت بہت کچہہ گہٹ جائیگی۔ ابہی تو یہہ خیریت ہے کہ جو لوگ بی۔اے درجہ تک کی تعلیم پاتے ہین وہ منصفی یا وکالت ہائیکورٹ کے مجاز ہوسکتے ہین اور تعلیم کے ذریعہ سے ایک معقول رقم پیدا کر سکتے ہین۔ لیکن وہ زمانہ قریب ہے کہ یہہ حالت بہی مفقود ہوجائیگی۔ اسی افسوسناک حالت کو مین تعلیم کے گہٹ جانے سے تعبیر کرتا ہون۔ فرمائیے کہ اوس حالت مین پہر کیا ہوگا۔ ہمارے پاس زمین اب محض نام کو باقی رہ گئی ہے۔ صنعت وحرفت کا حال معلوم ہے۔ ایسی حالت مین بے زری کیا کیا رنگ دکہلائے گی۔ یہ وقت خواب خرگوش کا نہین ہے۔ بلکہ کچہہ عملی تدابیر کا ہے۔ تدبیر کے نام ہی سے ہمارے ہاتہہ پیر رہ جاتے ہین۔ ہم چلا اُٹہتے ہین کہ ہم کچہہ نہین کر سکتے۔

ہمارے پاس کل نہین کہ ہم کوئی کارخانہ کہولین۔ کوئی بینک نہین کہ قرض لین۔ تدبیر کے معنے اوس تدبیر کے ہین جو مہذب ملکون مین رائج ہے۔ اور سوائے ایسی تدبیر کے اور کوئی تدبیر ہماری نظرون مین دکہائی نہین پڑتی۔ استغفراللہ۔ یہی باتین ہین کہ جو ہماری ہمتون کی پست کرنے والی ہین۔ جہان ہم مین سارے زمانے کے عیب ہین۔ وہان ایک یہ بہی ہے کہ ہم غور وخوض کے ساتہہ اپنی موجودہ حالت پر نظر نہین ڈالتے کہ دیکہین کہ ہمارے پاس کیا کیا سامان ہین اور کیا ہم انہین ٹوٹے پہوٹے سامان سے کچہہ کر سکتے ہین یا نہین۔ غرضیکہ ہم مین عملیت ذرا بہی باقی نہین رہگئی۔ تقلید ہم بیشک کر سکتے ہین خود کوئی بات پیدا نہین کر سکتے۔ ذرا غور فرمائیے۔ اس وقت بہی صنعت وحرفت بہت زیادہ ہمارے ہاتہون مین ہے۔ ہزارون کیا بلکہ لاکہون جولاہے (خدا اس مبارک فرقہ کا بہلا کرے) اب ہی موجود ہین جو کہ اپنے آباواجداد کے وقت سے کپڑا بُنتے ہوئے چلے آتے ہین۔ رنگسازی بہی ہمارے ہی ہاتہون مین ہے۔ سلیم شاہی جوتیان کون بناتا ہے؟ لکہنؤ کی فرد اور چکن کون کاڑہتا ہے؟ یہ کہنا فضول ہے کہ انکی اب مانگ نہین۔ مانگ ضرور ہے لیکن اب کام کرنے والے نہین ہین کیون؟ اسکا یہ جواب نہین ہے کہ موجودہ زمانے کی کلون کی ایجاد نے انکا خاتمہ کر دیا۔ کلون کی ایجاد نے کچہہ نقصان ضرور پہونچایا۔ لیکن نہ اس قدر کہ جس قدر ہم سمجہتے ہین۔ اصل وجہ کیا ہے۔ جہالت اور اتحاد کا نہ ہونا۔ سٹرنہ کی کی۔ سی مین نے دو مقام کے جولاہون کا حال دریافت کیا ہے۔ ایک مئو اور دوسرے بنارس کے۔ ان

مقامات مین ہزارون جولاہون کے گہر ہین لیکن ایک بڑا کارخانہ بہی نظر نہین آتا - برخلاف اسکے ہندوؤن کے بڑے بڑے کارخانہ موجود ہین جو اون کو ریشم - سوت - اور جن چیزون کی ضرورت ہوتی ہے وہ بہم کرتے ہین - نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ بیچارے جولاہون کو جو اپنا وقت اور دماغ صرف کرتے ہین اُنکو محض مزدوری ملتی ہے - صرف اسی قدر کہ وہ اپنا پیٹ پال لین - اور تہان سے فایدہ ہندو کارخانے والے اُٹہاتے ہین - تمام جولاہے انہین کارخانہ والون کے قرضدار ہوتے ہین اور اونکی ساری عمر قرض ہی کے کاٹنے مین صرف ہوجاتی ہے - کیا ہم مین اس قدر سرمایہ والے موجود نہین ہین کہ وہ اپنا کارخانہ خود کہولدین اور ان بیچارے جولاہون کو جو سچے مسلمان ہین ہندو کارخانہ والون کے پنجہ مصیبت سے پناہ دین - اگر ایک شخص نہین تو کیا چند اشخاص ایسا نہین کرسکتے - کیا اگر ہم اون کو تہوڑی سی سہولت دین تو وہ جس قدر کہ اس وقت کپڑے بناتے ہین اوس سے زیادہ طیار نہین کرسکتے - کیا اس ذریعہ سے ہم اپنا سرمایہ نہین بڑہا سکتے - کیا یہ باتین عام مرفہ الحالی کا باعث نہین ہوسکتین - افسوس ہے کہ ہم ان جزوی باتون پر بالکل غور نہین کرتے - ہمارا خیال ہے - اور غالباً صحیح خیال ہے کہ اگر ہم اپنی ٹوٹی پہوٹی تجارت کو جوڑ جاڑ کر کچہہ درست کرلین تو ہم بلا انگا یونیورسٹی کلون اور بلا کسی ٹکنیکل اسکول کے شاہراہ ترقی پر آسکتے ہین - بشرطیکہ ہم ذرا آنکہین کہولین - اور کچہہ کرنا چاہین - ✝

بلیا - ۱۵ - اکتوبر

آپکا قدیم ساتہی - عشرت حسین وکیل ہائی کورٹ

# قول و فعل

یہ شکایت بارہا سُننے مین آتی ہے کہ فلان واعظ یا فلان لکچرار اپنی نصیحتون پر خود کاربند نہین ہوتے - یعنی جو کچہہ وہ دوسرون کو ہدایت کرتے ہین اُسکے اطلاق سے اپنی ذات کو مستثنیٰ رکہتے ہین ہمیشہ ایسے لوگ دوسرون کو وعظ و نصیحت کرتے رہتے ہین - مگر خود انکا طرز عمل انکی تعلیم کے مشابہ نہین ہوتا - اس شکایت ہی پر لوگ بس نہین کرتے بلکہ ایسے شخص کو حقارت کی نظر سے دیکہتے ہین - اور اپنے طعن تشنیع کا نشانہ بناکر اسکی عیب جوئی کرتے ہین - اور علانیہ کہتے ہین کہ "یا ایہا الذین امنوا لم تقولون

مالا تفعلون" اس صورت مین ان لوگون پر اوسکی ہدایات اور نصایح کا کوئی اثر نہین ہوتا۔ اور وہ اس شخص کے طرز عمل کی مثال اپنے پیش نظر رکھکر اپنے آپ کو بھی ان سے مستثنی سمجھتے ہین۔ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ نکتہ چین لوگ سراسر غلطی پر ہین۔ صداقت خواہ کسی ذریعہ سے پائی جائے۔ اور کوئی شخص اوسکی تعلیم کرے۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم "دع ما کدر وخذ ما صفی" کے قانون کے مطابق عمل کرین۔ اگر ہمین ایک مٹی سے لتھڑے ہوئے سیپ کے اندر ایک موتی نظر آئے تو کیا ہم اس موتی کو نکال لینگے اگر کسی بدرو مین جو غلاظت سے پر ہو ہمین ایک اشرفی پڑی ہوئی دکھائی دے تو کیا ہم اسے نہ اٹھا لینگے؟ کنول کا خوشنما پھول غلیظ اور سڑے ہوئے پانی کے تالابون مین پانی کی سطح پر نظر آتا ہے اور وہ اسی غلاظت سے پرورش پاتا ہے۔ مگر ہم اوسکے توڑنے کے کیسے خواہشمند ہوتے ہین۔ یہی حال نیک خیالات کا ہے۔ اگر ایک شخص جو بذات خود صدہا عیوب مین مبتلا ہے ہمین اپنے عمدہ خیالات سے فیض پہنچاتا چاہے۔ اور سچائی اور نیکی کا پرتو ہم پر ڈالے تو کیا ہمین اسکی ذات سے بے اعتنائی برتنا چاہیے؟

بعض لوگون کی نظرین زیادہ عمیق ہوتی ہین اور اون نکات تک پہونچتی ہین جنہین ہم نہین دیکھ سکتے پس ان خیالات کا دایرہ ایسا وسیع اور بلند ہوتا ہے کہ اوسکے مطابق زندگی بسر کرنا ہمین دشوار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہمین ان عمدہ خیالات کو کبھی نہ چھوڑنا چاہیے اور فوراً اختیار کرلینا چاہیے۔ اور اپنی زندگی کو ان کے مطابق کرلینے کی کوشش مین پوری ہمت صرف کرنی چاہیے جس سے نہ صرف ہمین بلکہ دنیا کو بھی نفع ہو۔ بعض دفعہ کوئی شعر سنکر ہماری روح متاثر ہوتی ہے۔ اور ہمارے دل مین اون کے پاکیزہ اور بلند خیالات سے ایک روشنی سی پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ اغلب ہے کہ اسکا کہنے والا ایک عیاشانہ زندگی بسر کرتا ہو۔ پس چونکہ یہ شعر بنفسہ پاکیزہ اور نفیس ہوتا ہے ہم قدرتاً اوسکے اثر کو محسوس کرتے ہین۔ اس اثر کو قائم رکھنا اور عملی زندگی مین اس سے نفع اٹھانا ہمارا عین فرض ہے۔

ہم مین سے ہر شخص خیالات کا مختلف دایرہ رکھتا ہے کوئی محض حیوانی لذائذ پر شیفتہ ہے کوئی عقلی حظائظ کا دیوانہ ہے۔ اور کوئی روحانی مسرتون پر دلدادہ ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص جو محض حیوانی زندگی بسر کرتا ہے اوسپر ایک خاص حالت طاری ہوجاتی ہے اور وہ اپنے روحانی قوی کے عمل سے متاثر ہوتا ہے۔ تو ایسے وقت مین کیا ہمین اوسکے روحانی فیضان سے محروم رہنا چاہیے۔ صرف اس وجہ سے کہ ہم دیکھتے ہین کہ ظاہرا وہ ایک حیوانی زندگی بسر کرتا ہے؟

ایسی حالت مین اوسکی روح اسپر ملامت کرتی ہی۔ اور جو کچھہ وہ کہتا ہے درحقیقت وہ ایک فرشتہ کی آواز ہوتی ہے جو اوسکے پلید جسم مین بولتا ہے۔

پس سچائی ہمین جہان کہین ملے لے لینی چاہیئے۔ اور ہمین یہ فرض کر لینا چاہیے۔ کہ آدمی کے جسم مین ایک خدائی اثر پوشیدہ ہوتا ہے۔ خواہ وہ آدمی بذاتہ کیسا ہی قابل نفرین ہو۔ اور جب کبھی وہ اثر جوش مین آکر ہم سے مخاطب ہو تو ہمین اوسکی ہدایت سننی چاہیئے۔ سچائی کا سرچشمہ کیسا ہی ادنی ہو مگر ہمین سچائی کو سچائی سمجھنا چاہیئے۔ بعض دفعہ خدا اپنا پیغام ادنی آدمیون کے ذریعہ ہم تک پہونچاتا ہے اور ہمین خدا کی حکمت پر اعتراض کرنیکا کوئی حق نہین ہمارا فرض ہے کہ ہم انکی ہدایات کو شکریہ کے ساتھہ قبول کرین اور ان کے افعال پر معترض نہ ہون۔ اور یہ یاد رکھین "انظر ما قال و لا تنظر من قال"۔ +

احقر لطیف احمد۔

**نوٹ**:۔ واعظ یا لکچرار دو طرح کے ہوتے ہین:۔

(۱) جو کسی بات کو اس لئے کہتے ہین کہ اون کے ذہن مین کوئی خیال آیا ہے۔ اوسکا اظہار وہ اپنا فرض سمجھتے ہین اس وجہ سے کہ اوسکا سمجھنا مفید ہے۔

(۲) اس وجہ سے کہ فوری جوش نے جو کسی کتاب یا تقریر نے پیدا کر دیا ہے خواہ ناموری کے شوق نے اون کو ابھارا ہے کہ ادہر ادہر سے لیکر کوئی عمدہ بات کہین۔

قسم اول کے لوگ گویا سب عامل ہوئے ہین۔ قسم دوم مین بہت سے کہتے ہین اور کرتے نہین۔ مگر ہمکو انکی بات قبول کر لینے سے انکار نہ کرنا چاہیئے اس واسطے کہ وہ تو محض فونوگراف باجے کی طرح اصلی صاحبان علم و حکمت کی باتین بولتے ہین۔ پس جو اچھی بات ہے وہ کسی بڑے دماغ سے نکلی ہے۔ قایل کی بدچلنی یا جہالت کی وجہ سے اوسکو حقیر سمجھنا گناہ ہے۔ فقط ایڈیٹر۔

# دیسی اشیا کا استعمال سچا ایثار ہی

مین اسکے متعلق عرصہ سے خیال کر رہا تھا۔ مگر اب تک بوجہ تنہا ہونے کے ہمت نہین پڑتی تھی کہ اسکو قوم کے برگزیدہ اصحاب کے سامنے پیش کرون۔ کچھہ عرصہ ہوا عصر جدید بابت ماہ فروری و مارچ مین جو مضمون مسٹر

جمال احمد صاحب ایڈیٹر ہمدرد کا بعنوان "رسالہ اصلاح رسم و رواج و عادات" شائع ہوا ہے اسمین جناب موصوف نے مختصر طور پر اس اہم اور شدید ضرورت یعنی دیسی ساخت شدہ اشیا کے استعمال کی متعلق بھی کچھہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس وجہ سے مجھی بھی جرأت ہوئی کہ جو کچھہ میری خیالات اسکے متعلق ہین اونہین بھی عرض کرون۔

بیشک یہ نہایت سخت افسوس کی بات ہے کہ تعلیم یافتہ گروہ جسکو ایک حد تک ہم اپنا رہنما تصور کرتے ہین اب تک ولایتی اور غیر ملکی ساخت شدہ اشیا کا نہایت دلدادہ ہو رہا ہے اور یہ خبط روز افزون ترقی پر ہے یہہ بات ظاہر ہے کہ تعلیم یافتہ گروہ اور امرا کا قوم کے متوسط اور عام طبقہ پر اثر بہت گہرا پڑتا ہے۔ اور حتی الامکان اونکی تقلید کو لازمی سمجھتے ہین۔ اور اس مین اپنی عزت سمجھتے ہین۔ اور چونکہ یہہ لوگ تعلیم یافتہ گروہ مین ولایتی ساخت شدہ اشیا کا استعمال نہایت کثرت سے دیکھتے ہین۔ لہذا یہ بھی اپنی ملکی ساخت شدہ اشیا سے متنفر ہو جاتے ہین۔ اور اس بات کی کوشش کرتے ہین کہ جہانتک ہو سکے۔ ولایتی یا غیر ملکی مصنوعات کے سامنے دیسی مصنوعات کو ہاتھ نہ لگائین۔ دراصل یہی ایک سب سے بڑا سبب دیسی کارخانجات کی تنزلی اور نہ ترقی کرنیکا ہے۔ اور جبتک یہ خبط دور نہ ہو دیسی صنعت و حرفت اور تجارت کی ترقی ہرگز نہین ہو سکتی۔

پس اس وجہ سے تعلیم یافتہ گروہ اور مسلمانون کا وہ طبقہ جو امیرانہ حیثیت رکہتا ہے دو طرح سے گنہگار ہین۔ اول اس طرح سے کہ وہ خود اپنی ملکی اشیا کو چہوڑ کر یوروپین طرز معاشرت اختیار کر کے فضول روپیہ برباد کرتے ہین۔ اور انگریزی سوداگرون کا گہر بہرتے ہین۔ اور دوسرے یون کہ جو متوسط اور عام لوگون مین ولایتی اشیا کو ترجیح دیجاتی ہے۔ اور اس طرح ملک کی ایک کثیر التعداد رقم ہندوستان سے باہر جاتی ہے اسکا سبب بہی یہی ہین۔ کیونکہ وہ عمدہ نمونہ اور مثال ملکی اشیا کے استعمال اور کفایت شعاری کی قایم نہین کرتے ہین۔ اور جب عام طور پر انکی تقلید کیجاتی ہے تو وہ شخص اور ملکی دونون قسم کی تباہی کا باعث ہوتی ہے۔ لہذا اگر ہم تعلیم یافتہ اور امرا کے گروہ کو ملکی تنزل اور افلاس کا ذریعہ خیال کرین تو کچھہ بیجا نہ ہوگا۔ اس کہنے سے میرا مطلب یہ نہین ہے کہ سب تعلیم یافتہ اور امیر لوگ اس مین شامل ہین۔ برخلاف اسکے بہت سی ایسے ہین جو اپنی قوم کے لئے ایک عمدہ نمونہ قایم کرتے ہین مگر یہ چند مستثنیات مین سے ہین لیکن عام طور پر ایک بڑا گروہ تعلیم یافتون اور با اثر لوگون کا اسی فضولخرچی اور ظاہری نمایش اور عیش و عشرت کیطرف رجحان رکہتا ہی

یہ صحیح ہے کہ ہندوستانی اشیاء ولائیتی اشیاء کا خوبصورتی مین مقابلہ نہین کرسکتی ہین۔ مگر اسکی وجہ کیا ہے؟ اسکی وجہ یہہ ہے کہ پورے اور باقاعدہ طور پر ملکی اشیا کی مانگ نہین ہوتی۔ ورنہ یہہ بہی چند سال کے بعد خوبصورت مثل ولایتی چیزون کے ہونے لگین۔ یہہ کہنا غلط ہے کہ ہندوستان کا مال ولائیتی مال کے مقابلہ مین کم پایدار ہوتا ہے۔

ہندوستان کا مال جرمن کی طرح سستا اور چلتا ہوا محض ظاہری طور پر نہین ہوتا ہے۔ کیا لودہیانہ کے کپڑے ولائیتی مشین کے بنے ہوئے کپڑون کے مقابلہ مین کم پایدار ہوتے ہین؟ کیا کانپور کے جوتے کسی طرح ولایت کے جوتون سے خوبصورتی یا مضبوطی مین کم ہوتے ہین؟ کیا بریلی کی میز وکرسیان ولایتی میز وکرسیون کا مقابلہ نہین کرتین؟

پس یہ نہایت ناانصافی کی بات ہوگی کہ اگر ہم اپنا شوق اور ظاہرداری قایم رکہنے کے لئے بیچارے ہندوستان کی مصنوعات کو نام دہرین۔ اور کہین کہ صاحب کس طرح ملک ہندوستان کی چیزین استعمال کرین جب کہ وہ ولایتی چیزون کے مقابلہ مین نہایت ناپایدار اور بہدی ہوتی ہین۔ فی الحقیقت اس بات کی بہی ضرورت ہے کہ جن چیزون مین ہم بالکل اہل یوروپ کے محتاج ہین وہ بہی ہندوستان مین طیار ہونے لگین۔ مثلاً سوئی۔ تاگا۔ دیا سلائی۔ پنسل وغیرہ وغیرہ مگر اس مین بہی ہمین اسی اصول یعنی قدردانی کی پابندی کرنا ہوگی ورنہ انکا چلنا بہی دشوار ہوگا۔ دراصل افسوس تو جب ہوتا ہے جس وقت کہ ہم دیکہتے ہین کہ صنعت وحرفت کا غل ہر طرف مچا ہوا ہے۔ مگر یہ سب زبانی باتین معلوم ہوتی ہین۔ ہم لوگ کہنے کو تو سب کہہ جاتے ہین مگر عمل کرکے دکہانا نہین چاہتے۔

ہندوستان مین دو کارخانے دیا سلائی کے ہین مگر یہہ نہایت افسوس کے ساتہہ کہنا پڑا کہ ہم لوگ اون کی ترقی کی کچہہ فکر نہین کرتے۔

تاوقتیکہ ہم اس بات کی قسم نہ کہالین کہ جب تک کوئی چیز ہندوستان مین فراہم ہوسکتی ہے ہم اُسی قسم کی چیز ولایت سے لینے کو کبہی نہ جاوینگے۔ ہرگز ہرگز صنعت وحرفت کی ترقی نہین ہوسکتی اور نہ ملک افلاس کے پنجہ سے رہائی حاصل کرسکتا ہے۔

اب آخر مین مین ایک بات اور کہنا چاہتا ہون۔ اور وہ یہہ ہے کہ ہم مین ایثار نفس اور خالص قومی ہمدردی مفقود ہے۔ اور دراصل یہہ صفات اعلے تعلیم یافتون مین بہی نہین پائے جاتے ہین۔ اور سچ تو یہ ہے

کہ اون بیچارون کا بھی کوئی قصور اس مین نہین ہے۔ دراصل قصور ہے اُن لوگون کا جو نوجوانون کی تربیت اور تعلیم کا بار اپنے ذمہ لئے ہوئے ہین جن لوگون کو کہ ابتدا ہی سے فضول خرچی فضول خرچی نمائش اور اپنے آپ کو اپنی حیثیت سے زیادہ ظاہر کرنے کی تعلیم دیجاوے وہ کس طرح سے ایثار علی النفس اور خالص قومی ہمدردی کے معنی سمجھ سکتے ہین۔ ہان بطور رسم کے یہ نام اون کو رٹا دیجایا کرتے ہین تاکہ موقع بموقع ان کو وہ ہرا کر وہ اپنے فرائض سے سبکدوش ہوجاوین۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اب ایک جماعت ایسی پیدا ہوگئی ہے جو اس مضر طریقہ تعلیم و تربیت کے خلاف جھنڈا بلند کر رہی ہے۔ اور مسلمانون کو ایک سنجیدہ تعلیم دینا چاہتی ہے۔ اس جماعت سے میری مراد سینئہ اصلاح ہے۔ اس جماعت کے لوگ نمایشی اور فضول خرچ نہین ہین۔ اور خیال کرتے ہین کہ جب مسلمانون سے اسراف اور ظاہرداری اور عیش و عشرت کا مرض جاتا رہے گا تو خود بخود اُن مین ایثار نفس اور قومی ہمدردی پیدا ہوگی اور وہی سچی قومی ہمدردی کہلانے کی مستحق ہوگی۔

پس کیا یہ مقدس جماعت اپنے مقاصد مین اس اصول یعنی حتی الامکان دیسی ساخت شدہ اشیاء کے استعمال کو داخل کر سکتی ہے؟ اور اگر ایسا ہو تو یہ اصول بجائے خود ایک ایثار علی النفس کی تعلیم ہوگا۔ فقط

راقم خاکسار ــــ سید قبول احمد ــ فتح گڈھ۔

# کفایت شعاری اور طالب علمی

بعالیخدمت فیضدرجت جناب خواجہ صاحب سکرٹری اصلاح تمدن۔ تسلیم۔

میری رائے مین مسلمانون کو عام طور پر اور طلباء کو خاصکر کفایت شعاری کا لحاظ اور اوسکے اصولون کی پابندی لازمی ہے جہان تک مین دیکھتا ہون مسلمان طالب علمون مین اسراف کی بری عادت ہے۔

جو طالب علم اپنی آمدنی اور اخراجات کا لحاظ کرتا ہے۔ اُسکے ساتھی اوسکو منحوس کنجوس۔ مکھی چوس۔ اور طرح طرح کے نامون سے ملقب کرتے ہین۔ اور اوسکی ہنسی اڑاتے ہین پس ایسی حالت مین (آپ خیال فرماسکتے ہین) وہ دوسرون کو کیا نصیحت کرے۔ کیونکر سمجھاوے۔ بس یہی غنیمت ہے کہ اون نافہمون مین خود نہ ملجاوے اور اپنے عمدہ اور مضبوط طریقہ کو نہ چھوڑے۔

میرے نزدیک جسکا خرچ آمدنی سے زیادہ ہے۔ وہ شخص اپنے عزیزون کے۔ دوستون کے۔ بلکہ سب کے لئے بیکار ہے۔ اور خوفناک ہے۔ یعنی صرف اُسکا عدم وجود برابر ہی نہین بلکہ اُسکا نہ ہونا اچھا ہے۔

بعض کہتے ہین کہ طالب علمی کی حالت مین کفایت شعاری کا خیال نہ چاہیئے۔ مین کہتا ہون کہ جب اسی زمانہ طالب علمی ہی مین (جبکہ ہمارے لئے ہر عمدہ باتکے سیکھنے کا وقت ہے) کفایت شعاری کے عمدہ اصولون کو ہم نے نہ سیکھا تو آیندہ ہماری ذات سے کیا توقع ہوسکتی ہے۔

کنجوسی بُری چیز ہے۔ مگر جھوٹی شیخی۔ بیجا نمایش مین مبتلا رہنا اور اپنے عزیز وقت۔ تندرستی۔ اور روپئے کی قدر نہ کرنا۔ خدا کی سخت ناشکری ہے۔ ہم سب جانتے ہین۔ کہ جھوٹ بُری بلا ہے۔ مگر مسلمان طالب علم اکثر اس مین مبتلا ہین۔ کیا یہ صریحی جھوٹ نہین۔ کہ کوئی ایسے لباس کا استعمال کرے جو باعتبار آمدنی اور لیاقت علمی وغیرہ کے اُسکے لئے مناسب نہین۔ مثلاً میرے بزرگون کی آمدنی پچاس روپیہ ماہوار ہے جن سے مجھکو (میرا وظیفہ وغیرہ ملاکر) دس روپیہ ماہوار ملتا ہے۔ اب اگر مین ایسا لباس استعمال کرون جسکی سلائی مین صرف پانچ چھہ روپے خرچ ہون۔ یا ہیٹ اور نکٹائی لگاکر فیشن ایبل لباس پہنکر پورا صاحب بہادر بنجاؤن۔ جبکہ مین نے انگریزی مین ایف اے بھی پاس نہ کیا ہو۔ تو کیا مین نے جھوٹ سے پرہیز کیا۔ ہرگز نہین۔ اِس صورت مین تو۔ گو زبان سے جھوٹ نہین بولا۔ مگر میرا فعل میرے جھوٹے ہونے پر صاف دلالت کرتا ہے۔ جہان تک مین نے غور کیا مسلمان طالب علمون مین اسراف کا سبب غفلت اور آوارگی ہے۔ اور ماں باپ سے جھوٹی شیخی سیکھنے کا نتیجہ ہے۔

(۱) غفلت سے میری مراد یہ ہے۔ اونکو خیال نہین۔ کہ کتنا روپیہ اس مہینے مین (ہمارے بزرگون سے اور وظیفہ وغیرہ سے) ہمکو ملا۔ اور کتنا ہم نے خرچ کیا۔ یعنی ہم کو ہوش نہین کہ ہم کیا کررہے ہین۔ اور فی الحقیقت ہمکو کیا کرنا چاہیئے تھا۔ اور یہ صاف صاف ڈیوٹی کا ترک کرنا ہے۔

(۲) آوارگی سے میرا مطلب بیچاری پُرانی آوارگی یعنی پتنگ بازی بٹیر بازی وغیرہ نہین۔ بلکہ خوفناک جدید آوارگی ہے۔ یعنی لباس مین۔ طرز معاشرت مین۔ ہر بات مین فیشن کا خیال ہے۔ میرے نزدیک یہ قدیم اور جدید آوارگی ایک ہی چیز ہے۔ صرف اقتضائے زمانہ سے رنگ بدلا ہوا ہے۔ بلکہ یہ قسم جدید سابق سے خوفناک تر ہے۔

آپ یہ نہ سمجھین کہ مین پُرانے لباس مین ترمیم ناپسند کرتا ہون۔ نہین مین تو کوٹ پتلون پہننے کو

اچھا جانتا ہون۔ اور اُسکو کفایت شعاری کا لباس خیال کرتا ہون جس مین آرام زیادہ ہے اور خرچ کم۔ بلکہ مین تو ہیٹ (انگریزی ٹوپی) کو بھی ضرورت کے وقت استعمال کرنے کو جایز خیال کرتا ہون۔ مگر نکٹائی لگانا (جو محض بیکار ہے) یا کوٹ کی تراش و خراش کو دیکھتے رہنا یا پتلون کی سلوٹون پر خیال کرتے رہنا۔ سراسر نادانی کی بات ہے۔ ہم طالب علمون کو چاہیئے کہ دیکھین۔ کہ کس طرح کے لباس مین ہمکو آسانی اور آرام ہے۔ اور کفایت ہے۔ بس اُسی کا استعمال کرین۔

صفائی کا لحاظ ہر کام مین اور خاصکر لباس مین بہت ضروری اور لازمی ہے۔ مگر تراش و خراش اُسکی سلائی اور فیشن کے خیال مین رہنا طالب علمون کے لئے بڑے شرم کی بات ہے۔

تونگری بدل ست نہ بمال۔ صحیح مقولہ ہے۔ مگر اُس سے بھی اچھا قول ہے۔ کہ تونگری بہ عمل است نہ بمال۔ اس لئے کہ امیر صرف وہی ہے۔ کہ جو اپنے وقت۔ اور اپنی آمدنی مین سے کچھہ پس انداز کرلیتا ہے۔ اور صرف اُسی سے عزیزون کو۔ دوستون کو۔ قوم کو فایدہ پہونچتا ہے یا پہونچ سکتا ہے خود اوسکی فارغ البالی کیا کم فایدہ کی بات ہے۔

اوس سے کسی کو کیا فایدہ پہونچ سکتا ہے۔ یا وہ خود کیا فارغ البال ہوسکتا ہے جسکا خرچ آمدنی سے زایدہے۔ خواہ وہ سو دو سو۔ یا ہزار دو ہزار روپیہ بلکہ اس سے بھی زاید ماہوار کی آمدنی رکھتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو وہ برائی کی ایک مجسم تصویر ہے۔ اور یہ مصرع اوسکے لئے ٹھیک ہے۔ ؎

کہ ہونے سے اُسکا نہ ہونا ہے بہتر۔

بعض کا مقولہ ہے کہ اخراجات کا بڑھنا ترقی کے لئے تحریک پیدا کرتا ہے۔ مگر شاید یہ قول افراد قوم کے لئے تو نہین ہے۔

مگر جاپان کی ترقی کی تاریخ کو دیکھتے ہوئے تو یہ مقولہ کچھہ ہماری سمجھہ مین نہین آتا۔ علاوہ اس کے زیادہ خرچ ضروری اور مفید باتون مین ترقی کا موجب ہوتا ہے نہ کہ نمایش و لغویت مین۔

اب آخر مین ایک میری عملی گذارش بھی ہے۔ وہ یہ کہ مین اپنی آمدنی سے آدہ آنہ فی روپیہ ماہوار کے حساب سے ہر مہینے پانچ آنے پس انداز کرتا ہون۔ اس طور پر اپنی چار مہینے کی بچت ۱۲؍ بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت کرتا ہون۔ اور امید کرتا ہون کہ میری یہ حقیر رقم اصلاح کی مد مین جمع فرماکر میری عزت افزائی کیجائے۔ خاکسار محمد رفیق طالب علم ایم۔ اے کلاس ساکن انجینرنگ کالج رڑکی۔ ممبر صیغہ اصلاح۔

نوٹ۔ ہم اپنے نوجوان ممبر صیغہ کا شکریہ ادا کرتے ہین۔ فقط ایڈیٹر۔ و سکریٹری صیغہ۔

# پیری مریدی



کہا جاتا ہے کہ یہہ زمانہ مذہب کیطرف سے بڑی لاپروائی کا ہے لیکن ہر ایک پیر کے مریدون اور معتقدون کی تعداد کو دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ خدا شناسی اور تعلیم معرفت کو بڑی ہی ترقی ہے۔ صرف یہی نہین کہ مریدون کی تعداد ہر جگہہ ہزارون اور لاکھون تک پہونچتی ہے۔ بلکہ پیرون کی آمدنی بھی عظیم الشان ہے اور مریدون پر اون کا بے انتہا اثر ہے۔ پہر کیا وجہ ہے کہ مسلمانون مین جتنی کہ مریدون کے گروہ مین اسقدر بداخلاقی اور گنہگاری پہیلی ہوئی ہے جسکی بدولت مسلمان روز بروز ذلیل و خوار ہوتے جاتے ہین۔ اور طرفہ یہہ ہے کہ اپنی خرابی کا اونکو احساس بھی نہین ہوتا۔ یہہ ایک نہایت اہم اور ضروری سوال ہے جو مروجہ پیری مریدی کو دیکھکر پیدا ہوتا ہے اور جسپر نہایت سنجیدگی سے ہر شخص کو غور کرنا چاہیئے۔ اور پہر خرابیون کی اصلاح پر متوجہ ہونا چاہیئے۔

قدیم زمانے مین بڑے بڑے برگزیدہ بندگان خدا جو تارک الدنیا ہو جاتے تہے اور ہمہ وقت نیک کامون مین مصروف رہتے تہے۔ لوگون کو بیعت کرتے تہے۔ اور مریدون سے ہرگز ہرگز کسی قسم کا ذاتی فایدہ نہین اوٹھاتے تہے۔ اونکی تلقین وہدایت محض خدا کے واسطے ہتی اور اون سے بیعت کرنا ایک حتمی وعدہ تہا کہ مرید بری باتون سے بچینگے اور نیکی کرینگے۔ ایسے لوگ خال خال تہے۔ اور نہ اون کی ذاتی جائیداد مین تقسیم ہوتی تہین۔ نہ مقدمہ بازی ہوتی ہتی۔ نہ چڑہاوون کے ٹہیکے دیئے جاتے تہے اور نہ مریدون سے کوئی ٹیکس لیا جاتا تہا اور نہ اپنے تقدس کا طرح طرح سے اشتہار دیتے تہے۔ مگر اب مرید کرنیوالون کی ایسی کثرت ہوگئی ہے کہ ہر ایک شہر مین دس دس اور بیس بیس موجود ہین۔ پیری مریدی اون کا پیشہ ہے اور اسی پر اونکی روزی منحصر ہے۔ ایک دوسرے حریف کا بازار سرد کرنے کے لئے اوسکی غیبت کرتا ہے اور مریدون کا گروہ ہان مین ہان ملایا جاتا ہے۔ لوگون کو ابہی تک وہ تنازعہ یاد ہوگا جو جمالی اور صابری دو فرقون مین ہوا تہا۔ فریقین نے بڑے بڑے رسالے ایک دوسرے کی تردید مین شایع کئے جگہہ جگہہ زبانی مباحثے ہوئے۔ اور آخرش جب اجمیر مین فساد کا اندیشہ ہوا تو حکام کو دخل دینا پڑا۔ یہہ اخراجات پورے کرنے کے لئے مریدون سے بڑے بڑے چندے لئے جاتے تہے۔ اور اونکو بیدریغ

خرچ کیا جاتا تھا۔ ان پیرون کو سوائے اپنے ذاتی فایدے اور شہرت کے مرید کرلینے سے اور کچھہ غرض نہین ہے۔ اور یہ کام ایسا آسان ہوگیا ہے۔ کہ جو شخص چاہے پیر بن جاتا ہے اور مزے اڑاتا ہے۔ مرید کے ہاتھہ مین دوپٹہ یا چادر پکڑا دیا اور ایک شجرہ خاندان دیکر اوسکو بہشت کا حقدار ٹھہرا دیا۔ فرض کیجیے ایک بدچلن شخص مرید ہوگیا۔ اور ذرا فراخ حوصلگی سے پیر صاحب کی خدمت کردی تو اب پیر جی ہین کہ وہ اوسکے بہاٹ بن گئے جس جلسے مین بیٹھے ہین وہان اوسکی تعریف ہورہی ہے۔ اور جس مجمع مین گزر ہوا وہان اوسکی فقیر دوستی کا تذکرہ ضروری ہے۔ مرید صاحب پہلے ہی ناچ گانے کے شوقین تھے۔ اب جو مرشد کو بھی اسکا شوق پایا تو اون کا شوق اور بھی بڑھ گیا لیکن پہلے یہ گناہ تھا اب مرید ہونے کے بعد گانا سننا ثواب ہوگیا!! کوئی اعتراض نہین کرسکتا۔ پیر جی جب خود دیوانی فوجداری کے مقدمات کرتے رہتے ہین تو کیا وجہ ہے کہ مرید اس سے چوکین۔ یہ تو غیر معمولی باتین ہین۔ شرم کے قابل وہ سیکڑون ناگفتنی باتین ہین جو بہت سے پیرون کی نسبت لوگون کو معلوم ہین۔ جب پیر خود اپنے عمل سے کوئی عمدہ مثال قایم نہین کرتے ہین تو کیا امید ہوسکتی ہے کہ اون کے مرید کوئی عمدہ مسلک اختیار کرینگے۔

اب نہایت سنجیدہ بزرگون کو لیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی کسی خاص مقصد سے لوگون کو بیعت نہین کرتے۔ بلکہ محض اس خیال سے مرید کرتے ہین کہ وہ مقربین بارگاہ الٰہی مین ہین اور اونکی مُرید بغیر گناہون کی جوابدہی کے سیدھے بہشت مین چلے جاوینگے۔ مریدون سے مالی امداد حاصل کرنے مین انہین بھی دریغ نہین ہوتا۔ ضلع بارہ بنکی مین ایک نہایت مقدس اور مشہور بزرگ تھے جن کا حال ہی مین انتقال ہوا ہے۔ اون کے زہد و اتقاء و کمال کی نسبت بہت سی باتین مشہور ہین۔ اور بہت دور دور کے مسلمان اون کے مرید ہین لیکن بیعت کرلینے سے اون کا بھی کوئی خاص مقصد نہین معلوم ہوتا۔ مین نہین سمجھہ سکا کہ وہ دو دو برس کے بچون کو کیون اور کس طرح مرید کرتے تھے اور جو لوگ اونکے مرید ہوتے تھے چاہے پانچ پانچ سات سات برس کے لڑکے اور لڑکیان اون کو چادر پکڑوا کر اون کی زبان سے یہہ الفاظ کیون کہلواتے تھے "پلا پکڑون پیر کا پنجتن پاک کا خدا رسول کا" اوس مقدس دربار مین اس فقرے کے معنے تو کچھہ ضرور رکھے گئے ہون گے۔ جو خاص خاص آدمی سمجھتے ہونگے لیکن مین پوچھتا ہون کہ جب ایک ہوشیار آدمی ان الفاظ کا مطلب آسانی سے نہین سمجھہ سکتا تو کم عمر لڑکے اور لڑکیان کیا جان سکتی ہین اور یہ الفاظ کہہ دینے سے کسی بالغ یا نابالغ مرید کو کیا فایدہ پہونچ سکتا ہے۔ اب یہ الفاظ کہکر ایک شخص مرید ہوگیا

لیکن اوسکو یہ نہین معلوم کہ اب وہ کیا کرے۔ اور کونسا طریقہ اختیار کرے۔ آیا پیر کی طرح مفت خوری پر کمر باندہ لے اور مجلس سماع مین بیٹہا رہے یا ایمانداری۔ اعتدال اور محنت کے ساتہہ زندگی بسر کرنے یا خوب بے ایمانی اور ظلم سے اپنا اور اپنے بال بچون کا پیٹ بہرے۔ ایک بات اور بھی مشہور ہے کہ بعض مرید جب تہ بند نظر کرتے تہے تو وہ ناچ گانے کے ساتہہ آستانہ تک تہ بند لیجاتے تہے۔ اور برات کی سی دہوم دہام راستے مین ہوتی تہی۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ حضرت نے کبہی اس کہڑاگ کی ممانعت نہین کی ورنہ یہہ طریقہ ضرور بند ہوجاتا۔ پہر سمجہہ مین نہین آتا کہ یہہ کیون جاری رکہا گیا تہا اور کس قاعدے سے یہ اسراف قابل اجازت تہا۔ ان واقعات کے ذکر سے میرا یہ مطلب ہرگز نہین ہے کہ کسی خاص بزرگ پر کوئی اعتراض کرون۔ بلکہ میرا مقصد عام طور پر یہہ ظاہر کرنا ہے کہ کل پیر و مرشد یہان تک کہ مرزا قادیانی بہی باوجود دعوے پیغمبری اپنے مریدون اور معتقدون کو کوئی خاص راستہ نہین بتاتے اور نہ کسی خاص بات کے کرنے اور کوئی بُری بات چہوڑ دینے کا اون سے اقرار لیتے ہین اور نہ کسی مرید سے اوسکے بیجا افعال کی بازپرس کرتے ہین اور پہر نہ اوسکو اپنے زمرے سے خارج کرتے ہین۔ اگر پیر و مرشد چاہین تو اپنے اثر سے عام مسلمانون کو چاہین تو بڑی حد تک راہ راست پر لاسکتے ہین اور بُری عادات اون سے چہڑا سکتے ہین۔

ان باتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ مریدون کے گروہ مین بہی بدچلنی۔ بداخلاقی اور گنہگاری موجود ہے اور اوسکی وجہ یہہ ہے کہ معمولی پیر و مرشد خود کوئی عمدہ مثال پیش نہین کرتے اور بڑے بڑے مقدس بزرگ اپنے مریدون کو کوئی خاص راستہ حسب اقتضائے شریعت نہین بتاتے کہ جس سے وہ دین و دنیا دونون مین سرخرو و کامیاب ہوسکین۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہر آخر لوگ ان پیرون کے کیون مرید ہوتے ہین؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان آجکل عجائب پرست ہو رہے ہین مین نے خود دیکہا ہے کہ میرٹھ مین ایک مخبوط الحواس بہنگن کے اور مظفر نگر مین ایک مجنون طوائف کے جو ہر وقت فحش گالیان بہ آواز بلند بکتی رہتی ہے۔ اور نہایت کثیف و غلیظ رہتی ہے ہزارون آدمی معتقد ہین۔ اور درجنون آدمی ہر وقت اون کے سامنے ہاتہہ جوڑے بیٹہے رہتے ہین۔ کہانے کہلاتے ہین۔ نقد نذر کرتے ہین اور اونکو قاضی الحاجات سمجہتے ہین جب ہماری عقیدتمندی کا یہ حال ہو تو کیا وجہ ہے کہ ایک صاف کپڑے پہنے ہوئے درویش صورت آدمی کے ہم معتقد نہ ہوجاوین۔ جبکہ یہ خیال بہی اطمینان دلانے کے لئے موجود ہے کہ روز قیامت جو شخص کسی پیر کے

جھنڈے کے نیچے آجاویگا وہ تمام عذاب الٰہی اور گناہون کی سزا سے محفوظ رہیگا۔ اب جائے غور ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا شفیع باوجود محبوب خدا ہونے کے اپنی امت عاصی کے گناہون پر خدا کے خوف سے روتا رہا اور اپنی ساری عمر اونکی مغفرت کی فکر مین صرف کر دے اور قیامت کے دن اُمتی امتی کہتا اُٹھے گا تو بھلا کیسے سمجھ مین آسکتا ہے کہ کسی پیر کا جھنڈا اوسکے مریدون کو سارے گناہون سے بری کر دیگا۔ اور ہمکو سیدھا بہشت مین پہونچا دیگا جہان حور و غلمان مزے اوڑانے کے لئے مل جاوینگے۔

حضرات۔ ہمارے پیر و مرشد جب دنیا مین ہی ہماری بہتری و فلاح کا راستہ نہین بتلاتے تو بھلا عقبیٰ مین کیا کام آوینگے۔ سہ

تو کار زمین را نکو ساختی + کہ با آسمان نیز پرداختی۔

اگر ہر ایک پیر اپنے مریدون سے چند ایسی باتون کا اقرار صالح کرا وے جیسے مسکرات سے پرہیز آوارگی اور بد چلنی سے اجتناب۔ نماز روزے کی پابندی۔ خلاف شرع رسوم کی بندش۔ اور پھر بصورت خلاف ورزی اون کو سرزنش کرتا رہے۔ اور عذاب الٰہی سے ڈراتا رہے تو خیال کیجیے قوم مین کیسی عمدہ عادات پھیل جاوین اور مسلمان کس قدر تباہی سے بچین۔ حضرات دنیا و دین کچھہ الگ الگ نہین ہین۔ دنیا مین مسلک نیک ہمکو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیطرف لے جاتا ہے اور برے طریقے شیطان کی پیروی کیطرف پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے پیر و مرشد یہ باتین اختیار نہین کرتے۔ اور ہمارے مسلمان بھائی کیون اندھون کی طرح ہر شخص کے پیچھے ہو لیتے ہین خواہ وہ بجائے مشرق کے مغرب کو لیجاوے۔ کسی شخص کا مرید ہونے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ خود پیر کے حالات کیسے ہین۔ وہ خود تو درماندہ نہین ہے۔ ہمکو کیا راستہ دکھاتا ہے اور وہ راستہ ہمارے لئے مفید ہے یا غیر مفید اور آیا منزل مقصود پر پہونچانیوالا ہے یا نہین۔ یہ نہین کہ ہم صرف پیرون کے خزانے بھرنے کیلئے اون کے مرید ہوجاوین۔ اور اپنے بچون کا گلا کاٹ کاٹکر اور قرض لے لیکر اونکی فرمایشون کی تعمیل کرین اور قوم مین مفت خوری کی عادت کو ترقی دین۔ فقط

نیاز احمد از میرٹھ۔

**نوٹ**:۔ بعض پیر جو کسی سلسلہ مین بھی نہین ہین۔ بڑھکر آجکل نبی بلکہ خدا بنجاتے ہین۔ اور روپیہ حاصل کرکے اپنی عورتون کو سونے کے زیور سے لادتے ہین۔ پنجاب کے ایک قصبہ مین جو ایک صاحب نبوت و رسالت اور ابن اللہ ہونے کے مدعی ہین اونہون نے تو یہ غضب کیا کہ حمامۃ البشریٰ۔ مین لکھدیا کہ یحیلانی

رابی من فوق العرش - خدا عرش کے اوپر سے میری حمد کرتا ہے - حالانکہ حمد صرف خدا کی ذات کے لئے ہے۔ الحمد للہ رب العالمین - ہر قسم کی حمد صرف خدا کے لئے ہے - لہ الحمد فی الاولیٰ وفی الآخرۃ - البتہ انتہا حمد اوسی کو پہونچتی ہے - خود اس حیرت انگیز مدعی نے تفسیر سورۂ فاتحہ میں لکہا ہے کہ حمد خدا کے لئے ہی اور نعمت کا معاوضہ ہے - (دیکہو اعجاز المسیح) - مگر پیری میں گر یہہ کفر کا کلمہ کہ میں نے خدا پہ احسان کیا اور وہ میری حمد کرتا ہے کہدیا - گویا یہ خدا کے بہی خالق اور رب ہیں - غرض لوگ بے سوچے سمجہے جب بیعت کر لیتے ہیں تو سخت مخمصے میں پڑتے ہیں - اور دین و دنیا دونوں تباہ کرتے ہیں -

ایک اور معزز پیر صاحب بمبئی میں تہے - وہ کہتے تہے کہ میری گردھکر لگالو اور نذر دو حج ہوجاویگا چنانچہ بیحد روپیہ انہوں نے پیدا کیا اور اون کے جانشین کے پاس ہے - مگر اون کے ایک فرزند نے راہ حق اختیار کیا اور نماز روزہ اور حج جاری کیا - افسوس ہے کہ مدینہ کے راستہ میں وہ (یعنی ابنِ ہانی لش جنگی شاہ) مار دیئے گئے) -

جاہلوں کا خیال ہے کہ پیر کر لیا تو اپنی نجات کا ٹہیکہ لے لیا - گناہوں کے بدلے نذرانہ سے نجات ہوجاوے گی حالانکہ یہ خیال نہایت غلط ہے - بقول مولانا رومؒ - ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست + پس بہر دستے نباید داد دست

ہمارا یا ہمارے دوست کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پیری مریدی چہوڑ دو - جو شخص اس کو اچہا سمجہتا ہے وہ ضرور اسکو اختیار کرے - مگر اول اصول عدل اور اصول عمل کے رو سے پیر کے حالات عقائد اعمال تعلیم ان چیزوں کی کامل تحقیقات کر لیوے - کیونکہ بقول انجیل اندہا اندہے کو راستہ نہیں کہا سکتا - اور جو خود ہدایت کا محتاج ہے وہ دوسرے کی ہدایت نہیں کر سکتا - ایڈیٹر - +

## عصر جدید کا اثر

جناب من تسلیم - پرچہ عصر جدید ایک عرصہ سے مجہکو جناب قاضی اشرف علی صاحب مہر جنیفہ و خریدار عصر جدید

کے ذریعہ سے دیکھنے ملتا ہے۔ شروع مین میرا یہ خیال ہوا کہ کسی نئی روشنی کے تعلیم یافتہ حضرات نے اپنے نئے خیالات پہیلانیکا ارادہ کیا ہے۔ مگر جب مین نے پرچے دیکھے اور بعض بعض مضامین بہت ہی غور و فکر سے کئی بار مطالعہ کئے تو معلوم ہوا کہ فی زمانا جس اصلاح کی مسلمانون کو ازحد اشد ضرورت ہے اُس خدمت کا بار اس پرچہ نے پورے طور پر اپنے ذمہ لیلیا ہے۔ لاکن بعض کیا بلکہ اس طرف سے اکثر حضرات اس کے نام پر بہی چونکتے ہین اور اونکا یہی خیال ہوتا ہے جو مین اوپر بیان کر چکا۔ ایک صاحب نے مجھہ سے بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ پرچہ مسلمانون کے قدیم اخلاق عادات و رسومات کی اصلاح کے لئے ہوتا تو ضرور اسکا نام "شایع عصر قدیم" یا "قاطع عصر جدید" ہوتا۔ اور یہی ایک وجہ لوگون کی عدم توجہی اور کمی اشاعت کی ہے

قاضی صاحب موصوف نے اسکے مضامین کی اشاعت شروع کی تو ہر طرف سے طعن و تشنیع کا بازار گرم ہونا شروع ہوا۔ اُس وقت جناب سرفراز خان صاحب منیشر رینج فارسٹ آفسر اور جناب منشی رحیم الدین صاحب اسسٹنٹ ڈپوٹی ایجوکیشنل انسپکٹر خاندیس ڈسٹرکٹ۔ یہ دونو حضرات اُن کے معاون رہے مصلحتاً سکوت سے کام لیکر قاضی صاحب نے اپنے خاندان سے اصلاح شروع کر دی۔ اُن کے فرزند سعادتمند مظہر علی صاحب کی تسمیہ خوانی کا موقع آیا۔ مکلف لباس پہنا کر یہان کے ہندوستانی لوکل† بورڈ سکول مین

† نوٹ اول — یہان ایک لوکل بورڈ ہندوستانی سکول ہے۔ (اُردو مرہٹی آمیز پرائمری سکول) جو بمبئی علاقہ کے سینٹرل ڈویژن مین اپنی نظیر نہین رکہتا۔ طلبا تین سو سے زاید ہمیشہ رہتے ہین۔ ساتوین درجہ تک اُردو مرہٹی کی پڑہائی عمدہ طور سے ہوتی ہے۔ اِس ضلع کا سرکاری دفتر مرہٹی ہے۔ اس لئے مرہٹی زیادہ پڑہایا جاتا ہے یہان کا طالب علم دہولیہ سنٹر کا پبلک سروس سرٹیفکیٹ حاصل کر سکتا ہے اور ٹرینگ کالج دہولیہ اور پونہ مین کامیاب ہوکر مرہٹی اضلاع کے اُردو پرائمری سکولون کے لئے عمدہ ٹرینڈ مدرس ہو جاتا ہے۔ اِس مدرسے سے یہان کے اطراف کے مسلمانون کو خواطر خواہ فایدہ ہو رہا ہے۔ یہان کے طلبا اکثر مدرس ہین اور تحصیلی مین محرر ہین جسکے ہیڈ مدرس جناب شیخ ابراہیم صاحب ہین۔ اور انہین کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ آج تک سرکاری عمارت بلڈنگ کی نہین تہی قاضی صاحب کے مکانات کرایہ پر سرکار نے لئے تہے جسکا سالانہ کرایہ قریب ڈیڑہ سو روپیہ کے ملتا تہا۔ مگر اس منفعت کا خیال نہ کرکے سرکاری بلڈنگ کی تجویز مین ازحد کوشش کی بفضل خدا اسکا انجام بہی بخیر ہوا۔ حال اسی مدرسہ مین محمڈن ٹرینگ کلاس لگا لینے کا مہربان ایجوکیشنل انسپکٹر صاحب بہادر کا قصد ہے جس سے اطراف کے غریب طلبا کو بہت بڑا فایدہ ملیگا۔ سوا اسکے ایک لڑکیون کا مدرسہ جسمین ساٹھہ لڑکیان بالفعل ہین اسکی بڑہانے کی کوشش ہو رہی ہے مگر افسوس کہ لایق مدرسہ نہین ملتی۔

داخل کرنے کے لئے لے آئے۔ کچھہ شیرنی بچون کو تقسیم کروادی۔ غریب طلباؤن کی فیس کے لئے پانچ روپیہ نقد دیئے اور دوسو روپیہ بلڈنگ کی امداد کے لئے دینے کا وعدہ کرکے کا بلڈنگ کی از حد ضرورت ہے اِس بارے مین لوگون کی فہمایش کی اور چندہ کی بنا قایم کردی۔

اسی طرح جب اُنکی صاحبزادی کی تسمیہ خوانی کا موقع آیا تو لڑکیون کے مدرسہ مین لاکر جتنی لڑکیان مدرسہ مین موجود تہین ایک ایک سرخ اوڑہنی اوڑہادی۔ حال مین اون کی برادرزادی (جناب قاضی بخشش علی صاحب کی صاحبزادی) کی شادی کا موقعہ آیا۔ اسی اثنا مین قبل از شادی جناب آر۔ ڈی۔ پرایر صاحب ایجوکیشنل انسپکٹر صاحب بہادر سینٹرل ڈویژن احاطہ بمبئی۔ خاص یہان کا ہندوستانی سکول معاینہ کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اور ایسے بڑے عمدہ مدرسہ کے لئے بلڈنگ (سرکاری عالیشان عمارت) نہ ہونیکا افسوس ظاہر کیا۔ قاضی صاحب تو اس خیال کے درپے تہے ہی لیکن ایسے بڑے افسر کی تحریک سے اور لوگون کی فہمایش کو عمدہ موقع ملا۔ بغرض بیدرہ سو روپیہ مسلمانون کو چندہ وغیرہ کی ضرورت پیش آئی (½ حصہ رعایا نے دینا اور باقی لوکل بورڈ اور گورنمنٹ نے دینا ایسا قانون ہے) آپ خوب خیال کرسکتے ہین کہ یہ غریب مسلمان اِس بڑی رقم کے کیسے متحمل ہو سکتے تہے۔ اُس وقت مین شادی کے اخراجات مین جو اون عام کا مدتہا اُس مین تخفیف یہان کے معزز اہل اسلام (جناب خانصاحب موصوف فتحیاب خان صاحب دفعدار۔ محمد اعظم صاحب مقلعہ دار۔ شاہ محمد صاحب۔ گلزار خان صاحب۔ مہتاب خان صاحب۔ نظام خان صاحب۔ سکندر علی صاحب۔) کے مشورہ سے جناب قاضی بخشش علی صاحب سے دوسو روپیہ اور اون کے سمدہی جناب قاضی عبد لطیف صاحب سے یکصد روپیہ اور میان مظہر علی صاحب کی تسمیہ خوانی کے وقت کی امانت دوسو روپیہ جملہ پانچ سو روپیہ کی رقم فراہم کی گئی اور یہان کے مسلمانون کے پانسو روپیہ جملہ ایک ہزار روپیہ کی رقم اِس صورت سے ہوئی۔ اب باقی رہے پانسو وہ جناب کلکٹر صاحب بہادر کی فہمایش کرکے معاف کروادیئے گئے اور ایک ہزار روپیہ کی رقم نقد تحصیلی مین بھرکر بلڈنگ کی تجویز شروع کروادی گئی۔

شادی مین تاریخ ۱۹ ستمبر ۱۹۰۵ء کو اکثر معزز جاگیردار۔ قاضی۔ پیرزادے۔ حکام۔ وکلا۔ ڈاکٹر[ف۹]

---

ف۹۔ جن اہل اسلام حضرات کے نام نامی مین درج ذیل کرتا ہون اُنسے میری غرض یہہ ہے کہ معزز اور خیرخواہ قوم کے لئے کچہہ نہ کچہہ کرتے رہتے ہین۔ اُن سے آپ کو مطلع کردون۔ اور دیگر یوروپین ہنود حکام معزز کے نام شرکت شادی

ساہو (مہاجن)۔ مدرس تشریف فرما ہوئے تھے۔ بارات مقام بیاول جو یہان سے چودہ میل پر ہے
آئی تھی۔ بعد مغرب کے دولہ معہ بارات صرف تاشہ اور مشعلون کی روشنی اور انار مہتاب سے لاکر جائے
نوشہ مین اُتروا دیا گیا۔ کل باراتیون کو معہ مہمانون کے قاضی صاحب کیطرف سے کہانا کہلوا دیا گیا دوسرے
روز ہر فریق نے اپنے کہانے کا انتظام کیا۔ اسی روز جناب بیل صاحب اسسٹنٹ کلکٹر مدعو کیے گئے تہے۔ بعد
مغرب معہ میم صاحبہ تشریف فرما ہوے۔ قاضی صاحب راویر اور بیاول نے انکا خیر مقدم کیا۔ یہان
ناچ تو بسا ردّ و کد ندارد ہی ہو چکا تہا۔ صاحب موصوف کی تفریح کی فکر ہوئی۔ آخر مدرسون اور طلباؤن نے
اسکا حصہ اپنے ذمہ لیا۔ پیشتر صاحب نے معہ میم صاحبہ کے کہانا کہایا۔ ایک گہنٹہ بعد مجلس مین تشریف لائے
جناب بسم اللہ خان صاحب سکینڈ اسسٹنٹ مدرس نے چند اشعار خوش الحانی سے آپ کی تشریف
آوری مین اور انکی طلباؤن نے اردو اور مرہٹی نظم خوش الحانی سے پڑہکر اونکو خوش کیا۔ قاضی عابد علی صاحب
طالب علم ال ال کلاس اور جناب وکیل وشونا تہہ پنت صاحب نے بہت ہی عمدگی سے انگریزی زبان مین صاحب اور
میم صاحبہ کا شکریہ ادا کیا۔ بعد صاحب بہادر نے خود اوٹہکر میزبان مہمان اہالیان جلسہ کا شکریہ اور مبارکباد ادا
کرکے دولہا دولہن کی حق مین دعائے خیر کی۔ قاضی شفیع الدین صاحب نے پہول ہار عطر لونڈر اہل مجلس کو لگایا۔ اتنے مین دولہ (قاضی
عبد البصیر صاحب) کو مکلف لباس سے مجلس مین لایا گیا۔ صاحب بہادر نے اور میم صاحبہ نے ہاتہہ ملایا۔ اور دولہ کو شب گشت
کیلئے سوار کراکر دس بجے رخصت ہوئے۔ گیارہ بجے دولہ گشت کرکے واپس آیا۔ کچہہ قرابتدار موجود نہونیکی وجہ سے اُس وقت عقد

---

کی غرض سے لکہے ہین:۔ جناب خواجہ بدر الدین صاحب جاگیردار بیگنہ و پنشنر تحصیلدار۔ جناب سید محمود میان صاحب جاگیردار مالاپور۔ جناب فیاض الدین صاحب
قاضی ملکہ پور۔ (جناب شجاع الدین صاحب جناب زین الدین صاحب جناب قطب الدین صاحب تینون برادران) قاضی راویر۔
جناب میر بشارت علی صاحب قاضی انڈول جناب شفیع الدین صاحب قاضی بیاول۔ جناب عبد الحی صاحب و جناب عبد الصمد صاحب ہر دو برادران قاضی عادلہ باد
جناب امیر علی صاحب قاضی کہنڈوا۔ جناب محی الدین صاحب قاضی شاہدہ۔ جناب قاضی عابد علی صاحب طالب علم لا کلاس۔ جناب غلام احمد صاحب قاضی جامنیر
(جناب سید اصغر علی صاحب۔ مہدی علی صاحب۔ اکبر علی صاحب) پیرزادہ بہادر پور۔ جناب یسین میان صاحب قادری پیرزادہ نذرباد۔ جناب حسین الدین صاحب پیرزادہ
مہرون۔ جناب غلام احمد خان صاحب سوداگر سیہل گاؤن راجہ ممبر کانگریس جناب بلقیر خان صاحب مدرس پاچورہ۔ جناب عثمان خان صاحب مدرس جامنیر۔ جناب احمد خان
صاحب مدرس ممورا باد۔ جناب بیار محمد صاحب مدرس بیاول۔ جناب اکبر علی صاحب مدرس راویر۔ جناب قادر علی خان صاحب انسپکٹر بیاول میونسپلٹی جناب امیر خان
صاحب کانسلیٹر بیاول۔ جناب سراج الدین صاحب ڈسٹرکٹ آبکاری انسپکٹر۔ جناب بیل صاحب بہادر اسسٹنٹ کلکٹر معہ میم
صاحبہ۔ راؤ صاحب تحصیلدار صاحب راؤ صاحب جلگاؤن۔ چیف صاحب جلگاؤن۔ راؤ صاحب وشونا تہہ وکیل بیاول۔
رائے صاحب ڈاکٹر صاحب بیاول۔ دادا صاحب ساہو۔ اور دیگر اصحاب موجود تہے۔ +

نہ ہو سکا مگر ناچ جو تفریح کا آلہ سمجھا گیا ہے وہ نہ ہونیکی سبب سے مہمان چپ چاپ سو رہے ۔ چند معزز ہنود شکر رنجی تبلا کر چلتے ہوئے ۔ صبح عقد ہوا اور بعد کو جناب سید اصغر علی صاحب پیرزادہ نے " اصلی خوشی " پر کچھ کہتے ہیں اس بنا پر اور ترک رسوم پر جناب مولوی محمد آمین صاحب نے ترقی تعلیم کی بنا پر وعظ کہے ۔ یہ مجلس قابل دید تھی ۔ بعد کو سب مہمان اور یہان کے معزز اہل اسلام اور دولہ و انکے باراتیون کو کہانا کہایا ۔ رخصت کی تیاری ہوئی ۔ جہیز نکلا اسمین البتہ زیادتی تھی ۔ رسومات مذمومہ یک لخت ترک کرنیکی کوشش ہوئی مگر رسومات بھی مستورات کی تفریح کا آلہ سمجھا گیا ہے اسلئے پوری نہ ہو سکی ۔ البتہ بہت سی اصلاح ہوئی ۔ اس صورت سے شادی کا اختتام ہوا ۔ غریب طلبا کو دس ہزار روپیہ کی لاگت کا ایک عمدہ بلڈنگ تعلیم حاصل کرنیکے لئے ملا ۔ یہ سب آپکے پرچہ کا اثر اور اسپر قاضی صاحب کی عملی کارروائی کا نتیجہ ہے ۔ فقط

اس شادی میں اکثر معزز و تعلیم یافتہ حضرات تھے عصر جدید کے اکثر مضامین انکی خدمت میں پیش ہوئے ترک رسوم و اصلاح قوم کو تو سب نے مانا مگر تفریح کسطرح قائم اسپر اکثر مباحثہ ہوتے رہے ۔ رنجش کی صورت نہین آئی ۔ مگر ایک فریق قطعی طور پر ناچ گانا بند کرنیکی طرف تھا ۔ دوسرے فریق کی یہ رائے تھی کہ یہ ہم تسلیم کرتے ہین لیکن ہندوستان مین رہکر ہمکو یہان کے کل باشندون کو دوسری قومون سے میل جول رکھنا لازمی ہے ۔ وہ ہماری دعوت خاص یا کسی تقریب شادی وغیرہ مین کرتے ہین تو ہر قسم کے تفریح کے اسباب ناچ گانا ہر قسم کے باجے مہیا کرتے ہین اسکا اعادہ اور ادائی ہمکو ضرور ہی کرنا پڑتی ہے تو ہم کیا تجویز ان کے لئے کیا کرین ۔ سوا اسکے دوسری قومون مین گانا جزو عبادت مین داخل کیا گیا ہے ۔ اور انکو اس حیلہ سے تفریح بھی ہو جاتی ہے ۔ ہمارے مذہب مین یہ بھی نہین ۔ صرف شادیون کے موقع پر سب جمع ہو کر کچھ تفریح کر لیتے ہین اس وقت بھی اگر اس قسم کی روک ہو جاوے تو شادی کا حظ نہین آتا ۔ اور نہ طبیعت کے ولولونکا اخراج نہین ہوتا ۔ سوا اسکے خدا عز و جل نے فطرت انسانی مین یہ بھی ایک مادہ رکھا ہے جو ہمیشہ اور ہر وقت تفریح کا خواہان رہتا ہے ۔ اور فی زمانہ تفریح ناچ گانا ہی سمجھا گیا ہے ۔ اسکی روک ہونا بھی مشکل ہے ۔ اور اسی طرح مستورات کیلئے موجب تفریح ہے ۔ مین سکرٹری صیغہ اور ممبران صیغہ سے ملتجی ہون کہ ان سوالات کے حل کرنے مین اپنی اپنی رائے تحریر فرماوین ورنہ یہ شادی تو گذر چکی ۔ دوسری کا بغیر ناچ کے ہونا مشکل ۔

راقمہ ۔ قاضی قمر الدین فرسٹ اسسٹنٹ اردو سکول قصبہ نصیر آباد ۔ تحصیل جلگانون ۔ ضلع خاندیس احاطہ بمبئی

## شب برات کو اسراف

اگر غور سے دیکھا جائے ۔ تو حلوے اور آتشبازی کو شب برات سے کچھ تعلق اور واسطہ نہین ۔ " حلوا " حلوا ہے ۔ " آتش بازی

آتش بازی۔ اور شب برات ایک تیسری چیز ان دونوں سے بالکل علیحدہ اور جداگانہ ہے جو بلحاظ اپنی احترام عظمت اور برکت کے شب قدر کے ہم مرتبہ ہے۔ چنانچہ لیلۃ القدر کی طرح علمائے دین اور ائمۂ مذہب نے اسکے لئے بھی اعمال مخصوص فرمائے ہین۔ اور حضرات ممدوح کا ارشاد اور اعتقاد ہے۔ کہ اگر اس شب کو اعمال مخصوصہ بجالائے جائین تو آتش جہنم سے برات حاصل ہوتی ہے" اور جیسا کہ مین اوپر لکھ آیا ہون۔ وہ یہ بھی فرماتے ہین کہ "حلوا اور آتش بازی کی رسم بالکل فضول ہے" لیکن رسم و رواج نے ان تینون مین باہم گر مسئلۂ تثلیث کا سا ایسا مفبوط پیوند لگا یا ہے کہ کہین جوڑ نہین محسوس ہوتا۔ اور مسلمان کہ پشت ہا پشت اور سالہا سال سے یہ رسم اسی طرح ادا کرتے چلے آئے ہین حلوے اور آتش بازی کی سی غیر متعلق اور فضول چیزون کو شب برات کا جزو مشترک بلا جزو لاینفک سمجھے ہوئے ہین۔ ان کے نزدیک شب برات ایک رسمی تیوہار ہے۔ اور آتش بازی اور حلوا اس کا تکملہ۔ گویا آتشبازی چلانا اور حلوا پکانا ہی شب برات کہلاتا ہے! وہ مہینون پہلے سامان آتش بازی فراہم کرتے رگڑتے پیستے اور بناتے اور ہفتون پیشتر انواع و اقسام کے حلوون کے لئے تکلفات غیر ضروری شروع کرتے ہین اور اگر موسم مساعدت کرے۔ تو رمضان شریف تک اسکا پنڈ نہین چھوڑتے۔

شب برات کے دن جو انہون نے واجب فرض کر رکھا ہے یہ ہے۔ کہ علی الصباح چولھے گرم ہو جاتے قوام تیار ہوتے۔ میدہ۔ سوجی۔ بیسن وغیرہ بھُنتے اور گھی کڑکڑانے شروع ہوتے ہین۔ بعض شہرون مین دوپہر سے پہلے پہلے اور بعض جگہہ نماز عصر سے قبل حلوا تیار ہو کر محلے۔ برادری عزیز۔ اقارب دوست۔ احباب مین ٹھٹھیرا ٹھٹھیرا بدلائی شروع ہو کر نماز عشا سے پہلے پہلے ختم ہو چکتی ہے۔ +

یہ تو تھی حلوے کی کیفیت۔ اب آتش بازی کی روئداد سُنیئے۔ ادہر سورج ڈوبا۔ اُدہر لکیر کے فقیر بیفکرون اور رسم و رواج کے قیدیون کو شیطان نے اشارہ کیا۔ امیر غریب۔ شریف۔ رذیل سب ایک رنگ مین رنگے گئے۔ دو پارٹیان ہو گئین جنگ کی ٹھن گئی۔ اور قریب شہر میدان کارزار گرم ہوا۔ اب ہر فریق اپنے حریف پر بیدہڑک انار۔ چھچھوندر۔ گولا۔ پٹاخہ پھینک رہا ہے۔ کوئی زخمی ہو تو ان کی بلا سے کسی کی جان جائے تو انکی جوتی سے۔ اکثر کی آنکھین پھوٹتی ہین۔ بہتیرون کے کپڑون کے ساتھ گئی۔ بعض تماشائیون کا آٹے مین گھن پسا۔ غرض فریقین جنگ سے۔ بے ضرر کوئی نہین بچا۔ صبح ہوتے ہوتے یہ لڑائی ختم ہو جاتی ہے۔ مجروحین جنگ کی دوا دوش اور مرہم پٹی کا کوئی ذمہ دار نہین "خرچہ فریقین بذمہ فریقین" رات کے ساتھ ہی شب برات ختم ہو جاتی ہے۔

یہ ہے کیفیت ہماری شب برات کی جسکو کم وبیش ہر مسلمان جانتا۔ اور اس میں کسی نہ کسی پہلو سے حصہ لیتا ہے مگر افسوس کہ اس میں شب برات کے اصل مفہوم کا پتہ نہیں۔ نہ کوئی اعمال مخصوص بجا لاتا ہے۔ نہ ان مسرفانہ واہیات رسوم کی اصلاح میں کوشش کرتا ہے۔ اور نہ صرف کوشش ہی نہیں کرتا۔ بلکہ اس میں سرے سے کوئی ضرورت اصلاح ہی محسوس نہیں کرتا۔ اور یہ ہیئت کذائی اسکا نام "شب برات" رکھ چھوڑا ہے۔ ورنہ اس خطرناک وحشیانہ رسم کا اصلی شب برات سے کچھ تعلق نہیں بعض حضرات فرماتے ہیں۔ کہ یہ ایک تقریب خوشی ہے۔ اس لئے آتشبازی چلائی جاتی ہے لیکن میں پوچھتا ہوں۔ کہ حلوے پر فاتحہ کیوں دلایا جاتا ہے؟ یہ آدھا تیتر آدھی بٹیر یعنی چہ! اگر عوام کالانعام کی بات مان لیجائے۔ یعنی ۱۴ شعبان کو جناب امیر حمزہؓ کی شہادت ہوئی اس لئے حلوا پکایا اور اسپر آپ کا فاتحہ دلایا جاتا ہے تو تاریخ اسکی زور سے تردید کر رہی ہے۔ پس جب آپ کی شہادت ہی اس روز نہیں ہوئی تو فاتحہ کیسا؟۔

میں نے بارہا بجائے خود اس مسئلے پر غور کی۔ کتابیں دیکھیں۔ بزرگوں سے استصواب کیا۔ مگر کہیں سے مذکورہ بالا دونوں سوالوں کا تسلی بخش جواب نہ ملا۔ آخر علمائے شیعہ سے استفسار کیا تو معلوم ہوا کہ یہ محض یار لوگوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ ورنہ اصلیت کچھ نہیں۔ نہ حلوا جائز نہ آتشبازی۔ وہ شامل اسراف۔ یہ داخل معصیت۔ [۱]

شب برات کی شان ان مزخرفات سے اعلے اور ارفع ہے۔ اور یہ ایک ہمیشہ زندہ رہنے والی پاکیزہ مذہبی تقریب سعید ہے۔ اس شب کو جناب حجۃ اللہ الاکبر امام العصر مہدی آخر الزمان علیہ السلام (عجل اللہ فرجہم)

---

[۱] یہ حلوا اور منڈے ملاؤں اور حافظوں کی سعی بلیغ کا نتیجہ ہے شرعی بات نہیں ہے۔ آتشبازی چھوڑنی جائز نہیں بلکہ معصیت ہے خوشی دراصل قلب سے تعلق رکھتی ہے مصافحہ معانقہ باہم مومنین سے کرنا اظہار خوشی ہے۔ خاص غربا مومنین نادار کو کھانا کھلانا بہرحال ثواب رکھتا ہے اس مہینے میں کھلانا مومنین کو کھلانا۔ اور ختم قرآن مجید کروا کے مردگان مومنین کی ارواح کو اسکا ثواب بخش دینا بھی ثواب سے خالی نہیں۔ امامیہ میں شب برات کا متبرک ہونا بوجہ ولادت باسعادت حضور حجۃ اللہ الاکبر امام العصر مہدی آخر الزمان علیہ السلام کے ہے۔

واللہ اعلم۔ من مبارک حویلی لاہور۔

نقل مُہر

لا الہ الا اللہ القوی
عبدہ سید علی الحائری
ابن ابو القاسم الرضوی
۱۳۰۸

قریب قریب اسی کے مطابق علامہ کنتوری ارشاد فرماتے ہیں۔ ۱۲۔

کی ولادت باسعادت کا متبرک وعظیم الشان فخر حاصل ہے۔ اور اسی سبب سے یہ رات شب برات ہے۔ ورنہ اسمین اور کوئی بات نہین۔ اب یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب یہ روز خوشی ہے۔ تو آتش بازی کیون نہ چلائی جائے۔ کہ اظہار خوشی کا یہ ایک عام فہم طریق ہے۔ مین کہتا ہون کہ ہرگز نہ چلانی چاہیئے۔ نہ اسلئے کہ اسمین مال کے ساتھہ نقصان جان کا اندیشہ ہے۔ اور نہ صرف اسلئے کہ یہ داخل اسراف ہے۔ بلکہ زیادہ تر اسلئے بھی کہ ہمارے علماء اسکو داخل معصیت فرماتے ہین۔

اظہار و اعلان خوشی کے اور بہت سے طریقے ہین۔ مثلاً اس روز غسل کرنا۔ عمدہ لباس پہننا۔ عطر لگانا دوست۔ احباب۔ عزیز۔ اقارب کی عطر پھول۔ پان سے تواضع کرنا۔ جلسہ میلاد منعقد کرنا۔ عید کی سی خوشیان منانا وغیرہ۔ غرض بہت سے طریق ہین۔ جنمین نہ اسراف کو دخل نہ نقصان جان کا اندیشہ۔ اور نہایت مہذبانہ طور سے اظہار خوشی ہو سکتا ہے۔ لیکن خدا خوش رکھے ہمارے مسلمان بھائیون کو (اور انجام بخیر کرے ان طاقون کا جنہون نے انہین اس خوبی سے سدھایا ہے) کچھہ ایسے راسخ الاعتقاد واقع ہوئے ہین۔ کہ کم بختون نے جس ڈگر پر ڈال دیا ہے۔ آنکھین بند کئے اسی راہ چلے جاتے ہین۔ انہین اپنے حلوے مانڈے سے سروکار رہے۔ یہ دوزخ مین جائین یا بہشت مین۔ قومی کامون سے انہین ذرا دل بستگی نہین۔ نہ قومی ادبار و افلاس کا کچھہ احساس۔ ہر شب برات کو ہزارون۔ لاکھون روپیہ فضول حلوے مانڈے اور بارود گندھک مین برباد کر دیا جاتا ہوگا جس سے نہ دنیا مین فایدہ نہ عقبیٰ مین آرام۔ نہ کسی کو اس رقم کثیر کے بیجا خرچ ہونیکا درد اور نہ اس کی بچت کی فکر۔ لیکن قوم کی خاطر۔ اگر کوئی ایک پیسہ مانگے۔ تو سب کانون پر ہاتھہ دہر جاتے ہین۔ بہلا پہر ایسی مردہ قوم کے کس طرح دن پہر سکتے ہین۔ آہ ایک وہ دن تہا۔ کہ مسلمان مکے سے بہ یک بینی و دو گوش بھاگ بھاگ کر بے سروسامان مدینے آرہے تھے۔ اور مدینے والے انہین سر آنکھون پر بٹھاتے اور اپنے اثاث البیت بلکہ کل جائداد سے آدہا آدہا بانٹ دیتے تھے۔ اور آج ہم انہین بزرگون کی یادگار ہین کہ غیر مشروع طور سے تو ہزارون۔ لاکھون اڑا دین۔ اور اگر اپنے بھائیون کی اصلاح حال کے لئے کوئی کچھہ مانگے۔ تو ایک پیسہ نہ دین۔ کیا شرم کی بات نہین۔ کہ چھہ کروڑ مسلمانون سے پانچ چھہ سال کے عرصے مین دس لاکھہ روپے جمع نہ ہو سکے۔ شرم اور نہایت شرم کا مقام ہے!

مجھے تعجب ہوتا ہے۔ جب مین کسی اخبار مین دیکھہ پاتا ہون۔ کہ لیڈی فلان نے اپنی ایک روز

کی چار بند کر کے اوسکی قیمت فلان قومی انسٹیٹیوشن مین دی - یا فلان صاحب نے اتنے لاکھہ روپیہ لٹیمبر کالج کے لیئے دیا - یا مسٹر فلان نے سگرٹ پینا چھوڑکر اسکی قیمت فلان قومی فنڈ مین پیش کی - ٹوگو امیرالبحر جاپان کی شان کو دیکھیئے - اور اسکی بیوی کے جنگ روس و جاپان کے وقت اپنا کل عملہ برخاست کرکے گہر کا تمام کار وبار اپنے ہاتھ سے انجام دینے کو ملاحظہ فرمایئے - یہ صرف اس لیئے تہا کہ جو روپیہ شاگرد پیشہ کی تنخواہ سے پس انداز ہو مجروحین جنگ کی مرہم پٹی کے لئے دیا جائے - چنانچہ دیا - یہ ہے ایک زندہ قوم کی مثال - اسکا نام ہے ایثار نفس - یہ ہوتی ہے قومی خدمت - یہی وجہ ہے - کہ جاپان نے روس کی سی عظیم الشان اور قدیم حکومت کو نیچا دکہایا - ورنہ جاپان کے سہرے اور کیا سرخاب کا پر لگا ہوا تہا -

اگر کل مسلمان ایک شب برات کے حلوے اور آتشبازی کی قیمت یا اس کا نصف بہی محمڈن یونیورسٹی فنڈ مین دین - تو ایک چہوڑ دو دو یونیورسٹیان قائم ہو سکتی ہین - چہہ کروڑ مسلمانون مین سے اگر کم سے کم تین کروڑ بہی ایسے فرض کر لئے جائین - جو اس طرح شب برات مناتے ہون - اور آٹھہ آنے فی کس اس اسراف کا اوسط رکہا جائے - تب بہی لاکہون نہین کروڑون پر میزان پہونچتی ہے -

میری رائے مین ممبران انجمن صلاح تمدن کا یہ فرض ہونا چاہیے - کہ جہان انکا قیام ہو - وہ اپنے متعلقین اپنے دوستون - اور اپنے قرابتدارون مین بحوالۂ ارشاد علمائے دین حلوے اور آتشبازی کے اسراف کے مضار و معاصی بیان کرتے رہین - انکو حلوا بنانے - آتشبازی چلانے سے روکین - اور اس فضول خرچ کے معایب اور مقابلتہً محمڈن یونیورسٹی کے محامد و محاسن بیان کرکرکے روپیہ - پیسہ - آنہ - پائی جو کچہہ ملے نہایت شکرگزاری سے وصول کرکے سکرٹری صیغۂ اصلاح تمدن کے معرفت محمڈن یونیورسٹی فنڈ مین داخل کرین - اور اپنی آنکہون پہوئیون پہوئیون تالاب بہرنے کی مثال دیکہین - ممکن ہے بعض پلیٹو رسم حلوا ترک کرنے کے لیئے فی الحال آمادہ نہ ہون - لیکن آتشبازی سا خطرناک اور وحشیانہ کہیل چہوڑنے مین کسی کو تامل نہ ہوگا -

مین جانتا ہون کہ میری اس انوکھی رائے کی مخالفت اور بہت بڑی مخالفت ہوگی لیکن مجہے اس کی کچہہ پروا نہین - مین صرف یہ دیکہنا چاہتا ہون - کہ اس گلستان عجیب مین میرے ہم نوا کتنے عندلیب ہین - اگر مجہہ سے ممبرون کی آدہی تعداد بہی متفق ہوئی - تو سال آیندہ سے (بشرط زندگی)

نیز اپنے عمل کرنے کے لئے تیار ہون۔

میری اس رائے پر بعد از وقت پیش ہونیکا اعتراض نہ کیا جائے۔ کیونکہ اگر ایک پہلو سے یہہ بعد از وقت ہے۔ تو دوسرے پہلو سے قبل از وقت ہی ہے۔

سید علمدار حسین بنوڑی۔

**نوٹ:** افسوس ہے کہ یہہ مضمون شب برات کے بعد وصول ہوا لیکن چونکہ ہم کو ہر قسم کی اصلاحات کا چرچا ہر وقت رکھنا چاہئے۔ اور اس اسراف کو دور کرنا بہی ضروری ہے اس لئے یہہ مضمون خوشی سے چھاپتے ہین۔ مناسب ہے کہ ممبران صیغہ کم از کم آتشبازی کو رخصت کرین۔ فقط ایڈیٹر

# ضروری اطلاع

چونکہ عصر جدید کا تیسرا سال ختم ہوگیا ہے اسلئے جن صاحبون کو خریداری منظور ہی وہ ۱۵ جنوری تک بذریعہ منی آرڈر عنایت روانہ فرمائین اور اگر وہ ایسا نہ کرینگی اور نہ ۱۵ تک اطلاع دینگی کہ خریداری منظور نہین ہی تو رسالہ ویلیو پیبل بھیجا جائیگا۔ سب صاحب عنایت کا انتظام کہین کیونکہ واپسی مین دفتر کا بہت نقصان ہی۔ دس دن تک پیکٹ ڈاکخانہ مین رہتا ہی پھر واپس آجاتا ہے۔ جو صاحب ۶ ماہ کا ویلیو طلب کرنا چاہین وہ بھی اطلاع دین۔ پتہ دفتر کا ٹائیٹل صفحہ ۳ کے حاشیہ پر ملاحظہ ہو۔ فقط

منیجر عصر جدید۔

# سندھ اور اُسکے مسلمان

## نمبر (۱)

عربی کتابون مین جس کثرت سے سندھ کا نام آتا ہے ہندوستان کے کسی دوسرے حصّہ کا نہین آتا۔ یعنی جہان کہین ہند کا نام آئیگا وہان سندھ کا نام آنا بھی ضرور ہے جسکی وجہ صرف یہی نہین کہ چونکہ سندھ اور ہند ہم قافیہ ہین اسلئے سندھ و ہند کا بھی نام ساتھ آتا ہے۔ بلکہ اسکے سوا بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہندوستان کے جس حصّہ سے عربون کو سب سے پہلے واقفیت ہوئی اور واسطہ پڑا وہ سندھ ہی ہے۔ یہی وہ خطّہ ہے جسکو سب سے پہلے محمدؐ قاسم کی تلوار نے زیر کیا۔ اور عربی کی سلطنت کا صوبہ بنایا۔ اور جہان ڈیڑھ سو سال تک عربون کی سلطنت رہی۔ سندھ کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب گیارہ سو سال تک سندھ کسی نہ کسی مسلمان بادشاہ کے تحت مین ضرور رہا ہے۔ چونکہ سندھ سے مسلمانون کو خاص تعلق ہے۔ ہم چاہتے ہین کہ اسکا کچھ حال ہدیۂ ناظرین کرین۔

### ملکی کیفیت

یہ علاقہ بہت سی باتون مین عرب سے ملتا جلتا ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہو کہ ہندوستان مین عربون نے سندھ ہی کو فتح کے لئے سب سے پہلے پسند کیا۔ ریت کے وسیع میدان۔ آندھیون کے طوفان۔ گرمی کی شدّت۔ بارش کی قلت۔ گرم خشک و بے آب پہاڑ۔ کھجورون کے باغات اور اونٹ کی سواری وغیرہ وغیرہ بہت سی چیزین ہین جو سندھ کو عرب سے مشابہ کرتی ہین۔ بڑا فرق صرف یہ ہے کہ سندھ مین اٹک جیسا عظیم دریا بہتا ہے جو عرب مین نہین۔ اور جو عرب اور سندھ کو ایک دوسرے سے مختلف بناتا ہے۔

اس صوبہ کی سرسبزی۔ آبادی اور زراعت سب اسی دریا پر منحصر ہے کیونکہ بارش یہان کبھی کبھی محض برائے نام ہو جاتی ہے۔ یہان زراعت بارانی بالکل نہین ہوتی تمام نہری ہی ہوتی ہے۔ اسلئے یہان قحط بھی نہین پڑتا۔ سندھ کا زیادہ تر حصہ غیر آباد ہے لیکن آجکل گورنمنٹ کی کوشش ہے کہ جسقدر بھی قابل زراعت اراضی ہے سب آباد ہو جائے۔ اسلئے بہت سی بڑی بڑی نہرین نکالی گئی ہین۔ اور باہر سے بلا بلا کر آباد کار بسائے جاتے ہین۔

موسم اس صوبہ مین صرف دو ہی ہوتے ہین۔ یعنی گرمی اور جاڑا۔ بارش تمام سال مین مشکل سے چند انچ ہوتی ہوگی بلکہ بعض سال تو قطرہ بھی نہین پڑتا۔ گرمی قریب آٹھ ماہ تک پڑتی ہے جسمین سے چھ ماہ سخت۔

آب و ہوا سوائے اسکے کہ نہرونکی وجہ سے موسمی بخار بہت ہوتا ہے اور لحاظ سے اچھی ہے۔ طاعون سے بھی نسبتاً

یہان بہت کم بندر پکتا ہے۔

کراچی۔ حیدرآباد۔ سکھر۔ شکارپور یہان کے بڑے اور مشہور شہر ہین۔ حیدرآباد اور شکارپور بہت پرانے مشہور شہر ہین۔ حیدرآباد نہایت پر رونق شہر ہے۔ کراچی ابھی تھوڑے دن ہوئے ایک چھوٹا سا ماہی گیرون کا گانون تھا کو کن گورمنٹ کی توجہ سے اب ایک نہایت شاندار بندر گاہ ہوگیا ہے۔ سمندر کا کنارہ ہونیکی وجہ سے یہان کی آب وہوا نہایت خوشگوار ہے۔ کراچی مین رہکر کبھی خیال بھی نہین آسکتا کہ یہ بھی سندھ ہی کا ایک شہر ہے۔ کراچی کے بعد آب وہو اکے لحاظ سے دوسرے درجہ پر حیدرآباد ہے۔ یہ شہر اٹک کے کنارہ پر آباد ہے۔ یہان ہمیشہ ہوا چلتی رہتی ہے۔ راتین ہمیشہ ٹھنڈی ہوتی ہین۔ دن کو بھی سندھ کے دوسرے مقامات کے مقابلہ مین بہت کم گرمی پڑتی ہے۔ جب گرمی سخت پڑنے لگتی ہے تو سندھ کے متمول لوگ حیدرآباد اور کراچی مین چلے آتے ہین۔ زبان اس صوبہ کی اپنی خاص ہے۔ جسکو سندھی زبان کہتے ہین۔ اصل مین یہ زبان بلوچی۔ پنجابی۔ مارواڑی۔ کچھی اور عربی۔ فارسی سے ملکر بنی ہے۔ ہندو و مسلمانون کا رسم خط جدا جدا ہے۔ ہندوونکا رسم خط سنسکرت اور مسلمانون کا عربی سے ملتا جلتا ہے شہرون مین عموماً سب لوگ اردو سمجھتے اور بولتے ہین۔ بلکہ کراچی مین تو چونکہ مختلف قومون کے لوگ بستے ہین وہان تو اردو ہی بولتے ہین۔

سندھ اگرچہ رقبہ مین بہت بڑا لیکن آبادی کے لحاظ سے ہندوستان میں ... ا صوبہ ہے اسکی آبادی صرف قریب تیس لاکھ کے ہے جسمین سے مسلمان قریب اسّی فیصدی یعنے ⅘ حصہ ہین سوائے کشمیر کے ہندوستان کے کسی دوسرے حصہ مین ہندو مسلمانون کی آبادی مین یہ نسبت نہین ہے۔

جس صوبہ مین اتنے عرصہ تک اسلامی حکومت رہی ہو۔ اور جہان اسلامی آبادی کی یہ نسبت ہو کہ اسکو قریب قریب مسلمانی صوبہ سمجھ سکین۔ اسکے مسلمان باشندون کے حالات۔ عادات خصائل۔ رسم ورواج۔ مالی وملکی حالت کا سننا ناظرین کے لئے غالباً خالی از دلچسپی نہوگا۔ خاصکر جبکہ غیر صوبجات کے بہت کم لوگ یہان کے حالات سے واقف ہین۔

## مذہبی حالت

اول ہم یہان کے مذہب کو دیکھنا چاہتے ہین کہ اسکا کیا حال ہے؟۔ کیونکہ عرصہ دراز کی اسلامی حکومت اور اسلامی آبادی کی کثرت سے قدرتی طور پر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہان کے لوگ اسلام کا پورا نمونہ دیندار اور راسخ الاعتقاد ہونگے۔ لیکن افسوس اس امید مین مایوسی ہے۔ جہالت عام طور پر پھیلی ہوئی ہے مسلمانی کا محض نام ہی

پیران پیر کی گیارھوین کرنے۔ انکی قسم کھانے اور امام حسینؑ کا نام لینے کا نام اسلام ہے۔ مولوی اور عالم یہان عنقا ہیں۔ البتہ پیرون کی کثرت ہے۔ دوچار چھوٹے موٹے مولوی ہین وہ بھی پیرون کے پھندے مین پھنسے ہوئے ہین۔ پیرون کا یہ حال ہے کہ انپر سب عیوب مباح ہین۔ (الا ماشاء اللہ) ان پیرون کے بزرگ شاید پیری کے قابل ہون تو ہون انمین تو کوئی بات بندگی اور زہد کی پائی نہین جاتی۔ لیکن یہان پیر کی اولاد مین ہونا یا پیری کا ادعا کرنا پیر بننے کے لئے کافی قابلیت ہے۔ زہد و اتقا کی کچھ ضرورت نہین۔ صرف مرید اپنے تئین کہدینا بہت کافی ہے۔ بعض پیرون کی آمدنیان ہزارون سے گذر کر لاکھون تک پہنچتی ہین۔ انکا طریقہ بودوباش مثل شہزادون اور راجاؤن کے ہے۔ پیر کا شرابخوار اور بدچلن ہونا مریدون کے اعتقاد مین ہرگز خلل نہین ڈالتا۔ اور مریدکا اعتقاد بھی کوئی معمولی نہین بلکہ بعض کے مرید تو انکو خدا کا اوتار یا مظہر تک تصور کرتے ہین۔ اور پیر کو سجدۂ عبودیت تک کرتے ہین۔ جس جگہ پیرون کا یہ حال ہو وہان کے مریدون کا بھی اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ غرض مذہب یہان محض کسی پیر سے بیعت کرلینے اور سالانہ یا ششماہی یا پیر کے دورہ کے وقت اسکی فیس ادا کردینے کا نام ہے۔ قرآن شریف صفیدی ایک آدھ ہی مشکل ہی سے پڑھا ہوگا۔ نماز روزہ کا رواج محض واجبی ہی سا ہے۔ کاش ہمارے علماء اور مجتہد جو وراثت انبیاء کا دعوی کرتے ہین اور محض اپنے گھرون ہی مین بیٹھکر وعظ و نصائح کرکے اور گردوپیش کے لوگون کی تعریفین سنکے سمجھتے ہین کہ ہم وراثت انبیاء کا پورا پورا حق ادا کرچکے کاش! وہ جاگین۔ ہوشیار ہون۔ اور ان چوبیس لاکھ مسلمانون کو بچائین اور مذہب کا سیدھا راستہ بتائین۔ ہمارے علماء دعوی کرتے ہین کہ انہی کی شان مین کہا گیا ہے کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل وہ ذرا گریبان مین منہ ڈالکر دیکھین کہ کیا انبیائے بنی اسرائیل ایسے ہی تھے؟ جیسے وہ ہین۔ کیا علمائے بنی اسرائیل ایسے ہی خانہ نشین اور حاشیہ نشینون کی تعریف کے متمنی تھے۔ کیا انکے وعظ اور نصائح مسجد اور گھر ہی کی دیوارون مین محدود تھے؟ کیا وہ گنہگارون اور بدون سے ایسے ہی بھاگتے تھے یا گنہگارون اور بدون کو راہ پر لانیکے لئے خود انکے پیچھے پھرتے تھے۔ کاش ہمارے علماء تھوڑے عرصہ کیلئے اپنے کفر کے فتوون اور آپسکی لڑائی کو چھوڑ کر اپنے اصل فرض کیطرف رجوع کرین۔

## اخلاقی حالت

اخلاق بھی مذہب ہی کا ایک جزو ہے۔ افسوس ہے سندھ کے مسلمان اس لحاظ سے بھی بالکل عاری ہین۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانون مین مسکرات کا رواج عام طور پر پھیلا ہوا ہے۔ بھنگ سے بہت ہی کم لوگ ہین جو بچے ہوئے ہون۔ شراب ایک عام چیز ہے۔ بدکاری ایک فخر ہے۔ مقدمات فوجداری خاص چوری سنکے جتنے بھی ہوتے ہین اگر انکی تہ مین بدکاری ہوتی ہے۔ ملزم

نہایت فخر کے ساتھ چوری سے انکار اور بدکاری کا اعتراف کرتا ہے۔ ہندوستان کے دوسرے حصون مین مسلمانون مین مردونکی بدچلنی زیادہ معیوب نہین سمجھی جاتی۔ لیکن عورتون کی بدچلنی ضرور سخت ترین عیب سمجھی جاتی ہے۔ لیکن یہان یہ کچھ زیادہ شرمناک بات نہین۔ عیب ظاہر ہونے پر سوسائٹی مین ہرگز کچھ وقعت کم نہین ہوتی۔

## تعلیم

تعلیم کا حال تو سب ہی سے بدتر ہے۔ انگریزی تعلیم تو گویا مسلمانون مین ہے ہی نہین۔ اگرچہ اور سب باتون مین مذہب سے بے خبر اور بے پروا ہین لیکن انگریزی تعلیم کی مخالفت مین پکے ہین۔ سندھ بھر مین شاید ہی کوئی مسلمان ابتک گریجوایٹ ہوا ہو۔ اگر کوئی ایک آدھ ہوا بھی ہوگا تو وہ بھی حال ہی مین کراچی مین ہوا ہوگا جہان بمبئی۔ خوجہ بورے و دیگر مسلمانان بیرونجات کثرت سے آباد ہین۔ اگر کوئی بی۔ اے ہوا بھی ہوگا تو انہی مین سے ہوگا۔ سندھی نہ ہوگا۔ نہ صرف یہ کہ انگریزی ہی تعلیم سے نفرت ہے بلکہ عربی۔ فارسی یہانتک کہ سندھی تک کا بھی پتہ نہین۔ شاید فیصدی ایک دو نوشت و خواند کر سکتا ہو۔ برعکس اسکے اہل ہنود کی حالت نہایت اچھی ہے۔ انگریزی تعلیم انمین عام ہے اور وہ اسقدر کہ اہل ہنود کے ایک چھوٹے سے گانون مین جسکی آبادی بمشکل سے چار یا پانچ سو ہوگی مینے بچشم خود ایک مدرسہ دیکھا جسمین انگریزی کی تعلیم مڈل کے درجہ تک ہوتی ہے۔ اور یہ مدرسہ بھی کوئی آج کا نہین بلکہ گذشتہ تیس سال سے قایم ہے۔ اس گانون کے سب لوگ ملازمت پیشہ ہین۔ بوڑھون اور بچون کے سوا مشکل سے کوئی جوان نظر آئیگا۔ اہل ہنود مین نہ صرف انگریزی ہی بلکہ قدیم زمانہ سے فارسی کی بھی پوری پوری تعلیم ہوتی ہے۔ اس وسیع تعلیم کا یہ نتیجہ ہے کہ قدیم الایام سے ملازمت سرکاری ہندوؤن ہی کا حصہ ہے۔ چنانچہ ہندوؤن مین ایک قوم کا نام ہی عامل پڑگیا ہے اور انکو اس نام پر فخر ہے۔ فیصدی دس آسامیان مشکل سے مسلمانون کے حصہ مین ہونگی۔ حالانکہ بلحاظ آبادی کے فیصدی ۸۰ ہونی چاہئین تہین۔ سرکاری مدارس تمام سندھ مین کثرت سے جاری ہین لیکن افسوس مسلمانون کے بچے ان سے مستفید نہین ہوتے۔ مسلمان نہ اپنے بچون کو سرکاری مدارس ہی مین پڑہاتے ہین اور نہ اپنے مدرسہ کھولتے ہین۔ صرف تین مدرسہ مسلمانون کے اپنے ہین۔ ایک سکھر مین جسکی حالت نہایت خراب اور اسکا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہوتا۔ ایک لاڑکانہ مین اسکی حالت بھی کچھ اچھی نہیں۔ تیسرا مدرسہ کراچی مین ہے اور وہ ہائی سکول ہے۔ اسکی حالت بہت اچھی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ اسکے واسطے چندہ گورنمنٹ بمالیہ سرکاری مالگذاری کے ساتھ ہی وصول کر لیتی ہے۔ اور وہ سرکاری نگرانی مین ہے۔ اسکا پرنسپل بھی انگریز ہے۔ یہ مدرسہ مسٹر حسن علی مرحوم کی کوششونکا نتیجہ ہے۔ اس مدرسہ مین بورڈنگ ہوس بھی ہے جسکا انتظام بھی بہت خاصہ ہے۔ لیکن اس مدرسہ کی حالت کا اچھا ہونا محض اسوجہ سے ہے کہ کراچی چونکہ بندرگاہ ہے اسوجہ سے اسکی حالت باقی سندھ سے بالکل جدا ہے۔

علاوہ سرکاری مدارس کے ہندوؤن کے اپنے ذاتی بھی بہت کثرت سے مدرسہ ہین جنکی حالت نہایت قابل رشک ہے۔ چنانچہ حیدرآباد مین ایک ہی سکول ہے جسمین تین ہزار لڑکے پڑھتے ہین جس سے اس قوم کی زندگی اور اولوالعزمی کا پتہ چلتا ہے۔

سندہی کورس کی کتابین اگر کبھی جائین تو انہین دیکھکر کبھی یہ خیال بھی نہین ہوسکتا کہ یہ ایسے علاقہ مین پڑھائی جاتی ہین جسمین مسلمان ۴/۳ حصہ آبادی کا ہین۔ ان کتابون مین کثرت سے سنسکرت کے الفاظ بہرے پڑے ہین۔ بعض مضامین ایسے بھی پائے جاتے ہین جنسے مسلمانون کی توہین اور ہتک ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کتابون کے بنانیوالے سب ہندو ہی تہے۔

اس زمانہ مین مرزا قلیچ بیگ صاحب ڈپٹی کلکٹر نے البتہ سندہی زبان مین بعض عمدہ اور مفید کتابین لکھی ہین۔ خدا کرے انکی دیکھا دیکھی اور لوگون کو بھی شوق ہو۔ نظم مین بھی انہون نے بہت کچھ اصلاح کی ہے۔ ورنہ انکے سوائے قافیون کے اور کچھ مشکل ہی سے تھا۔

## مالی حالت

مالی حالت کے لحاظ سے یہان کے مسلمانون کا قریب وہی حال ہے جو عام طور پر لفظ مسلمان کا مفہوم قرار پاگیا ہے۔ بہت کم مسلمان ایسے ہین جنکو امیر کہا جاسکتا ہے۔ لیکن پھر بھی ابہی تک زمینداری عموماً مسلمانون ہی کے ہاتھ مین ہے لیکن فضولخرچی اور قرضداری کیوجہ سے انکی جائدادین ہندوؤنکی طرف منتقل ہوتی چلی جاتی ہین۔

## ملازمت سرکاری

سرکاری ملازمت کا اہل ہنود نے (جو اگرچہ آبادی کا ۴/۱ حصہ ہین) گویا ٹھیکہ ہی لے رکھا ہے جس محکمہ اور جس دفتر کو دیکھئے گا ہندوؤن ہی کو پائیے گا۔ مسلمان نام کو بھی مشکل سے ملیگا لیکن اسمین ہندوؤنکا کیا قصور ہے۔ مسلمان خود خواب غفلت مین سوتے رہین تو ہندو کیا کرین۔ ہندو نہ صرف اسی زمانہ مین ملازمت سرکاری پر قابض ہین بلکہ مسلمانون کی حکومت کے زمانہ مین بھی انہی پر دارومدار تھا۔ ایک قوم تو اتنے عرصے ملازمت پیشہ چلی آتی ہے کہ اسکا نام ہی عامل پڑگیا ہے۔ جسپر انکو فخر ہے۔ یہ قوم خاصکر حیدرآباد مین زیادہ آباد ہے۔ اور کالیستہونکی عادات سے انکی عادات بہت کچھ ملتی جلتی ہین۔ آجکل گورنمنٹ کی یہ خواہش معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانون کو بھی عہدہ دیوے اور اس کمی کو کسیقدر پورا کرے۔ مگر مسلمان ہین کہ پڑھتے ہی نہین جو گورنمنٹ کی یہ خواہش پوری ہو۔ جاہل لٹھ گنوار ملین تو خدا واسطے ڈپٹی کلکٹریان ملنے سے بھی رہین۔

## ہندو مسلمانون کے تعلقات

اس صوبہ مین ہندو مسلمانون کے تعلقات قدیم سے بہت خوشگوار

چلے آتے تھے۔ لیکن اس زمانہ مین ناچاقی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور تعلقات کسیقدر کشیدہ ہو چلے ہین جسکی وجہ یہ ہے کہ چند صاحب بصیرت مسلمانون نے اپنی زار حالت کو دیکھ اور سمجھ لیا ہے اور کچھ کچھ ہاتھ پاؤن مارنے لگے ہین گورنمنٹ بھی انکی معروضات پر توجہ کرنے لگی ہے۔ اور انکے حقوق پر بھی غور کرنے لگی ہے۔ یہ بات اہل ہنود کو نہایت شاق گذری ہے۔ اسلئے سندھ کی اخباری دنیا مین ہندو مسلمانون مین بہت ناچاقی دیکھنے مین آتی ہے۔ ہندو کہتے ہین کہ مسلمان جاہل۔ بدچلن۔ اور بدرویہ ہین اگر یہ لوگ ملازمت سرکاری مین بھرے گئے تو تمام محکمونکا ستیاناس ہو جائیگا۔ مسلمان کہتے ہین کہ اگرچہ ہم جاہل اور کم لیاقت سہی لیکن ہم اہل حکومت رہچکے ہین اسلئے ہم ہی حکومت کے اہل ہین۔ لیکن بات یہ ہے کہ مسلمان ہزار اہل حکومت اور صاحب تخت و تاج رہچکے ہون اب تو جبتک کچھ لیاقت نہ دکھائینگے کوئی کوڑی کو بھی انکو نہ پوچھیگا۔ دنیا مین تو مقابلہ ہے اور مقابلہ بھی محض ہاتھ پاؤن کی طاقت کا بھی نہین بلکہ دماغی قابلیت کا۔ جو زیادہ اپنے تئین مستحق ثابت کریگا وہ ہی رہیگا۔ اور کامیاب ہوگا۔ باقی سب بھنگون اور پشوؤنکیطرح فنا ہو جائینگے۔

لیکن ہندو مسلمانون کے تعلقات مین جو کشیدگی پیدا ہوتی جاتی ہے وہ نہایت افسوسناک ہے۔ اگر دو چار لائق مسلمانون کو گورنمنٹ کوئی چھوٹا موٹا عہدہ دلوے تو اسپر ہندوؤن کو اسقدر برہم نہین ہونا چاہیئے مسلمان تو اسقدر پیچھے ہین کہ انکو اپنی کمی پوری کرنیکے لئے ابھی صدیان درکار ہین۔ اہل ہنود کو اسقدر خوف کرنیکی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔ چونکہ سندھ مین مسلمان گریجوایٹون کا کال ہے۔ ابھی حال مین کمشنر سندھ نے دو تین لائق پنجابی گریجوایٹون کو جو قانونی امتحان پاس کردہ تھے اور بوجہ ملازمت ریاست خیرپور سندھی زبان جانتے تھے رزیڈنٹ مجسٹریٹ کے عہدہ پر جسکی تنخواہ ایکسو پچاس روپیہ ہے مقرر کردیا ہے۔ اسپر ہندو اخبارون مین وہ واویلا مچا ہوا ہے کہ الامان۔ اور اگر یہ لوگ غیر معمولی طور پر لائق نہ ہوتے تو یقین تھا کہ ہندو اخبارات انکو نکلوا ہی چھوڑتے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہندو مسلمانون مین اسوقت تک اتفاق و اتحاد تھا جبتک ایک بھی ایسا مسلمان نہ تھا جسکو قومی ضروریات کا احساس بھی ہوا اور تمام مسلمان سرکاری ملازمت کو ہندوؤن ہی کا حق سمجھتے تھے لیکن اب دو چار مسلمانون کو کچھ خیال ہو چلا ہے۔ اور گورنمنٹ بھی (اگرچہ ڈرتی ڈرتی) انکی معروضات سننے لگی ہے اسلئے یہ بات اہل ہنود کو ناگوار گذری۔ اور نااتفاقی بھی شروع ہوگئی۔ یہی بات صوبجات متحدہ مین پیش آئی۔ یہی حال پنجاب مین ہوا اور یہی صورت بنگال۔ مدراس اور بمبئی مین پیش آتی نظر آتی ہے۔ باقی حالات انشاءاللہ ہم دوسرے نمبر مین لکھینگے

(ایک ممبر صیغہ)

---

# رسوم مذموم

معزز ناظرین عصر جدید کو شاید یاد ہوکہ مین نے جون سنہ ۱۹۱۹ع کے مضمون طالب علمون کی شادی مین یہ وعدہ کیا تہا کہ مین کسی آیندہ موقع پر عقیقہ سے منگنی اور منگنی سے چوتھی تک کی بیہودہ رسمون اور انکی فضول خرچیون اور لغویات کا خاکہ کھینچون گا۔ اب اسکا وقت مناسب آگیا کیونکہ اسوقت اسکے لکھنے سے ایک پنتھ دو کاج کا مصداق ہوگا۔ یعنے یہ کہ ایفائے وعدہ بھی ہو جائیگا اور اپنی رائے کا اظہار بھی ہو جائیگا جو مولوی سید جمال احمد صاحب سے مجوزہ دستورالعمل کے متعلق طلب کیگئی ہے۔

اگرچہ مین یہ کہہ آیا ہون کہ عقیقہ سے چوتھی تک کی بیہودہ باتون کو دکھلاؤنگا۔ مگر ہمین اب ضرورت اسکی ہے کہ حمل سے لیکر اس مولد کے مرنے تک کی لغویات پر بحث کرون۔ وہو ہذا:۔

حمل کے ساتھ ہی ایک بڑی رقم تو گنڈے اور فلیتون کے بہانہ سے ملا لون اور سیا نون کی بھینٹ چڑہتی ہے۔ حمل کے ساتوین یا نوین مہینے سندھوری ہوتی ہے جسمین حاملہ کے میکے سے پانچہزار پوری۔ دو ہزار گلگلا دو من کھیر۔ اور دس جوڑہ کپڑا حاملہ۔ اسکے شوہر اور ہونیوالے بچے کے لئے آتا ہے اور دونون کے ہان تمام برادری کی عورتین جمع ہوتی ہین۔ قوالین بلائی جاتی ہین۔

ولادت۔ عقیقہ۔ ختنہ اور بسم اللہ کی صوبہ بہار مین بہی وہی کیفیت ہے۔ جو مولوی جمال احمد صاحب بیان کر چکے ہین اور مجھے انکی رائے سے بالکل اتفاق ہے بجز اسکے کہ بسم اللہ مین روشنی نہو۔ رسم بسم اللہ عموماً دن کے وقت ہوتا ہے پھر روشنی کی ضرورت ؟

مگر وہ ان رسمون مین تو یہ بہول گئے جو نقد۔ زیور و لباس مین دیا جاتا ہے اور جو مہر دینے والے کو ایک ناگوار بار معلوم ہوتا ہے اور جو بالکل بیکار ضائع جاتا ہے۔

عقیقہ کے بعد ایک رسم نمک چشی کی ہوتی ہے جسمین لڑکے کو شیرینی چٹائی جاتی ہے اور تمام اہل برادری مین فیرنی وغیرہ تقسیم ہوتی ہے

**بات**۔ یعنے رسم نسبت اسمین خاص الخاص عورت و مرد جمع ہوتے ہین اور لڑکا لڑکی کی نسبت قرار پاتی ہے اور طرفین سے پان و مٹھائی آتی جاتی ہے جو اہل برادری مین تقسیم ہوتی ہے اور اسکے بعد ہر تہوار مین معمول سے زاید حصہ

سمبندھیون مین بھیجا جاتا ہے۔

**منگنی**۔ اسکے کچھ دنون کے بعد منگنی ہوتی ہے جسمین تمام عورتین جمع ہوتی ہین۔ گانیوالی عورتین بلائی جاتی ہین لڑکے والیکی طرف سے لڑکی والے کے ہان سو روپیہ کی مٹھائی جاتی ہے اور لڑکی والے کیطرف سے لڑکے والے کے ہان چار ہزار پان۔ چار ہزار لپا۔ اور ایک سونیکی انگشتری آتی ہے۔ اسکے بعد ایک بکھیڑا یہ شروع ہوتا ہے کہ ہر تہوار مین دو چار روپیہ نقد اور سیمیون آس تہوار کی اشیاء آتی جاتی ہین جبکا سلسلہ شادی نہوسنے تک قایم رہتا ہے۔ یہ سب بیکار ضایع جاتا ہے۔

اسکے تھوڑے ہی دنون کے بعد شادی کا انتظام شروع ہوتا ہے جسمین سب سے پہلے اور سب سے زیادہ تو طالب علمون کی یا کمسنونکی شادی کا رونا ہے۔

شادی کا پہلا کام لگن ہے جسمین تمام اہل قرابت مستورات اکٹھا ہوتی ہین۔ اور کُسم کا رنگ تیار ہوتا ہے جسمین دولھا اور دولھن کا کپڑا رنگا جاتا ہے۔ اور اسکے بعد عورتین آپسمین ایک دوسری پر رنگ ڈالتی ہین جسکی وجہ سے ایک طوفان بے تمیزی برپا ہوتا ہے۔ اور جس سے شرافت کو تو ضرور ننگ آتا ہے۔ مرد لوگ بھی واسطے نقطع وبرید پارچہ کے جمع ہوتے ہین اور انپر بھی رنگ دیا جاتا ہے۔ جو تہذیب کے بالکل خلاف ہے۔ کپڑے کے قطع ہونیکے بعد ہر شخص کچھ نہ کچھ نقد بھی دیتا ہے اُسی روز پھر شب کے وقت مرد لوگ جمع ہوتے ہین۔ اور رومال وانگشتری وغیرہ لیکر لڑکی والیکے ہان جاتے ہین جہان شادی کی تاریخ مقرر کرتے ہین جو عموماً اس روز سے دو تین ہفتے بعد ہوا کرتی ہے۔ اور وہان سے بھی ایک بڑی رقم نقد لیکر واپس آتے ہین۔ اب اس روز سے شادی کی تاریخ تک دس بیس عورتین دونون جگہ جمع رہتی ہین۔ اور روزانہ گانا گایا جاتا ہے۔ اور خصوصاً شام کے وقت تو اعتقاداً گانا ہوتا ہے جسے عورتین اپنے محاورہ مین بنّا کہتی ہین۔

تاریخ مقررہ کے تین روز پہلے پھر مردون کا جمع منڈوا باندھنے کیلئے ہوتا ہے اسی کے ساتھ کہین کہین خاندانی بھی کہٹے کئے جاتے ہین۔ شامیانہ نصب کرنیکے بعد چنے کی دال اور مالیدہ تقسیم ہوتا ہے۔

اسکی صبح کو اہل قرابت عورتین مدعو کیجاتی ہین۔ اور شب کو رت جگا ہوتا ہے اسمین تمام شب عورتین بیدار رہکر گلگلا۔ پٹیرا۔ برا وغیرہ جو مسنون ہوتا ہے تیار کرتی ہین۔ جو انیوالے دن مین تقسیم کیا جاتا ہے۔ اسکے بعد صبح کو کندوری ہوتی ہے۔ جسمین مدعو کی ہوئی عورتون کے ماسوا ہزارون بے بلائی عورتین آتی ہین۔ باہر مردونکی بھی کثرت ہوتی ہے۔ جس سبب سے سیکڑون روپیہ برباد ہوتا ہے۔ مہمانون کے آرام کا کیا ذکر ہے انکو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اور میزبانونکی مصیبت کا کیا پوچھنا ہے۔ اگر لخت جگر کے سہرے کا ولولہ نہ ہوتا تو یہ مصیبت کیسے اُٹھتی۔ مختصر یہ ہے کہ جو حالت مینے

مڑوا باندھنے سے کندوری تک کی بیان کی ہے۔ یہی سب کیفیت چھٹی عقیقہ۔ اور ختنہ میں بھی ہوتی ہے۔

اسی دن کی شب کو بارات جاتی۔ شام سے ناچ گانا۔ واہیات خرافات ہوتا رہتا ہے۔ تمام اعزہ کسیطرف سے نوشہ کو مانجھا اور اسکے والدین کو بدھاوا آتا ہے جو ہر بھیجنے والے کو سخت تکلیف دہ اور ناگوار ہوتا ہے۔ مگر بیہودہ سوسائٹی کے ڈر سے مجبوراً کیا کرے؟

پھر مانجھا اور بدھاوا کی تقریب میں آنالازم ہے جسمیں ۲۵ جوڑہ کپڑا ۲۵ جوڑہ جوتی۔ دومن چاول۔ ایک من شکر۔ ایک من مرچ (یہ سب چیزیں) اور دس سیر تیل جاتا ہے۔ اور اسکے جواب میں اسطرف سے نوشہ کا کپڑا آتا ہے۔ اسکے بعد بارات نکلتی ہے جو خاصا ایک طوفان بے تمیزی کا نمونہ ہوتی ہے۔ ہزار دو ہزار آدمی ساتھ ہوتے ہیں۔ روشنی آتشبازی آرائیشوں کا شمار امکان میں نہیں۔ آج پورے گھر پھونک تماشہ دیکھنے کے مصداق ہوتا ہے۔ ایک بہت بڑی رونڈ کر کے بارات منزل مقصود کو پہونچتی ہے جہاں بعد عقد کے کل باراتیوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے جنمیں حضرات ہوشاید ایک ربع بھی نہیں ہوتے۔ یہی ادہر ادہر کے ننگے لچے اکثر میزبان کو ذلیل کر کے چلتے ہوتے ہیں۔ کھانیکے بعد عزیز و احباب حقال پر نوید دیتے ہیں۔

بارات کے قبل اور بعد جو بیہودہ رسمیں خلاف مذہب برتی جاتی ہیں اگر انکی فہرست لکھی جائے تو آپ پڑھتے پڑھتے گھبرا جائینگے لہذا میں ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے انکو بیان کرتا ہوں۔ مثلاً چوکا بنانا۔ پر چھینی کرنا۔ ٹیکا لگانا دولہن کے سر ایک مقام سے دوسرے مقام کے انتقال میں دولہے کی گود پر جانا۔ دولہن کی جوتی دہوکے سے دولہا کے سر پر رکھدینا۔ جلوہ کرنا۔ دولہے سے پانی منگوانا۔ بیلیا ورچکی چلوانا۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ کہ اس قسم کی بیسیوں بیہودہ رسومات ہیں۔

شاید کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ اگر انکو تفریحاً برتا جائے تو اسمیں کیا حرج اور کیا نقصان ہے؛ تو میں یہ کہونگا کہ ایسے ننگ (شرم وحیا تہذیب و شائستگی جو جز و ایمان اور اسلام ہے) کے خلاف اعمال تفریحاً روا کئے جائیں تو پھر معصیت کونسی چیز ہے اور اس سے بڑھکر بے حیائی اور بے شرمی، بے دینی اور بے ایمانی کیا ہو سکتی ہے؟

ان رسومات کے بعد دوسری شب کو رخصت ہوتی ہے۔ اور دولہا دولہن کو لے کر اپنے مکان واپس آتا ہے۔ اور پھر بیہودہ رسومات کے ادا کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔ جو قدم قدم پر عجیب عجیب قسم سے کرائی جاتی ہیں۔ جنہیں دیکھکر واقعی رونا آتا ہے۔

اسکے تیسرے روز چوتھی ہوتی ہے جسمیں ایک چھوٹی سی بارات پھر جاتی ہے۔ اور وہاں جاکر ایک نہایت شرمناک رسم ادا کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ ایک مذقت وا کیسے تام آنگن میں دولہا اور دلہن غسل کرتے ہیں یعنے دولہا

کھڑا رہتا ہے۔ وہاں اسکے پیر سے ملتی ہوئی دولہن بیٹھی رہتی ہے۔ دولہا غسل کرتا ہے اور جو پانی کہ اسکے غسل کا بہکر آتا ہے اس سے دولہن بھی غسل ہو جاتا ہے۔ واہ رے عقل اور واہ رے شرم!۔

شادی کے بعد پہلے جاڑے میں جوڑا دیا جاتا ہے اور اسمین بھی ایک ادہم مچتی ہے۔ بعد اسکے سالہا سال تک یہ سلسلہ رہتا ہے کہ دولہن دو چار مہینے میکے رہی اور دو چار مہینے سسرال۔ اور اسکی ہر آمد و رفت مین منون کھانے اور مٹھائیان آتی جاتی ہین۔ جو لوگون مین تقسیم کیجاتی ہین اور یہ جی کے نام سے مسنون کھانا تہوارون مین جانا تو عمر بھر جاری رہتا ہے۔

یہ سب کچھ ہوا تے حضرت سلامت کا پیمانۂ حیات بھی آہستہ آہستہ لبریز ہو کر چھلک جاتا ہے۔ اور پھر وہی رسومات اور فضول خرچیون کی بہار نکلے تیسرے چوتھے روز سویم چہارم ہوتا ہے جسمین بیکار عورتون کا ایک مجمع ہوتا ہے دسوین دن دسوان ہوتا ہے۔ اسمین بھی اسیطرح کی کثرت ہوتی ہے۔ اور تمام لوگون مین روٹیان تقسیم ہوتی ہین بیسوین دن بیسوان ہوتا ہے۔ اسمین اور زیادہ کثرت ہوتی ہے۔ اور اور زیادہ روٹیان تقسیم ہوتی ہین۔ پھر چالیسوین دن چہلم ہوتا ہے جسمین بڑی دہوم دہام سے ہزارون مرد اور عورتون کی دعوت ہوتی ہے۔ اور اسکی صبح کو رسم "بھراوا لوٹنا" برتی جاتی ہے جسمین سخت بدعتون کو دخل ہے۔ اور پھر چھ مہینہ اور برس روز پر ششماہی اور برسی ہوتی ہے جسمین خاصی چہلم کی سی دہوم دہام سے دعوت ہوتی ہے۔ اور یہ سب کہان سے؟ یہ سب قرض کے گلچھرے ہین۔ ہائے بیچارے متوفی کی بیوہ اور بچّون پر بھی کسیکو رحم نہین آتا ہے اور انپر جبرًا یہ قرض کا بار ڈالا جاتا ہی صرف اپنی تن پروری کے لئے۔

مختصر یہ کہ بچہ کا ہیکو پلیگ ہوا کہ جسطرح یہ ملعون جس ملک مین پہونچتا ہے اُس ملک کو ایکدم ویران کرکے تب چھوڑتا ہے۔ اسیطرح یہ لڑکا ہوا کہ گھر کو دولت سے صاف اعزہ کو تباہ و برباد کرکے خود بار عصیان مین دبا ہوا چل بسا۔

اب مین ان روشن ضمیر علما اور مصلحان قوم کے حوالہ کرتا ہون کہ وہ فتوے جاری کرین کہ کہانتک ان بیہودگیون کی بجا آوری جائز ہے؟ جنہون نے ہمارا دین و دنیا دونون خراب و برباد کر رکھا ہے۔ اور ایسا ذلیل و خوار اور تباہ کیا ہے کہ پنپنے کی امید نہین۔

جہانتک ہماری عقل سلیم ہمارا ساتھ دیتی ہے مین تو یہی سمجھتا ہون کہ تا وقتیکہ ہم ان بیہودگیون کو ایکدم نہ چھوڑینگے اور ہمارا تمدن بالکل اسلامی تمدن نہ ہوگا ہم کبھی درست نہ ہونگے اور ہرگز ترقی نہ کرینگے۔

بھلا کہئے تو جس قوم کی یہ حالت ہو کہ ابتدائی وجود سے عدم وجود تک اسراف دولت و وقت شرک و بدعت اوہام پرستی

اور رسم پرستی کی سخت زنجیرون مین جکڑی ہو وہ کبھی ترقی کی جھلک بھی دیکھ سکتی ہے ؟ ہرگز نہین، ہرگز نہین - ان بیہودہ رسومات کا اثر مذہب پر بھی غالب ہے، اور یہ جتنی رسوم برتی جاتی ہین وہ اعتقاداً برتی جاتی ہین۔

ہر مصلح قوم اور ہر عالم جنکے ہاتھ مین عوام کی باگ ہے اور ہر سمجھدار مسلمان کا فرض ہے کہ حتی المقدور اپنی ان رسومات کی بیخکنی کرکے اسلام کو اس دھبہ سے پاک کرین - (جو فی الواقع پاک ہے مگر ہمارے افعال پر جو کچھ دھبہ اسپر نہ لگے تھوڑا ہے -) اور اپنے کو اور اپنی قوم کو قعر مذلت سے نکالین۔

(قلمی اسم - خیر الدین احمد بسہرامی ممبر صیغہ - از سہسرام)

---

# رپورٹ نمبر ۲۲

## یکم ستمبر لغایت نومبر ۱۹۰۵ء

۱- ایک صاحب جو سات روپے ماہوار کے ملازم ہین پچاس روپے قرض لیکر اپنے لڑکے کی تقریب ختنہ مین خرچ کرنا چاہتے تھے لیکن جب مینے انکو نقصانات سمجھائے تو وہ اس قرض اور خرچ سے باز رہے اور ختنہ بغیر قرض کے بہت آسانی سے ہوگئی - قرض بغیر کوئی تکلیف نہین ہوئی۔

۲- مظفر نگر مین مجھکو بہت سے سادات بارہہ کے لوگون سے ملنے کا اتفاق ہوا - جنسے مینے ہمیشہ تخفیف اخراجات کے متعلق گفتگو کی - معلوم ہوا کہ باوجود کمال تباہی کے بیاہ شادیون مین ہنوز فضولخرچی جاری ہے اس نقصان کا احساس ہوتا ہے اور لوگ خدا سے چاہتے ہین کہ یہ تباہ کرنیوالے اخراجات بند ہو جاوین - لیکن کسی مین اتنی اخلاقی جرأت نہین ہے کہ کوئی سبقت کرے - ایک سید صاحب سے بہت بحث ہوئی اور مین نے انکو بہت اصرار کے ساتھ اسبات پر تیار کیا ہے کہ آئندہ تقریب مین وہ خود سبقت کرینگے اور دوسرون کے لئے نمونہ بنینگے - امید تو کم ہے لیکن خدا کرے ایسا ہو۔

۳- ایک میرے ہمسایہ کی شادی مین مین نے بری کا لینا بالکل موقوف کردیا اور اسطرح ایک مسلمان کو ماٹھ کی بچت ہوئی جو وہ سات مہینے مین کماتا۔

۴- مظفر نگر مین تھوڑے عرصے سے ایک انجمن اسلامیہ قایم ہے جہان ہر ہفتہ عصر جدید وغیرہ کے مضامین پڑھکر

سنائے جاتے ہین لیکین افسوس ہے کہ سادات بارہہ اسمین شریک نہین ہوتے۔

مذکورہ بالا خبرین ہمارے دوست نیاز احمد صاحب نے بھیجی ہین۔

۵۔ ایک مشہور مشائخ کے بزرگ نے سکرٹری صیغہ کو خط لکھا کہ سنی وشیعہ مین جو عناد پیدا ہین بڑہتا جاتا ہے اسکے لئے زبردست مضامین لکھنے کیضرورت ہے ورنہ قومی اتفاق جلد عداوت سے بدل جائیگا۔ سکرٹری صیغہ نے جواب دیا کہ نہایت مناسب اور عمدہ تجویز ہے مگر جب یہ صفر اتھوڑا تحمل جائے تو باقاعدہ کوشش شروع ہونی چاہئے۔ لوگ اسوقت روپیہ اور عزت کے خون کرنے پر تلے ہوئے ہین۔

۶۔ مسٹر الیس ایم رفیقی تاجر رنگون جنکی کوششین بابت اوقاف مشہور ہین ممبر صیغہ ہوئے اور اپنا اصلاحی کام خوبی سے کر رہے ہین۔

۷۔ انجمن اصلاح رسنہ کی رپورٹ موصول ہوئی جو ذیل مین درج ہے۔ ہم امید کرتے ہین کہ یہ مفید انجمن ہر مقصد صیغہ کے لئے برابر کوشش کرکے قوم کے لئے نمونہ بنے گی۔ بیکاری اور نا اتفاقی کو کھونا سب سے بڑی اصلاح ہے۔

"مختصر کیفیت جلسہ سالانہ انجمن الاصلاح رسنہ (بہار)

منعقدہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ع

الحمد للہ کہ الاصلاح رسنہ کا چوتھا سالانہ جلسہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ع کو منعقد ہوکر بہت ہی حسن وخوبی اور کامیابی کے ساتھ انجام کو پہونچا۔ سال بھر کی کارروائیون کی رپورٹ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچ گئی کہ اب یہ انجمن بچون کا کھیل نہین باقی رہی۔ بلکہ ایک کانسٹیٹیوشنل باڈی ہوگئی۔ رزولیوشن جو ہر سال پیش ہوا کرتے ہین وہ زبانی الفاظ کے انبار خانہ مین نہین داخل ہوا کرتے بلکہ عملی جامہ پہنکر پبلک کے روبرو آتے ہین۔ اس انجمن نے اپنے مقامی لوگون کے خیالات اور اعتقادات مین بہت کچھ اصلاح کرا اور قلعی چڑہا دی ہے۔ علمی ذوق وشوق کی روح ان افراد مین پھونکدی ہے۔ وہ حضرات جو کبھی بھولے سے بھی اخبار وکتاب نہ چھوتے تھے اب ان کو بغیر اخبار بینی وکتب بینی چین نہین آتا ہے۔ بہت سے حضرات جو بولنے مین رعب کھاتے تھے اب اسٹیج پر بے رعب ہوکر تقریر کرتے ہوئے نظر آتے ہین۔ جو مخش مذاق رکھتے تھے انمین مذاق سلیم پیدا ہوگیا ہے۔

اس انجمن کا اثر صرف اپنے مقام ہی تک محدود نہین باقی رہا ہے بلکہ مضافات مین بھی پھیل چلا ہے بعض جگہ اسکی دیکھا دیکھی اس قسم کی انجمنین قایم کرنیکی تحریکین شروع ہوگئی ہین۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ مضافات کے لوگ بھی سالانہ جلسہ مین مدعو کئے جاتے ہین۔ اور لکچر اور اسپیچ سنکر متاثر ہوتے ہین۔ چند حضرات جو دور کے

رہنے والے ہیں اور اس انجمن کے ساتھ دلی ہمدردی رکھتے ہیں خود تو شریک نہیں ہو سکتے مگر ہر سال اپنے بیش بہا مضامین بھیجدیا کرتے ہیں۔ چنانچہ امسال بھی جناب حافظ سید فضل حق صاحب آزاد عظیم آبادی نے ایک طویل مسدس، اور جناب مولوی عبد الغنی صاحب حال مقامی حیدرآباد۔ اور جناب حافظ سید محب الحق صاحب عظیم آبادی نے مضامین نثر بھیجدیئے تھے جو جلسہ کے روز لوگوں کو پڑھکر سنائے گئے۔ مین خوشامد انہین بلکہ سچی بات کہتا ہوں کہ یہ تینوں مضامین نظم و نثر اپنی اپنی نوعیت اور خوبی مضامین کے لحاظ سے بے مثل تھے۔ دل پر اثر کرنیوالے اور ترقی کی راہ سوچنے والے اور علمی فوائد بتانیکے لیئے کامل اور سچے رہبر تھے۔

اس انجمن کی سب سے زیادہ کوشش تقریبات کی فضول خرچیان بند کرنے اور رسوم قبیحہ مٹانے کی جانب ہے الحمد للہ کہ اس جانب بھی اسکی کوشش رائگان نہین جاتی۔ گزشتہ سال مین جناب حکیم سید ابو الحسن صاحب کے صاحبزادے کی شادی کا حال لکھ چکا ہون۔ امسال بھی مولوی عبد النعیم صاحب بی اے سکرٹری انجمن نے مولوی عبد العظیم صاحب اور بھائی بیزاپیرزادہ عبد الحکیم نے اپنے اپنے اکلوتے لڑکا کا ختنہ اور مولوی محمد صدیق صاحب لائف صدر انجمن نے اپنے دو لڑکون کا ختنہ بلا کسی تکلف کے معمولی طریقہ پر کرادیا۔ اس خاص امر مین زیادہ کامیابی مولوی احمد کریم صاحب اسسٹنٹ سرجن کی کوشش سے ہوئی ہے۔ یہ حضرت اسی انجمن کے نہایت ہی ہمدرد ممبر ہین۔ بوجہ ڈاکٹر ہونیکے انکی لینتی بہت ہے۔ خود ہر شخص کے ہان جاکر انکے بچہ کا ختنہ کردیتے ہین اور دو علی کے ساتھ چار روز مین اچھا کر دیتے ہین۔ جب فرصت مین مکان آتے ہین تو بستی کے کل بیمارون کو مفت دوا بانٹتے ہین۔ اسلیئے ہر شخص پر انکی باتونکا اثر بہت ہوتا ہے۔ امید کامل ہے کہ انکی کوشش سے کم سے کم ختنہ کی فضول خرچیان رفتہ رفتہ اُٹھ جائینگی۔ کاش اسیطرح ہر جگہ کے ڈاکٹر کوشش کر کے ایک ختنہ کے موقع کے اسراف کو تو بند کر دیتے۔

اسکے ساتھ ہی مجھے یہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ منشی عزیز الدین صاحب جو اس انجمن کے ایک غیر مستقل ممبر بھی ہین عورتون کی جہالت کے مقابلہ مین بازی نہ لیجا سکے اور اپنے بیٹے کا ختنہ اُسی ایشیائی تکلف کے ساتھ کیا۔ انجمن کیطرف سے انکو بہت کچھ ملامت کیگئی جس سے امید ہے کہ اب وہ آئندہ ایسی جرأت نہ کرینگے۔ اب میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہون۔ اور ان شاء اللہ سال آئندہ کے سالانہ جلسے کے بعد پھر مین اس انجمن کی کارروائیون سے پبلک کو آگاہ کرونگا۔

سب بھائیون سے التجا ہے کہ اس انجمن کی ترقی و بہبودی کے لئے دعا کرین۔ فقط

(سید عبد الحکیم دسنوی)

۸۔ خاندیس مین جو اصلاحی کارروائیان ہوئین وہ علیحدہ مضمون مین درج ہین۔ قاضی قمر الدین صاحب کا شکریہ ادا کیا گیا۔

۹۔ منشی نذیر احمد صاحب ممبر صحیفہ جنکو ہمیشہ اس کام مین دلچسپی رہی ہے اور افسوس ہے کہ بیماری کیوجہ سے پوری محنت نہین کرسکتے۔ اطلاع دیتے ہین کہ الہ آباد کے رئیس معظم شیخ عبد الصمد صاحب نے اپنے پسران مرحوم کی بیوگان کا نکاح کردیا اور ازواج مین اچھا نمونہ قائم کیا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

۱۰۔ جناب محمد امین اللہ صاحب بھیتیا ضلع غازیپور سے اطلاع دیتے ہین کہ انکے مقام پر یہ دستور ہے کہ کسیکی وفات کے بعد جو اول شبرات ہوتی ہے تو نہایت کثرت سے حلوا تقسیم کیا جاتا ہے۔ مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کے انتقال پر یہ رسم بند کرکے اُسیقدر رسم محتاجون مین تقسیم ہوئی۔ وہ اس کامیابی کو عشر جدید کے اثر سے منسوب فرماتے ہین۔

۱۱۔ سید حیدر حسن صاحب (ایڈیٹر شیخ) نے اپنے برادر عموزاد کی شادی مین دو بڑی رسوم کو ترک کرا دیا۔ اور سابقہ ۸ ماہ سے وہ صحیفہ کے کام سے غافل نہین رہے۔ مگر مین اُن سے یہ استدعا زور سے کرتا ہون کہ اپنے رسالہ کے ذریعہ سے بھی **اصلاح رسوم** کا کام زور سے لیوین۔

۱۲۔ سکرٹری صحیفہ نے پٹیالہ مین بدولت خانہ خلیفہ محمد کاظم صاحب "اسلام اور اصلاح" پر ایک لکچر دیا۔ جسمین مسلمانون کے علاوہ ہنود اور سکھ صاحبان بھی سنتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس لکچر کے بعد بعض مقدمہ کے فریقین نے بحوالہ اس لکچر کے عدالت مین راضی نامے داخل کر دیئے۔ کیونکہ اُسمین مقدمہ بازی کو سر اسراف بتایا گیا تھا۔ یہ لکچر انشاء اللہ علیحدہ شایع ہوگا۔

اُس تاریخ (۱۵ اکتوبر) کو شرفائے قصبہ سنور کی درخواست پر سنور مین "اخلاقی اصلاح اور رسوم" پر وعظ دو گھنٹہ تک کیا گیا۔

۱۳۔ مسٹر عبد المجید صاحب مالک برکت کمپنی دہلی نے خواہش ظاہر فرمائی ہے کہ وہ اپنے پسر مرحوم کی وفات پر ایک جنتری نکالنا چاہتے ہین جو ۰۰۰ ۵ ہزار شایع ہوگی۔ ۴۰ صفحات اصلاحی مضامین کے واسطے اُسمین دینا چاہتے ہین۔ شکریہ ادا کیا گیا۔

۱۴۔ محمد عثمان صاحب ممبر کی درخواست پر سید بشیر الدین صاحب رئیس باڑی کو لکھا گیا کہ بہ تقریب انتقال اپنے پدر مرحوم کے فضول خرچی نہ کرین۔ خوشی کی بات ہے اُنہون نے برادری کی دعوت ایسے موقعہ پر نہین کی۔ محمد عثمان صاحب جدید ممبر صحیفہ ہوئے ہین۔

۱۵۔ محمد اکرم خان صاحب نے بنوں سے ممبری صیغہ کی درخواست دی۔ انکو لکھا گیا فارم اقرار نامہ واپس فرمائیں۔ وہ رسالہ خرافات کا ترجمہ بھی پشتو میں کرنا چاہتے ہیں۔ رسالہ نیاز احمد صاحب سے بھجوا یا گیا۔

**قابل توجہ** سب صاحبان جو ممبر بننا چاہتے ہیں اول فارم اقرار نامہ لکھکر مع دستخط روانہ فرمایا کریں اور سب ممبران و خریداران عصر جدید وہ فارم امیدواران کو دکھاویں جو آخر میں چھاپی جاتی ہے۔

**آمد و خرچ**

| | | | |
|---|---|---|---|
| آمد ستمبر لغایت نومبر | | خرچ، فاضل بموجب رپورٹ نمبر ۲۱ | ۵/ [illegible] |
| از مولوی حبیب الرحمن صاحب شروانی (شکریہ قبول ہو سکرٹری) | [illegible] | خرچ ڈاک ستمبر لغایت ۲۹ نومبر بابت خطوط و تقسیم رسالہ جات وغیرہ | ۱۲/ [illegible] |
| | | الوئنس محرر بابت اگست لغایت اکتوبر ۳ ماہ | [illegible] |
| میزان آمد | [illegible] | میزان خرچ | ۱/ [illegible] |
| | | فاضل بذمہ صیغہ | ۱/ [illegible] |

**فارم اقرار نامہ**

میں ........... ساکن ......... ڈاکخانہ .........

اقرار کرتا ہوں کہ میں نے مقاصد انجمن اصلاح تمدن کو پڑھ لیا اور معلوم کرلیا۔ میں خود ان پر عامل رہونگا۔ اور جہانتک ہو سکے گا دوسروں کو انکی طرف راغب کرونگا۔ یعنے ہر قسم کی فضول خرچی، سستی، بے انصافی اور نا اتفاقی کو دور کرکے کفایت شعاری اور محنت اور انصاف اور اتفاق میں سعی کرونگا۔ میرا نام فہرست ممبران میں شامل کیا جاوے۔ [illegible] چندہ سالانہ بغرض اشاعت مقاصد ادا کرتا ہوں اور یہ چندہ سال بسال دیتا رہوں گا۔ فقط

دستخط یا نشان انگشت

مع عہدہ وغیرہ۔

# اصلاح

(ترجمہ تقریر انگریزی منظور امام محمد وحید متعلم بی اے علیگڑھ کالج بموقعہ جلسہ سالانہ منعقدہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء انجمن الاصلاح دسنہ)

**ایک نظام دوسرے نظام کو جگہ دیتا ہے۔ شاید ایک ہی طریقہ اگر عمدہ ترین**

**ہی کیون نہ ہو تمام عالم کو خراب کر دے ۔ ........ (ٹینیسن)**

یہ قول انگلستان کے ایک مشہور شاعر کا ہے۔ انسانی ترقی بھی اسی اصول کی پابند ہے۔ ہر انجمن مین علم کی ہر شاخ مین۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ موزون ہے کہ دنیا کی ہر چیز مین تبدل واقع ہوتا رہا ہے۔ اور رہیگا۔ خواہ وہ تبدل طرز مین ہو۔ یا شکل یا اصول مین۔

حضرت انسان کی حالت پر اگر غور کیجئے تو ایک اور دوسرا ثبوت اس مشہور شاعر کے قول کا ملتا ہے۔ خداوند کریم نے انسان کی خلقت مین جدت پسندی کا مادہ ڈالدیا ہے۔ ہر انسان کچھ نہ کچھ تبدیلی کا خواہان ضرور ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ حضرت ہین سمجھدار۔ سوچکر عموماً عمدہ ترین ہی تبدیلی کو پسند کرینگے۔ لوگ کہتے ہین کہ انسان بڑا لالچی اور بے صبر ہے کتنا ہی علم کتنی ہی عزت اسکو حاصل ہو جائے وہ قانع نہین ہوتا اور ہر گھڑی کچھ اور کی اور ادہیڑ بن مین لگا رہتا ہے۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ یہی بے صبری باعث ہوئی ہے ان تمام ترقیون کا جنکی جگمگاتی ہوئی روشنی نے ایک عالم کے دل کو چکا چوند لگا دیا ہے۔

سوشل ممبری کی خواہش انسان کو دولت جمع کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اور بڑے بننے کی خواہش باعث صدور افعال حسنہ ہوتی ہے۔ بسا اوقات ہمین ایسے آدمیون سے بھی ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جنہین ہم ظاہر اسباب اپنی حالت پر قانع پاتے ہین انہین دیکھکر طبیعت مین گدگدی پیدا ہوتی ہے۔ کہ انکی تعریف کرین۔ مگر بغور دیکھنے سے ہماری غلطی ہمکو محسوس ہو جاتی ہے۔ ہمکو نظر آتا ہے کہ انکا ظاہری صبر تو کل ایک کامل درجہ کی کاہلی کو اپنے ظاہری دامن فریب مین چھپائے ہوئے ہے۔ کبھی انہون نے کوشش ہی نہین کی کہ اپنی حالت درست کرین۔ کام کے خوف سے انہون نے صبر کا پیشہ اختیار کرلیا ہے۔ اور لوگونپر اپنی لاپروائی اور دنیا کے کامون سے بے تعلقی ظاہر کرتے ہین۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی حالت پر بھی قایم نہین رہ سکتے۔ ایسے لوگون مین بڑے ہونیکا تو خیال رہتا ہے مگر معطل حالت مین۔ اسی حضرات

آج جو ہم یہان جمع ہین اسکی غرض یہی ہے کہ آپسمین ایسی حرکت پیدا کرین جسکی وجہ سے ہم مین کوشش کرنیکی خواہش پیدا ہو۔ اور اپنی حالت کو درست کرنیکا خیال۔

انسانی ترقی کے حالات ملاحظہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ترقی کے بلند مقام کا پہلا زینہ اُسوقت شروع ہوتا ہے جب ایک قوم اپنی خراب حالت کا احساس کرنے لگتی ہے۔ اور جب اسکو یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اقوام کی گھوڑ دوڑ مین کسقدر پیچھے ہے۔ اس قوم مین سے چند تو اپنے تنزل کے اسباب کی تفتیش مین لگجاتے ہین۔ اور بعض بعض ریفارم کا پھریرا بلند کرتے ہین ایک عرصہ تک اس قوم مین پُرجوش تقریرونکا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اخبارون کے صفحات موجودہ وقت کی رسومات کے مضمونون سے سیاہ رہتے ہین اور سنجیدہ شخص کو اپنی حالت درست کرنیکی فکر رہتی ہے۔ قبل اسکے کہ کوئی عملی کارروائی شروع ہو اسیطرح پر ایک مدت گذر جاتی ہے۔ اور خیالی ڈہانچہ قایم کرنیکے بعد عمل کا زمانہ آتا ہے۔ اور یہی زمانہ اُس قوم کا سُنہرا زمانہ کہلاتا ہے۔

اب دیکھنا یہ چاہیئے کہ ہم لوگون کا زمانہ کس قسم کا زمانہ ہے۔ اخباری دنیا سے جسکو تھوڑی سی بھی مناسبت ہوگی وہ آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ یہ زمانہ پند و نصائح کا ہے۔ ہر طرف سے "اصلاح! اصلاح!!" کی صدا بلند ہو رہی ہے۔ حضرات آریہ الگ اپنے مذہب کے پیچھے پڑے ہین۔ علیگڈھ والے تمدن کا دم جدا بھر رہے ہین۔ غرض ہر جگہ اسی کا چرچا ہے۔ ساتھ ہی اسکے ہمین یہ بھی معلوم ہے کہ کسی فرقہ کا مطلب تکمیل تک نہین پہونچا ہے۔ یہ باتین ایسی ہین جو صاف صاف بتلا رہی ہین کہ یہ زمانہ زمانہ نصائح ہے آیئے ہم سب باری تعالیٰ کی بارگاہ مین دست بدعا ہون۔ کہ اللہ وہ دن نصیب کرے کہ ہم لوگون کے منصوبے ٹھکانے لگین۔ اور ریفارمرون کا دل اپنی کامیابی کی خوشی مین پھولے نہ سمائے۔

حضرات! مین اُن لوگون مین نہین ہون جو اپنی آنکھ سے اپنی کوششونکا ثمرہ دیکھنا چاہتے ہین۔ اور ایسی جلدی مین اصل مطلب کہو بیٹھتے ہین۔ اسلئے میری درخواست ہے۔ کہ اسی وقت سے ہملوگ "اصلاح اصلاح" کی آواز بلند کرین اور نتیجہ کے ہرگز منتظر نہ رہین یارونکی حسبت فقرون کو دلپر خاموشی کا پتھر رکھکر برداشت کرین اور کوئی خفیف سا روڑہ راستے مین اٹک جائے تو اسکو ایک بڑا سدراہ سمجھکر ہمت نہ ہار دین۔ ایسی ہی حالت مین کامیابی کی امید کیجا سکتی ہے۔ اگر ہم مین سے کوئی اپنی محنت کا پھل نہ دیکھ سکے تو اُسے یہ خیال کرنا چاہیئے کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ یہی خیال اسکی تشفی کریگا۔ اور قبر مین سکھ کی نیند سونے دیگا۔

مگر ابھی یہ تصفیہ نہین ہوا کہ اصلاح کی فہرست کیا ہوگی۔ اسکی ایک طولانی فہرست ہے جسکا تیار کرنا ہر شخص کا کام نہین ہے۔ یہان پر انمین سے چند کا ذکر کیا جائیگا۔ صرف رسومات کا ذکر کرنا جنہون نے آجکل ہمارے خزانہ کو خالی

کر رکھا ہے۔ بس ایسا ہی ہے کہ ایک پورا نے افسانے کو بیان کریں اور لوگوں سے امید رکھیں کہ وہ متاثر ہونگے مگر پھر بھی اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اسکے بارہ میں کچھ کہا ہی نہ جائے۔ تجربہ نے یہ بتلا دیا ہے کہ عموماً دو طریقے اخراجات کثیر کا باعث ہوتے ہیں۔ لباس اور قیمتی سامانِ عیش۔ لباس کا اختیار کرنے میں زیادہ مشکل یہ آن پڑی ہے کہ ہم میں سے اکثر ان کو صفائی اور نفیس میں امتیاز کرنے کا مادہ نہیں ہے۔ ہمارا بڑا فرض صرف یہی ہے کہ صاف اور ستھرے رہیں۔ اور صرف اس بات کا لحاظ رکھیں کہ طرز لباس قابل مضحکہ نہ ہو۔ ہم لوگوں کا عموماً یہ دستور ہو گیا ہے کہ اپنی اصلی پوزیشن کو چھپانے کی غرض سے اچھی اچھی اپنی حیثیت سے زیادہ دامونکی پوشاک پہنتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر کی جھوٹی عزت حاصل کرلیتے ہیں۔ یہ بات خلاف دانشمندی ہے۔ اور ہم لوگوں کو اس سے پرہیز رکھنا چاہیئے۔

اب دوسری بات کو لیجئے حضرات! خرچ کی فہرست میں پہلا نمبر اس چیز کا آتا ہے جسکی سب سے زیادہ اشد ضرورت ہو۔ اور جسکے بغیر زندگی کا قیام ناممکن ہے۔ اسکے بعد اور ضروریات کی چیزیں علی قدر مراتب آتی ہیں۔ اسلئے پہلے انہی چیزوں کا خیال کرنا چاہیئے جنکی ضرورت زیادہ ہو۔ اس اصول کو کہ زیادہ روپیہ ان چیزوں میں صرف کرنا چاہیئے جو زیادہ ضروری ہوں ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیئے۔ ہملوگو نپر زوال جو آیا تو منجملہ اور چیزوں کے اس عمدہ اصول کو بھی بھول بیٹھنے سے۔

ہم میں سے اکثر تو خوب سمجھتے ہیں کہ کسقدر روپیہ ہم لوگوں کی جیبوں سے لغو رسومات کے باعث نکل جاتا ہے۔ اور افسوس کرتے ہیں۔ مگر ان خرچ کرنیکے بعد "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔" تعجب کی بات ہے کہ اسکو ہم لوگ سمجھتے ہیں پھر بھی اتنی جرأت نہیں ہوتی کہ دل مضبوط کرکے پکار اٹھیں "مجھکو ایسے خیال والوں سے کچھ سروکار نہیں میں انکا ساتھ نہیں دینے کا اور روپیوں کو بے رحمی سے لغویات میں صرف نہیں کرونگا۔" اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اوائل میں کچھ دقت ہوگی۔ اور خانہ جنگیوں میں اضافہ ہو جائیگا۔ مگر صرف اسی خیال سے کوشش نہ کرنا تو نہایت ہی خلاف از عقل ہے۔

دوسری بات جو مجھے یہاں پر عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ ہم لوگوں میں کتب بینی کا شوق نہیں ہے اسکول یا کالج سے علیحدہ ہوتے ہی کتاب سے رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصہ میں جو کچھ آتا ہے اسکو بھی بھول بیٹھتے ہیں۔ عموماً جو وجہ اسکی بیان کیجاتی ہے وہ وقت کی قلت ہے۔ مگر یہ سراسر جھوٹ ہے۔ کیونکہ ہم اپنی آنکھوں کے سامنے نواب محسن الملک۔ مولانا نذیر احمد۔ مولانا ذکاء اللہ۔ مولانا حالی جیسی زندہ مثالیں دیکھ رہے ہیں۔ جہانتک میں نے غور کیا ہے اس کمی کا باعث ہم لوگوں کی سوسائٹی ہے چونکہ ہمیشہ ہم لوگوں کا اٹھنا بیٹھنا ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جنکو سوائے روپیہ جمع کرنیکی دھن کے دنیا و مافیہا سے اور کسی قسم کی دلچسپی نہیں۔ سوسائٹی کا رنگ ایسا گہرا جمتا ہے کہ عمر بھر اس سے چھٹکارا

نہین ہوسکتا۔ ہم لوگون کی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ ایک ایسی جماعت قایم کرین جو ہمارے افعال کی ضامن ہو۔ اسکا ایسا عمدہ اثر عوام الناس پر ہوگا کہ سب سے کندن بنجائینگے۔ سب سے بڑی اور مضبوط زنجیر جو سوسائٹی کے اجزا کو جکڑ بند کئے رہتی ہے ہمدردی ہے۔ زندگی کا لطف نہین ہے اگر ہمدردی انسان کے شامل حال نہ ہو۔ اسلئے کوشش کرکے ہمکو ایکدوسرے کا ہمدرد دوست بننا چاہئے۔ یون کہنے کو تو دوست سب ہی ہین۔

اب مین اس اہم مسئلہ کو لیتا ہون جس نے ہندوستان کے ریفارمرون کو ایک عرصہ سے اپنی طرف مشغول کر رکھا ہے یہ مسئلہ تعلیم نسوان ہے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اب اسکی طرف لوگون نے توجہ کی ہے اور کارروائی بہی شروع کردی۔ مگر ہمارے صوبہ بہار کی حالت اسمعاملہ مین ناگفتہ بہ ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق دو لفظ کہنے کی جرأت کرتا ہون مرد وعورت کے تعلقات اسقدر گہرے اور نازک ہین کہ مرد بغیر عورت کی امداد کے نہین رہ سکتا۔ کیا آپ عورت کا مرد کے اوپر جو حق ہے اوسے ہم مین سے بہت کم جانتے ہین۔ زندگی کے ناٹک مین سب سے بڑا حصہ عورت کا ہے۔ ایک عمدہ ماں کی حیثیت مین وہ اپنے بچے کو نیکی کے راستہ پر چلاتی ہے۔ ایک وفادار بی بی کی حیثیت مین وہ اپنے شوہر کو برائی سے بچاتی ہے لڑکون مین زیادہ تر خاصیتین ماں کی سی ہوتی ہین۔ جو عادات وخصائل ماں کے ہونگے وہ بچے مین بہی پائے جائینگے اسلئے بہت ضرور ہے کہ انکو زیور علم سے آراستہ وپیراستہ کیا جائے۔ جو سونے اور جواہر سے بدرجہا بہتر ہے

ہمین چاہئے کہ ہم عورتون کی عزت کرین اور انپر جتلائین کہ انکی صلاح لینے کیلئے ہم ہر طرح سے مستعد ہین۔ اگر وہ اپنی رائے کو قابل قدر بنائین کیسی قوم نے اسوقت تک اصلی ترقی نہین کی ہے جبتک اس نے انسانیت کی قدر نہین کی۔ تو اے حضرات! عورت ایک بڑی نازک چیز ہے۔ حتی الوسع انکی خاطر مدارات مین کوشش کرنا چاہئے آپسے ایک بات اور کہنی ہے۔ وہ صغر سنی کی شادی ہے۔ مجہے اگر آپکی سمع خراشی کا خیال نہ ہوتا تو مین ذرا وضاحت سے بیان کرتا کہ اسمین کیا کیا نقائص ہین۔ لڑکونکا تو ذکر نہین۔ لڑکیونکو بہی پندرہ برس سے پہلے نہین بیاہنا چاہئے۔ کمسنی کی شادی نے نسلون کی جسمانی قوت کو بہت کچھ گہٹا دیا ہے۔ اور چونکہ ایسی شادیون کے بچے عموماً بیمار اور لاغر ہوتے ہین اس لئے اموات کی تعداد بہی زیادہ ہوگئی ہے۔

مجہے جو کچھ کہنا تہا وہ ہو چکا۔ اسمین شک نہین کہ بہت سی قابل ذکر باتین رہگئین پہر بہی خاص خاص باتونکا ذکر ہوگیا ہے اب یہ آپکا کام ہے کہ اگر ہماری تقریر کا کچھ وزن آپکے نزدیک ہو تو عمل کرنے مین لگ جائیے اور مجہے شکریہ کا موقع دیجئے۔ فقط

المرسل :- سید عبد الحلیم دسنوی -

# ماہ گزشتہ

## ہندو یا مسلمان یا کچھ نہین

اخبار مشیر دکن مورخہ ۶ نومبر سنہ ۱۹۰۵ء نے حیدر آباد دکن کی لوکل خبرون مین مفصلہ ذیل حالات بہی درج کئے ہین:-

۱- عالیجناب مدار المہام بہادر نے بہ تقریب دیوالی مسٹر واکر۔ مسٹر ڈنلاپ اور مسٹر حیدری اور تمام معتمدین کو شیرینی بہیجی۔

۲- گزشتہ شنبہ کو مہاراجہ چندو لال کی برسی تہی۔ ایوان وزارت سے مہاراجہ موصوف کی سمادہ کو قندیل گیا جسکے ساتہ نظم جمعیت تہی۔ برسون چراغان کی گئی۔

اس سے پہلے ہم نے مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کی یہ تقریر مدرسہ آصفیہ مین دیکہی تہی کہ "قرآن کلام الہی ہے اسلئے مین متبرکا ایک جلد مدرسہ کی بنیاد رکہنے پر پیش کرتا ہون"۔ اس سے بہی پہلے ہم نے سنا تہا کہ مہاراجہ بہادر نے جب ایک سیدہ سے تعلق بہ نام نہاد نکاح قایم کیا تو اپنے تئین مسلمان ظاہر کیا تہا اور اپنا نام عبدالعزیز بتایا تہا۔

ہم ایک ہندو کی جو سچے دل سے اپنے مذہب پر قایم ہو عزت کرتے ہین اسیطرح ایک مسلمان کی قدر کرتے ہین۔ ایک صلح کل مشرب والے کی عزت کرتے ہین۔ مگر دنیاوی غرض کے لئے جہوٹ بولنا یا جہوٹ مذہب کا اظہار کرنا حد درجہ قابل نفرت اور قابل شرم بات ہے۔ جہان ریاست کی باگ ایسے دو دل آدمیون کے ہاتہ مین ہو وہان کی حالت پر خدا رحم کرے سر سالار جنگ بہ مذہر پرشاد۔ لائق علیخان۔ سر آسمانجاہ۔ سر وقار الامرا مرحوم کو کہو کر زمانہ نے چنچل نار کے مصنف کو وزیر اعظم مقرر کیا ہے۔ ع "ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا" ـ "میر یہ لیل و نہار دیکہئے کبتک رہے"

## شیعہ رسالے

کوئی شخص جسکو ذرا بہی واقفیت ہے ہمکو شیعون کا دشمن نہین قرار دے سکتا۔ مگر ہم اسبات کو ظاہر کئے بغیر نہین رہ سکتے کہ اخبار وطن کی رائے صحیح ہے اور رسالجات اصلاح و شیعہ۔ اور اخبار اثنا عشری کے ہر پرچے مین مضامین ایسے درشت اور طنز آمیز طریقہ سے لکہے جاتے ہین کہ کوئی سنی بغیر طیش کے انکو نہین پڑہ سکتا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ یہ بزرگ اور انکے نامہ نگار حکم قرانی جادلھم بالتی ھی احسن پر عمل کرین۔ اور تہذیب کے ساتہ مناظرہ کرین۔ اور ہمیشہ طریقہ آئمہ اثنا عشریہ کو پیش نظر رکہین کہ انہون نے کس وقار تہذیب۔ روحانیت۔ حلمیت کا نمونہ انسانون کے سامنے پیش کیا۔ البتہ رسالہ الحکم لکہنؤ کے سینیر اڈیٹر کے مضامین مہذب ہوتے ہین۔ حالانکہ میرزا محمد ہادی صاحب بی۔ اے سے زیادہ پکا اثنا عشری ملنا مشکل ہے۔ وہی طریقہ سب کو

اختیار کرنا چاہیئے۔ ایک بدزبان اور کم علم شخص کیوجہ سے جسکو دہلی کا بچہ بچہ حقارت سے دیکھتا ہے۔ اور تمام علمائے سنت و جماعت جسکی بات کی پروا نہین کرتے۔ اپنے رسالون کو خفیف کرنا سخت غلطی ہے۔ ماننا نہ ماننا انکے اختیار مین ہے ہم نے اپنا فرض ادا کردیا ہے۔

• شیعیان پرجوش کو یاد رکہنا چاہیئے کہ جو باتین ہزار برس سے لوگون کی طبیعت مین ہین انکا اظہار نہ ایک دن مین مناسب ہے۔ اور دوسرے فرقون کے عقائد جو ہزار برس سے پختہ ہوگئے ہین انکی تردید ہی یکایک فایدہ نہین پہونچا سکتی۔ مناسب ہے کہ اول کلمہ جامعہ اور مشترک چیزون پر زور دین۔ اور ساتھ کے ساتھ اپنے فرقہ کو نیک نمونہ پر قایم کرین ورنہ تو تو۔ مین مین سے فایدہ کم اور نقصان بہت زیادہ ہے۔

## جلسہ محمڈن کانفرنس

مسلمانون کی کانفرنس کا جلسہ اس سال علیگڈہ مین قرار پایا ہے اب اسکو صرف چند روز باقی ہین۔ ہمکو نہایت خوشی ہوگی اگر ہماری قوم اس کانفرنس کے ذریعہ سے واقعی خرابیان قوم کی دفع کرے۔ اگر مسلمان یہان جمع ہوکر ایک باہمت اور مضبوط دل لے کر جاوین۔ اگر وہ عمل کیطرف توجہ کرین۔ اگر وہ بعض فرائض فرداً فرداً اپنے اوپر لازم کرلین۔ اگر وہ سود رہا فضول خرچی سستی نااتفاقی حسد اور جہالت کو چھوڑ کے جائین۔

ہم اس سے بہی زیادہ منتظمان کانفرنس سے امید کرتے ہین کہ وہ لکیر کے فقیر بننے کی جگہ اپنی نظر کو وسیع کرین۔ آریہ سماج مین گورو کل یا کالج پارٹی کے جوش اور کام کو دیکھین۔ وہ مساوات اسلامی کو قایم کرین۔ سادگی کو اپنا شعار بنائین۔ کانفرنس کا مقصد تحصیل چندہ کی جگہ قوم کی اصلاح اور تعلیم کی ترقی قرار دین۔ یہ نہین تو جو نتیجہ بیس برس مین نہین نکلا وہ دو سو برس بہی نہ نکلیگا۔ عاقل کے لئے اشارہ کافی ہے۔

## ہماری ضرورتین

قوم کی ضرورتین تو بیشمار ہین۔ مگر سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ مسلمان اپنی قوت اور دولت کا استعمال عمدہ طور پر کرین۔ اور آپس مین اتحاد رکھین۔ اس کام مین کامیابی اسوقت ہو سکتی ہے جبکہ سنجیدہ اور بے ریا شخص جہان جہان ہون وہ مختصر کمیٹیان اپنے اپنے مقام پر بنا کر ہر ہفتہ ملا کرین اور یہی چرچا کرین اور برابر متفقہ کوشش جاری رکھین۔ جبتک کہ قومی زندگی مین انقلاب اور ترقی کے آثار نمایان ہونے لگین۔ ان سب اصلاحی کمیٹیون مین اتفاق اور اتحاد ہونا لازم ہے۔ تب قوم مین ایک روح پیدا ہوجائیگی ورنہ باتین ہی باتین رہینگی۔

## انجمن اصلاح کا کام

یہ کام کوئی انجمن لیوے تو "چشم ما روشن دل ما شاد" ہم خدمت کو تیار ہین۔ اگر کوئی دوسری انجمن یہ کام نہ لیوے یا نہ لے سکے اور نہ اس کام مین مدد دیوے (جیسا کہ ایک بہت کم متوقع ہے) تو یہ کام ممبران اصلاح کو خود اپنے ذمے لینا چاہیئے۔ ممبران صیغۂ اصلاح کی تعداد بڑہانی چاہیئے۔ مگر صرف

ایسے لوگون کی جو درحقیقت سچے دل سے ہمارے خیالات کے معاون ہون۔ ہمکو ایک سلسلہ انجمنونکا۔ لکچرون کا۔ رسالونکا۔ قائم کرنا چاہیئے۔ اول اول ہم نے صرف اسی قسم کی تدریجی کوشش شروع کی تہی جس سے معلوم ہوا کہ ہمارے کام کی نسبت قوم کی رائے کیا ہے۔

نتیجہ ہم نے یہ نکالا ہے۔

۱۔ امرار کو (الّا ماشاء اللہ) اصلاح سے ہمدردی نہین۔

۲۔ علماء علانیہ مخالفت کرنے پر آمادہ نہین ہین۔

۳۔ تعلیم یافتہ نوجوانون مین جو بہت بگڑے ہوئے ہین وہ گویا مخالف ہین جو سنجیدہ اور بے ریا ہین وہ ہمدرد ہو سکتے ہین۔

۴۔ عام مسلمان اس تحریک کے ہمدرد ہین اور رہ سکتے ہین۔ بشرطیکہ انکو یقین ہو کہ ہم مذہب مین مداخلت کرنا نہین چاہتے۔

ہم خدا تعالی کو گواہ کر کے کہتے ہین کہ ہمارے نزدیک صیغہ اصلاح کا ذرا سا کام بہی اگر اسلام کی تعلیم اور منشا کے خلاف ہو تو ہم اپنی عقل کو ہیچ سمجھکر اس سب کام کو لغو اور فضول سمجہین گے۔ کیونکہ ہمارا اجتہاد خدا اور رسول کے مقابلہ مین ہیچ ہے۔ بڑی ضرورت اس کام کو انجام دینے کے لئے آدمیون اور روپیہ کی ہے۔ روپیہ آدمیون سے پیدا ہوتا ہے اور آدمی روپیے سے۔ کم از کم ایک فارغ معیشت قابل آدمی اسطرف متوجہ ہو تو کام چل سکتا ہے جبتک یہ اطمینان ہو ہم اس کام کو جاری رکھنا چاہتے ہین۔

**شہزادہ کی آمد** ہز رائل ہائینس پرنس اوف ویلز کے قدوم میمنت لزوم سے تمام ہندوستان مین وفاداری اور عقیدتمندی کا جوش ہے۔ شہزادہ موصوف الصفات کے اخلاق اور خوش مزاجی کی عام تعریف ہے۔ مستحقین کو انہون نے خطابات سے بہی سرافراز فرمایا ہے۔ اس معاملہ مین سب سے زیادہ عجیب بات وہ کوشش ہے جو درباری اور سولین ٹکٹون اور حضوری کے لئے بے انتہا کوشش کرتے ہین اگر اس سے نصف کوشش لوگ حقانیت کے لئے کرین تو دوستان الہی مین سے شمار ہو جاوین۔

**فرقہ بندیان** مسیحیون مین ہندوٴن مین بیشمار فرقے ہین لیکن قومی معاملات مین یہ سب متفق ہو جاتے ہین اور ملکی ہمدردی اور مجموعی فائدہ کے سامنے اپنے اختلافات کو پس پشت ڈالدیتے ہین مسلمانون مین جو بہتر فرقے ہین اُمنین عناد اور فساد اسقدر ہے کہ تعجب ہوتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہین کہ یہ سب فرقے اپنے مباحث کو تہذیب کے ساتھ کرین اور جہان کہین اختلاف پر زور دیا کرین وہان دو فقرے اس قسم کے بہی کہدیا کرین کہ سب مسلمان بہائی ہین۔ اور جو لوگ رسالت محمدی کے قائل ہین اُن سب کو باہمی فساد سے بچنا چاہیے۔

فرقون کی لڑائیان افغانستان۔ ایران ٹرکی مصر مین کم ہوتی جاتی ہین۔ ہندوستان مین کیون بڑھ رہی ہین اگر کوئی صاحب اسپر مدلل مضمون لکھین تو ہم ممنون ہونگے۔

## کتب ماہ گزشتہ

ہمارے پاس مفصلہ ذیل کتابین بغرض ریوے وصول ہوئی ہین۔ انکے علاوہ تزکونکی معاشت ایک ضخیم کتاب وصول ہوئی ہے جسپر آیندہ رائے دیجائیگی۔

(۱) فصل الخطاب فی مسئلۃ الحجاب مصنفہ مولوی محمد ابراہیم صفحات ۴۲ قیمت ۲ر محلہ آرائیان کرنال سے ملسکتی ہے خوشخط ۱۸×۲۲ کی تقطیع پر مطبع ساڈہورہ مین چھپی ہے۔

اس کتاب مین مولوی صاحب موصوف نے پردہ کے حدود اور فوائد بتائے ہین۔ اور یہ ظاہر کیا ہے کہ ازروئے قران وحدیث پردہ کرنا لازم ہے مگر باحیا طور پر باہر نکلنے کی ممانعت نہین ہے۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب نے اپنی قوم مین بھی کرنال وپانی پت مین ایسا پردہ جاری کیا ہے۔

(۲) شرف المحترفین مصنفہ ایضاً۔ صفحات ۲۸ تقطیع ۱۸×۲۲ مطبوعہ مطبع ساڈہورا کرنال محلہ آرائیان سے ۱ر مین ملسکتی ہے۔

ہم نے اس کتاب کو نہایت خوشی کے ساتھہ دیکھا مسلمان فاتحین کی نسل سے جو ہزارون آدمی اسوقت موجود ہین انکی یہ حالت ہے کہ "رسی جلگئی مگر بٹ نہین جلا"۔ چار روپیہ کی چپراس یا چھ روپیہ کی محرری کو عزت سمجھتے ہین لیکن دوکانداری یا پیشہ کو حقارت سے دیکھتے ہین۔ اور ابھی تک اُس زمانہ کا خواب دیکھتے ہین جب انکے بزرگون کی حکومت تھی۔ مولوی صاحب موصوف نے اس رسالہ کو لکھکر کتاب وسنت وحالات بزرگان سلف سے ثابت کیا ہے کہ کسی پیشہ مین بے عزتی نہین بلکہ کسب حلال کا درجہ اسلام مین اعلیٰ درجہ کا ہے۔

(۳) انجمن حمایت اسلام لاہور کا ماہواری رسالہ (بابت جمادی الثانی وشعبان ۱۳۲۴ھ مطابق اگست تا اکتوبر ۱۹۱۱ء)

انجمن کا ماہواری رسالہ جسمین زیادہ تر چندہ دہندگان کی فہرست ہوتی ہے ہمارے سامنے ہے۔ رسالہ بقاعدہ نکلتا ہے لیکن چونکہ ممبرون کو یعنے ہر ماہوار دینے والون کو مفت ملتا ہے اسلئے جائے شکایت نہین۔ اس رسالہ سے ہمکو اس خبر سے خوشی ہوئی کہ بابو ری عماد الدین پانی پتی انجہانی کے فرزند نے اپنے باپ کے ترجمۂ قرآن کو دیکھکر اسلام قبول کیا ہے۔ ہم مولوی علیم الدین نومسلم کو مبارکباد دیتے ہین۔

ایک خبر لائق افسوس ہے کہ بعض آدمی قومی کامون مین دہوکے سے چندہ وصول کر لیتے ہین۔ بیشک مسلمانونکو اس معاملہ مین باخبر رہنا چاہئے۔

۴۔ مقدمہ معجزات مسیح۔ جسمین معجزات کی حقیقت اور امکان اور مقاصد پر بحث کیگئی اور اعلیٰ ثبوت دئیے گئے
انباد ری طالب الدین صاحب بی۔ اے مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انار کلی لاہور صفحات ۱۰۰۔
کاغذ۔ چھاپہ عمدہ۔ قیمت ۴؍

اس کتاب مین اگرچہ بعض باتین خاص طور پر مسیحی اصطلاحات سے تعلق رکھتی ہین مگر معجزات کیضرورت اور فوائد کے متعلق جو بحث ہے اُس سے سب الہامی مذاہب کی تائید ہوتی ہے۔ اور اسی لحاظ سے مذہبی دنیا کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ ابواب و رفصول کی ترتیب بہی ایسی ہے جسکی تقلید مسلمان مُولفین کو کرنی چاہیے۔

۵۔ "تاویل القرآن" صفحات ۸۰۔ قیمت ۳؍ مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔

اس رسالہ کے مصنف نے اپنا نام ظاہر نہین کیا۔ صرف مصنف ضربت عیسوی لکھا ہے۔ کتاب تہذیب سے لکھی گئی ہے۔ اور یہ بات ظاہر کی ہے کہ قرآن شریف کی ترتیب اور جمع مین نقص رہگئے ہین۔ اور تاریخی اعتبار سے وہ مکمل نہین ہے اور اسکی تفسیر کے لئے توریت و انجیل کیضرورت ہے۔

مصنف ناواقف نہین معلوم ہوتا لیکن تعجب ہے کہ اُس نے جہان اسقدر مواد جمع کیا ہے وہان اسبات پر لحاظ نہین کیا کہ موجودہ ترتیب مین بہی قرآن ایک معجزہ اور عالیشان نشان ہے جسکا مثل محال ہے۔ اور معرفت آلہی اور احکام جسقدر کہ اس سے ماخوذ ہو سکتے ہین دنیا کی کسی مذہبی کتاب سے اُسکا عشر نہین ملسکتا اور پھر اسکی مانند ایک آیت کوئی نہین کہہ سکتا۔ علاوہ اسکے سب مسلمان اور مورخین قائل ہین کہ جو کچھ اسوقت موجود ہے وہ سب کلام آلہی ہے۔ اسمین کسی قسم کی زیادتی نہین ہوئی ہے۔ پس بلحاظ معجزہ ہونیکے کل و جزو برابر ہے۔ فقط

# عصر جدید کا ختم سال

از ورطهٔ ما خبر ندارد ✻ آسوده که بر کنار دریاست

**معذرت**

خدا کا شکر ہے کہ آج ہم اس رسالہ کی تیسری جلد کو ختم کرتے ہیں۔ معمولی شکایتیں اور عذرات تو چلے ہی جاتے ہیں اور چلے جائینگے اُنکے اعادہ کرنیکی ضرورت نہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ فروری سے اپریل تک تین نمبر برے چھپے۔ اور باقی نمبر پیچھے رہے۔ مگر جولائی کے شروع ماہ میں کوئی نمبر نہ نکل سکا۔ وجہ یہ تھی کہ ایڈیٹر اور منیجر ہر دو کو بوجہ بیماری چند عزیزان و دیگر وجوہ سفر میں رہنا پڑا۔ اور ختم سال پر نقل مکان کیا گیا۔ رسالہ بھی دور چھپوایا گیا۔

**مالی حالت**

رسالہ کی قیمت سنہ ۱۹۱۵ء میں بعض دوستوں کے اصرار سے بجائے سے روپیہ سال کے عہ کر دی گئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خریداروں کی تعداد کم ہو گئی۔ البتہ خرچ چھپوائی زیادہ ہو گیا۔ اسلئے یہ پہلا سال ہے جسمیں مالک کو کسیقدر نقصان بھی برداشت کرنا پڑا۔ لیکن عصر جدید جلد سوم جسکا مجموعی حجم سوا پانچ سو صفحے کے قریب ہے، ہمارے پاس اسکی ۵۰ جلدیں موجود ہیں۔ امید ہے کہ صاحبان علم اور حامیان اصلاح اُن کو خرید کر خواہ تقسیم کر دینگے تاکہ یہ نقصان دور ہو۔

یہ بات حیرت انگیز ہے کہ ایڈیٹر مفت کام کرے تب بھی ایک سنجیدہ رسالہ میں نقصان رہے۔ مگر

ہر چہ از دوست میرسد نیکوست

**عملی کام**

عصر جدید کا کام دو قسم کا ہے۔ خیالات کی اصلاح اور عادات و رسوم بد کے دور کرنے کا عملی کام۔ خیالات کی اصلاح کا اندازہ مضمونوں اور ریویوؤں سے کرنا مشکل ہے۔ مگر اسمیں شک نہیں کہ ملک کے مختلف حصوں میں ان خیالات کے متعلق ایک خاص تحریک پیدا ہو گئی ہے۔ دور دور کے علماء کے خطوط چلے آتے ہیں۔ چونکہ بار بار مضامین اخباروں میں بھی نقل ہوتے ہیں اسلئے دائرہ اثر بہت زیادہ ہے۔ جو رپورٹیں چھ سات اس رسالہ میں صیغہ اصلاح کی چھپی ہیں انکے علاوہ بھی بہت کچھ مختلف لوگ کر رہے ہیں جسکا پتا ہمکو نہیں ملسکتا۔ مگر اس کام کے شروع کرنے کی عزت یا بدنامی عصر جدید کو ملنی چاہئے۔ ہم مثالاً بیان کرتے ہیں کہ ایک مولوی صاحب قوم آرائیان کی اصلاح رسوم و عادات میں مصروف

ہین۔ ایک دوسرے عالم وعظ مین فضول خرچی کے خلاف ہیشہ نصیحت کرتے ہین۔

علمائے امامیہ اثناعشریہ نے لکھنؤ کے چہلم سے خلاف ادب اور قبیح رسوم بند کردین۔ جسکی وجہ سے ہم مولانا سید آقا حسن اللہ طہر سعالم کی بلیغ کوششون کے ممنون ہین۔

نئے تعلیم یافتگان مین سے ایک تھوڑی سی جماعت کو جنہون نے اس سال مضامین اور بلیو رٹین بھیجی ہین بے حد دلچسپی ہے۔ مگر بڑی جماعت ابھی تک خواب خرگوش مین مبتلا ہے بمقابل امرا اسکے جنمین مستثنے نام انگلیون پر گنانے کے لائق ہین۔ متوسط علما رسالے کام کی قدر زیادہ کرتے ہین۔

## مضامین ۱۹۰۵ء

اس سال مضامین بہ نسبت کسی گزشتہ سال کے زیادہ جوشیلے اور طویل ہوئے ہین۔ انکی فہرست لکھنے کی حاجت نہین لیکن ہم خاص طور پر مسٹر یا مولوی خواجہ غلام الحسنین۔ سید نذیر حسین بی۔ اے۔ سید علمدار حسین واسطی۔ مولانا احمد حسین شوکت سید تفضل حسین صاحب کلکتوی شمس العلما مولانا نذیر احمد۔ منشی ذکاء اللہ صاحب۔ مس نصیر الدین حیدر صاحبہ۔ مسٹر اکرام عالم۔ سید جمال احمد۔ زہرا خانم صاحبہ از بمبئی۔ میرزا سلطان احمد خانصاحب۔ اور مولانا اویس قرنی۔ مولوی سعد الدین حیدر۔ مسٹر نیاز احمد۔ کے ممنون ہین۔ انکے مضامین معمولی جاذبی نہین ہین بلکہ لٹریچر مین رہنے کے قابل ہین۔ ایڈیٹر نے قریباً سو مختصر مضامین یا نوٹون کے علاوہ۔ اصول اصلاح۔ قادیانی تحریک۔ اور حدوث مادہ۔ ریویو کانفرنس لکھنؤ پر طویل مضامین لکھے ہین۔ لیکن صحیح خیالات اور تحریک جدید کے اصول کو کم وبیش ہر ایڈیٹری نوٹ یا ریمارک یا مضمون مین ظاہر کردیا ہے۔ ہم نہین کہہ سکتے کہ یہ خیالات انوکھے ہین۔ مگر کہہ سکتے ہین کہ ان خیالات پر بدقسمتی سے بہت کم اخبار یا رسالے زور دیتے ہین۔ الغرض اس سال علمی۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ مالی۔ عملی ہر قسم کے مضامین مستقل ہیں سے کچھ کم شایع ہوئے۔ البتہ مذہبی رنگ غالب رہا۔

## توسیع اشاعت

ہمکو شکایت موجودہ خریدارون سے ہے کہ سوائے پانچ سات صاحبون کے (جنکا نام اگلے نمبر مین ظاہر کیا جائیگا) باقی صاحبون نے اشاعت بڑھانے مین کوئی مدد نہین دی۔ جو صاحب عصر جدید کو پسند کرتے ہین انکو اس معاملہ مین زیادہ سرگرمی دکھانی چاہیئے۔ ہم مفت چندہ لینا نہین چاہتے۔ مگر جو شخص اس رسالہ کا خریدار ہوتا ہے وہ بہت زیادہ قیمتی چیز اسکے معاوضہ مین حاصل کرتا ہے۔ اور اپنی مالی حالت رسالہ

پڑھکر درست کرسکتا ہے۔

**ایک برا طریقہ** یہ طریقہ نہایت معیوب ہے مگر جاری ہے کہ خریدار پہلے سے تو اطلاع نہیں دیتے مگر وی۔پی واپس کر دیتے ہین۔ بعض لوگ اپنے دوستون کیطرف سے درخواست لکھتے ہین۔ اور انکے دوست واپس کر دیتے ہین۔ ہم کو امید ہے کہ یہ مکروہ عادت اس بار پیش نہ آئیگی اس سے بلا وجہ نقصان ہوتا ہے۔ جو قوم ایسی سست ہو کہ ایک کارڈ لکھنے مین تامل کرے۔ اور دوسرے کا بارہ گنا نقصان کراوے۔ یا وعدہ خلافی کرے۔ اُس سے کیا امید ہوسکتی ہے ؟ ۔

**ایک تجویز** ہم سنہ ۱۹۰۶ء کے لئے (۱۰) انعام صہ صہ روپیہ کی عمدہ کتابون کے تجویز کرتے ہین جو اعلیٰ درجہ کے مضمون نگارون کو دیئے جاوینگے۔ اور اسی قدر انعام اسی مقدار کے اُن صاحبون کے لئے جو اس رسالہ کی پرانی اور نئی جلدین فروخت کرائین۔ کتابون کی فہرست مابعد شایع کیجائے گی۔ جنمین سے انعام لینے والے منتخب کرسکتے ہین۔ فقط۔

(ایڈیٹر)

---

# بشارت

**تفسیر کبیر کا اردو ترجمہ** - یہ عظیم الشان اور عدیم المثال تفسیر حجۃ الاسلام امام فخر الدین رازی کی بےنظیر تفسیر ہے اسمین قرآن کریم کے جملہ مضامین کو اصول فلسفہ اور سائنس کے مطابق حل کیا گیا ہے مخالفین اسلام کے اعتراضوں کے جواب نہایت تحقیق کے ساتھ دیئے گئے ہیں جن مفسرین نے قرآن کریم کی تفسیروں میں جھوٹی روایتوں اور من گھڑت قصوں کو درج کر کے اسلام پر بدنما دھبہ لگا دیا ہے انکی خوب قلعی کھولی گئی ہے۔ صفحات ۵۳۶ - قیمت .. .. .. .. .. للعہ

**الانوار قدسیہ کا اردو ترجمہ** - یہ کتاب امام المتقین شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ یہ کتاب گویا شریعت کی جان اور طریقت کی روح رواں ہے۔ اسی کے حق میں "ناقضا ز پیر کامل کا ملا رہنما" کہنا بلا مبالغہ درست و زیبا ہے سلف صالحین اور صوفیائے کرام نے علم تصوف کی تشریح و تفصیل کے لیے جسقدر قانون و قواعد مرتب فرمائے ہیں یہ ان تمام عزیزوں اور جانفشانیوں کی زندہ تصویر ہے۔ اس پر آشوب زمانہ میں جبکہ مرشد کامل کا ملنا عنقا صفت ہو گیا ہے اس کتاب کا زیر مطالعہ رکھنا اور اسکے قانون و قواعد پر عمل کرنا تزکیہ قلوب و طلب محبوب کیلیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ بلاشبہ ہر ایک سلیم الفطرۃ انسان اسکے مطالعہ سے انوار الٰہی کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اس کتاب میں نمبروار علامات کا ذکر کیا گیا ہے جنکا پایا جانا ہر ایک مدعی ولایت میں ضروری ہے ان علامات کی عدم موجودگی میں جو شخص ولایت اور تقرب الٰہی کا دعوٰی کرے وہ شخص کذاب و مفتری علی اللہ ہے صفحات ۱۲۰ تقطیع کلان کاغذ اعلیٰ قیمت ۱۰ / ۱

**کتاب الروح کا اردو ترجمہ** - یہ کتاب ایک مصری فلاسفر کی نہایت دلچسپ و قابل دید تصنیف ہے اسمین روح انسانی کے متعلق اسقدر قیمتی اور بے بہا معلومات کا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے جو ہزار روپیہ صرف سے بھی حاصل ہونا محال تھا حکمائے یونان کی تقریریں اور محققین اسلام کے بحث مباحثے انپر فاضل مصنف کا زبردست محاکمہ دیکھنے کے لائق ہے اسکے ملاحظہ سے آپکو اپنی گذشتہ اور موجودہ اور آئندہ زندگی کا بخوبی علم ہو جائیگا۔ واقعی اس قسم کی کوئی جامع کتاب اردو زبان میں آجتک طبع نہیں ہوئی۔ اسمین بہت سے ایسے مضامین درج کیے گئے ہیں جنکو آپکے کانوں نے بھی نہیں سنا ہوگا صفحات ۲۰۰ قیمت صرف .. .. .. .. .. عہ

**… المسافرہ کا اردو ترجمہ** - یہ کتاب امام جلال الدین سیوطی کی تصنیف ہے۔ قرآن شریف کی وہ آیات جنمین سفر کے واقعات کا ذکر ہے انکی تفسیر احادیث نبوی۔ آثار صحابہؓ اور اقوال علما سے کر کے ۵۰ بابوں پر تقسیم کیا ہے صفحات [illegible] قیمت عہ

**مباحثہ گوشت خوری** - یہ مولانا مولوی احمد الدین صاحب پریزیڈنٹ اسلامی مجلس مناظرہ امرتسر و پنڈت صاحب … پریزیڈنٹ آریہ … کے درمیان ہوا تھا مولانا موصوف نے جس خوبصورتی اور معقولی و منقولی دلائل سے فریق مخالف کو نیچا دکھا کر گوشت کو انسانی خوراک ثابت کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے یقین ہے کہ جو لوگ اسکا مطالعہ کرینگے وہ گھاس پارٹی کے لاطائل دلائل کی بآسانی تردید کر سکینگے۔ اپنے فن میں یہ پہلا رسالہ ہے قیمت ۵

**خیر کثیر** اسمین مصنف موصوف نے دلائل عقلیہ سے خدا کی ہستی کو ثابت کیا ہے قیمت ۵ **دیانندی الہام**

**المشتہر منیجر کتب خانہ اسلامیہ امرتسر پنجاب**۔

اپنے بیش قیمت مضامین نہایت شائستگی و آزادی بحث کے لحاظ سے بے نظیر اخبار

# وکیل

یہ اخبار ہفتہ مین تین بار شنبہ۔ دوشنبہ اور چارشنبہ کو مطبع روز بازار امرتسر سے شائع ہوتا ہے۔ اسکے پُرزور آرٹیکلون نے ملک کے نامی گرامی قدردانون اور مشہور معاملہ فہم ناظرین کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ دنیا بھر کی ضروری اور دلچسپ خبرون کے نہایت جلد اور سب سے پہلے بہم پہونچانے مین اپنا نظیر نہین رکھتا۔ قومی انجمنون تعلیم گاہون اور کارخانون پر آزادی سے ریویو کرتا اور انکی ہمت بندھاتا ہے۔ اسلامی دنیا کے حالات معلوم کرنیکے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہین۔ اسکی طرز تحریر۔ آزادی۔ سچی ہمدردی اعلیٰ درجہ کے لٹریچر نے ثابت کردیا ہے کہ یہی ایک اخبار ہے جسکو اردو اخبار کی دنیا مین لاثانی ہونیکا فخر حاصل ہے۔ پیشگی قیمت وصول ہوئے بغیر جاری نہین کیا جاتا۔ نمونہ کا پرچہ آدھ آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے۔

## شرح قیمت حسب ذیل ہے

| پیشگی | سالانہ | ششماہی |
|---|---|---|
| ممالک بیرون سے | ۱۲ شلنگ | ۷ شلنگ |
| رؤسا۔ امرا و معززین سے | تیرہ روپے (عسہ) | آٹھ روپے (سعہ) |
| عام خریدارون سے | آٹھ روپے (سعہ) | پانچ روپے (صہ) |
| طلبا و کم استطاعت اصحاب سے | چھ روپے (سہ) | چار روپے (للعہ) |

المشتہر مینجر اخبار وکیل امرتسر

الکاتب الضعیف حبیب اللہ منشی فاضل، متوطن راولپنڈی حال وارد دفتر اخبار وکیل امرتسر پنجاب ۱۲ دسمبر ۱۹۰۵ء مطابق شوال ۱۳۲۳ھ

## اؤ ہم تبلائین پچیس ہزار مریض کس طرح صحت یاب ہوئے ہین

**سرمہ میرہ کراماتی** مقوی بصر محافظ بینائی کی دافع نزول الماء رہد۔ دھند۔ غبار۔ آب روانی وغیرہ فی تولہ .. .. .. عمار

**حب ذیابیطس** پیشاب کا بار بار آنا اور شکر رک تندرستی نصیب ہو۔ فی تولہ .. .. .. .. عمہ

**حب دائمی قبض** ایک گولی سے دائمی قبض دور اور تمام عوارض بدد کاور عامر

**سیلان الرحم** عورت کی صحت بحالی زردی چہرہ اور کمزوری دور دو ہفتہ کے لئے .. .. .. عامر

**جوہر عشبہ** صفائی خون کے لئے بے مثل گندے خون کو نہر سے صاف کرتا ہے۔ دافع پھوڑا پھنسی ناسور بھگندر۔ خارش شیشی کلان سے ۳ خورد .. .. .. عمر

**سرخرو** اسکے لگانے سے چہرہ بارونق جھریان وغیرہ دور چہرہ گلفام سا ہو جاتا ہے۔ فی شیشی .... عمر

**نور علی نور** چند منٹ مین بال دور ۳ تولہ .... عمر

**حب دافع وجع المفاصل** درد اعضا جوڑوں کا درد دور ہو دو ہفتہ کی گولی۔ عامر

**حب دافع طحال** تلی یا لف کے دفعیہ کیلئے شرطیہ ... عامر

**ہیئر آئیل** دلربا خوشبو کی علاوہ بال بیوقت سفید ہونے نہین دیتا نزلہ کو دور کرتا ہے۔ ضعف دماغ کو مفید۔ فی شیشی .... سے۔

**زودکن** اسکے لگانے سے بال بکثرت پیدا ہوتے ہین .. عامر

**دوائی خارش** رانون کی خارش اور بدن کی دانے دو دن مین دور ہوتے ہین۔ ۲ تولہ .. .. عامر

**تریاق سعال** اخراج بلغم درد سینہ سرکھنسہ اور خراش گلو نزلہ کا جھاتی پر گرنا اسکے استعمال سے بند ہو جاتا ہے ہر موسم مین کا آمد ایک تولہ۔ عامر

**حب قائم مقام افیون** چاندو افیون بلا تکلیف اس سے چھوٹ جاتے ہین ایک تولہ ........ عمر

**دوائی درد کان** دو قطرے ڈالنے سے آرام ہوتا ہے ایک شیشی دو سو مریض کو کافی .. .. .. عمر

**روغن اعجاز** برسوں کا زخم بھر جاتا ہے بھگندر ناسور کیلئے اکسیر اور عجیب الاثر ۴ تولہ .. .. .. عامر

**چورن مقوی معدہ** خوش مزہ بھوک لگاتا ہے اور ہضم کرتا ہے۔ عمر

**سنون محکم دندان** ہلتے دانت مضبوط بدبو بیل دور ۴ تولہ۔ عمر

**ید اللہ دافع بخار** ۳ رتی بھر سے بخار اتر جاتا ہے اور پسینہ خوب آتا ہے۔ دو درجن .. .. .. عمر

**حب دافع بواسیر** بواسیر خونی یا بادی ریحی ہو یا سادی مسون کا درد وغیرہ سب دور ۲ ہفتہ .. .. عامر

**دمہ یا ضیق النفس** سانس رکنا اور بلغم وغیرہ دور ہو کر صحت ہو .. .. .. عامر

**رعنا** چہرہ کے بدنما داغ چھیپ وغیرہ سب دور ۳ تولہ عمر

**مدر حیض** باقاعدہ ایام کھل کر مقررہ وقت پر آجاتے ہین قیمت دوائی دو ہفتہ .. .. .. عامر

**پیچش مروڑ** جب اجابت بار بار آئے اور زور لگانے سے بمشکل دو قطرے اور کچھ نہ نکلے تو یہ مفید ہے ۳ تولہ .... عمر

**اکسیر الشفاء** (دوائی طاعون) بطور علاج مالتقدم عامل مرض کے حملہ سے محفوظ رہتا ہے۔ غربا کو مفت فی شیشی .. .. .. عمر

**حکیم ڈاکٹر غلام نبی زبدۃ الحکماء ایڈیٹر رسالہ حافظ صحت لاہور موچی دروازہ اعوان منزل**

**ضروری اطلاع** - دفتر عصر جدید اور صحیفہ اصلاحات ۲۵ دسمبر سے منتقل ہوگیا ہے جملہ خط و کتابت بنام ایڈیٹر و منیجر تا مفصل پتہ بذریعہ پوسٹ ماسٹر [illegible] ہونی چاہیئے صاحبان اخبارات و رسائل مہربانی کرکے اسی پتہ سے روانہ کرین۔

# قابلِ قدر اور سستی کتابین

مفصلہ ذیل مفید اور خوشخط عمدہ کتب منیجر دفتر عصر جدید سے ملسکتی ہین اسکے علاوہ مولانا حالی کی سب تصانیف بھی اس دفتر سے ملینگی۔

## کتب مصنفہ مولوی خواجہ غلام الحسنین سابق انسپکٹر مدارس صوبہ گلبرگہ

۱۔ **اصول تربیت** ۔ یہ رسالہ جدید اور قدیم اصول کا جامع ہے اور تمام والدین اور معلمین کو اور عام اہل علم کو اسکا پڑھنا ضروری ہے نہایت عمدہ اور اعلیٰ ترتیب سے مضامین اسمین جمع کیے گئے ہین جسمانی عقلی اخلاقی تربیت کے اصول مقاصد طریقہ حصول بتلائے گئے ہین ۔ یہ کتاب نہایت خوشخط اور صاف چھپی ہے حجم ۱۲۴ صفحہ قیمت ........ ۷ر

۲۔ **قوانین دولت** مسٹر مل کی کتاب لاز آف ویلتھ جسکی قیمت انگریزی مین ۸ر ہے اسکا نہایت سلیس ترجمہ اعلے درجہ کے کاغذ پر رفاہ عام سٹیم پریس لاہور مین ۴۹۶ صفحہ پر چھپا ہے۔ دولت کیا چیز ہے؟ کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ کس طرح تقسیم ہوتی ہے؟ ۔ یہ مضامین علم پولیٹکل اکانمی کے اسمین اس طرح بیان ہوئے ہین کہ مبتدی اور عام شائقین آسانی سے سمجھ سکین جو طلبا یا مدرسین یا عام شائقین اس علم کے ابتدائی اصول کو جاننا چاہین اس سے بہتر کتاب اونکو نہین ملسکتی مترجم نے بعض مفید حواشی بھی دیئے ہین قیمت ........ ۴ر

۳۔ **فن تعلیم** ۔ یہ کتاب اہل علم اور معلمین اور عام شائقین کیلیے جنکو تعلیم سے دلچسپی ہے مفید ہے۔ بقول شمس العلماء منشی ذکاءاللہ صاحب اردو مین اس سے بہتر کتاب اس مضمون پر نہین لکھی گئی حجم ۵ جزو خوشخط قیمت ........ ۱ر

۴۔ **سیرۃ النبی** ۔ (حالات مکہ) صفحات اندازاً ۴۸۰ قیمت (۳ر) زیر طبع ہے درخواستین درج رجسٹر ہوتی ہین۔

## کتب از خواجہ غلام الثقلین بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی وکیل ہائی کورٹ

۵۔ **اصول اخلاق اسلام** ۲۰ صفحہ کا رسالہ بہت جلی اور خوشنما چھپا ہے۔ کم عمر بچون اور لڑکون کیلیے مفید ہے اور سرکار نظام کے مدرسون مین رائج ہے ۲ر کے ٹکٹ وصول ہونے پر ۳ رسالے محصول ڈاک دیکر بھیجدیئے جائینگے۔

۶۔ **لکچر کانفرنس لکھنو** ۔ اصول ترقی پر ۔ قیمت ........ ۲ر

۷۔ **اسیز اینڈ افرزمز** ۔ علمی اور فلسفیانہ مضمون انگریزی مین یعنی پولیٹکس تہذیب کلچر حیات المشاہیر اور ۳۰۰ مختصر کلمات نہایت عمدہ کاغذ پر چھپے ہین حجم ۱۲۵ صفحے قیمت سابق عہ قیمت حال ........ ۸ر

۸۔ **حیات جاوید** ۔ اس مشہور کتاب شمس العلماء مولانا الطاف حسین صاحب حالی نے سر سید مرحوم کی سوانحعمری لکھی ہے اور یہ تمام قومی اور ملکی معاملات مین مفصل حکیمانہ ریویو کتاب ہے اردو زبان کی بےنظیر سرمایہ فخر تصنیف ہے حجم ۵۰ جزو قیمت صرف ۷ر

۹۔ **رسالہ حدوث مادہ** ۔ قیمت ........ ۱ر

المشتہر

منیجر عصر جدید

رجسٹر نمبر اے ۲۲۹ قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۱۲ؔ

# عصر جدید

ایک ماہانہ ریویو

## مقاصد

مسلمانون کو ایک علمی سنجیدہ۔ اور کفایت شعار قوم بنانا

اڈیٹر خواجہ غلام الثقلین سکرٹری اصلاح تمدن۔ وکیل ہائیکورٹ

جلد ۴ مقام اشاعت۔ لکھنؤ۔ گولا گنج نمبر ۶

جون سنہ ۱۹۰۶ء



منشی محمد فخر الدین صاحب کے فخر المطابع پریس لکھنؤ مین چھپا۔

# اصول صیغۂ اصلاح

۱- عدل و اعتدال - یعنی میانہ روی پرہیز گاری - سادگی -
۲- کفایت شعاری - یعنی اسراف دولت - اسراف وقت سے بچنا - دولت کا صرف مفید کاموں میں کرنا - رسمیات کے اخراجات میں کمی کرنا -
۳- سعی و محنت - گداگری - بیکاری - سستی کو قابل نفرت سمجھنا - خود کام کرنا اور ایک شخص کو کام پر لگانا
۴- اتفاق - نیک مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے ملکر کوشش کرنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا

# ضروری ہدایات اور قواعد عصر جدید

(۱) رسالہ کا حجم ۴۴ صفحے سے کم نہ ہوگا -
(۲) قیمت پیشگی یا نقد ہوگی - یا بذریعہ ویلیوپے ایبل پارسل سالانہ معہ محصول ڈاک وغیرہ عہ
(۳) نمونہ کی درخواست کے ساتھ ۲ کے ٹکٹ آنے چاہئیں -
(۴) خط و کتابت یعنی نام - پتہ مضامین سب صاف اور خوشخط ہوں -
(۵) جملہ مناسب مضامین ترتیب اور گنجائش کے لحاظ سے چھاپے جاویں گے - بصورت عدم موافقت ایڈیٹر مضمون کو مختصر کرسکتا ہے - مگر مطلب پلٹ نہیں سکتا -
(۶) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ہونا مناسب ہے -
(۷) جو صاحب ایکسال یا چھ ماہ کی بابت نئے خریداروں کی قیمت داخل فرماوینگے انکو ایکسال یا چھ ماہ کیلئے رسالہ کمیشن میں ملیگا -
(۸) رسالہ نہ پہونچنے کی شکایت اندرون ۳۰ یوم وصول نہ ہو تو بعد رسالہ بھیجنا لازم نہ ہوگا -
(۹) ایسے معتبر کتب فروشوں کی ضرورت ہے جو ہمارا رسالہ اور کتب اپنی پاس رکھیں معقول کمیشن دیجائیگی تصفیہ بذریعہ خط و کتابت

**اجرت اشتہارات:** (۱) جو صاحب اخبار و رسائل بقدر رسادی ہمارے اشتہار چھاپیں ان سے کچھ اجرت نہ لیجائیگی
(۲) فحش کتب یا ادویہ کا اشتہار نہ چھپے گا (۳) اجرت اشتہار فی سطر ۲ مگر ایک روپیہ سے کم اجرت کا اشتہار نہ لیا جائیگا
(۴) اجرت فی صفحہ ایکبار کے لیے عہ ششماہی کے لیے عہ سالانہ عہ نصف حصہ ایکبار عہ ششماہی عہ سالانہ عہ
(۵) جبتک اشتہار چھپے رسالہ صاحبان اشتہار کو بلاقیمت ملیگا - مگر محصول ڈاک ان کو بھیجنا ہوگا -

# عصر جدید

## (مذہب اور دنیوی ترقی)

گذشتہ تاریخین جو کچھ ہمارے سامنے پیش کرتے ہین اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ قومون کی ترقی اور تنزل کا کبھی بھی ایک رخ یا ایک نمونہ نہین رہا ہے ۔ کوئی ایسا زمانہ نہین ہوگا جس مین کوئی نہ کوئی قوم مقابلتاً ترقی یافتہ نہ کہی جاتی ہو کوئی سا زمانہ ہو تو اوس مین کوئی نہ کوئی قوم مہذب اور ترقی یافتہ ہو گی دنیا پر بعض ایسے دور بھی ہوئے ہین کہ عموماً قومون اور نسلون کی حالت چندان شائستہ نہ تھی مگر پھر بھی اون مین نسبتاً بعض قومین بمقابلہ بعض کے کسی نہ کسی خصوصیت سے ممتاز اور سرافرازی مین ممتاز ہوتی رہی ہین ہر زمانہ مین ترقی اور تنزل کی بحث اپنے دینی رنگ مین چھڑتی رہی ہے اور ہر زمانہ مین ترقی اور تنزل کی تعریف یا کیفیت جداگانہ الفاظ اور معانی مین بیان کیجاتی رہی ہے ساون قومون مین بھی یہ بحث ہوتی رہی ہے جو کسی نہ کسی مذہب کی پابند تھیں اور اون قومون مین بھی جن کا کوئی دین یا کوئی مذہب نہین تھا۔

تاریخین شہادت دیتی ہیں کہ دنیوی اقبال یا دنیوی ترقی کا معیار ہمیشہ نہ تو مذہب رہا ہے اور نہ ہے آزادی یا لامذہبی مذہب کی پابند قومین بھی زمانہ مین ترقی پاتی رہی ہین اور لامذہب گروہ بھی اس کوچہ مین سے گذرے ہین جو قومین مذہب پرست تو کیا خدا پرست بھی نہین ہین اونھین بھی بمقابلہ بعض کے بعض کی حالت ترقی یافتہ اور مہذب رہی ہے اور بعض کی ناشائستہ اور غلامی مین گذری ہے مذہب کی پابند قومون کی حالت ترقی اور تہذیب بھی یکسان نہین رہی ہے ایک طرف ترقی کا سمان رہا ہے اور دوسری جانب غلامی اور تنزل اسی تمام افراد کی ہمتین اس مرحلہ پر

سے جاتی ہین کہ ترقی دنیا کے واسطے جیسے مذہب کی پابندی کی ضرورت نہین لیسے ہی یہہ قید اور یہ شرط بھی موزون نہیں معلوم ہوتی کہ مذہب چھوڑ کر ہی یا مذہب کی پابندی سے نکل کر ترقی اور تہذیب کی ڈگری ملتی ہے اگر لامذہبی یا آزادی یا ترک پابندی مذہب کا عام نتیجہ دنیوی ترقی اور دنیوی خوشی ہی ہوتی تو لازمی تھا کہ جو جو قومین کسی مذہب کی گرویدہ اور پابند تھین یا ہین اون کا کوئی حصہ یا کچھ جز و بھی تنزل و پستی مین نہ رہتا حالانکہ ہمیں دنیا کے گذشتہ واقعات سانحات اور حال کی کیفیات اسکے خلاف تعلیم دیتی ہین بہت سے گروہ باوجود عدم پابندی مذہب اور ناخدا پرستی کے بھی تنزل اور پستی کی نذر ہو چکے ہین اون کی ترقی اور انکا عروج مدتون سے بند اور اونکی رفتار اقبال صدیون سے سست ہے اور اون کے مقابلہ مین بعض فرقے جو مذہب کے پابند ہین اچھی حالت مین ہین اگر لامذہبی ہمیشہ کے واسطے موجب نشو و نما اور ترقی ہوتی تو ضرور تھا کہ اُن فرقون مین کبھی تنزل اور پستی کی ہوا نہ چلتی جو مذہب اور مذہبی پابندیون سے کوسون دور ہین روس کی حالت بمقابلہ انگلنڈ کے بہت خراب اور قابل افسوس ہے یون کوئی یورپ مین طاقت کے خیال سے کوئی نکتہ چینی نہ کرے تو یہ ایک دوسری بات ہے لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ روسیون مین انگلستان جیسے ترقی نمایان ہے حالانکہ روسی لوگ بھی مذہبی پابندیون سے اُسی طرح گھبراتے ہین جس طرح انگلستان کے لوگ لازم تھا کہ اس وجہہ سے دونون مین یکسان ترقی اور یکسان عروج ہوتا یہ تباین ظاہر کر رہا ہے کہ مذہب کی پابندی اور لامذہبی قومی ترقی مین بالخصوص مؤثر نہین ہے بہ این حالات جیسے یہ کہا جاتا ہے کہ ”کسی قوم کی ترقی کے واسطے مذہبی پابندی یا اتباع مذہب لازمی اور ضروری نہین ہے“ –

ایسے ہی یہ بھی کہا جاویگا کہ ”کسی قوم کی ترقی کے واسطے محض لامذہبی اور آزاد منشی بھی لازمی اور ضروری نہین ہے – یا یہ کہ بعض قومون نے مذہب ہی مین رہکر ترقی پائی ہے –

ہمارے سامنے جدید اور گذشتہ دونون نمونے موجود ہیں ہم اُن سے یہ اطمینان کرسکتے ہین کہ اون نمونون مین سے کتنے نمونے ایسے ہین جو مذہب اور مذہبی پابندی کے ماتحت ہین اور کتنے ایسے ہین جن مین لامذہبی اور آزادی پائی جاتی ہے ہماری راے مین یہ دونون شقین مساوی الاثر ہین اگر کسی وقت مذہبی تحریکات اور مذہبی پابندی ترقی مین مزاحم ہوتی ہے – تو کسی وقت

لامذہبی اور آزادی بھی وبال جان ہو جاتی ہے۔

اگر ہم مجموعی ترقی کی بحث چھوڑ کر شخصی ترقی کا موازنہ کریں تو ہمیں اوس سے بھی یہ ثبوت ملجاویگا کہ اگر مذہب کی پابندیوں مین کمی اور تنزل ہوتا ہے تو لامذہبیوں اور آزادمنشوں مین بھی ایسی جنا چنین پائی جاتی ہین یوروپ مین جہان مذہب اور مذہب کی پابندی سکرات موت پیر ہے وہان بھی یکسان حالت نہین سب لوگ آزاد اور قریبًا مذہب سے غافل ہین یا بے سب سواے چند کے محض فیشن[۱] کے طور پر مذہب کے ہوا خواہ ہین باوجود اس یک جہتی کے اون مین بھی ترقی اور تنزل کی رفتار یکسان نہین ہے مغربی لنڈن اور مشرقی لنڈن مین جو فرق اور جو حد فاصل ہے وہ ایک اچھا ثبوت پیش کر سکتی ہے بے شک جاپان نے لامذہبی اور آزادی مین ترقی اور فتوحات حاصل کی ہین اور وہان مذہب کی کوئی قدر نہین ہے لیکن اگر خدانخواستہ جاپانی روس کے مقابلہ مین شکست کھاجاوین یا کھا جاتے تو اوس وقت اون کی لامذہبی اور آزاد منشی کی نسبت کیا یہ کہاجاتا کہ ” اونکی یہ شکست اور یہ ہزیمت محض لامذہبی کی بدولت ہے بوئروں اور انگریزون کی لڑائی ایک ہی مذہب مین ہوئی ہے وہ بھی یورپین اور تہذیب یافتہ اور وہ بھی اونکا گوشت و پوست جو پابندی مذہب بوئروں مین ہے وہی یا اوس کے قریب قریب انگریزون مین بھی گویا دونون برابر کے جوڑ تھے اب کوئی پوچھے کہ بوئر کیون ہارے اور انگریز کیون جیتے مذہبی پابندی اور لامذہبی نے اون دونون مین کیا کچھ تصرف کیا ایک ہوشیار اور تجربہ کار جنرل اس شکست و فتح کی جو وجہ بتلائیگا وہ مذہب اور لامذہبی کے سوال یا بحث سے بہت دور ہوگی۔ اور ہم باعتبار اس بحث کے یہ کہ سکینگے کہ بوئرون کی شکست اور انگریزون کی فتح مین مذہب اور لامذہبی کی کوئی بحث ہی نہین تھی یہ کچھ اور ہی معاملہ تھا۔ اگر انگریز پورے طور پر مذہب کے پابند ہوتے تو اوس صورت مین بھی بوئرون پر فتح پاتے اور اگر بوئر سرے سے دہریہ ہی ہوتے تب بھی اونھین انگریزون کے مقابلہ مین کبھی بھی نصرت و فتح نصیب

---

[۱] یوروپ والوں کی یہ بھی دانائی اور دور اندیشی ہے کہ وہ باوجود اس نفرت کے فیشن کے لحاظ سے تو کوئی مذہب رکھتے ہین ہمارے ملک مین تو یہ فیشن بھی اوٹھتا جاتا ہے مذہب کیا خدا کے نام سے بھی نفرت اور کراہت ہے ۱۲۔

نہ ہونی کامیابی مین نیکی اور بدی کا خواہ شخصی کامیابی ہو اور خواہ قومی کامیابی ہو کلیہ کے طور پر ہمیشہ دخل اور اثر نہین ہوتا ہے ہم یہ کبھی بھی نہین کہہ سکتے ہین کہ ہمیشہ نیکی ہی فتح پاتی ہے یا بدون کو ہمیشہ شکست ہوتی ہے ہم دیکھتے ہین کہ "ایک پارسا عابد بھوک سے مرتا ہو" اور ایک بدمعاش خوشحال ہے"، کبھی ایک بدمعاش مصیبت مین ہوتا ہے اور ایک عابد خوشحالی"

ایسی نظیرین ہمین ایک کلیہ قائم کرنے سے زور کے ساتھ روکتے ہین اگر ہم ایسی نظیرون سے کوئی کلیہ قائم کرنے کے مجاز ہین تو پھر کبھی ہمین ایک بدمعاش اور بدروبہ فرقہ کی ترقی سے یہ اصول قرار دینا پڑے گا کہ "کامیابی اور ترقی کے واسطے بدمعاشی لازمی اور ضروری ہے" اور ایک عابد اور پابند مذہب کی کامیابی یہ یقین کرادے گی کہ "مذہبی پابندی سے ہی کامیابی ہوتی ہے" اس قسم کے سوالات اور بحثین اوس وقت رہتی ہین کہ جب ہم ایک شق کی نفرت دل مین رکھکر بحث کرتے ہین جب خود ہمارے دل مین خداپرستی اور مذہب سے نفرت ہوجاتی ہے یا یہ کہ جب مذہب ہماری آزادی مین مزاحم ہوجاتا ہے اور مذہب کی پابندی ہمین مطعون کرتی ہین تو اوس وقت ہمین یہ سوجھتی ہے کہ مذہب ہی ہماری ترقی کا علاج ہے اور مذہبی پابندی سے ہی ہم اس حالت کو پہونچے ہین ہم اس مایوسی کی حالت مین یہ نہین خیال کرتے کہ ترقی یافتہ قوم کی ترقی کے موجبات کیا ہین ہم جس رنگ مین خود ہوتے ہین اوس رنگ مین دوسرے کو خیال کرتے ہین مثلاً ایک مذہب پرست ہمیشہ کسی دوسرے مذہب پرست کی ترقی کا موجب مذہب ہی قرار دیگا اور ایک بدمذہب ہمیشہ لامذہبون کی ترقیات کا موجب اون کی لامذہبی اور آزادی ہی سمجھے گا۔ یہ تو اپنی ہی حالت کا عکس ہے جاپان نے بیشک بجلی کی رفتار مین روشن ترقی کی ہے لیکن اون کی ترقی کا صرف لامذہبی یا آزادی مذہب کو ہی اصلی مذہب قرار دینا درست نہین ہے۔ اگر لامذہبی اور آزادی کے ساتھ اون مین "اتفاق" "وہمت" لیاقت "شجاعت"، "محنت" "دولت"، صداقت "ہمدردی"، خلوص وغیرہ نہ ہوتا تو اون کی لامذہبی اور آزادی کیا کچھ مدد دے سکتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی دریافت کرتے رہتے ہین کہ ان لاتعد امور مین سے کتنے ایسے امور ہین جو مذہب کے خلاف اور لامذہبی کے مؤید ہین کتنے امور ایسے ہین کہ جس کی مذہب مین تردید اور تکذیب کی گئی ہے اگر جاپانی

قوم دنیا کے کسی نہ کسی مذہب کی پابند بھی ہو کر ان اوصاف سے متصف ہوتی تو کیا وہ دنیا پر
فتح نہ پاتی اور اوسے یہ ترقی نصیب نہ ہوتی یہ بات جدا ہے کہ مذہب بجائے خود ایک ایسی
گندی کیفیت مان لیجاوے کہ وہ ہر حالت مین نقصان رساں ہے ثابت ہو گو آجکل اسلام اور مسلمان
ہر ایک برائی کا مرجع ہین دوسرون کے نزدیک ہی نہین بلکہ خود بعض مسلمان بھی اس سے سخت بیزار ہین
لیکن تاریخین یہ تو منواتی ہین کہ مسلمانون نے کسی نہ کسی زمانہ مین کچھ نہ کچھ ترقی تو کی تھی اور اوس کے
ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا ہی پڑیگا کہ اُن مین مذہب کی پابندی بھی کچھ نہ کچھ تھی۔ اگر کوئی قوم پابندی
مذہب سے ترقی نہین کر سکتی تو ہم حیران ہین کہ مسلمانون نے کیون ترقی کی پھر بھی کہنا پڑیگا کہ درحقیقت
وہ لامذہب اور آزاد منش تھے۔ کیونکہ جب ہم یہ قرار دیتے ہین کہ مذہبی پابندی ترقی کے مانع ہے
تو جو قوم ہمیشہ مذہب کی پابند رہی اوسے کیونکر ترقی یافتہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ مان لیا جاتا
کہ اسلام مسلمانون کی ترقی کا باعث نہین ہوا اور اسلام نے مسلمانون کو سوائے اللہ ہو کرنے کے کچھ
نہین سکھایا اور اسلام مین ترقی دینے اور مذہب بنانے کی سر مو طاقت نہین یا یہ کہ اسلام کا وجود
محض بے سود اور محض لا مصرف تھا۔ اور اوس کی تعلیم مین کوئی بھی زور یا صداقت نہین لیکن یہ سوال
ضرور ہوگا کہ ان مسلمانون نے اسلام مین آکر جو کچھ حاصل کیا وہ اسلام کی بدولت ہے یا کسی اور زمانہ
سازی کے طفیل اور یہ بھی کہ اسلام نے مسلمانون یا اون بدقسمت لوگون کو (جنھین اب اون کی
ذریات اچھی نگاہون سے نہین دیکھتی) جو اوس مین داخل ہوتے تھے کیا کچھ تعلیم دیتے تھے قبل
اسکے کہ ان باتون یا ان سوالات کا جواب دیا جاوے یہ دیکھنا ہے کہ ترقی دنیوی کے اسباب کیا ہین
ہم تسلیم کرتے ہین کہ سب سے بڑا موجب ہمارے ترقی کا زمانہ شناسی اور وقت پرستی ہے اور اونکے
ساتھ ہی ہمین یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ زمانہ شناسی اور وقت پرستی ہمین وہی باتین سکھاتی اور اوس
محور پر لیجاتی ہے جو تمام دنیا کے دور اندیشون اور محتاط لوگون نے قرار دے رکھے ہین
اور اون کا لب لباب وہی ہے جو ہمنے اس مضمون مین جاپان کے سلسلہ مین بیان کیا ہے بس
یہی صورتین اور یہی باتین ہر ایک قوم کی ترقی اور عروج کا موجب ہین اگر اسلام نے یہ باتین
یا اونکا بہت کچھ حصہ ہمین سکھایا ہے تو اسلام مین ایک طاقت ضرور پائی جاتی ہے ہان اگر اسلام
ان کے صریح منافی ہے تو ہمین اسلام کے نام سے بھی نفرت ہونی چاہیے بیشک مذہب مین روحانی

پارٹ زیادہ لیتا ہے اور اُسکا اکثر حصہ روحانیات ہی سے متعلق ہے لیکن ہم دینوی معاملات کا دامن روحانیات سے کہانتک پاک کرسکتے ہین - مذہب تعلیم دیتا ہے "سچ بولو" صادق رہو فساد نہ کرو" ایک دوسرے سے ہمدردی کرو" غریبون پر رحم کرو" رشوت نہ لو" زنا نکرو" غیبت نہ کرو" چوری نکرو" دوسرے کا مال نہ کھاؤ" اپنی مدد آپ کرو" کیا اِن باتون اور ان اصولون کی دنیاداری یا دنیا مین ضرورت نہین ہے کیا ان کے سوا کوئی دنیادار سچا دنیادار اور محترم ترقی یافتہ ہوسکتا ہے کیا ان کے سوا کوئی شخص کوئی فرد بھی دنیا مین ترقی پاسکتا ہے کیا کوئی قوم ترقی یافتہ بھی ان اوصاف سے خالی ہے کیا جن ترقی یافتہ لامذہب اقوام مین یہ باتین نہین پائی جاتین وہ انسانی جماعتون مین عزت سے شامل کیجاتی ہین یا اُنھین دنیا کے طبقہ پر کوئی عزت اور نیک شہرت ہے کوئی متنفس بھی اس سے انحراف نہین کرسکتا - کہ دنیادارون کے کامو نمین قانون ملکی یا قانون سوسائٹی یا اخلاقی قیودات کی سخت پابندی کیجاتی ہے گو بعض روحین اور بعض دماغ صرف خدا اور ربانی مذہب کے نام سے گھبرتے اور جوش مین آجاتے ہین اور اون کے نازک دماغون پر خدا کا نام اور ربانی مذہب کا ذکر بہت ہی بُرا اثر کرتا ہے لیکن کسی ملکی یا سوشیل و اخلاقی قانون سے وہ بھی باہر اور آزاد نہین ہین باوجود لامذہب اور آزاد ہونے کے یہ تمام قسم کی پابندیان شامل حال رہتی ہین اور اگر ان کی پابندی نہ رکھی جاوے تو کوئی فرد یا کوئی قوم بھی ترقی یافتہ نہین کہی جاسکتی - اگر ایک گروہ یا ایک قوم جھوٹ مکر اور فریب و دغا بازی ظلم و ستم سے ترقی پاتی ہے تو کبھی بھی نہین کہا جاسکتا کہ وہ ترقی یافتہ ہے - لٹیرے وہی کام اور ویسی ہی کوشش کرتے ہین جو ایک ملک کا والی کیا کرتا ہے لیکن پہلون کو ڈاکو کہا جاتا ہے اور دوسرا ایک قوم کا ایک ملک کا بادشاہ اور فرمان روا ہوتا ہے - ان دونون مین یہ تمیز کیون کیجاتی ہے صرف اسواسطے کہ پہلا گروہ ایک بے ضابطگی کرتا ہے اور دوسرا فرد کسی نہ کسی ضابطہ پر چلتا ہے ہر شعبہ کی اصطلاحین جُداگانہ ہوتی ہین جب ایک قوم اور ایک جوشیلی گورنمنٹ کا عایا اور فوج کا حوصلہ بڑھاتی اور غنیم کے مقابلہ مین لیجاتی ہے تو ان الفاظ مین مخاطب کرتی ہے "ہماری آزادی ہماری قومیت تب ہی بچ سکتی ہے جب ہم دل سے جان سے مال سے عزت سے غنیم کا مقابلہ کرین اپنی آزادی کی حفاظت کرنا ہمارا ذاتی فرض ہے" جب ایک مذہبی گروہ یہ کام نکالنا چاہتا ہے تو وہ ان الفاظ مین حوصلہ اور جوش دلاتا ہے "جو شخص دین کے واسطے

جان دیتا ہے وہ نجات پاتا ہے اور جو شخص خودغرضی سے لڑتا ہے وہ جہنمی ہے فی سبیل اللہ لڑو اور علیم کی مدافعت کر کے دکھاؤ۔ ان دونوں پریچوں کا مفہوم قریباً ایک ہی ہے۔ لیکن جب دوسری پریچ اور حوصلہ افزائی مذہب کی زبان سے سنائی دیتی ہے تو سننے والوں میں سے بعض جوش میں آجاتے ہیں۔ مذہب کا لفظ ایک خوفناک لفظ ہوتا جاتا ہے اچھی باتیں مذہب کے پیرایہ میں بری معلوم ہوتی ہیں جب ایک فلسفی خدا کی وحدت اور ذات پر بحث کرتا ہے تو بعض لوگ شوق سے سنتے ہیں لیکن جب ایک بانی مذہب یہی وعظ کرتا ہے تو ماتھوں پر بل پڑنے لگتے ہیں جب کبھی یہ کہا جاتا ہے "ہر مذہب ہمیں ترقی سے روکتا ہے" یا مذہب ترقی کی منافی ہے تو اسے فوراً مان لیا جاتا ہے حالانکہ ادھر ہم مذہب کی پابندی کیا مذہب سے خبر بھی نہیں رکھتے۔ آج کل اسلام کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ترقی سے روک رہا ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کتنے مسلمان بالخصوص وہ گروہ جو اسلام کا نام لیوا ہی ہیں لامذہبی کی صورت میں ترقی یافتہ ہے یا وہ نہیں ترقی یافتہ جماعتوں میں جگہ دیجا سکتی ہے۔ دنیا کی کل اسلامی جماعتوں میں مذہب صرف برائے نام بالطور ایک جنبش کے پایا جاتا ہے لازمی تو تھا کہ ان میں ترقی کے آثار نمایاں ہوتے مگر باوجود اس آزادی کے بھی ہمان کاسہ ہمان آش ہے ہاں یہ ضرور ابھی کسر باقی ہے کہ اکثر حصہ مسلمانوں کا برائے نام خدا کے وجود یا بانی مذہب کی تصدیق کرتا ہے آزمائش کے واسطے یہ دو لمر اون کے لیے اگر توڑ دیے جاویں تو تجربہ ہو سکتا ہے کہ دہریہ پن کسقدر ترقی میں حصہ لیتا ہے ہماری رائے میں اگر واقعی یہ دو کرخت امر ہیں لیکن ہماری ترقی دینوی میں حائل اور حارج ہیں تو ان کا رکھنا بھی لازمی نہیں ہے۔ انھیں بھی توڑ کر دیکھا جاوے شاید خدا ہی ہماری بدقسمتی اور تنزل کا باعث ہو۔ ابن ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر خدا کی خدائی کے انکار سے ہمیں جو کچھ حاصل ہونے کی امید ہے وہ ان حالات سے خالی نہیں "ہم عاقبت کے خدشوں سے رہائی پا جائنگے"۔ "ہم بالکل آزاد ہو کر زندگی بسر کرینگے" "ہم ایک ڈراونی اور وہمی طاقت کے پابند نہ رہینگے"۔ "ہم میں باہم صلح اور آشتی کے سامان پیدا ہوتے جاوینگے" ان خدشات کے دور ہونے پر بھی کیا ہمیں اون اسباب اور اون مواد کی ضرورت نہ ہوگی جو ترقی کے واسطے لازمی ہیں۔ اور جنگی حکمت اور مذہب یکسان تعلیم دیتے ہیں اگر باوجود اسکے بھی اونھیں

پابندیون مین ہم جکڑے رہین گے تو خدا اور کسی بانی مذہب کا چھوڑنا نہ چھوڑنا برابر ہی رہا - اگر خدا یا کسی مذہب کا چھوڑنا اوس کی پابندیون سے آزاد ہوجانا واقعی ایک قومی اثر رکھتا ہے تو لازم تھا کہ دنیا کی موجودہ اور گذشتہ وحشی قومین سب سے تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ شمار ہوتین کیونکہ اونمین مذہب کیا خدا کا نام تک بھی نہ تھا حالانکہ وہ اخیر تک سب سے اخیر ہی رہین - ہر ایک قوم کی ترقی اور اقبال کی دو وجہین ہین وحکومت،، فارغ البالی حکومت کا حاصل ہونا - نہ تو کسی مذہب اور مذہبی پابندیون پر موقوف ہے - اور نہ کسی آزادی اور لا مذہبی پر یہ خدا کے کام ہین -

(بشرطیکہ ہم خدا کے وجود کے معترف ہون) باتفاق ہے تاریخین تبلاتی ہین کہ بڑی بڑی ترقی یافتہ قومین چند ہی سال مین حکومتون سے معزول کی گئین اور اون قومون کو ادن پر حاوی اور غالب کیا گیا جو کچھ بھی نہ تھین - صدیون کے گھرانے دنون مین تباہ اور برباد ہوگئے ہزارون برس کی بادشاہتین دنون مین غائب کردی گئین - مٹنے اور تباہ ہونے پر لوگون نے بوعث تباہی پر بحثین کین اور اپنے اپنے عندیہ کے موافق نتیجے نکالے -

جب ایک قوم دوسری قوم پر غالب اور مسلط کی جاتی ہے تو غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ واقعی اسی صورت مین جب ایک مغلوب قوم مین سے انصاف - صلاحیت - خلوص اُٹھ جاتا ہے تو دوسری قوم اُس پر غالب کردی جاتی ہے - ہر ایک قوم کم و بیش اپنا اپنا پارٹ دکھا کر غائب غلہ ہوجاتی ہے - **مذہب کی پابند ہو یا لا مذہب** ایسے بوعث اور ایسے اسباب پیدا ہوجاتے ہین جن سے دنون مین ہی ستیاناس ہوجاتا ہے کوئی حکومت بہت عمر پا کر گرتی ہے اور کوئی کم ان تمام تغیرات اور انقلابات سے ہمین تو یہ پتہ لگتا ہے کہ ہمارے اوپر کوئی اعلیٰ قوت ہے گو اس کی طاقت کا ماننا زمانہ موجودہ کی تہذیب کے گونہ خلاف ہے مگر واقعات منواتے ہین فارغ البالی ہمیشہ میانہ روی - صداقت - صلاحیت - خلوص دلسوزی - ہمدردی - محبت - کفایت شعاری - اپنی مدد آپ کرنا - استقلال - زراعت - تجارت سفر سے چلتی ہے مذہب انکا حارج نہین اور لا مذہبی مؤید نہین چاہی مذہب کے پابند رہو اور چاہے لا مذہبی رکھو ان دونون حالتون مین ان مواد کی ضرورت رہتی ہے -

یہ کہ مذہب نرے روحانی کیفیات کے ہی متعلق ہے درست نہین ہے بیشک اوسکا بڑا حصہ

اور بڑی تعلیم روحانیات کے متعلق ہے لیکن جسطرح روح اور جسم مین ایک واسطہ
مانا گیا ہے اوسی طرح روحانی مقاصد کو دنیاوی مقاصد سے بھی ایک نسبت ہے اگر ہم
دنیا کی خاطر مذہبی پابندی سے نکلنا چاہین تو خود ہمین دنیا داری کے ضوابط سے بھی باہر
جانا پڑے گا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ ہم دنیاوی ترقی سوای لامذہبی کے کرہی نہین سکتے تو بڑی
مشکل پڑے گی جن قومون نے اسے محسوس نہین کیا ہے اون کی بحث تو جدا ہے جن
لوگون نے اسے محسوس کیا ہے اون کی حالت جداگانہ جس طرح ہم جسمانی مشاغل مین رہکر
روحانی خیالات سے باز نہین رہتے اوسی طرح دنیاوی مشاغل مین رہ کر مذہبی مشاغل سے
کیونکر باز رہسکتے ہین مثلاً مذہب ہمین سکھلاتا ہے کہ دھوکہ اور فریب یا سینہ زوری سے
کوئی مال نہین لینا چاہیے دنیاوی حرص کا خیال ہمین مجبور کرتا ہے کہ جس طرح ہو سکے
ایسا کیا جاوے اس صورت مین ہم صرف ایک ہی راہ لے سکتے ہین ہمارے خیال مین
مذہبی پابندی کے ساتھ ساتھ ہم دنیاوی ترقی بھی کر سکتے ہین چنانچہ دنیا مین اس کی نظیرین
موجود ہین یہ کہنا کہ جاپان یا ہنود کسی مذہب کے پابند نہ تھے یا اب وہ کسی مذہب
یا کسی دین کے حامی نہین ہین درست نہین ہے ہمین موجودہ ملاؤن کے مذہبی کتابین
اور ہندؤن کے موجودہ مذہبی مباحثے معلوم ہی نہین بلکہ یقین بھی دلاتے ہین کہ وہ ایک مذہب کے پابند
رہ کر ترقی کر رہے ہین وہ تمام قسم کی ترقیات اور علوم و فنون کی بنیاد وید کو ہی بتلاتے ہین اور تمام دنیا کو
ان الفاظ مین دعوت نہین کرتے کہ تم ہماری طرح لامذہبی کے دائرہ مین آکر ترقی پا سکتے ہو بلکہ ان
الفاظ مین کہ وہ دنیا کی کوئی قوم بھی سوائے اتباع وید شریف کے ترقی نہین پا سکتی وید کی
رشیون منیون پر ایمان لانے سے ہی ہر قوم بڑھ اور پھول سکتی ہے جو قوم آریہ مذہب پر نہین چلے گی
وہ ہمیشہ کے لیے نابود و نیست کر دیجاوے گی گو مسلمان تعلیم یافتہ خوش قسمتی سے نماز اور روزے
سے باہر نکل گئے ہون اور گو اون کے خیال مین قرآن۔ نبی۔ خدا۔ نماز۔ روزہ ایک بے مصرف
فضول روی شغل یا عقیدہ ہو لیکن ہنود بھائیون کے نزدیک ہون۔ پوجا۔ بھجن۔ گیان فضول
روی نہین ہین۔ ہر اتوار کو آریہ سماج مین ہندؤن کی بھگتی اور عبادت کا لطف آسکتا ہے۔
سناتن دھرم والے بھی ہنودون مین داخل ہین وہ بھی ترقی یافتہ اور فارغ البال ہین ان مین بت پرستی

بھی کی جاتی ہے ـ سکھون مین ایک زور آور فرقہ پنجاب کا ہے بابا نانک صاحب کی تصدیق اور سری گرو گرنت صاحب کی تعلیم بڑی گرمجوشی سے تسلیم کی جاتی ہے باوجود ان ترقیون اور فارغ البالی کے اب تک اہل ہنود میں کسی مسلمان یا ملیچھ کے ساتھ اسی کی پوری کچوری کا ۔ لگ جانا پاپا کی کا موجب ہے کیا اس تنگ خیالی پر بھی ان لوگون کا دن بدن بمقابلہ مسلمانون کے ترقی پاتے جانا یہ نہین ثابت کرتا کہ مذہبی پابندی کسی دنیوی ترقی کے مانع نہین ہے پارسیون مین باوجود اس فوق الطبع ترقی اور شائستگی کے اب تک **آتش پرستی کا عقیدہ باقی** ہے ہزارون گھرون مین سے دو چار گھر ہی شعلہائے نار سے خالی ہونگے ـ مگر یہ تو اپنی اپنی قسمت ہے پارسیون کو ترقی کرنے سے آگ تو نہین روکتی لیکن ہم بدقسمتون کو نماز اور خدا یا رسول کا نام ترقی سے روکتا ہے بلاشبہ یوروپ مین مذہب کی کساد بازاری ہے لیکن پادریون کے جماعتیں باوجود سخت مذہبی ہونے کے ہمارے علماء کرام سے ترقی یافتہ ہین اون کا باعث کیا کچھ سمجھا جا سکتا ہے اگر ہماری ہمسایہ قومین مذہب قائم رکھ کر بھی ترقی کرتی جاتی ہین تو ہمارے واسطے یہ تجویز پیش کرنا کہ ہم سوائے مذہب چھوڑنے کے ترقی کر ہی نہین سکتے ـ ایک حیران کر دینے والی بحث ہوگی اگر واقعی قوم کے دوراندیش ممبرون کی یہی رائے ہے تو بجائے اس معمہ اور چیستان کی آزادی سے یہ قرار دینا لازمی ہوگا کہ در اصل اسلام باعتبار مذہب کے بھی لاشئی اور فضول ہے ـ اور اس جہت سے اوس کا ترک کر دینا لازمی ہے ـ لاہور کے ایک لکچر مین مہاشی دھرم پال جی صاحب (سابق منشی عبدالغفور) نے یہ خوشخبری دی تھی کہ دو ثلث مسلمان مولوی آریہ بننے کو تیار ہین لیکن اون کی گذارہ کا کوئی بند و بست کیا جاوے ہماری رائے ہین اگر بالاتفاق ایک اسلامی جماعت کچھ تحقیق کے بعد ترک اسلام پر تیار ہے تو ہمین فرد گا فرد جانے سے بہت فائدہ نہ ہوگا جہان یہ کانفرنسین اور کمیٹیان کی جاتی ہین کہ مسلمانون کی اصلاح کیونکر ہو اگر بجائے اونکے سرے سے یہی بحث کی جاوے کہ اسلام مسلمانون کے کہانتک مناسب ہے تو زیادہ تر فائدہ

ـــــــــــ

سلہ ـ بڑے بڑے عہدہ دار ذی علم آریاؤن اور سناتن دھرمی ہنودون کی یہ رائے ہے کہ جب تک ہم ہنود ویدکی تعلیمات پر چلتے تھے تب تک ہمین ہر ایک طرح کی ترقی حاصل تھی جب سے ہمنے ویدکو چھوڑا ترقی نے ہمین چھوڑ دیا البعض مسلمان بجائے اسکے یہ کہتے ہین عرب کی وحشت اسلام کی نحوست اور دین کی تعلیم نے ہمین دن دکھائے ہین معلوم نہین تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا ۱۲

ہوگا اگر ایک جنرل ٹیٹک کے بعد اسلام چھوڑنا قرار دیا جاوے تو بہت سے مضطرب روحین اس طرح
خیر ین حصہ لین گی - اور کیا تعجب ہے کہ رفتہ رفتہ مسلمانون کی جماعتون کا اکثر حصہ اس سود مند راہ
کی جانب آنا پسند کرے - اگر اسلام واقعی ہماری ترقی اور ہمارے عروج کا مانع ہے تو اسکا اختیار
کیا جانا لازمی نہین ہے - لیکن جب تک مورل کرج سے یہ دیوار نہیں توڑی جاوے گی
کوئی عملی اثر نہیں ہوگا -

راقم ڈاوان ڈول

نوٹ جس مشہور فاضل اور فلسفی مضمون نگار نے یہ آرٹکل لکھا ہے اون کے نام پہچاننے
مین کوئی دقت نہ ہوگی لیکن بہت سی باتین جو طنزاً لکھی گئی ہین یقین ہے کہ لوگ اون کو طنزاً
ہی سمجھینگے فقط اڈیٹر -

# "مسئلہ ازدواج"

یورپ کی نئی روشنی کی چکا چوندھ نے ہمارے خیالات کو منتشر کر دیا ہے اور اسقدر اختلاف عادات
و اختلاف خیالات ہمین پیدا ہو گیا ہے کہ جس کی وجہ سے ہم عاجز ہو گئے ہین اور جی یہ چاہتا ہے
کہ اس کشاکشہائے وجود کی زنجیر توڑ کر کہین نکل بھاگین اور کسی ایسے دیس و ملک مین جا بسین جہان
ان تمام جھنجھٹون اور جھگڑون سے نجات ملے - غرض دنیا کے ان بکھیڑون سے علحدہ ہو کر گوشہ
عافیت مین زندگی کاٹ دین - انسان کی زندگی کی سب سے بھلی اور بڑی کٹھن منزل وہ ہوتی
ہے جسمین اسے اپنی نوع مین تشنہ بنے کا اتفاق ہوتا ہے اسے پیشتر جریدہ تن تنہا تھا اب اسکے
گلے مین آرزو اور امیدون کا ایک نیا کٹھلا ڈال دیا جاتا ہے - اس کٹھلا کا پڑنا تو ضرور ی ہے
اور بقاعدہ نیچر کوئی اس سے مستثنیٰ نہین ہو سکتا اور کون ایسا ہے جو اس حمائل انسانی سے دست بردار
ہو مگر پسند اور رغبت عجیب چیز ہے - یورپ کی نئی روشنی والے جو ہندوستان مین حشرات الارض
کی طرح سیکڑون ہزارون پیدا ہو گئے ہین وہ اپنے باپ دادون سے ایک ایسی درخواست کرتے
ہین کہ جو انکے ہفتاد پشت مین کسی نے بھی نہ سنی ہوگی باپ ہین کہ اولاد سے خفا ہین کوئی ہے
اسے عاق کیے دیتا ہے کوئی صورت دیکھنے کا روادار نہین آخر بیچاری اولاد کرے تو کیا کرے

وہ تو یہ فرمایش کرے ہی گی اسمین اسکا کیا قصور اسکا وبال ماں باپ کی گردن پر شعر درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ٭ باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش آخر وہ فرمایش کیا ہے۔ یعنی وہ بھی نہ تھی وہ فرمایش بیاہ شادی کے متعلق ہے وہ کہتے ہین اولاً عورت حسین وخوبصورت ہو اور شادی سے پہلے ہم اسے دیکھ بھال لین اور اس سے بات چیت کرلین ثانیاً عورت قریب کی رشتہ دار نہ ہو اور شریف خاندان کی تربیت یافتہ ہو ثالثاً مہر حسب حیثیت باندھا جائے اور شادی کی فضول رسمین جن مین خرچ زائد ہوتا ہے چھوڑدی جایئن۔

پہلا سوال تو اولاد کا بالکل کوتاہ نظری اور کم عقلی کی بنا پر ہے اسمین ماں باپ حق بجانب ہین دوسرا سوال ان بوڑھے باپون کی سمجھ سے باہر ہے لہذا اسمین خود مختاری برتنی چاہیے اس لئے کہ وہ خود بھی چاہتے ہین کہ جہانتک ہو آپس ہی مین شادی بیاہ ہون۔ ہمارے باپ دادا کے ملائے ہوئے رشتے نہ ٹوٹین مگر یہ نہین جانتے کہ وہ رشتہ تو رشتہ یہان جینے رشتہ چلتا ہے وہ تھوڑے دنون مین معدوم ہوجائینگے۔ رہگیا تیسرا سوال تو اسمین بھی اولاد حق بجانب ہے اور باپ ماں غلطی پر ہین وہ تو کہتے ہین کہ ایک ہنگامہ پر موقوف ہے گھر کی رونق۔ اگر شادی بیاہ مین یہ ریت ورسوم نہ ہون تو بھلا کوئی ہمارے یہان کاہے کو آئے اور پھر بھلا ہمارے دل مین جو تمھارے سہرا بندھنے کے حوصلے تھے وہ کیسے پورے ہونگے یہ افسوس ہے اس تیسرے سوال سے بھی نا واقف محض ہین اور اس کی کنہ انکے نزدیک بالکل مجہول ہے وہ دولت کے ثمر وغیر ثمر ہونے مین امتیاز کرتے ہی نہین وہ اولاد پر روپیہ صرف کرنا اپنا فرض منصبی خیال کرے ہین مگر اس صرف دولت مین جا و بیجا کا کچھ خیال نہین بس اولاد کا نام آیا اور وہ روپیہ اس پر سے نثار رہے۔ ان کو اپنی خوشی سے مطلب مگر اولاد کی آیندہ تکلیف سے وہ بالکل بے خبر ہین یہ ہم نہین کہتے کہ وہ بالارادہ جان بوجھ کر یہ سب باتین کرتے ہین نہین اگر انکو یہ یقین دلایا جاے کہ بعد کو واقعی تمھاری اولاد تکلیف ومصیبت مین زندگی بسر کریگی تو وہ قطعاً ان تمام باتون سے باز رہین مگر انکی سمجھ تو الٹی ہے یقین انھین دلاوے کون جو انسے یہ کہے وہ حاسد علیحدہ بنے اور انکا برا چاہنا ٹھہرے۔ کہنے کو ہو کہ ہماری اولاد کی کوئی بات دیکھ نہین سکتا مگر یہ سب فضول ہے گورنمنٹ نے ان کے منشار کے مطابق مہر حسب حیثیت کردیا۔ رہگیئن فضول رسمین تو وہ مفلسی خود ہی بند کرا دے گی۔

اب پہلا سوال دیکھیے آیین ماں باپ حق بجانب کیوں ہیں اور اولاد کیوں غلطی پر ہے اسکے وجوہات حسب ذیل ہیں کوئی شخص ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے اور برضا و رغبت اسنے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا تو سوال یہ ہے کہ اسنے اس لڑکی کو کیوں ترجیح دی کیا اسنے اسے دیکھ لیا ہے اس کی صورت اچھی ہے وہ نازک اندام و خوبصورت ہے اگر وہ اس عورت سے محض اس لئے شادی کرنا چاہتا ہے کہ وہ خوبصورت ہے تو میاں بیوی مین جو محبت ہونا چاہیے ملا نہین ہونے کی وجہ امتزاج زن و شوہر کا پیدا ہو جائیگا مگر الفت کا اتحاد باہمی نہین ہوگا۔ جب تک اس کی صورت بھلی رہے گی جب تک ماء الشباب کی طلاء اور رونق باقی رہے گی میاں بیوی کو چاہیگا بھی پیار بھی کرے گا بظاہر دونوں مین محبت بھی ہو گی مگر ادھر جوانی ڈھلی اور ماء الشباب مین شوریت آئی اودھر محبت و الفت رخصت ہوئی اب نہ تو میاں کو بیوی کی پرواہ ہے اور نہ بیوی کو میاں کی (نہین بیوی تو میاں پر) فریفتہ ہے کیونکہ اسمین اس کی ذاتی غرض یعنی نان و نفقہ کو دخل ہے مگر میاں کیوں نان نفقہ دے اس لیے کہ اصلی محبت دونوں مین معدوم ہے پرانی محبت نئی ہو گئی وہ دوسروں کے حصہ مین آئی اسنے انتقال مکانی قبول کیا۔ اب اگر محض عورت کی سیرت پر نظر ڈال کر اس نے شادی کی ہے تو اسے کیونکر معلوم ہوا کہ وہ عورت خوش خلق و خوش سیرت ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے تو یہ کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کی طبیعت کے مطابق ہے دل میل کھا جائیگا۔ لامحالہ برس چھ مہینہ اسے اس عورت کا تجربہ کرنا پڑے گا یہ اسوقت ممکن ہے کہ جب یہ باہم ہم نوالہ ہم پیالہ ہوں لیکن کون مذہب اور کون باحیا قوم اُسے گوارا کرے گی کہ جوان لڑکی اور لڑکا اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ رہیں سہیں جب اس طرح وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں سہیں اور جوانی جذبات کا شکار بنیں تو شادی ہو جانیکے بعد پھر انہیں ایک دوسرے پر اعتبار نہ رہے گا۔ زندگی تلخ ہو جائے گی اور پھر جب عورت کے تجربے پر ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ مجھے کوئی چاہتا ہے تو وہ اپنی سچی تصویر سامنے آنے ہی نہ دے گی بلکہ اپنے تئیں بالکل مصنوعی حالت مین پیش کریگی تو پھر بھلا کیونکر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسکا کیرکٹر کیسا ہے لہذا پسند اور رضا محض لڑکی کے خاندانی حالت پر چھوڑ دینا چاہیے اگر خاندان کے دوسرے ممبر اچھے ہیں تو لڑکی بھی انھین کے رنگ مین رنگی ہو گی۔ جدید خیالات والوں کے

دوسرے سوال کے ایک حصہ کے یہ مطابق ہی ہے۔ رہ گئی لڑکی کی پسند و رغبت تو اسکو اگر اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو وہ بہت جلد مردون کے دھوکون مین آکر اپنی عزت کھو بیٹھے۔ اسلئے اس کی طرف سے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو اس کا حقیقی خیرخواہ ہو اور سمجھدار ہو جو اسکی طرف سے رضامندی ظاہر کرے یہی شخص اصطلاح شرع مین ولی کہلاتا ہے۔ فقط ضیاء الحسن

نوٹ۔ مگر ایسا اکثر ہوتا ہے کہ والدین نہایت قریب رشتہ دارون سے احمقانہ نسبت کر دیتے ہین ایڈیٹر

# بنوڑ کی رسومات مین اصلاح

(نمبر ۳)

**تقرر تاریخ شادی** دولھن والوں کی طرف سے[1] تاریخ شادی مقرر کی جا کر ایک کمین کے ہاتھ دولھا والون کے گھر ایک بھیلی بھیجی جاتی ہے۔ دیر ما واسطے آرندہ بھیلی کو بطور رخصتانہ حسب توفیق جو کم از کم ایک روپیہ اور ایک سرا پا ہوتا ہے دیا ہے اور برادری مین قند سیاہ یا لڈو تقسیم کئے جاتے ہیں۔

## { تجویز }

یہ رسم محلہ چوک مین اگرچہ تقریباً بند ہے لیکن اگر کسی دوسرے شہر سے تاریخ شادی مقرر کرنے کی اسی طرح اطلاع آئے تو اس وقت برادری مین سے جو اصحاب موجود ہون۔ طلب کئے جا کر یہ رسم ادا کی جائے۔ حاضرین کو گڑ یا لڈو دئے جائین برادری مین بھاجی کے طور پر تقسیم کرنے کی ضرورت نہین۔

**سامان ڈوری** اس موقعہ پر مستورات قریبی شادی والون کے گھر جمع ہوتی ہین روئی تمام برادری کے گھر وغین بھیجکر سوت کتوایا جاتا ہے زنگریز و نداف کو معمولی بک پر تھال

[1] یہ پور تھال "با واو معروف وہائے مخلوط التلفظ - اس غلے - گڑ - اور ایک برتن کو کہتے ہین جو کسی شادی کی تقریب کسی کمین کو دیا جاتا ہے۔ غلہ دھوان پندرہ سیر سے لیکر من سوا من ڈیڑھ من تک بلکہ زیادہ ہوتا ہی - گڑ عموماً ایک دو بھیلی فقط

دیا جاتا ہے۔ اور برادری میں ریوڑیاں یا جلیبیاں تقسیم کیجاتی ہیں۔

{ اصلاح }

برادری یا اپنایت میں شیرینی وغیرہ بطریق بھاجی بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں باقی رسومات بحالتِ موجودہ ادا کی جائیں یعنی رنگریزا اور دُھنئے کا حق الخدمت تو دیا جائے۔ لیکن برادری میں پوڑیاں وغیرہ تقسیم نہ کی جائیں۔ ہاں ڈوری کے لیے سوت کتوا لیا جایا کرے۔

**کنیاں** اہل شادی بیاہ کے لیے جو چوڑا یا چاول خریدتے ہیں انہیں سے جو کنیاں یعنی ٹوٹے ہوئے چاول نکلتے ہیں۔ اون کو اور اگر وہ غیر مکتفی ہوں تو بازار سے اور چاول خرید کر اور تُڑوا کر یعنی کنیاں بنا کر پہلی کنیوں میں شامل کر کے کنیاں اور ریوڑیاں یا جلیبیاں کل برادری میں تقسیم کیجاتی ہیں۔

{ اصلاح }

اپنایت یا برادری میں کنیاں اور شیرینی وغیرہ بطور بھاجی تقسیم کرنا بند کیا گیا اہل شادی چاول صاف کرانے کا خود انتظام کرے۔

**مائیاں** یعنی جب لڑکی مایوں بیٹھتی ہے۔ تو برادری میں پنیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔

{ اصلاح }

برادری اور اپنایت میں پنیاں یا بجائے اُس کے کوئی اور شے بطور بھاجی تقسیم کرنا بالکل بند کیا گیا۔

**اٹینا** یعنی جب لڑکے اور لڑکی کے اٹینا لگایا جاتا ہے۔ تو دولہن والوں اور دولھا والوں کی طرف سے ایک ایک دن مقرر کیا جا کر طرفین کیجانب سے برادری میں جداگانہ شیرینی تقسیم کی جاتی ہے جس میں طرفین کی ۲۵ من شیرینی خرچ ہوتی ہے۔

{ اصلاح }

فی الحال یہ رسم اسطرح قائم رکھی گئی کہ مستورات برادری کو فراہم کر لینا چاہیے اور مستورات حاضرین کو اہل شادی دو سے چار تک فی کس لڈو تقسیم کرے۔ اگر کوئی ریوڑیاں یا بتاسے تقسیم کرے تو اعتراض نہیں۔ بجز حاضر الوقت مستورات برادری کے نہ کسی غیر حاضر کا حصہ تقسیم کیا جائے نہ بطور

بھاجی شیرینی بانٹی جائے لیکن اگر برادری کے کسی گھر سے کوئی بی بی کسی خاص وجہ سے شریک نہ ہو سکے تو اس کے حصّہ کے چار لڈو اس کے گھر پہونچا دیئے جاوین۔

**چنگیریان یعنی چنگلیلین** یعنی دولھا والے دولھن والون کے گھر اور دولھن والے دولھا والون کے گھر سات سے چودہ تک چنگلیلین محمول شیرینی جس مین سوا تین من سے سوا پانچ من تک ہوتی ہے بھیجتے ہین۔ اور طرفین اُس شیرینی کو برادری میں تقسیم کرتے ہیں۔

## {اصلاح}

یہ رسم قطعاً مسدود کی گئی نہ دولھا والے دولھن والون کے گھر اور نہ دولھن والے دولھا والون کے گھر۔ اس موقعہ پر نہ چنگیریان شیرینی کی بھیجیں اور نہ برادری اور اہنایت میں کچھ تقسیم کیا جائے

**کڑاہا** دولھا اور دولھن والے چاول پکانے کے لئے کڑاہا چڑھاتے ہین۔ تو کل برادری کو جمع کیا جاتا ہے۔ اور لڈو تقسیم کئے جاتے ہین۔ پانچ کمینون کو پور تھال دئے جاتے ہین

## {اصلاح}

پانچ کمینون کے پور تھال بدستور قائم رہین۔ صرف اہل محلہ اور اہل شادی کے دیگر رشتہ دارون کو جمع کیا جاکر کڑاہا چڑھا دیا جائے۔ اور حاضرین کو گڑ یا لڈو تقسیم کر دیئے جائین۔ لڈو فی کس دو سے زیادہ نہ دئے جائیں۔

**چاولون کی بھاجی** اس موقعہ پر برادری مین تو چار بخش بڑے یعنی شادی شدہ کے اور دو چھوٹے کے تقسیم کئے جاتے ہین۔ راجپوتون شیخون اور ملانون مین دو دو بخش فی متنفس دیئے جاتے ہین۔ ہر گھر مین ایک شخص کی بڑائی کے چار بخش ہوتے ہین۔ اہل شادی کے رشتہ دارون کی فی متنفس چار بخش بطور بڑائی کے دئے جاتے ہیں۔ اور علاوہ ازین ان ہی رشتہ دارون کی دعوتین بھی علٰحدہ بھیجی جاتی ہین۔ اور کمینون کو دو دو بخش دیئے جاتے ہین۔ اہل شادی کے سقہ کو دو بخش خواجہ کے اور ہر محلہ سادات کے امام بارہ مسجد کربلا کے لیے دو دو بخش حمالون کو ایک ایک

۵۱ دعوتین معمولی نہیں ہوتین۔ طباق کی جگہ ایک بڑے طاس مین تو چاول ہوتے مین اور رکابی یا پیالہ کی بجائے ایک دیگچی مین گوشت اور دوسری دیگچی مین دال ہوتی ہے۔ چونکہ چاول ضرورتاً در روزانہ خرچ سے بہت زیادہ ہوتے ہین۔ اس لیے اکثر لوگ لتون کے تنگ لگتے ہین اور بچے کھچے سکھائے جاتے ہین فقط

رکابی بطور رسانہ دی جاتی ہے - برادری مین چالیس دن کے اندر کے مردے[۵۱] کی بھاجی بھی دیجاتی ہے - برادران اور اپنایت مین لڑکیون اور نواسون کی بھاجی میکے اور سسرال دونون طرف بہیجی جاتی ہے -

## اصلاح

اس رسم مین فی الحال صرف اسقدر اصلاح کی گئی - کہ جن رشتہ دارون کے یہان بھاجی کے ساتھ دعوتین بھیجی جاتی تھین - وعوتین فضول سمجھی جاکر بند کی گئین - چالیس دن کے اندر کے مردے کی بھاجی بھیجنی موقوف کی گئی - امام باڑے اور مسجد اور کربلا کے متولیون کو دو دو کی جگہ پانچ پانچ بخش دینے تجویز ہوئی - اور جو والدین کہ اولاد بسری نذر رکھتے ہون - شادی شدہ لڑکی کی بھاجی فی الحال ان کے یہان بھیجدی جایا کرے - عام طور پر لڑکی کی بھاجی میکے اور سسرال مین بھیجنی بند کیگئی

**نانک چھک** لڑکی کے ننہال - برتن - زیور - عموماً - پلنگ - پیڑا - ڈولا اور برات کی روٹی کا سامان حسب توفیق لاتے ہین - جوڑے بھی لاتے ہین - دولھن والے ان کا صدقہ دیتے ہین - اور سات سے گیارہ چنگیریون مین شیرینی دیتے ہین - اور سوا روپیہ مہر کینون کا دیتے ہین - جوڑے علاوہ لڑکی کے - دیگر مستورات کے اس قدر زیادہ ہوتے ہین - کہ رشتہ کی نہایت بعید شاخ کا بھی جوڑا ہوتا ہے - اور اپنایت مین تو ایک شخص کے جس قدر رشتہ دار ہوتے ہین[۵۲] اسیقدر جوڑے - ایسا ہی دولھا کے ننہال جوڑے اور زیور لاتے ہین - اور رسومات ادا کرتے ہین مٹھائی لیجاتے ہین - اور یہ چھکین برادری کے گھرون مین بھیجکر دکھلائی جاتی ہین اور مردمان برادری کو بھی جمع کراکر دکھلائی جاتی ہین -

---

۵۱ مثلاً زید مرگیا - لیکن ابھی اس کا چہلم نہین ہونے پایا تھا - کہ برادری مین کسی نے بیاہ رچا لیا - اب یہان وہ جیتے جاگتون کی بھاجی دیگا اُس چالیس دن کے اندر کے مردے کی بھی ضرور دیگا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

۵۲ مثلاً زید خالد کا بھتیجا ہے اور اس کی شادی خالد کی لڑکی سے ہوئی - تو خالد اس کو اپنا بھتیجا ہونے کی حیثیت سے جدا سامان دے گا - اور داماد کے لحاظ سے جدا ایسا ہی زید کی پھوپھیان ممانیان خالائین وغیرہ دو دو تین تین رشتون کے لحاظ سے جوڑے وغیرہ دین گے فقط ÷

## { اصلاح }

چونکہ اس مین اہل شادی کی ایک گونہ امداد مقصود ہے لہذا اسکو بترمیم ذیل قایم رکھا گیا نہال حسب توفیق نانک چھک لاسکتے ہین۔ مگر دولھن کے نہال کو دولھا اور دولھن کے صرف حقیقی نہال والون کے لیے ایک ایک جوڑا یعنی مرد کو سراپا اور عورت کو جوڑا دینا چاہیے۔ وبانڈھا کرنا موقوف کیا گیا۔ اور چنگیزلون مین شیرینی نانک چھک والون کو دینی بند کی گئی صرف زیادہ سے زیادہ چودہ ثار خام شیرینی دیدینی چاہیے۔ جو نانک چھک والے اپنے گھر لیجا کر رکھ لین۔ برادری اور اپنایت مین تقسیم کرنا بند کیا گیا۔ نانک چھک صرف کبنے کے لوگ لیکر جائین کمینون کا سوا آٹھ روپیہ دیا جاوے برادری کے گھرون مین دکھلانے کے لیئے بھیجنے کی یا مردمان برادری کو طلب کرکے دکھلانے کی رسم بند کی گئی۔ اگر کوئی چاہے تو مستورات برادری کو طلب کرکے دکھلا سکتا ہے۔ ایسا ہی عمل دولھا کی نانک چھک لانے والے کے لئے کیا گیا۔

**بری** دولھا والا دولھن کے لیے پارچہ جات طیار کراتا ہے۔ اور زیور۔ میوا۔ مٹھائی۔ ڈوری شکرانا جو کم سے کم پانچ من اور زیادہ سے زیادہ بتیس ۳۲ من ہوتا ہے۔ طیار کراتا ہے یہ سامان سہرا باندھنے سے پہلے جلسۂ عام مین کل حاضرین جلسہ کو دکھایا اور تعداد کی تفصیل جو کاغذ پر لکھی ہوتی ہے۔ پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ پھر دولھن والون کے گھر لیجاتے ہین۔ وہ میوہ شکرانہ زیور اور ایک جوڑا شاہانہ رکھکر باقی واپس کر دیتے ہین۔ کمینون کو سوا آٹھ روپیہ اور حمالون کو پیسہ پیسہ دیا جاتا ہے۔

## { اصلاح }

دولھا والا صرف دولھن کے لئے زیور اور جوڑے جس قدر مناسب سمجھے طیار کرائے۔ مگر مہندی اور ڈوری مین میوا اور شکرانہ سات من خام سے زیادہ ہرگز نہونا چاہیے۔ اگر کوئی کم کرے تو کچھ اعتراض نہین۔ یہ سامان سہرا بندی کے موقعہ پر جلسۂ عام مین نہ دکھلایا جاوے۔ چپ چپاتے کبنے کے لوگ دولھن کے گھر دے آئین۔ کمینون اور حمالون کا حق الخدمت بدستور رہے۔ برادری مین بھیجکر دکھلانے کی رسم بند کی گئی۔ اگر کوئی دکھلانا چاہے یا دیکھنا چاہے تو صرف مستورات کو گھر طلب کرکے دکھلا سکتا ہے۔

**سہرا بندی** اس موقعہ پر دولھن والون کی طرف سے نوشاہ اور اس کے والد بھائی - نانا - ماموں - چچا تایا - اور دیگر قریبی رشتہ دارون کے لیے سلے ہوئے سراپا جلسۂ عام مین بھیجے جاتے ہین اور سہرا باندھا جاتا ہے - بنوتہ لیا جاتا ہے - دولھا والا کمینون کو نقد اور سراپا اور مکانات اوقات کو نقد دیتا ہے - طوائف کا ناچ ہوتا ہے - آتش بازی چھوڑی جاتی ہے - باجا - دف - بجتے ہین پھر دولھا اپنی والدہ کو سلام کرنے جاتا ہے - وہان قریبی رشتہ داران اور برتوارے والی مستورات سلامی دیتی ہین یہنین کچھ نچھاور کرتی ہین - اور پھر نوشاہ طوائف کے ساتھ معہ براتیون کے مسجد - امام خانہ مین سلام کے لیئے جاتا ہے -

## { اصلاح }

دولھن والون کی طرف سے صرف ایک نوشاہ کے لیے جوڑا آئے - دوسرے رشتہ دارون کے لیے جوڑا طیار کرانے یا جلسۂ عام مین بھیجنے کی رسم بند کی گئی - لڑکے یعنی نوشاہ کے سراپا والی کشتی کے متعلق اور باغبان کے بوئے کے متعلق نقدی ڈالنے کی رسم قائم رکھی گئی - مساجد و دیگر مکانات اوقاف مین جو صاحب استطاعت رکھتے ہون اور کچھ دینا چاہین دین - کمینون مین سے سقہ - چوھڑا - نائی - میراثی - بھاٹ - باغبان کو کم سے کم ایک روپیہ اور زیادہ سے زیادہ سات روپیہ تک نقد دیا جاوے - اور اگر کوئی صاحب کپڑا دینا چاہین تو ایک سراپا جس مین لٹھ پائجامہ کے لئے اور ململ کرتہ کے لئے اور پگڑی ہووین دے سکتے ہین - اور دوسرے اپنے محلہ کے چوھڑے رنائی کو جو صاحب دینا چاہین - دین - اور جس قدر کمینیانِ مندرجہ بالا کو دیا جاوے اسیقدر نقد روپیہ یعنی ایک کمین کے حصہ کے برابر اپنے محلہ کے امام خانہ و مسجد و کربلا کی نذر کیا جاوے - جو بطریق فنڈ جمع رہے - طوائف کا ناچ - گانا بالکل بند کیا گیا - باجا - آتش بازی اور نفیریان فی الحال جو صاحب چاہین منگا سکتے ہین - مگر نقال محفل مین نہ آئین -

**برات** نوشاہ معہ براتیون کے سسرال مین جاتا ہے - دروازہ مکان پر سوا روپیہ نچھاور صدقہ دیا جاتا ہے - پھر دولھا اپنی ساس کی خدمت مین سلام کے لیئے جاتا ہے - جہان چوکی بچھی ہوئی ہوتی ہے - چوکی کے نیچے چومکھ چراغ اور پور تھال رکھا جاتا ہے - نوشاہ کو اس پر کھڑا کیا جا کر

ڈالنوان[سلہ] اور موںخ بندھائی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ پھر نوشاہ اپنی مسند پر جاتا ہے۔ نکاح خوانی ہوتی ہے۔ نکاح خوان کو کچھ دیا جاتا ہے۔ کھانا چُنا جاتا ہے۔ صدرِ صحنک مین چار آنہ اور جھوٹا یعنی پس خوردہ مین سوا روپیہ ڈالا جاتا ہے۔ نائی اور دھوبی کو سوا سوا روپیہ دیا جاتا ہے۔ اور کل براتی اور عام لوگ جو غیر طلبیدہ آجاتے ہین سب کھانا کھاتے ہین۔ اور برات رخصت ہوتی ہے نوشاہ اُسی جگہ رہتا ہے۔

## { اصلاح }

بمات بدستور جائے۔ صدقہ کا سوا روپیہ بدستور دیا جائے۔ نوشاہ اپنی ساس کو صرف سلام کرنے کے لیے جائے اور باقی ڈالنوان اور موںخ بندھائی وغیرہ نامشروع اور لغو رسمین ادا نہ کی جائین۔ کمینون کا حق بدستور دیا جاوے۔ نکاح خوان کو سوا روپیہ سے زیادہ نہ دیا جاوے اور کھانا صرف براتیون کو کھلایا جائے غیر طلبیدہ وغیر متعلق وعوام الناس کو کھانا نہ کھلایا جائے

**تجلہ** اور اس کے متعلق چوبہ اور تلکین وغیرہ ہوتی ہین۔ جو غیر مہذب اور نامشروع ہین۔

## { اصلاح }

یہ رسم قطعاً بند کی گئی۔ چوبہ کے کھانے کو بھی بند کیا گیا۔ تلکین وغیرہ موقوف کی گئین۔ ہرگز یہ رسم یا اسکا کوئی جزو ادا نہ کیا جاوے

**حاضری** دن مین دوپہر کے وقت دولھن والے کے گھر براتیون کو اور عوام الناس کو پرتکلف کھانا کھلایا جاتا ہے۔ جس مین بے استحقاق غیر متعلق عوام الناس بے طلب آ شامل ہوتے ہین۔

## { اصلاح }

صرف براتیون کو کھانا کھلایا جاوے۔ غیر طلبیدہ غیر متعلق وغیر مستحق عوام الناس کو کھانا

---

سلہ جب دولھا حویلی پر ساس کو سلام کرنے کی غرض سے جا کھڑا ہوتا ہے۔ تو کوئی طرار اور چالاک سی میراثن ایک دھاگا یا کپڑا لیکر نوشاہ کا عضو عضو ناپنے لگتی ہے اور موقع پا کر نوشاہ کی کمر مین وہ کپڑا باندھ لیتی ہے بمشکل روپیہ سوا روپیہ لیکر چھوڑتی ہے۔ اُس کو "ڈالنوان" کہتے ہین۔ اور ذرا سی مونچ نوشاہ کے کاندھے پر رکھ کر آہستہ آہستہ لکڑی سے کوٹتی ہے اُسکو "مونج بندھائی" کہتے ہین فقط۔

کھلانا بند کیا گیا۔

**جہیز** دولھن والے اپنی دختر کے علاوہ دولھا اور دولھن کے رشتہ دار مستورات و مرد مان کے لیے (جن کے رشتے پیچ در پیچ اور شاخ در شاخ ہوتے ہین) جوڑے طیار کراتے ہین۔ اور زیورات برتن اور خوانچہ جسمین خشک سد ہوتی ہے۔ اپنی لڑکی کو دینے کے لیے طیار کراتے ہین۔ اور مجمع عام مین لطور نمائش دکھلاتے ہین۔ اور برتن۔ زیور۔ کپڑون وغیرہ کی تعداد جو کاغذ پر لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ کل برا تیون کو جس مین واقف و ناواقف۔ شہری اور دیہاتی۔ شریف و رذیل غرض کہ ہر قسم کے لوگ شریک ہوتے ہین۔ پڑھ کر سناتے ہین۔ اس کے بعد رخصتانہ ہوتا ہے۔ اور سامان معہ ڈولہ کے دولھا کے گھر بھیجدیا جاتا ہے۔ پلنگ۔ پیڑا۔ اور ڈولہ لانے والون کو سوا روپیہ دیا جاتا ہے۔ اور موقع پر محلے کی لڑکیون اور دولھا کی بہنون کو کچھ نقد روپیہ اور زیور دیا جاتا ہے اور بعض لغو اور بیہودہ رسومات ادا کی جاتی ہین۔ جن کو "پیلی" اور "کھیر" کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ مشاطہ کو پانچ سات جوڑے اور کچھ روپیہ دیے جاتے ہین۔ اور دولھا و دولھن کا صدقہ بھی دیا جاتا ہے۔

## { اصلاح }

لڑکی والا اپنی لڑکی کے لیے زیورات۔ برتن۔ پارچات جس قدر چاہے بنائے مگر دولھا اور دولھن کے صرف حقیقی رشتہ دار عورت۔ مرد۔ اور بچون کے لیے محض ایک ایک جوڑا طیار کرائے اور خوانچہ (جسمین خشک پورا آٹا وغیرہ ہوتا ہے) کی رسم بند کی گئی۔ پلنگ۔ پیڑا۔ ڈولہ لانے والون کو بدستور سوا روپیہ دیا جائے۔ محلہ کی لڑکیون اور دولھا کی بہنون کو بدستور دیا جاوے مگر مشاطہ کو صرف زیادہ سے زیادہ ایک جوڑا اور دو روپیہ دیے جائین۔ اور پیلی۔ کھیر وغیرہ کی مکروہ رسومات بند کی گئین۔ سقہ اور چوہڑے و ڈومنی کا حق الخدمت بدستور دیا جاوے۔

**دھڑی** یہ رسم مذکورۂ بالا کل رسمون سے زیادہ نامعقول۔ زیادہ نامہذب۔ زیادہ لغو بلکہ رذیلانہ ہے۔ اور اب تو اس مین اور بھی قابلِ اعتراض ترقی ہوتی جاتی ہے۔

## { اصلاح }

یہ رسم قطعاً بند کی گئی۔ اس رسم کا کوئی جزو بھی ادا نہ کیا جاوے۔

**کونڈے** دھڑی سے دوسرے روز مستورات برادری اکٹھی ہوتی ہیں انہیں پانچ سات من چاول اور من سوا من بورا دھوں تخمیناً سیر گھی من ڈیڑھ من دال علاوہ دعوتوں کے حاضرین کے صرف میں آتے ہیں۔ اور بری کا شکرانہ اور جو کچھ سسرال کے یہاں سے رسد آتی ہے۔ وہ دولھن کی والدہ جو دولھا کے گھر آتی ہوئی لاتی ہے۔ وہ برادری میں تقسیم کی جاتی ہے۔

## { اصلاح }

اپنایت اور برادری کے گھروں میں سے جو عورات آئیں۔ صرف ان ہی کو کھانا کھلا دیا جائے باقی بجرہ بھیجنا اور دعوتیں وہنی بند کی گئیں خواہ اپنایت ہو یا برادری۔

**منڈھا** اس میں لڑکے کا والد علاوہ بری کے پارچات کے دولھن اور کثیر التعداد مستورات کے پارچات طیار کراتا ہے۔ جیسا کہ جھک میں درج کیے گئے ہیں۔ اور برادری کے گھروں میں بھیجکر دکھلائے جاتے ہیں۔ اور یہ جوڑے دھڑی کے دن تقسیم کیے جاتے ہیں۔ باغبان۔ سقہ چوہڑا۔ نائی۔ بھاٹ۔ کے لیے جوڑے بنائے جاتے ہیں۔

## { اصلاح }

صرف بری کے پارچات بنائے جائیں۔ باقی قریبی لڑکیوں کے لیے ایک ایک جوڑا بنائیں مردوں اور بچوں کو سراپا وہینی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ برادری میں بھیجکر دکھلانا بند کیا گیا۔ اگر کوئی دکھلانا چاہے تو مستورات برادری کو اپنے گھر طلب کر کے دکھلا سکتا ہے۔ یہ جوڑے اہل شادی بعد فراغت شادی حسب روز مناسب سمجھے تقسیم کر دے۔ اور کمینوں کا حق بدستور رہیگا۔

**تیوہاری** یہ وہ رسم ہے کہ شادی کے بعد جو پہلا تہوار آتا ہے۔ لڑکی کے والدین اپنی لڑکی کو جوڑے اور رسد وغیرہ ضرورت کی چیزیں دیتے ہیں اور اب اسمیں تکلف اور نمائش اور اسراف کو زیادہ دخل ہو گیا ہے۔

## { اصلاح }

اس میں بجز اپنے داماد اور لڑکی کے کسی اور کو کوئی جوڑا دینا بند کیا گیا۔ خواہ داماد کا والد ہی کیوں نہ ہو۔ داماد اور لڑکی کے جوڑے بھی زیادہ سے زیادہ سات سات سے زائد نہ ہوں۔ اور رسد بالکل موقوف۔ اس کے عوض روپیہ نقد دیا جاوے جس کی تعداد زیادہ سے زیادہ گیارہ ہو سکتی ہے

برادری مین کچھ تقسیم نہ کیا جاوے - زیور وغیرہ چونکہ اس وقت بھی نہیں دیا جاتا - آیندہ بھی ایسا ہی عمل رہے - نئی رسم نہ قائم کی جاوے

**ستہ** یہ مجہول اور شان شرافت سے گری ہوئی رسم جسمین بیسیون روپے خرچ ہوجاتے تھے - قطعاً بند کی گئی -

**چھوچھک** دولھن کے جب پہلوٹی کا لڑکا یا لڑکی ہوتی ہے - تو اس کے والدین کی جانب سے علی قدر استطاعت جوڑے - کپڑے - برتن - زیور - پکوان - یا خشک آٹا گھی غرض کہ سیدھے سادے بیاہ کا سامان دینا پڑتا ہے جس کی طیاری مین غریب والدین کو برس برس روز بلکہ دو دو تین تین برس لگ جاتے ہین - مگر دینا ضرور پڑتا ہے

## { اصلاح }

لڑکی داماد اور بچہ کو پارچات جو سات سات جوڑے سے زیادہ نہ ہون دیے جاوین - لواحقین وغیرہ کو کسی چیز کے دینے کی ضرورت نہین - زیور زیادہ سے زیادہ پچیس[25] روپیہ کا ہوسکتا ہے

**ختنہ** اس موقعہ پر برادری کے لوگون کو جمع کیا جاتا ہے - اور لڈو تقسیم کیے جاتے ہین بلکہ تھوڑے عرصہ سے برادری مین بھاجی کے طور پر دئے جانے لگے ہین - قدیم الایام مین صرف حاضرین کو گڑ تقسیم کیا جاتا تھا -

## { اصلاح }

صرف اہل محلہ اور قریبی رشتے دار جمع کئے جائین - اور حاضرین لو ہی گڑ یا شیرینی تقسیم کردیجائے - اور جو کچھ - اس موقعہ پر نائی اور دیگر کمینون کو دیا جاتا ہے - وہ فی الحال بدستور دیا جائے برادری اور اپنایت مین بھاجی تقسیم کرنی بند کی گئی -

**نوٹ** "بری" "جہیز" "نانک چھک" - اور سنڈھے مین اہل شادی کے گھر مین دیگر رشتہ دارون کے یہان سے جوڑے آتے ہین - جو بلحاظ شاخ قرابت کئی کئی ہوتے ہین - اور زیور بھی ہوتا ہے - اس مین یہ اصلاح کی گئی - کہ صرف دولھا اور دولھن کے لیے جوڑے رشتہ دارون کو دینے چاہئین اور قریبی رشتہ دار تو زیادہ سے زیادہ دو جوڑے دولھن کے لئے ایک سراپا دولھا کیلئے اور دیگر رشتہ دار صرف ایک جوڑا دولہن کیلئے دین اور ایک سراپا دولہا کیلئے دین - اور باقی دولہا اور دولہن کے کسی رشتہ دار کے لیے جوڑے نہ دیے جائین خواہ وہ دولہا اور دولہن کے والدین ہی کیون نہ ہون اور رشتہ دارون کو زیور اپنے برتوارسے

کے طور پر دیتے چاہئین - بنوڑ کی آبادی ۵½ ہزار ہے غلطی سے ½ ہزار لکھی گئی تھی - سید عطاء حسین

**نوٹ** - فارسی کے مستند اور لائق شاعر نے کہا ہے

اگچہ دانا کند کند نادان
لیک بعد از خرابی بسیار

اسی قسم کی اصلاح ہر شہر - ہر قصبہ - ہر محلہ - ہر موضع مین ہونی چاہیے - جہان تھوڑی بہت جائداد باقی ہے یا آمدنی ہے وہان - یہ اصلاح لازمی ہے اور مثل نماز روزے کے فرض ہے - جہان کچھ آمدنی ہین وہان وسایل معاش مہیا کرنا اور بیکارون کو کام سے لگانا ضرور ہے - جہان کچھ خوش حال اور کچھ مفلس و بیکار ہین وہان دونون باتون کی طرف توجہ ہونی چاہیے -

جو طریقہ ہم نے عرض کیا ہے وہ نہایت سادہ اور صاف اور بغیر جھگڑے کا ہے مسلمانون کی حد درجہ کی بدقسمتی ہوگی اگر وہ ساری دنیا کی لغویات مین پڑے رہین اور ان دو تین مسائل کو چھوڑ دین - مگر مین نے اون کے علما کے وعظ سنے اخبارون کے آرٹکل دیکھے - مولود خوانی اور مجالس عزا مین شریک ہوا کانفرنسون اور قومی لکچرون سے مستفید ہوا - مگر افسوس ہے کہ الاماشاء اللہ اصلی قومی ضروریات سے لوگ غافل ہین - اور ان موٹی باتون کو نہیں سمجھتے کہ کام کرنا اور خرچ آمدنی کے اندر کرنا فرض ہے ایڈیٹر

# اصلاحی کارروائیان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم - ماہ محرم ۱۳۲۴ ہجری سے مقام پرتواڑہ مسجد صدر بازار مین انجمن مشورہ اسلام قائم ہے جس کے اغراض اہل اسلام کو پابند شرع کرنا گناہون سے روکنا اور رسومات بد کا مٹانا ہے ہر مسلمان دیندار کو لازم ہے کہ براہ ہمدردی و خیر خواہی اسلام اس انجمن مین شریک ہوکر ثواب دارین حاصل کرے - چندہ صرف بارہ ۱۲ آنے سال رکھا گیا ہے اوس سے زیادہ عطا کرنے کا بھی اختیار ہے اگرچہ مسلمان مقررہ چندہ یا اوس سے زیادہ عطا کر کے ارکان انجمن ہوسکتے ہین اور اوس کی کارروائی مین تجویزین پیش کرنے اور راے دینے کے مستحق

ہین تاہم اونکا نمازی ہونا ایک ضروری اور لازمی امر ہے۔ انجمن کو دو سال ہوگئے۔ اوس کی کارروائی کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

صاحبان مجلس انجمن کی عمر دو سال کی ہوئی مگر یہ سال اس کے حق مین بہ نسبت سال گذشتہ کے زیادہ بہتر ثابت نہ ہوا۔ اس برس نہ چندہ ہی برابر وصول ہوا نہ مضامین ہی پورے طور سے پڑھے گئے باوجود لگاتار کوشش اور سعی کے ہم لوگون کی بے پروائی موجب شرم دلحاظ ہے مسلمان بھائیون کی یہ عادت کسی نہ کسی دن اون کو بُرا دن دکھائے بغیر نہ رہے گی اللہ عز سلطانہ کا ارشاد ہے جو قوم اپنی حالت نہین بدلتی خدا بھی اوس کی حالت نہین بدلتا پارسال انجمن کی طرف سے مسجد کی چار دیواری بنانے اور ہلٹن کی مسجد مسلمانان مغلائی کے قبضے مین لینے کے لیے جو تحریک کی گئی تھی بفضل خدا ہر دو کامون مین کامیابی ہوئی مگر افسوس کہ نیک کامون مین کچھ نہ کچھ شر پیدا ہو جاتا ہے چار دیواری تعمیر ہوتے وقت جماعت مین کچھ شکر رنجی پیدا ہوئی مگر یہ کشیدگی بھی اتفاق پر فخر رکھتی ہے جس کے حق مین وہ کام جو ایک مدت سے پڑا تھا اچھی طرح انجام کو پہونچ گیا تاہم اتفاق مین جو خوبیان ہین وہ نا اتفاقی مین نہین انما المومنون اخوۃ خدا کا فرمان ہے یعنی سوائے اسکے نہین کہ مسلمان بھائی ہین اور بھی ارشاد ہے فاصلحوا بین اخویکم یعنی اصلاح کر دو درمیان دو بھائیون اپنے کے پس حسب الحکم اللہ جل شانہ وعم نوالہ انجمن اہل اسلام سے عرض کرتی ہے کہ وے آپس مین گلے مل جاوین۔ اور آزردگی اور حسد بغض وکینہ دل سے دور کرین جب کہ نماز پنجگانہ جمعہ اور تراویح کی نماز بہ جماعت سے ادا کرنے مین جسمانی اتفاق موجود ہے تو دلی اتفاق نہ ہونا اور دلون مین رنج عداوت بھی رہنا حیرت انگیز بات ہے جسمانی اتفاق کے ساتھ دلی اتفاق کا ہونا ضروریات سے ہے افسوس کہ اس سال حسین بی صاحبہ مرحومہ جو انجمن کی سرگرم ممبر تھی اور پارسال جسنے بہت سی اسلامی خدمت کی تھی قضا کی برار کے نامی گرامی عالم سید امجد حسین صاحب خطیب چراغ برار نے قضا کی اللہ پاک ان کو غریق رحمت کرے آمین ثم آمین ممبران انجمن سے جناب مؤذن عبدالکریم خان صاحب نے ایک نمازی شخص کا جس کے پاس ایک عورت بے نکاح بہت دنون سے تھی نکاح پڑھوانے اور دو شخصوں کو دین اسلام مین داخل کرکے اونکا نکاح پڑھوانے مین کامیابی حاصل کی۔ ان دونون نومسلمونکی گذراوقات کے لیے سڑک کے کام پر مزدوری سے

مقرر کرنے کے لیے شمس الدین صاحب نے اچھی طرح مدد کی اسی طرح رحمن صاحب کی کوشش سے دو شخص مسلمان ہوئے اور اون کا نکاح بھی پڑھوایا گیا۔ اِنکے علاوہ اور چند غیر مذہب والے اسلام لائے خصوصاً اِس سال علاقہ ملک سندھ مین دو بزرگان اسلام کی کوشش سے سیکڑون لوگ مسلمان ہوگئے اور ہو رہے ہین اگر اس انجمن مین اشاعت اسلام جاپان کے لیے چندہ کی زیادہ رقم ہوتی تو ضرور اس نیک کام مین حصہ لیا جاتا۔ مگر افسوس کہ خزانۂ انجمن ایسے مفید اور نیک کام مین مدد کرنے کے قابل نہین ہے[۱] یہ ہم لوگون کی غفلت اور بے پروائی کا پھل ہے۔ یورپ اور امریکہ مین اسلام برابر ترقی کر رہا ہے بعض سیدھے سادھے مسلمان یہ خیال کرتے ہین کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ یہ اون کی بھول ہے۔ امریکہ اور یورپ مین کون تلوار چلا رہا ہے۔ ہندوستان مین غیر مذہب کے لوگ ہر سال مسلمان ہوتے ہین اون سے کون لڑتا ہے اگر ہمارے مسلمان بھائی کوشش کرین تو یقین ہے کہ اسلام بہت بڑی ترقی کرے امید ہے کہ جو لوگ روسہ کا تیل نکالنے کے لیے ہر سال پہاڑ مین چند ماہ تک قیام کرتے ہین وے پہاڑی لوگون مین اسلام پھیلانے کی ضرور کوشش کرین گے اور آیندہ دفتر انجمن مین ایک یادداشت نومسلمون کی مع اسم اور ولدیت اور ذات اور سکونت اور اسلامی نام کی ضرور رہے گی۔ قاسم خانصاحب سکنۂ نجنگا نون جنھون نے پارسال انجمن کی سالانہ رویداد کی دس بارہ جلدین لکھی تھین اور عزیز شاہ صاحب ساکن موراجنھون نے رویداد مذکور پڑھی تھی متاثر ہوکر حتی المقدور اسلام کی خدمت کی چنانچہ پہلے صاحب نے محرم مین اپنے محلے کے تماشہ مین مسلمان عورتون کے مجمع کو شاہو رندی پر مکان سے باہر نکلنے اور تماشا دیکھنے کے لیے مردون مین پھرنے اور پردہ نہ کرنے پر یہانتک لعنت ملامت کی اور ایسا قائل کیا کہ انھین مجبوراً مکانون کو واپس جانا پڑا۔ اون مین سے تین چار عورتون نے عہد واثق کیا ہے کہ بار دیگر ہم سے یہ حرکت ناشایستہ نہ ہوگی۔ اللہ پاک انھین ثابت قدم رکھے۔ اور دوسرے عورتون کو بھی ایسی ہی توفیق بخشے۔ افسوس ہے کہ باوجود پردہ فرض ہونے کے مسلمان بھائی ایسے جلسون میلون اور عرسون مین اپنی اپنی بیبیون کو جانے سے نہین روکتے۔ حالانکہ بچشم خود دیکھتے ہین کہ مردون اور عورتونکا ایسے مجمع مین اکٹھا ہونا

[۱] قاری سرفراز حسین صاحب سیاح جاپان بھی ہمسے متفق ہین کہ اول یہان کے مسلمانون کی حالت درست کیجاوے۔ ایڈیٹر

گنا دشمن عصمت اور شرمناک امر ہے۔ صاحب موصوف نے اپنی خالہ صاحبہ کے یہان کے شدے
استادنہ ہونے دیے اور بڑی سختی کے ساتھ اس کام کو روکا اتفاق سے اون کے سالے سخت
بیمار ہوگئے جس کے سبب بعض کم فہم لوگون نے سواری نہ بٹھانے کی وجہ سے بیمار ہونے کا شبہ
ڈالا۔ مگر آفرین کہ اوس جوانمرد نے مطلق پرواہ نہ کی اور سکو اچھی طرح سمجھا دیا۔ یہ بات اکثر ہوتی ہے
کہ نیک کام کرنے سے بعض وقت خداے پاک کی طرف سے بندہ کی اس لیے آزمایش ہوتی ہے کہ
یہ مخلص ہے یا منافق اور اس طرح اُس پر طرح طرح کی آفتین آتی ہین پس ایسی حالت مین دیندار
مسلمان کو ثابت قدم رہنا چاہیئے ورنہ دنیوی نقصان کے ساتھ دینی نقصان اور خرابی ایمان
ہے دوسرے صاحب سکنۂ موراہ نے ایک دن کچھی صاحب کی دوکان پر جب کہ دس بارہ مسلمان
بیٹھے تھے یہ تجویز پیش کی کہ ہم آج سے اس بات کا عہد کرین کہ پنجگانہ نماز برابر پڑھا کرین گے چنانچہ
اقرار نامہ لکھا گیا اور بجز ایک شخص کے سب نے دستخط کر دیے۔ اگر انجمن مین بھی یہ تجویز ہو اور
حاضرین جماعت اسی طرح اپنے دستخط کر دین تو نہایت ہی اچھی بات ہے۔ منور خانصاحب
پنشنی نے اس سال لوگون کو فال اور شگون تبلانے سے توبہ کی۔ شیخ عبداللہ صاحب سکنۂ منلائی بازار
نے مسجد کی الماری کے شکستہ دروازے کو بدست خود کتب خانہ انجمن کے لیے درست کر دیا۔ محبوب خان
صاحب مدرس نے اوس کے لیے ایک قفل اور کنجی عطا کی اور اپنی شادی مین بہت سے بیہودہ رسوم
توڑے منشی نورالدین صاحب اور سررشتہ دار رحیم خانصاحب نے بہ ذات خود عیدگاہ کی تعمیر کے
لیے مسلمان بھائیون سے تخمیناً تین سَو روپیہ وصول کرنے مین محنت شاقہ گوارا کی۔ انجمن ان
صاحبون کا شکریہ ادا کرتی ہے اور امید رکھتی ہے کہ آپ لوگ اسی موافق اسلامی خدمت کرنے کے
لیے ہمیشہ سرگرمی دکھائین گے اور اپنی کارروائی سے انجمن کو ہر وقت مطلع کیا کرین گے اور دوسرے
مسلمانون کو بھی اس کام کے کرنے کی ترغیب دین گے۔ انجمن ایڈیٹر صاحب رسالہ الہادی امرتسر انجمن
ضیاء الاسلام بمبئی اور صیغۂ اصلاح تمدن و انجمن حمایت اسلام لاہور کی از حد ممنون و مشکور ہے کہ
اون کی طرف سے رسالے اور ماہواری رسالے اس انجمن کے نام مفت آتے رہے چنانچہ
رسالۂ خیرات دو جلد رسالہ بیکاری قومی ترقی کے اصول صیغۂ اصلاح سے بوسطے خرچ ادا
کرنے پر مفت ملے۔ ان مین رسالہ خیرات کی دونون جلدین باشندگان امراؤتی کو مفت تقسیم

گردی گئین اگر صیغۂ مذکور اس قسم کے رسالہ بغرض تقسیم انجمن کو عنایت فرماوے تو انشاء اللہ تعالی وے مسلمانون مین بانٹ دیے جاوینگے - کلکتہ سے چالیس کتابین مسلمانون مین تقسیم کرنے کے لیے چودہ آنے محصول ڈاک پر ادا کرکے مفت منگوائی گئین اون کا حجم بڑا ہونے کے سبب اون کے عوض چھوٹے رسالہ تقسیم کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اس لیے اونکو فروخت کرکے اون کی قیمت مین چھوٹے چھوٹے مفید رسالہ منگا کر تقسیم کیے جاینگے - انجمن حمایت اسلام لاہور کے ماہواری چھ رسالہ اور ایک رویداد انجمن ضیاء الاسلام بمبئی کے رسالہ البلاغ کے دو پرچہ رسالہ الہادی کے تین پرچہ اخبار النجم کے چند پرچہ بغیر ادائے محصول مفت ملے اور امید ہے کہ ایسے ہی مفت ملتے رہینگے - یہ انجمن بالکل نادار ہے - روئداد کے ملاحظہ سے بخوبی ظاہر ہوجائیگا -

عبد الواحد شاہ

# جاپان کی ملکی اور قومی ترقی

یہ مضمون اُس انگریزی اسپیچ کا ترجمہ ہے جو کہ ایک جاپانی سیاح نے جس کو (...) کے نام سے موسوم کرتے ہین - لاہور میں دیا تھا - چونکہ اس تقریر مین چند ایسی باتیں ہیں جس سے کہ آپ لوگون کو بہت کچھ دلچسپی ہوسکتی ہے اور چند ایسے اصول ہین جس پر اگر آپ لوگ عمل کرین تو آپ کو آیندہ بہت کچھ ترقی اور سرسبزی حاصل ہوسکتی ہے اس لیے میں نے مناسب خیال کیا کہ اسکا ترجمہ کرون، اور آپ لوگون کے سامنے پیش کرون ابھی آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ جاپانیون کی ترقی کے اصول عربوں کے ترقی کے اصولون سے بہت کچھ مشابہ ہین اس لیے مین نے ارادہ کیا ہے کہ اُن اصولون پر ایک مختصر ریمارک بھی کرون -

قبل اس کے کہ مین اصل لکچر کا ترجمہ پیش کرون مناسب خیال کرتا ہون کہ جاپان کو آپ سے مختصر الفاظ مین انٹروڈوس کراؤن -

اگر آپ نے ایشیا کا نقشہ دیکھا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مشرقی کنارے پر چند ایسے چھوٹے چھوٹے جزیرے واقع ہیں جن پر یکایک نظر بھی اپنا کام اس طرح نہیں کرسکتی جس طرح سے

چینیوں یا روسیوں کے ملک پر۔ اور انھیں جزیروں کے مجموعہ کا نام جاپان ہے۔

جو حضرات جغرافیہ سے کچھ شد بد رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ چین یا روس کے مقابلہ میں جاپان کی وقعت اور حیثیت کیا ہے۔ مگر حال کی جنگ جاپان اور روس نے اس بات کو ثابت کر دیا کبھی بکری بھی شیر پر غالب ہوسکتی ہے اگر خدا کی مرضی اوسکے شامل حال ہے

جاپانیوں نے اپنی فراست اپنی جوانمردی اپنی قابلیت اور اپنی ہوشیاری کا سکہ نہ صرف روسیوں کے دل پر بٹھلا دیا بلکہ اب تمام دنیا جاپان کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں۔ ہے کہ جاپانیوں نے یہ ترقی تیس یا چالیس برس کے عرصے میں نہین کی۔ بلکہ وہ ایک عرصے سے آہستہ آہستہ ترقی کررہے ہین اور انکی ترقی کا پہلا زمانہ وہ تھا جب کہ ان سے چینیوں سے مقابلہ ہوا۔

واقعات اب اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ایشیا کی قسمت کا فیصلہ جاپانیوں کے ہاتھ سے ہونیوالا ہے اس لیے ہمکو چاہیے کہ ہم جاپانیوں کی ترقی محدود نہ سمجھین بلکہ ہماری آنکھیں مشتاق رہیں گی چین کے انقلاب دیکھنے کے لیے اور ہم چین کی آیندہ ترقی و سرسبزی کا بڑا دارمدار جاپان کو سمجھتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنی آنکھوں سے چین اور جاپان کو ایک دیکھیں ہم چاہتے ہین کہ ہندوستان کے طالب العلم صنعتی اور تجارتی تعلیم حاصل کرنے کے لیے یورپ وامریکہ نہ جائیں بلکہ جاپان ہمارا آیندہ منظر ہوگا۔

ہم مسلمانون کو آپ جاپانیوں سے تمدن حاصل کرنا چاہیے بلکہ دوسری لفظوں مین یہ کہو کہ ہمکو وہ تعلیم حاصل کرنا چاہیے جو کہ ہمارے اسلاف کی تعلیم ہے مگر بدقسمتی سے ہم اس سے محروم ہیں اور اغیار اس سے فائدہ اٹھارہے ہیں۔

ہمارے اوپر اب خدا کا قہر نازل ہے خدا نے یہودیوں کے نسبت فرمایا تھا ”ضربت علیہم الذلة والمسکنة وباؤا بغضب من اللہ“۔ مگر اب اس کی مصداق ہم ہین کیونکہ ہم نے اس تعلیم کو بھلا دیا جو کہ خدا نے ہم کو دی ہے اور جس کو ہمارے رسول نے اور رسول کے دوستون نے عمل کرکے ثابت کردیا تھا کہ ہم خدا کے اس حکم سے چشم پوشی کرسکتے ہیں۔ ذالک بان اللہ لم یک مغیراً النعمة انعمہا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسہم ان اللہ علیم حکیم ۰

# ایثار

ہمارے دوستوں نے اپنی ترقی کا بڑا اصول ایثار نفس قرار دیا ہے اور اس مین کوئی شک نہین ہے کہ قومون کے اقبال اور ترقی کا بڑا راز ایثار نفس ہے کیونکہ جب تک کسی قوم مین ایثار نفس کا مادہ نہیں پیدا ہوتا کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اگر آپ نے قومون کی ترقی اور عروج کی فلسفہ پر غور کیا ہے تو آپ بھی اس نتیجہ کو پہونچ گئے ہوں گے کیونکہ جب تک قوم کے جھگڑے ذاتیات تک محدود رہتے ہین اور قوم کے لوگ ذاتی ترقی کو اصلی ترقی خیال کرتے ہین اور اسی عروج کو اصلی عروج سمجھتے ہیں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے ہیں مگر جب قومی رجحان جمہوریت کی طرف ہوتا ہے اُس وقت سے ترقی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔

ہمارے دوست نے اپنے بیان کے جوش میں دو ایک مثالیں ایسی بیان کی ہین جن کی نسبت اُنھوں نے دعوی کیا ہے کہ اس قسم کی مثالیں کسی دوسری قوم کی تاریخ مین نہیں ملتین ۔مگر معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے تاریخ اسلام کا مطالعہ غور کے ساتھ نہیں کیا اگر اسلامی تاریخ پر تحمل، بردباری اور انصاف کے ساتھ غور کیا جائے تو ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں ایسی اور اس سے کہیں زائد مہتم بالشان مثالیں ملیں گی۔

کیا آپ کو نہیں معلوم کہ جن لوگوں نے اسلام کی اطاعت قبول کر لی تھی اونھوں نے اسلام کی کیا خدمت کی۔ کیا اونھون نے مکہ اور پیارے مکہ سے اسلام کی خاطر ہجرت نہین کی اور کیا انصاریون نے انکا خیر مقدم اپنے جان اور مال کے ساتھ نہیں کیا وہ کیا تعلیم تھی جس نے خانہ بدوش بدوٗن کو ملکی فتوحات کے جوش مین اور وحدہ لاشریک کی صدا بلند کرنے کےلیے عرب کی مقدس سرزمین سے نکال کھڑا کیا - اور ان کو دنیا کے ہر چہار گوشہ میں پھیلا دیا اور آپ جانتے ہیں کہ کیا یہ لوگ کسی دنیاوی معاوضہ کے خیال سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے نہیں ہرگز نہیں کیونکہ انکو تنخواہیں بھی تو نہیں دی جاتی تھین کیا یہ ایثار نفس نہین ہے ۔کیا آپ نے اسلامی تاریخ مین نہین پڑھا کہ حضرت عمر کا ایلچی بر سر دربار خالد سے پہونچکر کہتا ہے کہ تم اپنے عہدہ سے برطرف کیے گئے اور انھیں کے سامنے ابوعبیدہ کو کمانڈر انچیف کا پروانہ دیتا ہے اس مین ایک شخص خلیفہ کے حکم کو اپنے سر آنکھوں پر

لیتا ہے اور نہایت تعظیم کے ساتھ اس کو منظور کرتا ہے۔ دوسرا شریف کے خیال سے اس عہدہ کو منظور کرنے میں تذبذب کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ خالد سا جری بہادر اور قابل سپہ سالار ملنا مشکل ہے اور ممکن ہے کہ تنزل سے ان کو صدمہ ہو اور اُن کی جوانمردی میں فرق آئے خالد اس راز کو سمجھ کر کہتا ہے کہ تمنے میری بہادری اور سپہ سالاری کا اندازہ میرے سرداری کے زمانہ میں کیا اب تم میری سپاہیانہ حالت کو دیکھو اور ابو عبیدہ کو یقین دلاتا ہے کہ میری جوانمردی میں اور میری بہادری میں کسی قسم کا فرق نہیں آئیگا۔ وہ اس کا اقرار نہ صرف زبان سے کرتا ہے بلکہ عمل سے ثابت کرتا ہے۔ یہ ہے ایثار نفس اور اسکو کہتے ہیں

اس سے بھی زیادہ زبردست مثال تاریخ اسلام میں حسنین کے ایثار نفس کی موجود ہے ہمارے ایک ہیرو کے سامنے خلافت پیش کیجاتی ہے مگر ہمارا ہیرو صرف اس خیال سے کہ کہیں تفرقہ نہ پیدا ہو جس سے اسلام کی قوت کو زوال آئے خلافت کے بوجھ سے انکار کرتا ہے اور اپنے دل میں سوچتا ہے کہ اگر میری وجہ سے تفرقہ پیدا ہوا تو اسلام کی کمزوری کا باعث میں ہونگا اور دل ہی دل میں خدا کا یہ مقدس فرمان ولاتنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا ان الله مع الصابرين یاد کر کے خلافت سے انکار کرتا ہے اور معاویہ کے سپرد کرتا ہے۔ ہمارا دوسرا ہیرو ایک فاسق وفاجر کی بیعت سے صرف اس وجہ سے انکار کرتا ہے کہ اگر میں بیعت کرونگا تو تمام مسلمان بیعت کرلیں گے اور فسق وفجور عام طور سے پھیل جائیگا اور نہ صرف انکار کرتا ہے بلکہ اپنے مذہب کی حمایت میں اور اسلام کے سچے اخلاقی تعلیم کو ثابت کرنے کے لیے اس فاسق وفاجر بادشاہ کو اس کی حرکتوں پر متنبہ کرتا ہے اور جب وہ توجہ نہیں کرتا اور بیعت کے لیے سختی کرتا ہے تو ہمارا ہیرو ایسے فاسق و فاجر کی بیعت سے اپنی زندگی کو اپنے نانا کی امت پر تصدق کرنے کو طیار ہو جاتا ہے اور ایک چھوٹی جماعت کے ساتھ مع اپنے خاندان کے نہایت بے لبسی کے ساتھ اپنی جان دینے کو طیار ہوتا ہے۔

اسلام کی تاریخ کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ تین مجروح سپاہی ایک جگہ بڑی پیاس کی شدت سے بیتاب ہو رہے تھے اور اُن کے منھ سے صرف العطش العطش کی آواز نکلتی تھی۔ ایک سپاہی ایک مشکیزہ پانی کا لے کر اونکی پیاس بجھانے کے واسطے جاتا ہے مگر جب پہلے سپاہی کے پاس پہونچتا ہے تو وہ دوسرے کی طرف اشارہ کرتا ہے دوسرا تیسرے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور جب وہ تیسرے

کے پاس پہونچتا ہے۔ تو اس کو مردہ پاتا ہے وہ جلدی سے دوسرے کے پاس پہونچتا ہے تو اسکا بھی خاتمہ ہو گیا اور جب پہلے کے پاس جاتا ہے تو وہ بھی مردہ ہے۔

اللہ اکبر یہ چند محدود مثالیں اُس قوم کی ہیں جسکی ذریات ہم ہیں اور ہماری کیا حالت ہے کہ نہ خود پیتے ہیں اور نہ دوسرے کو پینے دیتے ہیں بلکہ اپنے بھائیوں کا زوال چاہتے ہیں

## دوسری قوم کی اچھی بات اختیار کرنا

ہمارے دوست نے علانیہ اس کا اعتراف کیا ہے کہ ہمنے بہت سی چیزیں مغرب سے حاصل کی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اگر جاپان یورپ کی تقلید نہ کرتا۔ تو وہ کیونکر ترقی کرسکتا تھا کیونکہ اگر تاریخ عالم کے فلسفہ پر غور کیا جاے تو یہ بات معلوم ہوگی کہ جو قوم ترقی اور تہذیب چاہتی ہے وہ اسس میداں میں زائد متمدن اقوام کی تقلید کرتی ہے دیکھو یونانیوں نے فن تعمیر کو مصریوں سے لیا رومیوں نے ملک گیری کے خصایل ایرانیوں سے اخذ کئے اور فنون وادب میں ہمیشہ یونانیوں کے محتاج رہے۔ غرضکہ اسس مسئلہ پر جہانتک غور کیا جائیگا نتیجہ یہی نکلے گا کہ جو قوم تمدن حاصل کرنا چاہتی ہے وہ اپنے سے زیادہ متمدن اقوام سے تمدن اور شایستگی کی تعلیم حاصل کرتی ہے مگر ہوشیار اور عقلمند قوم نہ صرف تمدنی تعلیم حاصل کرتی ہے بلکہ تمدنی اجزا پر غور او رخوض کرنے سے اور کسی تمدنی شعبہ کے پورا کردینے سے جیسی قابلیت پہنچتی ہے یا ایسے ادراک اور ماہیت سے اس کو بہت کچھ جلا دیتی ہے دیکھو عربوں کو کہ اُن کا تمام تر تمدن **یونان**۔ **ایران** اور مصر سے ماخوذ تھا مگر اُنھوں نے کچھ ایسا جلا دیا کہ ایک ہی صدی کے بعد اگر ان ممالک کے تمدن کا عربی تمدن سے مقابلہ کیا جاتا تو کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ عربوں کے استاد یونانی یا مصری ہیں۔ اسی طرح سے یورپ نے زیادہ تر علوم خاصکر (تاریخ۔ جغرافیہ۔ فلسفہ۔ ہیئت) **تعمیرات** جہانداری اور ملک گیری طرز معاشرت کے کچھ اصول عربوں سے لئے اور زمانہ کی رفتار کے موافق انمیں کچھ تغیر و تبدل کرتے رہے مگر آج کس کے منھ میں دانت ہیں کہ یہ کہہ سکے کہ یہ عربی تمدن سے لیا ہے کیونکہ اول تو ہم خود اپنے تمدن سے اس قدر پیچھے ہٹ گئے ہیں کہ ہم کو یہ معلوم ہی نہیں کہ ہمارا تمدن کیا تھا اور یورپ نے ہمسے کیا

مستعار لیا تھا۔ اگر معلوم ہے تو ہم میں یہ ہمت نہیں کہ ہم یہ کہہ سکیں اس لیے کہ ایک یورپین کو اس کے جواب میں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ آپ اگر ہمارے اوستاد ہیں یہ تو بتلائیے کہ آپ میں بھی وہ تمدن اور شائستگی کچھ ہے؟ دوسرے انقلابات زمانہ اور روزمرہ کے تغیر و تبدل نے ہمارے اور یورپین تمدن میں اسقدر حصار قایم کر دیا ہے کہ اب ہم اصل اور زائد کو علیحدہ نہیں کر سکتے خیر یہ تو ایک زائد بات تھی مگر ایمان کی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اسوقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک متمدن اقوام کی تقلید سوچ سمجھکر نہ کرے۔ اس امر کو جاپان نے خوب سمجھا اور عمل کرنیکے واسطے تیار ہو گیا کیونکہ جاپان کا مقولہ ہے کہ ہم سچائی کو یورپ سے لیتے ہیں امریکہ سے لیتے ہیں ہندوستان سے لیتے ہیں ہم اسکو نیت سے حاصل کرتے ہین اور ہم تو سچائی کو دوزخ سے بھی لینے کو طیار رہیں۔ جاپان کی تقلید اندھے پن کی نہ تھی۔

اس لیے ان تمام عیوب کو جو یورپین تمدن میں ہیں انہوں نے اسطرح سے نکالکر پھینک دیا جسطرح سے دودھ کی مکھی علیحدہ کر دی جاتی ہے۔ اور اچھی باتوں کو اس طرح لے لیا گویا وہ انھیں کی تھیں مگر ہمارے اصول بالکل اس کے خلاف ہم یورپ کی ان باتوں کو لیتے ہیں جو کہ ہمارے لیے مضر ہیں اور ان سے گریز کرتے ہین جو کہ ہمارے لیے مفید ہیں ہمارے امرا یورپ سے محنت اور مشقت کی عادت نہین سیکھتے۔ انھوں نے ہمدردی حب الوطنی اور ایثار نفس کا سبق یورپ سے نہ لیا۔ لیا تو کیا لیا طرز معاشرت۔ اور نمائشی طرز معاشرت جو کہ انکے بھری ہوئی جیبوں کو خالی کرتی ہے جو کہ انکے موروثوں کے خزانے اور اندوختوں کو جو کہ نہایت ہی محنت اور کفایت شعاری سے جمع کیے گئے تھے انسے چھین کر یورپ کے تاجروں کی جیبوں کو بھرتا ہے۔ غرضکہ کس کس بات کا رونا روئیے گا۔ ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم۔ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

انھوں نے یورپ سے حب الوطنی اور کفایت سیکھی ہمنے خود غرضی اور فضول خرچی انھوں نے محنت ہم نے کاہلی۔ انھوں نے سادگی ہم نے نمود۔ انھوں نے صنعت و حرفت ہم نے اخباری بک بک۔ انھوں نے بے ریا خدمت ہمنے جھوٹی سرداری۔

---

# جات کی تفریق

ہمارے دوست نے ہندوستان کو مخاطب کرکے یہ بات کہی ہے کہ جاپان میں بھی ذات کی تفریق اسی طرح سے موجود تھی جیسے ہندوستان میں ہے غالباً انکا یہ خطاب ہندوؤں کی جانب زیادہ ہوگا جنکا یہ مذہبی نہیں تو تمدنی قانون تو ضرور ہے مگر نہایت خوشی کی بات ہے کہ تعلیم یافتہ ہندو اب اس تفریق کو مٹانے کے واسطے آمادہ ہوگئے ہیں۔ مگر ہمارے بھائی مسلمان اس قسم کی تفریق پیدا کرنے کے واسطے آمادہ ہوگئے ہیں۔ اور یہ تفریق زیادہ تر ہندوستان میں ہے۔ غالباً یہ ہندوستان کے مرز بوم کا اثر ہے۔

ہمارے شیخ۔ سید۔ مغل۔ پٹھان۔ زمیندار پیشہ ور جماعت میں روز بروز سخت تفرقہ پیدا ہوتا جاتا ہے کوئی سید شیخ کے یہاں شادی کرنا پسند نہیں کرتا شرافت ورذالت کا معیار گوشہ نشینی اور وضعداری قرار دیا گیا ہے یعنی جو شخص کہ اپنی زندگی کاہلی عیاشی اور بدفعلی سے بسر کرے وہ شریف ہے اور جو شخص کہ اپنے بچوں کے لیئے کوئی تجارت یا مزدوری کرے وہ کمینہ ہے آپ کو کیا حق حاصل ہے کہ آپ ایک دھوبی یا ایک موچی کو کمینہ کہیے اور آپ کو کیا حق حاصل ہے کہ ایک عیاش اوباش شخص کو شریف کہیے۔ اس لیئے کہ موچی اور دھوبی آپ کی ضرورتوں کو مہیا کرتا ہے اور شیخ حق العباد کے سخت جرم کا مجرم ہے افسوس۔ کیا شرافت اور رذالت کا معیار یہی ہے شرافت اور رذالت کا معیار صرف انسان کے ذاتی افعال اور حرکات ہیں ایک دھوبی جسنے کہ تعلیم حاصل کی ہے اور جس کی اخلاق درست ہیں یقیناً اس شخص سے زیادہ شریف ہے جو کہ نسباً تو سید ہے مگر تعلیم سے بے بہرہ اخلاق سے دور۔ اپنی زندگی کو عیاشی اور اوباشی میں بسر کرنے والا ہے۔

کیا آپ کے رسول ؐ نے تجارت نہیں کی کیا آپ کے صحابہ تاجر نہیں تھے کیا آپ کو نہیں معلوم کہ سلمان ؓ اور بلال ؓ غلام تھے اور آپ کو معلوم ہے کہ اسلام نے ان کو کیا عزت دی آپ انکی جوتیوں کی خاک برابر تو بھی نہیں ہیں۔ کیا آپ خدا کے اس مقدس فرمان سے آگاہ نہیں ہیں

بعضکم من بعض فانکحوھن باذن اھلھن واتوھن اجورھن (تم ایک دوسرے کے ہمجنس ہو لیں لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرو اور دستور کے مطابق ان کے مہر دو)

# انسانیت اور رحم دلی

ہمارے دوست نے جاپان کی انسانیت اور رحم دلی کی بڑی تعریف کی ہے اور اسکے مقابلے میں روسیوں کے ظلم وجور کے بہت سے واقعات بیان کئے ہیں اور اس پر تعجب کیا ہے مگر انکو معلوم نہیں کہ عیسائیت کی رحم دلی اس سے کہیں زائد ہے جو روسیوں نے جاپانیوں کے مقابلہ مین ظاہر کی۔

مسلمان فاتحین نے ہر مقام پر انسانیت کا برتاؤ کیا ہے حتی کہ انکو یہ حکم دیا گیا تھا کہ تم جانوروں اور پیڑوں تک کو نہ نقصان پہونچانا مگر اسکا معاوضہ عیسائیت نے کیا دیا اگر آپ سنا چاہتے ہیں تو جنگ صلیبی مطالعہ کریئے۔

مینچاڈ ایک یورپین بیان کرتا ہے کہ مسلمان مکانوں اور سڑکوں پر قتل کیے جاتے تھے۔ بیت المقدس میں مغلوب جماعت کے کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی بہت سے لوگ موت کے خوف سے قلعہ سے بھاگ گئے بہت سے لوگ مسجدوں میں جمع ہو گئے جہاں عیسائیوں کے تعاقب سے اپنے کو نہ چھپا سکے ایک اور عیسائی مورخ لکھتا ہے کہ مسجد کے سامنے خون ایک گا رے کے قدر سے اور گھوڑوں کی لگام تک پہونچتا تھا

مگر جس وقت سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو فتح کر لیا اور تمام عیسائی سلطان کے معمولی اشارے سے قتل ہو سکتے تھے۔ تو آپ جانتے ہیں کہ اُس کے اعلان کے کیا الفاظ تھے اسکا اعلان حسب ذیل الفاظ میں تھا "تم جانتے ہو کہ بیت المقدس ایک متبرک مقام ہے میری یہ ہرگز خواہش نہیں ہے کہ اس مقام کو خونریزی سے آلودہ کروں تم اپنی عادتوں کو چھوڑ دو میں تم کو اپنے خزانہ میں سے ایک حصہ اور جسقدر زمین کاشتکاری کے لیے چاہو گے دونگا"

عیسائیوں اور مسلمانوں کے برتاؤ کی دوسری زبردست مثال اسپین کی ہے دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں نے اسپین کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا۔ چونکہ میرا لکچر طویل ہو گیا ہے اسلیے میں ان واقعات سے چشم پوشی کرتا ہوں۔

# سودیشی تحریک

آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ میں نے اب کی کمیٹی کی ایک بیٹھک میں کئی اوروں کے ساتھ سودیشی تحریک کی تائید کی تھی مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ مجھ کو اس تحریک کے ساتھ اب ہمدردی نہیں رہی کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر یہ تحریک خلوص دل سے پیش کیجاتی تو ہندوستان کو اس سے بہت کچھ فائدہ پہونچ سکتا تھا۔ مگر افسوس کہ بہت عرصہ نہ گذرا تھا کہ ہمارے بنگالی بھائیوں نے اپنے اصلی خیالات کا اظہار کردیا اس تحریک کے ذریعہ سے گورنمنٹ کے اوپر ایک قسم کا زور ڈالا جاتا ہے کہ وہ تقسیم بنگال کے رزلیوشن کو منسوخ کردے تو یہ اس تحریک سے باز آجاویں لہذا ایسی نفسانیت اور خودغرضانہ تحریک پر عمل کرنا سخت غلطی ہے۔ دوسرے بنگال کے مسلمان تقسیم بنگال کو اپنے لئے مفید جانتے ہیں۔

ہمکو تعجب ہے کہ ہمارے دوست نے کیوں اس تحریک سے ہمدردی کی اس کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ جس جلسہ میں ہمارے دوست کا لکچر ہوا وہاں ان کی بڑی تعداد اس تحریک کی ہمدردی کی رہی ہوگی۔ یا انکو ابھی تک اسکے متعلق پورے حالات دستیاب نہیں ہوے۔

**باامید و ناامید** آپ کو غالباً معلوم ہوگا کہ موجودہ فلسفیوں کی کئی جماعتیں ہیں جنمیں سے دو جماعت مذکورۂ بالا نام سے بھی ہیں۔

باامید (آپٹیمسٹ) کا خیال ہے کہ نیچر نے جو چیزیں پیدا کی ہیں انکا منشا دنیا کو فائدہ پہونچانا ہے اور وہ دنیا کی ہر چیز کے کچھ نہ کچھ کام آتی ہیں ناامید اس جماعت کے بالکل خلاف ہے اور اسکا عقیدہ بہت کچھ مایوسانہ ہے وہ کہتی ہے کہ دنیا میں جو چیز ہے اس سے بجز نقصان کے فائدہ متصور نہیں ہے جاپان جماعت اول میں ہے۔ اور وہ ہر چیز سے کچھ نہ کچھ کام لیتا ہے اور اسکا خیال ہے کہ گذشتہ زمانہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور واقعات گذشتہ ہمارے لیے بجائے مفید ہونے کے ضررساں ہوں گے اس لیے جاپان اپنی ترقی زیادہ تر آئندہ منحصر کرتا ہے۔

قرون اول کے مسلمان بھی اسی عقیدے کے تھے اور وہ خالق کے ہر مخلوق سے کچھ نہ

کچھ ضرور کام لیتے تھے۔ اور وہ جو کچھ کرتے تھے اپنے لیے نہیں بلکہ اپنی آیندہ نسل کے لیے برخلاف اس کے ہم کو سوا اس کے کہ واقعات ماضی کا رونا روئیں اور کچھ نہیں آتا آپ حضرات نے ابھی خود اندازہ کرلیا ہوگا کہ میرے لکچر کا زیادہ حصہ اپنے سلف کے کارناموں کے بیان کرنے میں صرف ہوا مگر اس سے کیا نتیجہ وہ جو کچھ بھی تھے۔ گذر گئے ہم کو بھی ویسا ہونا چاہیے۔ اور اس خیال کو چھوڑکر کہ جو درخت ہم لگا دیں اسکا پھل بھی ہم کھائیں آیندہ کے لیے کوشش کرنا چاہیے (باقی دارد) فقط

جمال احمد

# ماہ گذشتہ

**ایک ضروری غیر ضروری بحث**

البشیر کے مئی کے پرچوں میں یہ بحث چھیڑی گئی ہے کہ خاص۔ ہز رائل ہائی نس حضور پرنس اوف ویلز کی میز پر جو چار مسلمان تھے اون میں آنریبل راجہ یوسف علیخان کو کس وجہ سے بموقعہ عوض ٹرسٹیان کالج منتخب کیا گیا۔

ہم کو واقف کار جس نے بحث کو چھیڑا اوس سے، اور جس شخص نے جواب دیا اوس سے بھی اور البشیر جو اسپر مضامین لکھنے کا وعدہ کرتا ہے اوس سے اور بھی زیادہ تعجب ہے ہمارا مذہب ہے زر پرستی۔ روپیہ کا جس طرح ہو حاصل کرنا۔ یہ سچ ہو کہ راجہ موصوف نے کوئی مالی مدد نہ دی ہو مگر آیندہ کو تو امید ہے جو لوگ مدد دے چکے وہ دے چکے اون کے اعزاز کی ضرورت ہی کیا ہے۔ رہی علمی یا عقلی یا اخلاقی ترجیح کی عزت اسکا احساس تو سرے سے اور وہ مسلمانوں میں نہ ہے اور نہ پیدا ہونے کی امید ہے۔ اسی لئے شکایت بے موقعہ ہے جب توقع ہی اٹھ گئی غالب ÷ کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی مناسب ہے کہ آدمی روپیہ پیدا کرے۔ روپیہ نہ ہو تو جھوٹی نمود پیدا کرے۔ جھوٹا نمود نہ ہو تو جو لوگ برسر اختیار ہوں انکی مصاحبت۔ خوشامد اور ان میں ہاں ملایا کرے۔ سازشیں کرے۔ تب اوس کو ٹرسٹی اور قومی لیڈر اور شمالی ہندوستان کے سربرآوردہ مسلمان کا درجہ حاصل ہو جاویگا اس کے لیے نہ علمی اخلاقی خصلت درکار ہے۔ نہ علمیت کی احتیاج ہے۔ نہ خوف خدا کی

مانگ ہے نہ قومی خیر خواہی کی پرستش ہے۔ قومی خیر خواہی ایک فیشن کا لفظ ہے جس کے حقیقی مفہوم کی تلاش ناتجربہ کاری کی دلیل ہے۔ یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا۔

جب تک مسلمان ہیں یہ جھوٹی زر پرستی۔ یہ لاف مذہب ہو دیہ قومی ریا۔ یہ کھوکھلی خیر خواہی اسی طرح دور نہ ہو گی جس طرح مذہبی ریا اور جھوٹی عبادت اور بادشاہ پرستی اور استخواں پرستی کا دور ہونا ضرور ہے۔ اوس وقت تک وہ ایک مردہ قوم رہیں گے۔ ہمارے لیے اس سے زیادہ اور کیا شرم کی بات ہو سکتی ہے کہ شمالی ہندوستان کے ایک مشہور شہر کے لوگوں نے جلسہ کر کے وسیرائے بہادر کو تار دیا کہ حضور شاہنشاہ انگلستان اور سلطان المعظم سے جنگ واقع ہوئی تو ہمکو رنج ہو گا۔ کسی طرح صلح ہو جاوے اوس شہر کے چند تعلیم یافتہ لیڈر گھبرائے، اور یہ تار پڑھکر جو اس باخت اور سراسیمہ تار گھر میں ایک بھولے نوجوان کو بھیجا کہ تار دیوے کہ ہم اس جلسہ سے بری ہیں گورنمنٹ پر اپنا پورا ایمن اور ظاہر دار ہونا ہی نہیں ظاہر کیا بلکہ یہ بھی ثابت کیا کہ ان بزرگون کے نزدیک گورنمنٹ کی خفیہ پولیس اور حکام اس قدر جاہل ہیں کہ شہر والوں کی کرتوت سے ان بزرگوں کو پکڑ لیں گے ؎ ایں کار از تو آید مرد ان چنیں کنند۔

اے کاش یہ معلوم ہو کر کوئی کام بھی کسی اصول یا قاعدہ یا انصاف یا راستی کے ماتحت کیا جاتا ہے

مع ذکو من فمالھن و فنا ء ریح الصبا و ھو دھن سواء

ہم چاہتے ہیں کہ لوگ تاج برطانیہ کے خلاف ہرگز کارروائی نکریں مگر ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ لوگ سچ بات ظاہر کریں۔

**حالت کیا ہے** اصل یہ ہے کہ اس زمانہ میں **غریب مسلمان** عجب مصیبت اور کشاکشی میں مبتلا ہیں۔ ایک طرف اون کے روشنضمیر لیڈروں کی وہ حالت ہے جو ہم نے بیان کی اور جو بالکل نیچرل اور فطرتی ہے کوئی قوم جو شخصی سلطنت اور درباری زندگی سے ہزار برس سے متعلق رہچکی ہو کیسے آزاد و راست باز و سادگی پسند ہو سکتی ہے۔ اور ہمارے شرفا ایسی ہی قوم کی فرد ہے۔ رہے چھوٹے لوگ اور غربا وہ موجودہ اصطلاح میں قوم میں داخل نہیں ہیں۔

دوسری طرف اون کے علما ہیں (الا ماشاء اللہ) ایسے ہی عیب ہیں۔ باہمی حسد لڑائیان خودغرضیاں۔ لالچ۔ رسوخ پسندی۔ جاہل فریبی۔ عوام کا خوف غرض نیم تعلیم یافتہ نیم خام

جاہل و غبی ان سب کی آنکھ ان لیڈروں اور اون کے ہمدرد امرا کی زندگی کو دیکھتی ہے۔ یا
ان علماے دین اور اون کی پرستش کرنے والے امرا و معززین کو نمونہ گردانتے ہیں۔
اچھے علما یا مجتہد جو ہیں وہ بیچارے زاویۂ گمنامی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تعلیم یافتہ
لوگوں میں جو قابل اور ہمدرد ہیں وہ بھی یا معاش میں مبتلا ہیں یا زمانہ کی ہوا کو دیکھ کر
گوشہ نشین ہوتے جاتے ہیں۔ غرض میدان راستی اور وفا سے خالی ہوتا جاتا ہے ؎

مٹ گئے جوہر وفا کے اٹھ گئے سب اہل درد ٭ اب وفا ہے نام کو اور با وفا کہنے کو ہیں

اس تمام تقریر سے ہمارا منشا یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک زبردست گہرے تمدنی
اور اخلاقی اور ریڈیکل انقلاب کی ضرورت ہے۔ اوپری اور چکنی چپڑی اصلاح سے
اون کا کام نہیں چلے گا۔ اس کے لئے باہمت مرد درکار ہین۔

ایسے لوگ جو **دولت** اور **طمطراق** اور **جھوٹ** کو ایسی ہی علانیہ حقارت سے
دیکھیں جیسے کہ آجکل افلاس یا سادگی یا صداقت کو سمجھا جاتا ہے۔

یہ زخم مرہم ملنے سے جانے والا نہیں ہے بلکہ گہرا نشتر چبھانا لازم ہے اس بیماری میں
شربت بنفشہ یا کنین کا استعمال نہیں بلکہ فصد کا کام ہے۔ مگر ایسے علاج کرنے والے اور اپنا
نقصان کرنے والے کہاں ہیں۔ ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله ٭

**عوام کا خوف کریں یا سچ بولیں**

ہمارے ایک نوجوان بے تعصب دوست نے جو اپنے آپکو
صرف مسلمان کہلانا پسند کرتے ہیں ایک "طویل خطوں میں
ہم پر خانگی طور پر اعتراض کیا ہے کہ ہم نے بعض **سنیوں** کو محرم الحرام ذوفروری سنہ ۶ کے
مضمون سے ناراض کر دیا اور مرحوم سر سید کے مقلدین کو کسی مضمون میں لفظ **نیچری** لکھکر
خفا کر دیا اس لفظ سے اون کی راے میں سخت ہتک اس فرقہ کی ہے۔ دوسرے الزام کی نسبت
ہم معذرت کرتے ہین۔ اگر کوئی بہتر **لقب** ہمارے دوست کے ہم خیال گروہ نے قرار دیا
ہے تو ہم آیندہ سے اوس کو لکھیں گے لیکن جہانتک ہم کو معلوم ہے کوئی اور نام طے نہیں پایا
اور خود مرحوم نے لفظ نیچری کو **تہذیب الاخلاق** میں فخر و مباہات سے تسلیم کیا ہے
بلکہ خود ایڈیٹر عصر جدید کو اس لفظ سے منتسب ہونے میں شرم نہیں ہے۔ جو لوگ فطرۃ الله

کو سمجھ کر اس پر قائم ہوں وہ سعید ہیں۔ رہا محرم کا مضمون۔ اُس میں ہم نے بیشک یہ لکھا تھا کہ جو لوگ معرکہ کربلا کو اسلام سے علیحدہ یا بیکار چیز سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اسلام میں محبت اور ولا بلکہ درود نماز میں۔ ان بزرگوں پر فرض ہے پس اون کی شہادت ایسی چیز نہیں جس کو غیر مذہبی یا فضول سمجھا جاوے۔ آجکل کے الحاد کے زمانہ میں جو لوگ پنج وقتہ نماز کو خواہ مخواہ کا ظلم اور قرآن شریف کی آیات تمدنی کو پیغمبر کی ذاتی راے خیال کرتے ہیں وہی اس قسم کی باتیں کہہ سکتے ہیں۔

غالباً ہمارے دوست کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس حقیقہ مضمون میں روئے سخن مسلمانوں کے مشہور دو فرقوں میں سے کسی کی طرف نہیں تھا۔ البتہ چند آزاد خیال بگڑے لوگوں پر تعریض تھے۔ اگر ایسے آزاد مشرب یا حیرتی خیال کے چند نوصب (جو اپنے تئیں سنی کہکر اس عالیشان اور قدیم فرقہ کو بدنام کرتے ہیں) ہمارے مضمون سے ناراض ہیں تو ہم مسکرا کر گذر جائیں گے اور گنواری محاورے میں کہیں گے "خفا ہو تو دو روٹیاں زیادہ کھالو"۔ اگر سنی و شیعہ اور ہندو و عیسائی سب ناراض ہوجاویں تب بھی ہم کہیں گے ؎ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است۔

دوسری طرف اخبار اثنا عشری کے ایڈیٹر نے ایک طویل خط میں ہمارے مضمون کے اوس حصہ پر سخت اعتراض کیا ہے جہاں ہم نے زور دیا ہے کہ محض رونا کافی نہیں ہے۔ قاتلان حسین بھی روتے ہیں بلکہ اتباع اور سنت حسینؑ کی پیروی ہو تب دعوی محبت کا سچا ہے۔ یہ بزرگ لکھتے ہیں اور برافروختگی کے ساتھ لکھتے ہیں کہ اس مضمون سے شیعیان پاک کے دلوں کو صدمہ پہونچا ہے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں ساری دنیا کو کس طرح خوش کر سکتا ہوں۔ کوئی سطر آدمی ایسی نہیں لکھ سکتا جو کسی نہ کسی کے خیال یقین۔ توہم ظن۔ تعصب۔ اعتقاد۔ عادت۔ رواج۔ معاشرت یا شعار کے خلاف نہ ہو۔ اگر یہ سوچنا ہے کہ کون سا گروہ سب سے کمزور یا بے زبان ہے جس پر بے دھڑک حملہ کیا جاوے۔ اور غل مچانے والے یا زبردست گروہ کو چھوڑ دیا جاوے تو ایسے بزدل کو تصنیف و تالیف و اصلاح و ایڈیٹری کا نام نہ لینا چاہیے

بلکہ کسی بڑے طائفے یا تھیٹر میں تالیاں بجانے والوں میں ملازمت کر لینی چاہیے۔ کیونکہ اس سے سب کم آدمیوں کو خفگی پیدا ہوگی۔ ہاں جب انسان کو معاملات عالم پر رائے دینی ہے تب صرف اپنے **نور ایمان** کا کہنا ماننا چاہیے۔ عام لوگ تو اچھی باتوں سے ناراض ہوا ہی کرتے ہیں "عسیٰ ان تکرھوا شیئا فھو خیر لکم"، کبھی تم کسی چیز سے ناراض ہوتے ہو وہ تمھارے لیے بہتر ہوتی ہے"۔ البتہ جو شخص تہذیب سے ہمارا جواب دینا چاہے اوس کے لیے عصر جدید کے کالم بلحاظ اپنی گنجائش کے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ فقط مدیر۔

**تھافتہ الفلاسفہ پر ریویو**

ہم عالی جناب مولانا سید حکیم غلام الحسنین صاحب کنتوری کے بیحد ممنون ہیں کہ جناب ممدوح نے اپنے بے نظیر رسالے تھافتہ الفلاسفہ کے ۵ پرچے ہم کو بھیجے ہیں۔ اس رسالہ میں **لامذہب** لوگوں اور ملحدین کا رد کیا جاتا ہے اور اسمیں شک نہیں کہ ان فلاسفہ کو کافی طور پر تباہ کیا جاتا ہے۔ اکثر سوالات کسی "فرضی" نیچری کے نام سے کیے جاتے ہیں اور پھر مدلل جواب دیے جاتے ہیں مولانا کے مضامین عالمانہ سلیس ہوتے ہیں اور وسعت نظر اون کی مشہور ہے۔

نیچریوں کو وہ جتنا چاہیں برا کہیں لیکن دعا کہ خذ ما صفا کے اصول سے نفرت نہ کریں۔ مولانا نے چند نیچریوں سے ناراض ہو کر ان پرچوں میں **شادی غمی** کے اسراف کو جائز قرار دیا ہے۔ غیر مستحقین کو خیرات دینا ممدوح ٹھہرایا ہے شادی میں آتشبازی کے چھوڑانے کی تعریف کی ہے۔ اصلاح رسوم کو۔ اسلام کی تباہی کا پیش خیمہ خیال کیا ہے۔ علماے دین جو وعظ یا کوشش مثل مسیحی مشنریوں کے نہیں کرتے اسکو پسند فرمایا ہے۔ غرض یہ رسالے نہایت دلچسپ ہیں۔ حال میں ہمارے ایک دوسرے محترم بزرگ جو صاحب خطاب برلائق اور مشہور مضمون نگار ہیں انھوں نے بھی **اصلاح** کے خلاف متعدد مضمون لکھے تھے۔ حالانکہ یہ بزرگ انتہا درجہ کے ریڈیکل اور **لا ادریہ** سمجھے جاتے تھے۔ ان مضامین کو پڑھ کر ہم اپنی رائے ظاہر کرنا فرض سمجھتے ہیں کہ ستر برس کی عمر کے بعد علمی معاملات اور پالٹکل اور تمدنی باتوں پر مضمون نگاری اہل ایشیا کو مناسب نہیں۔ شاید یہی رمز ہو اس حدیث میں کہ "میری امت کی عمر عموماً ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوگی"۔

**معاصرین اور ہم**

تہذیب رامپور سے نئے لباس میں اور ایک لائق انشا پرداز کی نگرانی یعنی مسٹر آزاد مراد آبادی کے ایڈیٹری میں نکلا ہے (قیمت ۴؎ سالانہ)

اس کے مضامین دلچسپ ہوتے جاتے ہیں ماہ مئی کے نمبر میں عصر جدید پر رائے لکھتے وقت ایڈیٹر صاحب نے بہی سطحی غلطی کی ہے۔ کہتے ہیں کہ عصر جدید نے مسلمانوں کو کفایت شعار بنانے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ منجملہ پانچسو سوا پانچ سو صفحہ کے شائد ہی سال سو صفحہ بھی کفایت شعاری کے متعلق نہ ہوں۔ عصر جدید مسلمانوں کو ایک معتدل راست باز عملی۔ اور کفایت شعار قوم بنانا چاہتا ہے۔ نہ اوس کا یہ منشا ہے اور نہ کبھی تھا کہ لوگ بخیل ہنیں۔ اس بات کو مختلف طور پر ظاہر کر دیا گیا ہے اس رسالہ کے اکثر مضامین کو وہ غیر ضروری قرار دیتا ہے۔ سچ ہے تہذیب کی طرح مذہب عشق کے شعرا ہیں نہیں سعنہ۔ **کشمیر درپن** ہمارے جوشیلے دوست محمد ادریس صاحب کے مضمون "ایک ناجیر ممبر کی کارگذاری" پر ایک لطیفہ اسے لکھتا ہے کہ غالباً دوستوں کو پان و حقہ کی ممانعت کی اجازت سکرٹری صاحب صیغہ نے نہ دی ہوگی بے شک سکرٹری ایسے کسی قاعدہ کا موجد یا محرک نہیں ہے لیکن جو ممبر ایسی اخلاقی قوت اور جرأت رکھتے ہیں وہ اون کا مداح ہے۔ مگر اوسی صورت میں جب کہ بحث نیک اور بار آور کاموں میں خرچ ہو۔ اس بات کا بیشک افسوس ہے کہ کثرت کار کی وجہ سے جن لوگوں کے مضمون نگار نے مدد کی غلطی سے اون کے نام چھپ گئی۔ اس صلاح کے لیے ہم ایڈیٹر درپن کے ممنون ہیں

**آبزروار** میں مسٹر نیاز علی صاحب بی۔ اے ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کا ایک مفید اور دلچسپ انگریزی لکچر چھپا ہے جو لاہور ینگ مین محمڈن ایسوسیشن میں موصوف نے مسئلہ گداگری پر دیا تھا۔ اسمیں انھوں نے عصر جدید کی خدمات کی بابت اصلاح گداگری کی بہت قدر کی ہے۔ ہم اونکا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ پنجاب کی تعلیم یافتہ مسلمان ان مسائل پر متوجہ ہوں گے۔ بہت کم اصلاح تمدن کے کام میں دل چسپی رکھتے ہیں

لائق "ریڈیکل" جو اول علیگڑھ منتھلی میں گہر افشانی کرتے تھے اب کی انھوں نے رامپور کے "تہذیب" میں ایک مضمون " لکھا ہے کہ "دنیوی ترقی کا مذہبی پابندی سے

کہاں تک تعلق ہے سو وہ کہتے ہیں کچھ تعلق نہیں ہے۔ اس قابل مضمون نگار کو مذہب کے معنی سے اسی قدر واقفیت ہے جس قدر "مدعیان اصلاح" سے اوس کو ہمدردی ہے کیا اچھا ہو کہ وہ ظاہر کریں کہ مذہب اون کے نزدیک کیا چیز ہے۔

وکیل میں مسٹر نذیر احمد نے ماہ مئی میں جنوری عصر جدید کے کانفرنس والے مضمون کا جواب دیا ہے اور لکھا ہے کہ ایڈیٹر نے محض تہمت اور غرور کی راہ سے لکھا ہے کہ "خوف خدا۔ اور تصدیق رسالت کو انسانی ترقی کا جو لوگ جزو اعظم نہیں سمجھتے مسلمان اون کے کاموں کو توڑ دیں گے۔ اے کاش یہ غرور زیادہ وسیع ہو۔ اگر یہ کلمہ غرور ہے تو وہ حقانیت کا کلمہ بھی تو ہے ؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست　　ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

**انتظام اخبارات کی دقتیں** بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ ایک اخبار یا رسالے کو وقت پر نکالنے میں کیا دقت ہوتی ہے۔ اردو ہندوستانی پریس حد درجہ کا مظلوم ہے۔

انتخاب کر کے با قاعدہ مطبع تلاش کیا۔ کاتب صاحب کے یہاں تقریب شادی ہے۔ اور اوسکی بعد پھوپی یا موانی کا انتقال ہو گیا۔ کاپیاں چار پانچ دن بعد لکھی گئیں۔

کاپیاں تیار ہیں پریس صاحب کے پہلو میں درد ہے اور اونکو دوسرا کام بھی ہے۔ چھہ دن کی دیر چھپنے میں ہوئی۔

خدا خدا کر کے پریس صاحب آئے تو مزدوروں نے تہوار منا لیا۔

خیر۔ میعاد سے ۲۰ دن کے بعد رسالہ چھپ گیا تو دفتری صاحب کے لڑکی کے مردہ بچہ پیدا ہوا۔

**ان کا علاج کیا ہے** ان دقتوں کا مقابلہ کس طرح کیا جاوے۔ صرف یہ طریقہ ہے کہ زیادہ تنخواہ کا عملہ رکھا جاوے جنکو کام سے غیر حاضر ہونے سے خوف ہو یا زائد سٹاف رکھا جاوے۔ اس کے لیے روپیہ کی ضرورت ہے۔ روپیہ خریداروں سے آسکتا ہے خریدار اس ملک میں کم ہیں۔ کیونکہ عام لوگ بد شوق اور کم علم ہیں یا مفلس ہیں۔

پس عام تعلیم و کفایت شعاری پھیلانا سب سے بڑا فرض ہے۔

# ہائی کورٹ آلہ آباد میں ہو یا لکھنؤ میں

## قابل توجہ جملہ زمینداران و وکلا و اہل مقدمہ

**ایک ضروری مسئلہ** یہ مسئلہ نہایت زور شور سے چھیڑا گیا ہے۔ لوکل گورنمنٹ کی رائے معلوم ہوتی ہے کہ ہائی کورٹ لکھنؤ جیسے مرکزی مقام میں لائی جاوے جہاں دولتمند تعلقہ دار ہیں۔ آب و ہوا عمدہ ہے۔ بوجہ مرکزی مقام کے سب لوگوں کو اس سے آرام ہوگا۔ ریلوں کا جنکشن بھی لکھنؤ ہے۔ عمارات اور میووں کی یہاں بھرمار ہے عمارتیں عالیشان ہیں۔

برخلاف اسکے آلہ آباد میں بیماری زیادہ اور رونق کم ہے۔

آلہ آباد ہائی کورٹ کے وکلا اور بیرسٹر صاحبان کو چونکہ مکان چھوڑ دینے پڑیں گے اور لکھنؤ آنا پڑے گا وہ اس معاملہ سے سخت ناراض ہیں اور ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ صوبہ آگرہ کے تمام اضلاع اس نقل مکان اور اصلاح کو ناپسند کرتے ہیں۔ وہ جگہ جگہ سے موریل آلہ آباد کی تائید میں بھجوا رہے ہیں۔ اور لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ آلہ آباد تیرتھ ہے اوس کی تائید کرو۔ حالانکہ بنارس اور متھرا۔ زیادہ مقدس مقام ہیں اونکی پروا نہیں کرتے

ہمکو اپنے معزز ناظرین سے جو صوبہ آگرہ کے ہر گوشہ اور ضلع میں موجود ہیں پوری امید ہے کہ اس معاملہ میں اس عالیشان اور شاہی شہر (لکھنؤ) کی عزت ہی نہیں بلکہ اہل مقدمہ کی آرام کا خیال فرماویں گے اور کفایت کا اور آلہ آباد والوں کی کوشش سے متاثر نہ ہوں گے۔ جو صاحب موریل لکھنؤ کا فارم منگانا چاہیں خوشی سے بھیجا جاوے گا۔ اور بعض چیدہ صاحبوں کو بلا طلب روانہ ہوگا۔ مہربانی فرماکر اوس کو بھرواکر بیرنگ ایڈیٹر عصر جدید کے نام روانہ فرماویں۔

جہانتک ہم کو تحقیق ہوا ہے نصف سے زیادہ ضلع صوبہ آگرہ کے لکھنؤ کا ساتھ دین گے

# ہمارا دوسرا انعامی سلسلہ

## پیشتر سے وسیع پیمانے پر

## یکم جون ۱۹۰۶ء سے ایکہزار روپیہ نقد کے ایک سو پچاس

## انعام بہ تفصیل ذیل :-

پچاس پچاس روپیہ کے دو انعام = ایکسو روپیہ

بیس بیس روپیہ کے چار انعام = اسی روپیہ

دس دس کے بیس انعام = دو سو روپیہ

پانچ پانچ روپیہ کے ایکسو چوبیس انعام = چھ سو بیس روپیہ

## سرمہ مقوی بصر کے خریداروں میں تقسیم ہو رہے ہیں

یہ انعامات ان ایکسو پچاس خریداروں کا حق ہے جنکا نمبر خریداری خوش قسمتی سے انعامی نمبر ہوگا۔ خریدار ونکو ان انعامات کی توقع رکھنی چاہیے یہ انعامی سلسلہ تاوقتیکہ سرمہ مقوی بصر کی دس ہزار شیشیاں فروخت ہو جائیں جاری رہیگا۔

انعام والے لکسوں میں پیسہ بنک پر چک روانہ کئے جاتے ہیں انعام یافتہ اصحاب ان چکونکو ہندوستان بھر کے کسی بنک میں یا ہمارے پاس بھیجکر روپیہ وصول کر سکتے ہیں۔

قیمت فی شیشی ایک تولہ ۸/ ۔ ۲ تولہ ۱۴/ اور ۳ تولہ عہ ۴ تولہ عہ ۵ تولہ عہ

خرچ وی پی پارسل بذمہ خریدار

پرچہ ترکیب استعمال ہر شیشی کے ہمراہ ہے

## فرمائشیں بنام شیخ غلام رسول پروپرائیٹر دوا میڈیکل ہال (تیار کنندہ سرمہ مقوی بصر) گجرات پنجاب آنی چاہییں

یہ سرمہ گذشتہ ۱۰ سال سے تیار ہوتا ہے جو اپنی عمدگی کی وجہ سے پنجاب - ہندوستان - کشمیر - بلوچستان - برہما اور چین میں بکثرت فروخت ہوتا ہے بڑے بڑے معزز سوداگر - حکیم اور ڈاکٹر اس کے ایجنٹ ہیں اور روز بروز بڑھتے جاتے ہیں - بیشمار اصحاب نے اسے مفید پاکر اپنے اور اپنے عزیزوں کے استعمال کیلیے خریدا ہے اور ہزاروں نے اپنی صحت یابی کی خوشی کی تقریب پر اس کی ہزارہا تولہ خرید کر مفت تقسیم کرائی ہیں معزز خاندانوں کی بیگمات اسے خود بھی استعمال کرتی ہیں اور پیارے بچوں کی آنکھوں کو بھی اس سے روشن و خوبصورت بناتی ہیں - یہ روزانہ سرمہ کی بجائے آنکھوں میں استعمال ہوتا ہے اور دھند - جالا - غبار - خارش - پانی گرنا - سرخی - ضعف بصر - پڑوال - ناخنہ اور ککروں وغیرہ کیلیے خصوصیت سے مفید ثابت ہوا ہے

تیار کردہ شیخ غلام رسول پروپرائیٹر دوا میڈیکل ہال گجرات پنجاب

---

## ہمارے گذشتہ انعامی اشتہار کے سلسلہ میں

جو بہ عنوان

## پانچ پانچ روپیہ کے بیس نوٹ مفت تقسیم ہوتے ہیں

شائع ہوا تھا

## ذیل کے بیس اصحاب نے پانچ پانچ روپیہ کے بیس نوٹ مفت حاصل کئے

(۱) نواب محسن الملک بہادر - ایم اے او کالج علیگڈھ

(۲) قاضی محمد عبد الرحیم صاحب مدرسہ باقیات الصالحات کرنول (مدراس)

(۳) حاجی نبی بخش صاحب معرفت منشی علی محمد صاحب برانچ پوسٹماسٹر لوگوال

(۴) بابو کرم چند صاحب ریلوے سگنل اسٹیشن ماسٹر گکھڑ

(۵) چودھری عطا محمد صاحب ذیلدار روہیل کسٹر شادیوال

(۶) لالہ لیکھو رام صاحب ہیڈ کلرک ۲۹ پنجابی ڈیرہ اسمعیل خان

(۷) منشی خداداد صاحب مدرس چھچھ ضلع راولپنڈی

(۸) میاں احمد دین صاحب پٹواری چک ۱۶ تحصیل چالیہ

(۹) میاں رحیم بخش صاحب عطار گجرات -

(۱۰) بابو جہان دین صاحب کلارک ڈی سکواڈرن رسالہ ۳۲ لورالائی (بلوچستان)

(۱۱) میاں محمد جعفر پورٹر ریلوے اسٹیشن لاہور -

(۱۲) شیخ عارف دین صاحب سوداگر دہلی -

(۱۳) میاں محمد دین صاحب خیاط پورہ ہیرانوالہ سیالکوٹ

(۱۴) منشی روپ لعل صاحب مدرس ال ہی رسالہ تحصیل کھاریاں

(۱۵) بابو کانشی رام صاحب منیجر پیسہ بنک گجرات

(۱۶) ہوکو محمد ادریس صاحب کیل چودھر پور (راجپوتانہ)

(۱۷) منشی غلام رسول صاحب بورڈ اسکول پشاور

(۱۸) صوبیدار جگندر سنگھ صاحب ۲۹ پنجابی ڈیرہ اسمعیل خان

(۱۹) میاں جعفر سپاہی پلٹن ۹۱ پنجابی کیمپ تھا موڈ

(۲۰) چودھری خدا بخش صاحب کوٹلی ضلع سیالکوٹ

# قابل قدر اور سستی کتابیں

مفصلۂ ذیل مفید اور خوشخط عمدہ کتب منیجر دفتر عصر جدید سے ملسکتی ہیں۔ اسکے علاوہ مولانا حالی کی سب تصانیف بھی اس دفتر سے ملینگے

## کتب مصنفہ مولوی خواجہ غلام الحسنین سابق انسپکٹر مدارس صوبۂ گلبرگہ

۱۔ **اصول تربیت**۔ یہ رسالہ جدید اور قدیم اصول کا جامع ہے اور تمام والدین اور معلمین کو اور تمام اہل علم کو اسکا پڑھنا ضروری ہے۔ نہایت عمدہ اور اعلیٰ ترتیب سے مضامین اسمیں جمع کئے گئے ہیں۔ جسمانی۔ عقلی۔ اخلاقی ترتیب کے اصول مقاصد طریقہ حصول بتائے گئے ہیں۔ یہ کتاب نہایت خوشخط اور صاف چھپی ہے حجم ۱۱۲ صفحہ قیمت .... ۷/

۲۔ **قوانین دولت** سٹرول کی کتاب لاز آف ویلتھ جس کی قیمت انگریزی میں ۸ ہے اسکا نہایت سلیس ترجمہ اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں ۶۴ صفحہ پر چھپا ہے۔ دولت کیا چیز ہے؟ کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ کس طرح تقسیم ہوتی ہے؟ ۶۸ مضامین علم پولیٹیکل اکانمی کے اسمیں اس طرح بیان ہوئے ہیں۔ کہ مبتدی اور عام شائقین آسانی سے سمجھ سکیں جو طلبا یا مدرسین یا عام شائقین اس علم کے ابتدائی اصول کو جاننا چاہیں اس سے بہتر کتاب انکو نہیں مل سکتی۔ مترجم نے بعض مفید حواشی بھی دیئے ہیں۔ قیمت .......... ۴/

۳۔ **فن تعلیم**۔ یہ کتاب اہل علم اور معلمین اور عام شائقین کیلئے جنکو تعلیم سے دلچسپی ہے مفید ہے بقول شمس العلما منشی ذکاء اللہ صاحب اردو میں اس سے بہتر کتاب اس مضمون پر نہیں لکھی گئی۔ حجم ۵ جزو خوشخط قیمت ....... ۶/

۴۔ **سیرت النبی** (حالات مکہ) صفحات اندازاً ۴۰۰ قیمت (۲/) زیر طبع ہے۔ درخواستیں درج رجسٹر ہوتی ہیں

## کتب از خواجہ غلام الثقلین۔ بی۔ اے ایل ایل۔ بی وکیل ہائی کورٹ

۵۔ **اصول و اخلاق اسلام** بیس صفحہ کا رسالہ بہت جلی اور خوشنما چھپا ہے۔ کم عمر بچوں اور لڑکوں کیلئے مفید ہے اور سرکار نظام کے مدرسہ میں رائج ہے ۲/ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ۲ رسالے محصول کی ڈاک بھیج دیئے جائینگے

۶۔ **لکچر کانفرنس لکھنؤ**۔ اصول ترقی پر۔ قیمت .. .. .. .. ۲/

۷۔ **سپنسر اینڈ یاتھم**۔ علمی اور فلسفانہ مضمون انگریزی میں تحقیقاً پولیٹکس تہذیب کلچر۔ حیات المشاہیر اور سرسید کے کلمات۔ نہایت عمدہ کاغذ پر چھپے ہیں۔ حجم ۱۲۵ صفحے قیمت سابق ۸/ قیمت حال .. .. .. ۸/

۸۔ **حیات جاوید**۔ اس مشہور کتاب میں شمس العلما مولانا الطاف حسین صاحب حالی نے سرسید مرحوم کی سوانح عمری لکھی ہے اور یہ تمام قومی اور ملکی معاملات میں مفصل اور حکیمانہ ریویو ہے اردو زبان کی بے نظیر اور یہ فخر تصنیف ہے حجم ۵۰ جزو قیمت مع ف ۷/

۵۔ رسالہ **حدوث مادہ**۔ قیمت .. .. .. .. .. .. ۱/

المشتہر

منور علی منیجر عصر جدید لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۲۹ — قیمت سالانہ مع محصولڈاک عہ؍

# عصر جدید

ایک ماہانہ ریویو

## مقاصد

مسلمانوں کو ایک عملی ۔ سنجیدہ ۔ اور کفایت شعار قوم بنانا

ایڈیٹر ۔ خواجہ غلام الثقلین سکرٹری اصلاح تمدن ۔ وکیل ہائیکورٹ

مقام اشاعت ۔ لکھنؤ ۔ گولاگنج

اگست سنہ ۱۹۰۶ء

جلد ۴ — نمبر ۸



مطبع منشی جی نرائن خیالی گنج شہر لکھنؤ میں چھپا

# اصول صیغہ اصلاح

۱۔ عدل واعتدال ۔ یعنے میانہ روی ۔ پرہیزگاری ۔ سادگی ۔

۲۔ کفایت شعاری ۔ یعنے اصراف دولت ۔ اسراف وقت سے بچنا  دولت کا صرف مفید کاموں میں کرنا رسمیات کے اخراجات میں کمی کرنا

۳۔ سعی ومحنت ۔ گداگری ۔ بیکاری ۔ سستی کو قابل نفرت سمجھنا خود کام کرنا ۔ ایک شخص کو کام پر لگانا

۴۔ اتفاق ۔ نیک مقاصد کے حاصل کرنے کے لیئے ملکر کوشش کرنا اور ایک دوسری کی مدد کرنا

# ضروی ہدایات اور قواعد عصر جدید

(۱) رسالہ کا حجم ۴۴ صفحے سے کم نہ ہوگا ۔

(۲) قیمت پیشگی یا نقد ہوگی ۔ یا بذریعہ ویلیوپے ایبل پارسل سالانہ معہ محصول ڈاک وغیرہ عہ

(۳) نمونہ کی درخواست کے ساتھ ۲ ر کے ٹکٹ آنے چاہئیں ۔

(۴) خط وکتابت یعنے نام ۔ پتہ مضامین سب صاف اور خوشخط ہوں ۔

(۵) جملہ مناسب مضامین ترتیب اور گنجایش کے لحاظ سے چھاپے جاویں گے ۔ بصورت عدم گنجایش ایڈیٹر مضمون کو مختصر کر سکتا ہے ۔ مگر مطلب پلٹ نہیں سکتا ۔

(۶) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ہونا مناسب ہے ۔

(۷) جو صاحب ایکسال یا چھ ماہ کی بابت نئے خریداروں کی قیمت روانہ فرمادینگے اونکو ایکسال یا چھ ماہ کیلئے رسالہ کمیشن میں ملیگا

(۸) رسالہ نہ پہونچنے کی شکایت اندرون ۲۰ یوم وصول نہ ہو تو بعدہ رسالہ بھیجنا لازم نہ ہوگا ۔

(۹) ایسے معتبر کتب فروشوں کی ضرورت ہے جو ہمارا رسالہ و کتب اپنے پاس رکھیں معقول کمیشن دیجاویگی تصفیہ بذریعہ خط وکتابت

اجرت اشتہارات (۱) جو صاحب اخبار و رسائل بقدر مساوی ہمارے اشتہار چھاپیں ان سے کچھ اجرت نہلی جاویگی ۔

(۲) فحش کتب یا ادویہ کا اشتہار نہ چھپے گا (۳) اجرت اشتہار فی سطر ۲ر مگر عہ ر سے کم اجرت کا اشتہار نہ لیا جاوے گا ۔

(۴) اجرت فی صفحہ ایکبار کے لیئے عہ ر ششماہی کیلئے للعہ سالانہ عہ نصف حصہ ایکبار عہ ر ششماہی سے سالانہ عہ

(۵) جبتک اشتہار چھپے رسالہ صاحبان اشتہار کو بلا قیمت ملیگا ۔ مگر محصول ڈاک اونکو بھیجنا ہوگا ۔

# عصر جدید

## اب کیا کرنا چاہیئے

آنچہ دانا کند کند ناداں　　لیک بعد از ہزار رسوائی

شعر عنوان بالا ایک مشہور شعر ہے اور گفتگو مین اکثر استعمال ہوتا ہی مگر جسقدر یہ ہم مسلمانون کی حالت پر صادق آتا ہے شاید ہی کسی دوسرے پر ایسا صادق آیا ہو۔ وقت کے تقاضے اور اپنی ضرورتون کے سمجھنے مین جیسے ہم سبتے ہین ایسا کوئی نہ ہوگا۔ ملک مین کیسی ہی اہم اور ضروری تحریک پیدا ہو مگر ہم اس سے جدا رہین گے اور جب تک دوسری قومین اس مین پوری کامیابی حاصل نہ کرلیوین ہم اسکی الف۔ بے بھی شروع نہ کرینگے۔ اور پھر جب وقت گذر جائیگا اور کچھ نہ ہوسکے گا تو بیٹھے قسمت کو روئینگے۔

ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان کی دولت و حکومت ہمارے ہاتھ مین تھی۔ ہر کسی کو بڑی بڑی تنخواہین۔ جاگیرین منصب اور وظیفے ملتے تھے اور ہم اُن کے بھروسے پر درباداری اور نوکری کے سوا باقی سب کاروبار چھوڑ بیٹھے اور دل مین یہی سمجھتے رہے کہ یہ رنگ لیان ابتک چلتی رہینگی اور یہ دلفریب منظر سدا قائم رہیگا۔ لیکن زمانہ کا جیسا قاعدہ ہے اُسنے پلٹے کھائے۔ ہمارے ہاتھ سے سلطنت اور سلطنت کے ساتھ سب ثروت کی لخت ایسی نکل گئی گویا تھی ہی نہین۔ انقلاب عظیم برپا ہوگیا۔ نیا دانہ نیا پانی ہوگیا۔ ہم کہ پُرانی حالت کے خوگر تھے حیران و پریشان ہوکر مبہوت سے رہ گئے۔ انقلاب کے ساتھ بجائے اسکے کہ دانشمندی کے ساتھ رضا بقضا ہوکر نئے زمانہ مین آرام بسر کرنیکی تدبیر سوچتے اور ہر ادنیٰ موقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانیکی کوشش کرتے ہم اُسی طرح سے اپنے

پرانے بادۂ نخوت میں سرشار رہے۔ وہی پرانے زمانہ کے خواب دیکھتے اور نئے دور کو ذلیل اور محض چندروزہ سمجھتے رہے۔ نئی سلطنت کی نوکری کو کفر اور اوسکے پیسہ کو مردار خیال کرتے رہے چونکہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نئی نئی حکومت گئی تھی اور ابھی تک اُنمیں حکومت چلانیکی قابلیت بالکل معدوم نہیں ہوچکی تھی اور کچھ لکھے پڑھے بھی انمیں ملسکتے تھے اسلئے نئی گورنمنٹ نے۔ قاضی۔ مفتی۔ صدالصدور وغیرہ وغیرہ معززعہدوں کے لئے انھیں میں سے انتخاب کرنا شروع کیا۔ مگر ہم میں سے بہت کم نے اس موقع سے فائدہ اُٹھایا اور جن چند نے اُٹھایا بھی تو اُنپر کفر کے فتوے لگے اور تمام قوم کے ہدف ملامت بنے۔ آخر گورنمنٹ نے مسلمانوں کی بے پروائی دیکھکر اور ہندوں میں فارسی دانوں کی کمی محسوس کرکے فارسی کو دفاتر سے اُڑاکر اسکی جگہ دیسی زبانیں دفتروں میں جاری کردیں۔ مسلمانوں نے اب بھی آنکھ نہ کھولی۔ اس موقع کو بھی ہاتھ سے دیا اور اگر اب کچھ کچھ سرکاری نوکری کی طرف رجوع ہو بھی چلے تھے سو دیسی زبانوں کا نام سنکر بھڑک گئے کہ ہم جیسے اصل ولایتی اور ان ذلیل مردار زبانوں کو سیکھیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس موقع پر بھی ہمارے ملکی بھائی بازی لیگئے اور وقت کے اشارے پر چلکر اپنا کام بنا لیگئے۔ غیر قوم و غیر ملک کی سلطنت کے ساتھ اُسکی زبان کا آنا ایک لازمی امر تھا۔ چنانچہ انگریزی دانی ملازمت کے لیئے شرط ہوگئی۔ اب کیا تھا غضب ہوگیا۔ کافرونکی نوکری بھی کریں اور کافروں کی زبان بھی سیکھیں۔ توبہ توبہ یہ ہم سے نہ ہوگا۔ یہ صریح کفر ہم سے اختیار نہ ہوگا۔ غرض اس سرے سے اُس سرے تک انگریزی کے لیئے کفر کے فتوے دوڑ گئے۔ جسنے انگریزی پڑھی کافر جسنے انگریزی پڑھنے کی صلاح دی کافر۔ ہمارے وطنی بھائی جو اگرچہ غیر اقوام سے نفرت کرنے میں ہم سے بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں انھوں نے اس موقع پر بھی وہی کیا جو وقت اور عقل کا مقتضا تھا۔ چنانچہ انھوں نے نئی نئی تعلیم سے جو پانی ملکہ ہوا کے مول مل رہی تھی خوب ہی خوب دل کھولکر فائدہ اُٹھایا۔ نتیجہ جو ہونا تھا سو ہوا۔ ریل۔ تار۔ ڈاکخانہ شفاخانہ دفتر۔ عدالتیں۔ وکالت خانہ۔ غرض سب محکمے مسلمانوں سے خالی اور ابنائے وطن سے معمور ہوگئے۔

سلطنت گئی - جاگیریں گئیں - وظیفے گئے نوکریاں گئیں اور تنخواہیں گئیں تجارت تو پہلے ہی کھو بیٹھے تھے - صنعت وحرفت بھی اول تو کم تھی رہی سہی ولایت کے مال نے پامال کردی - آخر یہ نتیجہ ہوا کہ پیٹوں میں چوہے قلابازیاں کھانے لگے اب ذرا آنکھ کھلی اور سر چہار طرف سے اپنے آپکو بندھا ہوا پایا - نوکری کی طرف دوڑے مگر تعلیم کی شرط نے روک دیا - تعلیم کی طرف خیال رجوع کیا تو اسکے بھی دروازے اپنے پر بند پائے - افلاس کا ادبار فیس کا بار اور اخراجات تعلیم کی بھرمار - تعلیم ہو تو کہاں سے ہو - اگر بُری بھلی طرح دوچار نے پڑھا بھی تو کس کام کا اور کس وقت کہ ابنائے وطن نے سب محکموں پر مدتوں سے قبضہ کر رکھا ہے اور نوکری کی وہ کساد بازاری کی ہے کہ کوئی ٹکے سیر کو نہیں پوچھتا - قلی کی قدر اور تعلیم یافتہ کی قدر نہیں - غرض ہمارے تعلیم یافتہ ہی برباد سے

نہ پڑھتے تو سو طرح کھاتے کما کر ۔ یہ کھوئے گئے اور تعلیم پا کر

ہمنے تعلیم کی طرف توجہ کی مگر کس وقت کہ موقع نکل گیا - اور ہم منہ تکتے رہ گئے سے

کام کا جو وقت تھا خالی گنوا بیٹھے اُسے ۔ جا سیئے اٹھ بیٹھے تاسف کیجئے

سلطنت کے انقلاب کے ساتھ نئی طرز حکومت اور نئے قاعدے قانون کا آنا ایک لازمی امر تھا چنانچہ آئے اور بر آئے - نئی گورنمنٹ کا اصول اس کلیہ کے مطابق کہ "مانگو اور تمکو دیا جائیگا - کھٹکھٹاؤ اور تمھارے لیئے کھولا جائیگا" ہم بیوطن - بے زر - بیعلم بے طاقت - مانگیں تو ہماری صدا سمجھے کون - اور کھٹکھٹائیں تو ہم میں طاقت کہاں - ابنائے وطن کے ساتھ شریک ہوں تو ہم میں اور اُنمیں زمین و آسمان کا فرق - آئے اور ملک کی نسبت اُنکی ضرورتیں جدا ہماری جدا - اونکے ساتھ آخر شریک ہوں تو کیسے اور ہوں بھی تو پائیں کیا - وہ تعلیم کی آسمان پر ہم جہالت کے تحت الثریٰ میں - ہمارا اُنکا ساتھ تبھی تو کیونکر ہمارے ابنائے وطن کہ دولت تو اُنکے گھر کی پہلے ہی سے لونڈی تھی اُنھوں نے زمانہ کا اشارہ پاکر نئے انقلاب کا خوشی سے خیر مقدم کیا - تعلیم پائی - نوکریاں لیں - اچھے اچھے عہدوں پر سرافراز ہوئے آخر کار بدینجا رسید کہ اہل سلطنت کے برابر حقوق کا دعویٰ کرنے لگے - ہم بھلا اُنکو کہاں پہونچ سکتے ہیں - بے زری ہمارا جوہر - سلطنت سے ہم بدر - تعلیم ہماری

ابتر - آبادی ہماری کمتر - غرض یہاں تو علاوہ جہلی کس کے قدرتی اسباب بھی شریک ہوکر سینے شامل حال ہوگئے - اب کیا تھا سو گئے - البتہ ایک سبق نیند میں بھی یاد رہا - یعنی تعلیم تعلیم جپتے رہے - تھوڑا بہت رواجی پڑھا اور کاسۂ گدائی لیکر حکام کے پاس پہونچے وہاں بڑی سعی سفارش پر بھی آدھ سیر آٹے کے سوا اور دھرا کیا تھا -

ملکی بھائیوں نے رواجی تعلیم کی طرف توجہ کی - سوشل و پولیٹکل ترقی کا احساس پیدا ہوا - اور اس میدان میں بالتکان کہنہ مشق اُستادوں کی طرح اپنا کام شروع کردیا ہم اپنے اُسی تعلیم کے سبق کو رٹتے رہے اور اُسی رواجی تعلیم کو اپنی رواج کا ذریعہ گردانتے رہے - اگرچہ یہ سچ ہے کہ بوجہ اسکے کہ ہماری ضروریات اور ضروریات دیگر اقوام وطن سے مختلف ہیں ہمارا اور انکا پولیٹکل دوڑ میں شامل شریک ہونا ممکن نہ تھا - مگر رونا یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں سوشل و پولیٹکل احساس پیدا ہی نہ ہوا - اگر ہم اپنی پولیٹکل ضرورتیں سمجھتے تو علیحدہ پولیٹکل ایسوسی ایشن قائم کرکے اپنی خواہش اور ضروریات کا باسلیقہ گورنمنٹ پر ظاہر کرنے سے کون سی بات مانع تھی - سوشل ریفارم میں بھی [illegible] ہمارا ہاتھ پکڑتا تھا - صنعت و حرفت کو زندہ کرنے پر لوگ [illegible] کہ عملی قوت ہم میں رہی ہی نہیں اور نہ دو بات پیدا کرنے کی [illegible] سوچیے ہماری بلا اور کام کرے [illegible] قسمت کو رونا ہمارا کام ہوگیا ہے -

تعلیم نسواں کی طرف گورنمنٹ نے توجہ دلائی - ہمارے ملکی بھائیوں نے اس تحریک کو سر آنکھوں پر لیا - مگر ہم اپنے کفر و بدعت کے گردے میں [illegible] رہے یہانتک کہ ہماری وطنی مستورات تک ہمارے مردوں سے بازی لے گئیں شہادت میں گذشتہ سال کا نتیجہ امتحان بمبئی حاضر ہے کہ میٹرک کے امتحان میں مسلمان مرد ۹۵ اور دیگر اقوام کی عورتیں ۱۶ پاس ہوئی ہیں!!! بیشک تعلیم ہم بھی مستورات کو دلائینگے - لیکن ابھی نہیں - جلدی کیا ہے - جب وقت نکل جائیگا دیکھا جائیگا -

ایک کام میں البتہ ہم بھی کسی قدر اچھی کی تھی اور مارے خوشی کے پھولے نہیں

سناتے تھے - یعنے سب سے پہلے ہم نے یونیورسٹی بنانیکی سوچی تھی - آٹھ سال سارے بدن کا زور لگایا - مگر دس لاکھ روپیہ نہ ہو سکا - ہمارے وطنی بھائیوں نے ایک چھوڑ دو یونیورسٹیوں کے لیئے چند ہفتوں میں سہ چند بلکہ چہار چند رقم جمع کرلی - خالصہ کالج امرتسر نے ایک دن میں پچیس لاکھ روپیہ جمع کرلیا - ابھی حال ہی میں ایک شخص نے صنعت و حرفت کے لیئے دس لاکھ روپیہ دیدیا - فاعتبروا یا اولی الابصار -

مگر نہیں ہم بھی کچھ دوسری قوموں سے گھٹ کر نہیں ہیں - ابھی چند روز ہوئے کہ ایک شخص نے دکن میں محمڈن کالج قائم کرنیکے لیئے دس لاکھ روپیہ نکالکر پھینکدیا اور اس کالج کی سربفلک عمارتیں عالم خیال میں مسلمان بچوں کی تعلیم گاہ ہیں -

اور سنئے تبلی گڑھ کے ضلع کے ایک مسلمان شیروانی صاحب کا ۔ لاکھ کا عطیہ اخباری دنیا کو نہ بھولا ہوگا جسکا اعلان تو ہو ہی چکا ہے - فرداے قیامت میں ادا بھی ہو جائیگا - غرض ان خیالات کو دیکھکر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ہم میں قومی احساس اور عملی قوت ہی نہیں رہی -

اسوقت جبکہ ملک میں آبادی دن دونی رات سوائی بڑھتی چلی جارہی ہے ذرائع معاش کا دائرہ محدود ہوتا چلا جاتا ہے - اخراجات کا بار اور ضروریات زندگی بڑھتی چلی جاتی ہیں - ملک کی تجارت غارت ہوچکی ہے - زراعت کو امریکہ نے گرد کردیا ہے صنعت و حرفت میکینکس کی رو میں پامال ہوچکی ہے - نوکریوں کا دروازہ بند ہوچکا ہے - اور ایک ایک ادنی ملازمت کیلئے سیکڑوں عرضیوں کا آنا ایک انار و صد بیمار کا سا معاملہ ہورہا ہے اور ہمارے افلاس کی بین شہادت پیش کررہا ہے - لبرل ایجوکیشن ہمارے حالات کے لحاظ سے کاسہ گدائی ثابت ہوچکا ہے - اسوقت ہمارے وطنی بھائیوں نے جو ہر لحاظ سے ہم سے بدرجہا بہتر ہیں نہایت سوچ سمجھ کر یہ معما اچھی طرح حل کرلیا ہے کہ محض لبرل ایجوکیشن ہمارے درد کی دوا نہیں ہوسکتی - چنانچہ انھوں نے اپنی توجہ صنعت و حرفت پر اور سائنس کی طرف معطوف کی ہے - اور کوئی دن نہیں جاتا جو یہ سننے میں نہ آتا ہو کہ فلاں جگہ سے اتنے لڑکے جاپان یا امریکہ یا یوروپ صنعتی

تعلیم کے لیئے روانہ ہوئے یا کہ فلاں شخص نے اتنے وظیفے یا اتنا چندہ حرفتی تعلیم کیلئے دیا۔ دن رات نئے نئے اور قسم قسم کے کارخانے نئی نئی کمپنیاں اور نئے نئے بنک کھلتے چلے جا رہے ہیں مگر افسوس نہ کوئی مسلمان طالب علم حرفتی تعلیم کے لیئے جاتا سننے میں آتا ہے نہ کوئی اسلامی چندہ صنعت و حرفت کے لیئے سنا جاتا ہے نہ کوئی کارخانہ یا بنک قائم ہوتا ہے نہ اس قسم کی کوئی شخص کوشش ہی کرتا نظر آتا ہے ؎

کھل رہے ہیں جو کلوں کے کارخانے ملک میں — جن کے مالک ہیں وطن میں اہل ہمت سربسر
جو کہ ہیں ملکی ترقی کے لیئے اک فال نیک — جن میں امیدیں ہیں مثل روز روشن جلوہ گر
قوم کا حصہ نہ وہاں پاؤ گے تم اسکے سوا — دن چھپے قلیوں کی اک فوج آئیگی تمکو نظر

ان اشعار میں وہ حالت دکھائی گئی ہے جو آجکل کی ہے۔ لیکن اگر ہم اسی طرح سے بے خبر پڑے رہے تو عنقریب وہ زمانہ آنیوالا ہے جبکہ ہمکو کوئی قلیوں میں بھی نہ رکھیگا۔

ہمارے ابنائے وطن ملک کی پست حالت کو مدت سے دیکھ رہے تھے اور اسکی مداوا کی صورتیں سوچنے میں مشغول تھے کہ تقسیم بنگال کے مسئلہ نے بیکڑین کو چنگاری دکھادی۔ اس سرے سے اُس سرے تک آگ لگ گئی۔ سودیشی سودیشی کا غل مچگیا بائیکاٹ کا ٹنٹنگ ہونے لگا۔ ولایتی مال جلایا جانے لگا۔ دیسی مال دگنی اور چوگنی قیمت پر بکنے لگا۔ جوش یہانتک بڑھا کہ ننھے ننھے بچوں تک کے عجیب عجیب قصے سننے میں آتے ہیں۔ ہم کہ کاہلی ہمارا شیوہ اور کام کرنیوالوں کی مخالفت کرنا ہمارا شعار ہے ہم سودیشی تحریک میں کیسے شریک ہوتے اور اب تو ”خوئے بدرا بہانہ بسیار“ کا معاملہ ہو گیا۔ گورنمنٹ کی مخالفت کا نام نکل گیا۔ اب تو سستی و بیکاری کے لئے اچھا بہانہ بلکہ سرٹیفکٹ ہاتھ آگیا۔ اب اسطرف توجہ کرے ہماری بلا۔

اسمیں شک نہیں کہ جس طریقے سے ہمارے ابنائے وطن نے اس تحریک کو چلایا ہے وہ ضرورت سے زیادہ جوش اور ایک سرکاری حکم کی مخالفت کی آمیزش کی وجہ سے غلط اصول پر مبنی ہو گیا ہے اور یہ جوش خالص نیک نیتی پر مبنی نہ ہونیکی وجہ سے دیرپا نظر نہیں آتا۔ علاوہ ازیں بائیکاٹ کی تحریک نظر بہ حالات زمانہ

اپنے پاؤں چلتی نظر نہیں آتی ۔ کیونکہ ملک میں باہر کا مال آنا بند نہ ہوگا اور ملک سستا اور دلفریب مال لینا بند نہ کریگا ۔ غرض پولیٹیکل اکابی کی صریح مخالفت اس تحریک کو چلنے نہ دیگی ۔ غرض بائے کاٹنگ سے انگریزوں کا کوئی نقصان نہ ہوگا ہمارا فرض تھا کہ ضرورت ملک کے لحاظ سے ہندوستان میں مال پیدا کرتے اور ولایت کے کارخانوں کو اپنی سستی مزدوری سے مات دیتے ۔ آخر رفتہ رفتہ ہمارے ملک میں ہمارا ہی مال بکنے اور ہماری دولت ہمارے ہی ملک میں رہنے لگتی ۔ اگر سودیشی تحریک پولیٹکس سے جُدا کرلی جاوے اور استقلال کے ساتھ ملکی حرفت کو زندہ کیا جاوے تو ہندوستان کو یقینی فائدہ پہونچنے کی امید ہوسکتی ہے ۔ غرض جسوقت یہ غلطی دور ہوگئی اس تحریک میں دیرپا زندگی کی جڑ جم جائیگی ۔ ہمارے ابنائے وطن کے سروں میں دماغ اور دماغ میں عقل ہے وہ اپنی اس غلطی کو جلدی ہی معلوم کرلینگے اور فوراً اصلاح بھی کرلیں گے ۔ اور اس دوڑ میں بھی حسب معمول وہی بازی لے گئے اور لیجائینگے ۔ مگر ہم کہ اپنی خوئے بد سے لاچار ہیں اسی طرح مثل بدست و پابکار بیٹھے حیلے حوالے بتاتے رہیں گے اور جسوقت ہمارے وطنی بھائی اس میدان میں بھی گنجائش نہ چھوڑین گے اور ہماری قوم کے لیئے روزی کے سب رستے بند کرکے تان شبینہ تک کو محتاج کردینگے اسوقت بعد ازہزار رسوائی ہم بھی ہاتھ پاؤں ہلانا چاہیں گے ۔ لیکن نتیجہ وہی ہوگا جو پیشتر سب تحریکوں کا ہوچکا ہے ۔ بلکہ اس سے بھی بد رجہا بدتر ۔ اسوقت اپنی حالت پر ہم پچتائیں گے ۔ لیکن پچتانے سے کچھ نہ ہوگا ۔ کیونکہ پھر پچتائے سے کیا ہوتا ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت ۔

ہماری اکثر اخبار نویس اور مدعیان لیڈری زبانی بہت کچھ دعوے کرتے ہیں ۔ کہ آج نہیں بلکہ بیسیوں برس سے ہم دیسی صنعت کے معاون اور سودیشی کے دل سے خیر طلب ہیں اور بجائے خود اسمیں کوشش کرتے ہیں لیکن چونکہ ہندوؤں نے اس مسئلہ کو ایک پولیٹکل مسئلہ بنا دیا ہے اور تقسیم بنگال منسوخ کرانے کے واسطے شور شغب ہے اسلیئے ہم انکے ساتھ اس کام میں شریک نہیں ہوسکتے مگر افسوس

بلکہ میں خیال کرتا ہوں یہ سب انکے زبانی دعوے ہیں اگر وہ بیسیوں برس سے سودیشی تحریک کے محرک رہے ہیں تو یہ بتائیں کہ اتنے عرصہ میں اُنھوں نے عملاً کیا کرکے دکھایا۔ اخبار کا نرخ بھرنے کیلیے برس دو برس میں دوچار مضمون لکھدینے سند نہیں بلکہ یہ بتائیں کہ (۱) کون کونسی صنعت و حرفت کے مدرسے جاری کیے؟ (۲) کتنے کارخانے کھلوائے؟ (۳) کتنے مسلمان لڑکے دیگر ممالک میں بلکہ ہندوستان ہی کے کارخانوں یا مدرسوں میں کام سیکھنے کے لیئے داخل کرائے؟ (۴) کتنے وظائف اس تعلیم کے لیے مختص کئے؟ (۵) کسقدر چندہ جمع کیا؟ ان سب سوالوں کے جواب سوائے نفی کے کچھ نہیں ہو سکتے ہیں۔ یہ حالت ہی تو کس منھ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم بھی ملکی صنعت کے بہی خواہ ہیں۔

اسمیں شک نہیں کہ جس طرح سے ہمارے ابنائے وطن نے اس تحریک کو پولیٹکل رنگ دیکر چلایا ہے اس طرح سے ہمکو چلانا اور اسکے کاٹ میں شریک ہونا نامناسب اور مضر ہے۔ مگر اعتدال کے ساتھ زمانہ کا رخ پہچانکر حفاظت خود اختیاری کے طور پر اپنے کاریگروں کو تباہی سے بچانا اور اپنے بچوں کو صنعتی تعلیم دلاکر زمانہ کے قابل بنانا کیا رخنہ کمیٹیاں اور بنک کھولنا کوئی جرم نہیں ہے بلکہ قومی زندگی کے لیے نہایت درجہ ضروری اور لابدی ہے۔ اگر اسی طرح سے چندے تو اب غفلت میں پڑے رہے تو دیکھ لینا کہ لاکھوں مسلمان جلاہوں کا گروہ جو زرد وقت ہیں تو ایک وقت کبھی پوری طرح اپنی حرفت سے اپنا پیٹ بھر لیتا ہی جاپانی اور امریکن ہینڈ لومس اور فیکٹریوں کی مقابلہ میں عاجز آکر فاقہ کر کے تختہ ہستی سے معدوم ہو جائیگا۔ اور یہی حال دوسری صنعتوں کا ہوگا لیکن اگر گذشتہ واقعات کو دیکھکر آیندہ کیلیے پیشین گوئی کیجا سکتی ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ ہم اسطرف ہرگز متوجہ نہ ہونگے یہانتک کہ ہماری تمام صنعتیں نئی اصلاحوں کے ساتھ دوسروں کی طرف منتقل ہو جاویں اور ہمارے کاریگر بھیک مانگنے لگیں۔ اُسوقت بیشک ہم جاگیں گے مگر کوشش کے لیئے نہیں بلکہ اپنی قومی موت کا راگ گانے کے لیئے ؎

سنبھلو کہ دیتا ہوں اسطرح پڑیگا + تجیل اور گونڈ جیسے گمنام و بے نشان ہیں فقط خاکسار غلام السبطین

# اسراف پر ایک نظر

تعلیم ز آزادگیر در علم معاش
چیزے سوئے خود مکش و چیزے می پاش

علم الاقتصاد ایک نہایت مفید علم ہے۔ اسکے حصول اور مصرف کے طرق و قوانین پر نظر عمیق ڈالنا۔ اور جو جو امور انسان کے لیئے مفید ہیں۔ اونکو اختیار رکھنا اور جو جو مضر ہیں۔ اونکی ضرر سے بچنا ایک دانشمند آدمی کا فرض ہے۔ جو شخص آمدنی اور خرچ کا خیال نہیں کرتا اور فضول خرچی کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ وہ طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہوتا۔ اور ابنائے جنس میں اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ پس علم اقتصاد کے رو سے خرچ کا درجہ آمدنی کی مقدار سے پست ہونا چاہیئے اور کسقدر پست ہونا چاہیئے۔ اس مبحث کو کتب سیاست مدن میں دیکھنا چاہیئے۔ مین خیال کرتا ہوں۔ کہ گو دولت کا حاصل ہونا کسی کے اختیار مین نہیں ہاں کوشش و محنت اور وسائل جو زمانہ کے مناسب ہوں۔ انکا حاصل کرنا۔ اور خدا پر اعتماد کلی رکھنا ازبس ضروری ہے۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ ۔ من طلب شیئاً و جد و جد۔ من طرق سعی می آرم بجا۔ اگر خدائے تعالی نے اپنے فضل و کرم سے کسی کو دولت و مال عطا فرمایا ہے۔ تو ضرور سب سے اول اور مقدم فرض یہ ہے۔ کہ اوسکو صحیح مصرف میں لایا جائے۔ اگر مصرف ٹھیک نہیں ہے تو زر و مال وبال جان ثابت ہوگا۔

بدقسمتی سے ہماری قوم میں کچھ ایسے ناجائز مصرف اور مراسم مروج ہوگئے ہیں۔ کہ ہم تباہ ہوتے جاتے ہیں۔ جائدادیں نکلتی جاتی ہیں۔ افلاس روبہ ترقی ہے۔ لیکن ہمارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ خواب خرگوش میں پڑے ہیں۔ اور خراٹے لے رہے ہیں۔ دیگر قومیں زمانہ کا رنگ دیکھکر ترقی کے میدان میں سرگرم ہیں اور فضول باتیں چھوڑتے جاتے ہیں لیکن یہاں وہماں آنش در کاسہ، ہے۔ ہمارے یہاں کی شادی۔ رنڈی۔ نقال کے بغیر ناکمل رہتی ہیں۔ قرض لیں گے سود در سود دیں گے۔ لیکن رنڈی۔ باجا۔ نقال ضرور نچوائیں گے یہ صرف شادی ہی پر منحصر نہیں۔ بلکہ دیگر مراسم بھی ایسی فضول خرچیوں سے اداکئے جاتے ہیں جنکے نتائج مضر ہر شخص کے پیش نظر ہیں۔ لیکن اخلاقی جرات کا مادہ ہم سے سلب ہوچکا ہے!

اور نام و نمود پر مٹے جاتے ہیں۔ اور فضول خرچی کے سبب قرض پہ قرض لیا جاتا ہے۔ اور جو کچھ روٹی کا سہارا بزرگوں کے طفیل سے باقی تھا وہ بھی ضائع و برباد ہو گیا۔ اب بچاری اولاد بسبب فقدان علم و ہنر فقر و فاقہ میں مبتلا ہے سے

پیش کسے کہ دست طلب کردہ دراز ۔۔۔ پل بستہ کہ بگزری از آبروے خویش

جس قوم کے افراد ایسے نفوس رکھتے ہوں۔ اگر افلاس و ادبار کی بھرمار اونپر ہو۔ تو کیا بیجا ہے۔ ان اللہ لایغیر مابقوم حتی یغیروا مابانفسھم یہ جو کچھ ہوا ہے۔ صرف اپنی ناعاقبت اندیشی۔ اور کوتاہ فہمی کا ثمرہ ہے۔ بلکہ اگر بنظر تعمق و انصاف دیکھا جائے تو احکام خدا و رسول کے خلاف ورزی کا نتیجہ ہے۔ شریعت طاہرہ ایسے مفید۔ سہل۔ آرام دہ اصول پر مبنی ہے کہ اگر ہم انکی پابندی ایمانداری سے کریں۔ تو دین و دنیا ہماری سنور جائے۔ جناب سیدالمرسلین (روحی فدا) کو ایسے شریعت جامعہ عطا ہوئے ہیں۔ جسمیں ہر ایک ضروری امر کی تعلیم اور آداب بوجہ اتم و اکمل و احسن مذکور ہیں۔ اگر تمام عالم اسپر عمل کرے تو کچھ ضرر و فساد پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ سراسر فوائد ہی حاصل ہونگے۔ اسلام کی تعلیم جمیع امور دینی و دنیوی پر حاوی ہے۔ آنحضرت صلعم نے عبادات و معاملات کے بارے میں ایسے جامع اور مکمل احکام صادر فرمائے ہیں۔ کہ ایسے یا انسے بہتر کسی ملت میں نہیں پائے جاتے۔ اور یہ معجزہ حضور کا ایسا عظیم الشان ہے کہ جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ الحاصل معاشرت شخصی و قومی و ملکی و دیگر جزئیات کی تفصیل کو ترک کر کے اس مقام پر صرف مصرف اموال پر چند آیات قرآنی کی تفسیر کرونگا اور موقع موقع پر ان نفوس طاہرہ کے اقوال زریں سے اپنے کلام کو زینت دونگا جنکے گھر میں قرآن مجید اترا ہے۔

**آیت اول** والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما۔

(سورۃ الفرقان۔ پارہ ۱۹) (ترجمہ) حق تعالیٰ عباد مخلصین کی صفات میں فرماتا ہے۔ اور وہ لوگ نہ حد سے گذرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ہوتا ہے انکا خرچ کرنا درمیان انکے معتدل کہ جسمیں نہ تو بیجا خرچ کرتا ہو۔ اور نہ بخیلی ہو۔ بلکہ وہ خود بھی کھائے۔ اور غیر کو بھی کھلائے اور نہ اسقدر خرچ نہ کرے۔ کہ بگڑ جائے۔ اور تنگدست ہو جائے۔ اگرچہ وہ نیک کام میں ہو۔

**قول قمی رح** قمی نے لکھا ہے۔ کہ "اسراف" تو وہ ہے کہ جو گناہ میں خرچ ہو۔ اور بخیلی وہ ہے "اقتار" کی کہ حقوق خدا کو ادا نہ کرے اور "قوام" وہ ہے کہ جس چیز میں خدا کا حکم ہے اُس میں خرچ کیے

**قول جناب رسولخدا صلعم** فرمایا حضرت نے۔ کہ دنیا غیر حق میں اسراف ہے۔ اور منع کرنا حق سے "اقتار" ہے۔

**قول جناب صادق ع** فرمایا کہ اسراف وہ ہے۔ کہ جس سے مال بگڑ جائے اور بدن کو ضرر کرے اور اقتار کو فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ تو روٹی کو نمک سے کھائے۔ اور مقدور اس سے زیادہ کھانے کا رکھتا ہے۔ اور قوام سے مراد یہ ہے کہ کبھی گوشت کھائے۔ اور کبھی شیر کھائے۔ اور کبھی سرکہ کھائے۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے۔ کہ سنگریزوں کی مٹھی بھر کر سب گرا دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ یہ اسراف ہے۔ اور دوسری مٹھی بند کر لی اور فرمایا۔ کہ یہ اقتار ہے۔ اور تیسری مٹھی بھر کر کچھ مٹھی میں رکھے اور کچھ گرا دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ یہ قوام ہے۔

(حاشیہ: معنی اسراف و اقتار و قوام)

**فرق میان سرف و تبذیر** اور بعض حکما کا قول ہے۔ کہ سرف مقادیر حقوق سے جہالت کا نام ہے۔ اور تبذیر مواقع حقوق سے لاعلمی کو کہتے ہیں۔

**مذمت شح** حضرت صادق ع نے فرمایا۔ کہ شح بخل سے زیادہ سخت ہے اسواسطے کہ بخیل تو اس چیز سے بخل کرتا ہے۔ کہ جو اُسکے پاس ہے۔ اور شحیح وہ شخص ہے۔ کہ جو بخل کرے۔ اس چیز سے جو لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور جو کچھ اپنے پاس ہے۔ یہاں تک کہ نہیں دیکھتا ہے لوگوں کے ہاتھوں میں کسی چیز کو مگر آرزو کرتا ہے۔ کہ یہ سب میرے پاس آجائے۔ اور میرا ہی مال یہ بھی ہو جائے۔ خواہ بوجہ حلال۔ خواہ بوجہ حرام اور قناعت نہ کرے اُسپر کہ جو حق تعالیٰ نے دیا ہے۔ فرمایا حضرت نے کہ بچو تم شح سے اسواسطے کہ پہلے تمسے آدمی اسکی جہت سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ حدیث میں ہے۔ کہ شح اور ایمان مومن کے دل میں جمع نہیں ہوتے۔

عہ تفسیر عمدۃ البیان عسہ کتاب آداب الدنیا والدین۔

**حکایت** نوشیرواں نے اپنے وزیر سے پوچھا۔ کہ کیا چیز آدمی کے واسطے بد ہے؟ کہا کہ مفلسی " نوشیرواں نے کہا۔ کہ بخل زیادہ بد ہے" اسواسطے کہ مفلس فقیر جسوقت مال کو پائے تو فراخ دست ہوجائے۔ اور بخیل ہرگز فراخدل نہ ہوگا۔!

**قول جناب رسولخدا صلعم** فرمایا کہ میری امت کے لوگ تین قسم کے ہیں

**طبقہ اول** ایک تو وہ ہیں کہ مال کے جمع کرنے پر رغبت نہیں رکھتے اور اسکے جمع کرنے میں کوشش نہیں کرتے۔ اور دنیا میں موافق سدرمق کی حاصل کرتے ہیں۔ وہ لوگ تو وہ ہیں کہ جنکے حق میں حق تعالی نے فرمایا " ولاخوف علیھم ولا ھم یحزنون "

**طبقہ ثانی**۔ دوسرا فرقہ میری امت میں سے وہ ہے۔ کہ مال کو دوست رکھتے ہیں۔ اور بوجہ حلال اسکو جمع کرتے ہیں۔ اور کار نیک میں موافق حکم شرع کے اسکو خرچ کرتے ہیں۔ اور محتاجوں اور مفلسوں کو دیتے ہیں۔ وہ لوگ حساب اپنے مال کا اور کمانے اور خرچ کرنے کا دینگے اور بعد اسکے اگر مناقشہ کیا جائے۔ تو عتاب کیا جائے۔ اور اگر معاف کیا جائے۔ تو بہشت میں اونکو جگہ دیجائے۔

**طبقہ ثالث** اور تیسرا فرقہ وہ ہے۔ کہ کل مال کو دوست رکھتے ہیں۔ حلال ہو یا حرام اور حلال وحرام دونوں کو جمع کرتے ہیں۔ اور خدائے تعالی کے حقوق ہیں جو کہ واجب کئے گئے ہیں خرچ نہیں کرتے۔ اور بیجا خرچ کرتے ہیں۔ اگرچہ نہیں کرتے تو بخیلی اور مال کے جمع کرنیکی محبت سے خرچ نہیں کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا مالک ہوئی ہے اونکے دلوں کے باگوں کی۔ یہانتک کہ اونکو بسبب گناہوں کے دوزخ میں داخل کیا!

مذکورۂ بالا احادیث سے مال کے متعلق جو احکام ہیں۔ اونکو نظر غور سے پڑھنا چاہئے۔

آیت ذیل میں مذمت اسراف وتبذیر بیں فرمایا۔

| | | |
|---|---|---|
| [illegible] | ذات القربی حقہ والمسکین وابن السبیل | ترجمہ۔ اور دے قرابت والے کو حق اسکا اور مسکین کو |
| | و لا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا | اور مسافر کو اور نہ خرچ کر بیجا تحقیق بیجا خرچ کرنیوالے |
| | اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا | بھائی ہیں شیطانوں کے اور شیطان واسطے اپنے پروردگار کا کفر کرنیوالا ہے |
| | عہ صراط مستقیم۔ | |

اس آیت میں پہلے خرچ کرنے کے مقامات تبلائے ہیں - بعد اسکے فضول خرچی سے منع فرمایا ہے - اور فضول خرچ کرنیوالوں کو شیطانوں کا بھائی قرار دیا ہے - اور پھر اسکی وجہ بھی بیان فرما دی - کہ شیطان اپنے پروردگار کیواسطے کفر کرنیوالا ہے - اگر بنظر غور دیکھا جائے - تو معلوم ہو جائے - کہ حق تعالیٰ جسکو نعمت دولت و کشایش رزق عطا فرمائے - اور وہ اسکو صرف بیجا میں تلف کر دے - یہ بڑی کفران نعمت کی بات ہے - اسی سبب سے صرف بیجا کرنیوالوں کو حق تعالیٰ نے شیطان کا بھائی فرمایا ہے - کہ اُسنے بھی بہت بڑا کفران نعمت کیا - کہ پہلے یہ سبب کثرت عبادت و ریاضت مقربان درگاہ الٰہی میں سے تھا - اور پھر نافرمانی و سرکشی کر کے راندۂ درگاہ ہو گیا - اور سب نعمات کو ضایع و برباد کر دیا -

آیت دیگر - اعتدال سے خرچ کرنیکا طریقہ کہ عین سخاوت ہی یا بلیغ وجہ بیان فرمایا -

| | |
|---|---|
| ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا سورۂ بنی اسرائیل جزو پانزدہم | ترجمہ نہ کر تو اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا طرف اپنی گردن کے اور نہ کھول دے اسکو بالکل کھول دینا پس بیٹھے گا تو ملامت کیا ہوا پشیمان - |

ظاہر ہے کہ جب اپنا کل مال و متاع خرچ کر ڈالے گا - اور اسکے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا تو پھر جو کوئی سائل یا صاحب احتیاج آوے گا - تو اُسے کیا دے گا - اور سوائے ملامت اُٹھانے کے اور حسرت و افسوس و پشیمانی و ندامت کے کیا نتیجہ ہوگا

کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے ؎

چوں تیشہ مباش جملہ بر خود متراش | چوں رندہ مباش جملہ آں محرز بش
تعلیم ز ارہ گیر در علم معاش | چیزی سوی میکش و چیزی می پاش

| | |
|---|---|
| آیت دیگر کلوا واشربوا ولا تسرفوا - انه لا یحب المسرفین - سورہ اعراف جزو ہشتم | ترجمہ - کھاؤ - پیو اور حد سے نہ گزرو - بتحقیق کہ اللہ نہیں دوست رکھتا حد سے گذرنے والوں کو - |

اس آیۂ وافی ہدایہ میں باوجود ایجاز و اختصار و قلت الفاظ کے تین علموں کی تعلیم فرمائی ہے[سه]

سه صراط المستقیم -

علم معاش - علم طب - علم دین - اور ظاہر ہے کہ کوئی خوبی دنیا و آخرت کی ان تینوں علموں سے باہر نہیں ہو سکتی - بیان مختصر اس تعلیم کا یہ ہے :-

کہ اسراف کی لغت میں معنے کئی ہیں - بے اندازہ و بے محل و بیجا خرچ کرنا - اور حد سے گزر جانا اور غیر اطاعت خدا میں خرچ کرنا - اور ایسی چیز کا کھانا - کہ جو حلال نہ ہو -

پس اگر اکل و شرب کے معنے عام طور پر خرچ کرنے کے لئے جائیں - جیسا کہ اردو زبان میں کھانے پینے کے بھی معنے مستعمل ہیں - مثلاً جو شخص کہ بہت سا روپیہ خرچ کر ڈالتا ہے - اوسکو کہتے ہیں - کہ فلاں شخص اتنا روپیہ کھا گیا تو لا تسرفوا سے عام طور پر جملہ اخراجات میں زیادتی کرنے کی ممانعت ثابت ہوگی - اور کلوا واشربوا میں جو کھانے پینے کا حکم فرمایا

علم معاش ہے - اس سے بخل کی ممانعت نکلے گی - اس لیے کہ بخیل نہ کھا سکتا ہے نہ مقام مناسب میں بھی خرچ کر سکتا ہے - پس بخل اور صرف بیجا کے ممانعت اور اعتدال سے خرچ کرنے کا حکم ثابت ہو گیا - اور یہی علم معاش ہے -

اور اگر اکل و شرب سے معنی خاص مراد لیے جائیں - فقط غذا کا کھانا - اور پانی کا پینا تو لا تسرفوا سے اسکی زیادتی کی ممانعت ثابت ہے - اور ظاہر ہے - کہ اکثر عوارض غذا کی زیادتی سے پیدا ہوتے ہیں - حدیث شریف میں آیا ہے - المعدۃ بیت الداء والحمیۃ

علم طب راس الدواء - معدہ گھر ہے بیماری کا - اور پرہیز کرنا سردار ہے دواؤں کا اور کلوا واشربوا سے اعتدال سے کم کھانے کی ممانعت بھی نکلتی ہے - کہ وہ بھی مورث امراض ہے - پس جو شخص کہ اعتدال سے کھائے پیئے گا - وہ صحیح و تندرست رہے گا - اور یہ علم طب ہے -

اور اگر اسراف کے معنی غیر اطاعت خدا میں خرچ کرنے اور حرام چیز کے کھانے اور

علم دین حد سے گذرنے کے لیے جائیں - اور کلوا واشربوا کے عام معنے اسکے ساتھ ختم کیئے جائیں - مثلاً کہتے ہیں - کہ فلاں شخص سود کھاتا ہے - اور فلاں شخص رشوت کھاتا ہے اور مال حرام کھاتا ہے - لا تسرفوا سے کل محرمات شرعیہ کی ممانعت اور کلوا واشربوا سے کل درجات کی اجازت ہوگی - اور یہ علم دین ہے -

اور بعض کہتے ہیں کہ راہ اسراف سے کھانا اور پینا بعد سیر ہونے کے اس آیۂ شریفہ مذکورہ میں مراد ہے۔ کہ پیٹ کھانے سے پر ہو رہا ہے۔ اور بعد اسکے پھر کھانا کھائے۔ جو کہ موجب ضرر ہے۔ جناب ؑ صادق ؑ فرماتے ہیں۔ کہ تین چیزیں جسمیں ہوں۔ خدائے تعالیٰ اسکو دشمن رکھتا ہے۔ اول جو شب بھر سوتا رہے۔ اور بیدار نہ ہو۔ دوسری ہنسی جو غیر محل تعجب میں ہو تیسرے ہنگام سیری میں کھانا۔

حضرت موسیٰ کاظم ؑ فرماتے ہیں۔ کہ اگر لوگ طعام میں میانہ روی اختیار کریں تو ہمیشہ انکا بدن صحیح رہے۔

حضرت عیسیٰ ؑ نے فرمایا۔ کہ اے بنی اسرائیل! جب تک تمکو بھوک نہ لگے۔ نہ کھاؤ اور پیٹ بھر کے نہ کھاؤ۔ جب خوب سیر ہو کر کھاؤ گے۔ تو تمھاری گردنیں اور پہلو فربہ ہونگے۔ اور اپنے خدا کو تم بھول جاؤ گے۔

جناب امیر علیہ السلام کی طرف جو اشعار منسوب ہیں۔ انہیں سے بعض اشعار کا مضمون یہ ہے۔ کہ اگر تو کھانا کھائے۔ تو کم کھانا کھا۔ یعنے سیر ہو کر مت کھا۔ اور بعد کھانے کے دوسرے کھانے سے پرہیز کر۔ جبتک کہ پہلا نہ ہضم ہوئے۔ اسواسطے کہ شفا کھانے کے ہضم ہو جانے میں ہے۔ اور کوئی شے آدمی کیواسطے ایسی مضر نہیں ہے۔ جیسے کہ کھانے کے بعد کھاتا ہے۔ کہ پہلا کھانا ہنوز ہضم نہیں ہوا۔ پھر اور کھانا کھالیوے۔

اب میں اس مضمون کو چند احادیث (جو کہ مضامین حکمیہ اور معاشرت کے اصول مفیدہ پر حاوی ہیں) کے ترجمہ پر ختم کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ ہماری قوم کی اہل دول خصوصاً وہ نوجوان تعلیم یافتہ جنٹلمین جنکے دماغ علوم جدیدہ سے منور ہو چکے ہیں۔ اور مغربی ملبوس اور فرنیچر اور طرز معاشرت کے دلدادہ ہیں۔ "کلوا واشربوا" ہی کے سامان سے اپنی کوٹھی۔ بنگلوں کی آراستگی نفرمائیں گے۔ بلکہ "لا تسرفوا" پر بھی عامل ہونگے۔ جو ایک قسم کا شکریہ نعمات الٰہیہ ہے۔

۱ حضرت صادق ؑ نے فرمایا کہ مال جو آدمی کے پاس ہے۔ وہ خدا کا مال ہے اور

۱ لمعہ حلیۃ المتقین۔ ۲ تفسیر عمدۃ البیان۔

امانت ہی آدمی کے پاس اور اجازت دی ہے۔ کہ اوسکو کھاوے۔ اور یہ اسمیں سے میانہ اور لباس پہنے میانہ۔ اور نکاح کرے میانہ اور سواری رکھے میانہ۔ اور جو اسکے سوا ہے۔ وہ فقرائے مومنین کو دیوے۔ اور اپنی پریشانی کو اس مال سے دفع کرے۔

پس جو شخص ایسا کریگا۔ اُسنے حلال کھایا۔ اور حلال پیا۔ اور حلال پہنا۔ اور نکاح حلال کیا۔ اور سواری حلال پر سوار ہوا۔ اور سوائے اسکے جو ہے وہ حرام ہے۔ یہ اسواسطے ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے۔ کہ "انه لا یحب المسرفین" دوسری حدیث میں فرمایا۔ کہ جسکے پاس کھانا ایکدن کا ہو۔ اور پھر وہ آدمیوں سے سوال کرے۔ تو وہ مسرفین میں داخل ہے۔ اور پہننا اس کا بھی تکبر کے

بیان اسراف

قصد سے اسراف ہے۔ اگر بوزن کوہ اور سونا طاعت خدا میں صرف کرے تو وہ اسراف اسراف نہین ہے۔ اور اگر ایک درہم خدا کی نافرمانی میں خرچ کرے تو وہ اسراف ہے اسی طرح دیگر معاملات میں بھی غور کریں۔ تو ہماری قوم۔ اس مرض اسراف مین مبتلا پائی جائیگی۔ اسکا علاج صرف یہی ہے۔ کہ حکماے ربانی اور اطبای روحانی کے ذریعہ سے جو نسخے اس مرض صعب کے دفعیہ کے واسطے ہم تک پہونچے ہیں۔ انسے علاج کیا جاوے۔ تو یہ اور ایسے ہی دیگر امراض سار یہ سے نجات ملے گی۔ ورنہ مرض تو مزمن ہو چکا ہے۔ اگر غافل رہے۔ تو نتیجہ بجز تباہی و بربادی اور کیا ہوگا۔ اللھم احفظنا

پس اہم فرض یہ ہے کہ ہر متنفس ذی فہم موجودہ زمانہ کی رفتار کو پیش نظر رکھے۔ "ڈر مع الدھر کیف ما دار" اور وہ وسائل و ذرائع مہیا کرنے چاہئیں۔ کہ جنسے موجودہ اثاث البیت اور جائدادیں محفوظ رہیں۔ صرف محفوظ رکھنا قابل تحسین نہیں۔ بلکہ اسکو ترقی کے معراج پر پہونچانا اور نیک مصرف میں خرچ کرنا لائق تعریف ہے۔ جس کا ثمرہ عمدہ مرتب ہوگا۔ اور ہم صنفوں میں عزت و آبرو کی زندگی بسر ہو گی۔ دین و دنیا میں سرخرو رہیں۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ واللہ ہادی الی سواء السبیل

غلام علی خاں۔ اورسیر سیتاپور

نوٹ۔ ایسے مضامین کئی لحاظ سے قابل قدر ہیں۔ اول تو اسلئے کہ جو لوگ اسلام کی گہری

تعلیم سے بےخبر ہیں اونکو معلوم ہوگا کہ اسکے لیئے اصول کس قدر جامع اور گہرے ہیں - اگرچہ عوام کی نگاہوں کے سامنے پردے پڑے ہیں -

دوسرے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نشاہ سے کہ مسلمان جو رسمیات پر عمل کرنے کو دین سمجھ لیتے ہیں وہ مذہب کے کس قدر سطحی اور محدود معنی لیتے ہیں - اور جب عمل اخلاق سے پہلوتہی کرتے ہیں تو اپنے اوپر اور اپنے مذہب پر ظلم کرتے ہیں۔ فقط ایڈیٹر -

# نارضامندی کی شادی

نہایت افسوس کی بات ہے - کہ شادی جیسی مفید ضروری رشتے کہ جسپر مرد و عورت کے تعلقات زندگی کا سارا دار و مدار ہے - اور جسکے بارے میں رسول مقبول صلعم کا یہ حکم ہے "النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی" کے انتخاب کا اختیار رسم و رواج نے چھین کر دوسرونکو دیدیا ہے ایسی کارروائی کے نتیجے کبھی قباحتوں سے خالی رہسکتے ہیں - کہ ذمہ داری کسی کی - اور اختیار کسی کا - اگر کوئی شخص اپنی پسند سے شادی کرلیتا ہے تو وہ سوسائٹی میں نکو بنایا جاتا ہے وہ لوگ جو اس اختیار پر غصباً قابض ہیں صرف دل سے رنجیدہ ہی نہیں ہوتے - بلکہ اپنے دل کا بخار شادی کرنیوالے کی تضحیک دوسروں کے سامنے کر کے نکالتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ جسکے ساتھ جنم کا سودا ہے - عقل ضروراس بات کی مقتضی ہے کہ اس سودے کی خریداری دیکھ بھال جانچ پڑتال کے بعد اپنی پسند کے موافق کیجائے نہ کہ برعکس سودا کرنے والے کو ناخلف کا خطاب دیا جائے -

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ہماری قوم کی عقل پر کیوں ایسا گہرا پردا پڑا ہے جبکہ وہ اس رسم کی قباحتوں اور مضرتوں کو اپنی آنکھ سے دیکھ رہی ہے - اور فائیوں ... رہی ہے ہم اپنی حد معلومات میں بہتیری مثالیں ایسی رکھتے ہیں کہ جنکی شادیاں انکے والدین نے باوجود ناپسندیدگی کا علم ہونیکے - اپنی خواہش کے مطابق کردیں جنکا نتیجہ جو ہونا تھا وہ ہوا - میاں بیوی میں کبھی اتفاق نہیں ہوا - بلکہ اکثر ایسا ہوا کہ میاں نے تو اپنا ٹھکانا کسی

دوسری جگہ لگایا اور اپنا دل کسی دوسرے سے ملایا باقی بیوی بیچاری جنم بھر دکھ سہتی رہی اور سہاگن ہوکر رنڈاپے کی مصیبتیں جھیلتی رہی اگر ... ناری سمرت نے بھی اختیار نہیں دیا تھا کہ وہ بھی اپنے دل کا مالک کوئی دوسرا پیدا کرے - اولاً تو ہر باپ کا یہ فرض ہے کہ کم سے کم خود اور نہیں تو احباب کے ذریعے بیٹے کا مزاج قبل تقرر نسبت کے ضرور لیا کرے چہ جائیکہ بیٹے کی ناراضامندی ظاہر ہو جانے پر بھی اپنی پسند کو ترجیح دے ایسا کرنا بالکل ستم ظریفی ظلم ہے - جتنی دور تک نظر دوڑائی وہاں تک یہ تسلی وہ خوشی جو بیاہ کا مقصود ہے کسی ایک آدھ ہی کو نصیب ہوتی ہوگی اور بات یہ ہے کہ ہو تو کیونکر ہمارے یہاں کا بیاہ کیا ہے کہ اندھے کا نشانہ ہے لگا تو تیر نہیں تو تکا - غور کرنے کی بات ہے کہ ایسے دو اشخاص جنکی طبیعت جدا - مزاج الگ - خصلت علیحدہ - محض اجنبی - نہ کبھی کی جان نہ پہچان - نہ ایک نے دوسرے کی حالت و مزاج کی کبھی تفتیش و تحقیقات کی - صرف اوپر والوں کی تجویز سے ملا دیئے جاتے ہیں - اب وہ شیر و شکر سا ملیں تو اونکی قسمت اور تیل پانی کا سا ملیں تو اونکی تقدیر - ہمکو تو بعض ایسی مثال بھی معلوم ہے کہ عورت جو محض مجبور اور شرم کی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہے اور اپنی قسمت کے فیصلہ کا بہت کم اختیار رکھتی ہے باوجود کسی ذریعے سے اپنے اظہار ناپسندیدگی کرنے پر بھی اجمل وہی رسم کے پلے ڈالدی گئی ہے اور آخر اوسکو اپنی جان دینی پڑی ہے -

بہت سی رسوم کی بنیاد اس وجہ سے جڑ پکڑے ہوئے ہے کہ وہ مذہبی سانچے میں ڈھال لی گئی ہیں - اس بنا پر ہم مذہبی عینک لگا کر جو دیکھتے ہیں تو ہمکو صاف نظر آتا ہے کہ ہم ہرگز نہیں شادی کے معاملے میں والدین کی اطاعت پر مجبور رکھے گئے ہیں - اور نہ والدین کو ایسا اختیار دیا گیا ہے - شرعاً یہ جائز ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہے اُسکا چہرہ اول دیکھ سکتا ہے - یہانتک کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے "انظروا وتخیروا لنطفکم" یعنے دیکھو اور اون میں سے اچھی پسند کر لو" ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہ نے آنحضرت سے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ میں فلاں عورت سے شادی کرنی چاہتا ہوں - آپ نے فرمایا کہ پہلے جا کر اوسکو دیکھ آؤ" (سنن ابن ماجہ باب النکاح) -

یہاں پر یہ اعتراض عائد ہو سکتا ہے کہ پردہ جو ایک ضروری شئے ہندوستان کے لئے ہے اُسکے قیام کی حالت میں تحقیقات کا راستہ ملنا نہایت مشکل ہے ۔ بیشک یہ سچ ہے لیکن آدمی اگر درپے تفتیش ہو تو بہت کچھ کر سکتا ہے ۔ مگر پہلے انتخاب کا ناجائز اختیار رکھنے والے اس اختیار کو اصل حقدار کے حوالے تو کردیں پھر دیکھیں کہ وہ آپ اپنی کوئی راہ نکالتے ہیں یا نہیں اگر نہیں نکالیں گے یا بعد شادی کوئی شکایت پیش کریں گے یا زوجین میں اتفاق پورا نہ ہوگا تو سارا الزام اُنکے سر آئیگا ۔ اور اُسوقت ہم آپکو سب کچھ بکنے اور ملامت کرنے کا حق رہیگا۔

پابندی رسم کی بدولت ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کتنی برائیاں پھیلی ہوئی ہیں کتنی آفتیں نازل ہورہی ہیں ۔ پھر بھی لوگ اسکا ساتھ نہیں چھوڑتے ۔ ایک شادی ہی ہے کہ جس سے غرض خانہ آبادی ہے مگر اسکے ہاتھوں خانہ آبادی کے عوض خانہ ویرانی ہو رہی ہے۔ محبت جو شوہر اور بیوی کے درمیان ایک لازمی شئے ہے ۔ زمانہ میں مشہور ہے ۔ مگر ہم اسکا برعکس دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو میاں غم کھا کھا کر گھلے جاتے ہیں اور دوسری طرف بیوی کڑھی جا رہی ہے ۔ نہ یہ خوش نہ وہ شاد پھر گھر ہو کسطرح آباد آخر کیوں؟ اے خانہ بر انداز ہندوستانی رسم یہ سب گل تیرے کھلائے ہوئے ہیں ۔ اور یہ سب فتنہ و فساد تیرے برپا کئے ہوئے ہیں ۔ نہ معلوم تو نے اپنی صورت پر کون سی جڑی کا پوڈر مل لیا ہے کہ باوجود تباہی و بربادی لوگ تیری پرستش سے باز نہیں آتے ۔ نہ معلوم تجھکو کون سا جادو منتر معلوم ہے کہ باوجود مضرت و نقصان لوگ تیرے دام فریب سے نہیں چھوٹنا چاہتے ہیں ۔ مگر یاد رکھیں تیرے پجاری کہ وہ اُسوقت تک نہیں پنپینگے ۔ جبتک کہ تیرا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرینگے فقط

ابو الکمال عبد الحکیم دسنوی ۔

**نوٹ** اگر کوئی صاحب اس مضمون کے خلاف رائے رکھتے ہوں ۔ تو وہ بھی شائع ہوگی بشرطیکہ طویل یا غیر مہذب نہ ہو فقط ایڈیٹر ۔

# ہماری ترقی کس طرح ہوگی

اس مسئلہ پر کہ دنیا میں انسان کی پیدایش سے کیا غرض ہے، اور اسکا اس جہان میں کیا کام ہے۔ بہت کچھ خامہ فرسائی کی گئی اور قدیم زمانہ سے حکما اور فلاسفر کچھ نہ کچھ اسکے متعلق لکھتے آئے ہیں۔ ہر ایک کی کچھ نہ کچھ رائے اسکے متعلق قائم ہوئی ہے " غرض جتنے منہ اتنی باتیں ہوگئیں۔ ان مذاہب مختلفہ کی تعداد جو متعدد حکما اور فضلا کی رایوں کا مجموعہ ہیں قریب دو سو تک پہنچ گئی ہے۔ مگر ان میں سے مہتم بالشان مذاہب تین ہی ہیں اور انھیں کو ان تمام رایوں اور مذاہب کی جڑ اور اصل اصول کہنا چاہیئے کیونکہ باقی انھیں کے فروعات ہیں۔ ان تینوں مذہبوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

"پیکیوریزم" "اسٹوئسزم" "پلاٹونیزم" پہلا مذہب اپیکورس کی طرف منسوب ہے اسکی رائے کا ماحاصل یہ ہے، کہ انسان کو اپنی تمامتر توجہ لذات جسمانی کے حاصل کرنے میں صرف کر دینی چاہیئے اسکی ہر طرح کی کوشش اپنی جسمانی راحت کے لیے ہونا چاہیئے اسکا فرض اس عالم میں اسی قدر ہے کہ کھائے پیئے عیش و آرام سے بسر کرے اور چلتا ہو اسکے نزدیک روحانیت کوئی شے نہیں اور اس خبط میں پڑنا گناہ عظیم ہے؛ دوسرا مذہب زینوں کی طرف منسوب ہے زینوں کا خیال پہلے مذہب کے بالکل مخالف ہے اس عالم میں اسکے نزدیک راحت و لذت موجود ہی نہیں کہ جسکی طرف کوئی توجہ منعطف کی جائے۔ بلکہ دنیا دار المحن ہے اسمیں حقیقی راحت نایاب ہے اسکے نزدیک انسان کا کام یہاں ریاضت جسمانی اور نفس کشی ہے اسنے اپنے پیرؤں کو یہ تعلیم دی تھی کہ حقیقی راحت یہاں معدوم ہے لہذا یہ دنیا رہنے کے قابل نہیں ہے کامیاب وہی شخص ہے جو موت و زندگی یہاں برابر سمجھے چنانچہ اس قسم کے واقعات تاریخ میں پچاسوں ملیں گے کہ زینوں کے بہت سے پیرؤں نے خودکشی کر لی اور ہنسی خوشی اپنی جان دیدی گویا اپنے زعم میں وہ نجات ابدی کے مستحق ہوگئے " تیسرے مذہب کا بانی مبانی افلاطون ہے اسکا خیال یہ ہے کہ سعادت حقیقی اس میں ہے کہ

انسان اپنی تمامتر توجہ سائنس یا فلسفہ کے پڑھنے میں صرف کر دے اور اپنی قوت عقلیہ کے نتائج سے فیضیاب ہو۔ جسمانی ضروریات کیطرف زیادہ توجہ نہ کرنی چاہیئے کیونکہ یہ فانی چیزیں اور فانی قابل توجہ نہیں ہیں۔ ان حکما کی رایوں میں خود اسقدر اختلاف ہے اور انکے اقوال اس مسئلہ میں اسقدر متضاد ہیں کہ کوئی قول فیصل اختیار کرنا سخت دشوار امر معلوم ہوتا ہے انمیں سے کسی کوئی مذہب لیا جا دے اور اسکی پابندی کیجائے تو بداہتہً ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ یہ انسانی نیچر کے بالکل مخالف ہے۔ ہمکو طریقہ وہ اختیار کرنا چاہیئے جو معتدل ہو اور تکلیف مالا یطاق کے مرتبہ پر نہ پہونچا ہو ہمارا تو اصول یہ ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا پھر ہم اپنے اس اصول کے خلاف کیوں عملدرآمد کریں ہمکو سب سے پہلے انسان کے نیچر پر نظر ڈالنی چاہیئے اور اسکے بعد ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اسکی فطرت کس چیز کا تقاضا کر رہی ہے۔ ہمکو قدما کی طرح محض وہم پرستی اور ظن سے کام نہ لینا چاہیئے بلکہ یقین و توثیق کے ساتھ دلائل حسیّہ سے اپنی رائے کا اثبات کرنا چاہیئے۔ انسان پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو اسکے حیات حیاتی یا تنازعات بقائی میں دو بڑی قوتوں کو اسپر مسلط پاتے ہیں جو اسی سرعت کے ساتھ ہنکا رہی ہیں۔ پہلی محرک قوت جسمانی ہے اور دوسری روحانی ہے اسکے جسمانی بواعث اسکو اپنی مادہ جسم کی حفاظت پر مجبور کر رہے ہیں خواہ وہ شخصی ہو یا نوعی یا کسی حیثیت سے ان دونوں سے متعلق ہو دوسرا باعث یا محرک روحانی علم و حکمت کی حاجت کا احساس ہے۔ جس پر انسان کے وجود و بقا کا انحصار ہے۔ یہی دو محرک سرمادی اور روحانی ترقی کے سبب ہیں جو انسان حاصل کر چکا ہے یا آیندہ چلکر حاصل کریگا۔ نیچر نے ان دونوں عاملوں کے آثار کو اسطرح باہم ملا دیا ہے اور ان دونوں کا تعلق اسی طرح کا ہے کہ یہ قریب قریب لازم و ملزوم ہوگئے ہیں۔ کیا دنیا میں کوئی متمدن قوم ایسی ہوئی ہے کہ اسنے مادی ترقی بغیر علمیت کی مدد کے حاصل کی ہے یا کوئی ایسا ملک بتلایا جاسکتا ہے جہاں کے باشندوں نے بغیر مادی ضروریات کی طرف توجہ کیئے ہوئے علم و فضل میں کمال حاصل کیا ہو۔

کیا وہ خصوصیات جنکی بدولت انسان کو حیوانات پر ترجیح ہے بغیر مادیات کی طرف توجہ کیئے ہوئے حاصل ہوسکتے ہیں نہیں کبھی نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اپنی توجہ مادیات سے

مثال لیں۔ دیکھا کیا ان لوگوں کی حالت ہمارے پیش نظر ہے جنھوں نے تو اہمات فطرت سے کام نہیں لیا کیا وہ آج پردہ گمنامی میں نہیں پوشیدہ ہیں۔ کیا اسکو کوئی عقل سلیم جائز تصور کریگی کہ مختلف اقوام میں ربط ضبط کیلئے تو ذرائع کثیر دستیاب ہوں اور ایک قوم ایسی حالت میں چھوڑ دی جائے کہ اسکو دوسری قوموں سے ملنے کیلئے مدت مدید درکار ہو۔ کیا یہ کہ ایک ملک سیر ہو اور اسکے باشندے کھاتے پیتے ہوں اور دوسرے ملک والے بھوکوں مرتے ہوں کوئی اچھی بات ہے نہیں کبھی نہیں۔ اگر مادی کامیابی قابل توجہ مقصد انسانی نہ ہوتا تو انسان میں اسکی ضرورت کا احساس ہی کیوں پیدا کرتا۔ اور پھر اس تشنگی کے بجھانے کے سامان کیوں مہیا کرتا لہذا نیچر کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے جسمانی امور کی تحسین میں سعی کرنے کے واسطے پیدا کئے گئے ہیں لیکن اسی کے ساتھ ہمارا فرض روحانی ترقی اور اخلاقی خوبیاں پیدا کرنا بھی ہے جو ہماری روح کو پاک اس عالم سے لیجائیں اور برائی زنگ آلودگیوں سے آلودہ ہونے دی۔ یہی مطلب قرآن پاک کی اس آیت کا ہے وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ انسان کا کام اس عالم میں روحانی و مادی دونوں قسم کی ترقی کے واسطے کوشش کرنا ہے۔ ہماری اس تھیوری کا عقل و نیچر و گذشتہ و موجودہ حالات سب ساتھ دیتے ہیں اور ہمارا یہ دعوی ٹھیک اور بالکل ٹھیک ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے یہ خیال ملت اسلام کی بدولت آیا یہ خصوصیات ہیں۔ جنپر اسلام کو ناز ہے نبی صلعم فرماتے ہیں "اعمل لدنیاك كانك تعيش ابدا و لآخرتك كانك تموت غدا" لیکن اس نتیجہ پر پہونچتے پہونچتے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ تمھارے اوپر کے قول اور کلام پاک کی اس آیت "وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون" میں تطابق نہیں اسکا جواب ایک مستقل عنوان اسلام و عبادت سے کسی آئندہ نمبر میں دیا جائیگا۔ فقط ضیاء الحسن۔

# مثنوی کلمۃ الحق

(مرتبہ ۱۸۸۳ء)

**دیباچہ** جب یہودیوں کے مظالم نے مسیح علیہ السلام کو چین نہ لینے دیا اور اُس روح پاک سے محض اسوجہ سے عداوت بڑھنے لگی کہ وہ احکام کی حقیقت پر زور دیتے تھے اور علما اور اتقیائی یہود الفاظ کی تعلیم پر بسر کرتے تھے تب ان لوگوں نے اونکو ادعائے حکومت میں گرفتار کرا دیا - پائلیٹ جو شہنشاہ روما کی طرف سے گورنر تھا اوسنے حضرت عیسیٰ کی چہرہ مقدس کو دیکھکر کہا کہ یہ شخص تو مجرم نہیں معلوم ہوتا اور تخلیہ میں لیجا کر باتیں کیں۔ آپ سے پائلیٹ نے دریافت کیا کہ تم کون ہو مسیح نے جواب دیا کہ "میں حق کا شاہد ہوں"۔ یہ سنکر پائلیٹ نے پوچھا "حق کیا چیز ہے"۔ مگر جواب کا انتظار نہ کیا - کیا وہی سوال ہمارے زمانہ میں چاروں طرف سے نئے اور پرانے لوگ کریں گے اور اسیطرح سچے لوگوں کو ایذا دینا پسند کریں گے؟ اسکا جواب دینے کی بجائے ہم عصر جدید کے ناظرین کے سامنے مولانا حالی مدظلہم کی بے نظیر مثنوی جو مختصر ٹوٹتی ہوئی بحر میں تینتیس برس پہلے لکھی گئی تھی چھاپتے ہیں - **انتخابات مفید** میں اسکو پڑھکر ناظرین ضرور مستفید ہوں گے۔

اے راست گوئی کیا قہر ہے تو
شے کوئی تجھسے کڑوی نہ ہوگی
ہے ناگواری پہچان تیری
یاروں کو کرتی اغیار تو ہے
رشتے ہزاروں تونے تڑائے
سقراط کو زہر تونے دلایا
بے جرم مسموم تونے کرائے

اے حق کی تلخی کیا زہر ہے تو
حنظل میں ایسی تلخی نہ ہوگی
الحق قہر ہے شان تیری
چلوائی گھر گھر تلوار تو ہے
باپوں سے بیٹے تونے چھڑائے
شبیرؑ کو قتل تونے کرایا
سولی پہ معصوم تونے چڑھائے

رستے عرب کے تونے نکالے
بدر و احد میں رن تونے ڈالے

موسی کو فرعون سے تونے بھگایا
احمد سے مکہ تونے چھڑایا

تونے صلہ میں بخشے ہیں آکر
سولی کے اور رنگ کانٹوں کے افسر

مظلوم کتنے تیرے سہارے
ایلی ہی ایلی کہتے سدھارے

خونخوار لشکر ہیں ساتھ تیرے
رنگیں لہو میں ہیں ہاتھ تیرے

تیری جلو میں رسوائیاں ہیں
سنگت میں تیری تنہائیاں ہیں

تدبیر سے ہے تو ناکامیوں کی
تقریب سے تو بدنامیوں کی

تو آشتی کی رہتی ہے دشمن
تو مصلحت سے رکھتی ہے ان بن

قطع و برش سے ہے تاثیر تیری
رہتی ہے ننگی شمشیر تیری

ہوتی ہے جس جا تو جلوہ گستر
دفتر بہت سے ہوتے ہیں ابتر

پڑتی ہے ہل چل ہر مرحلے میں
آتی ہے دنیا اک زلزلے میں

حق معبدوں میں ہوتا ہے داخل
ہوتے ہیں جھوٹے معبود باطل

اوٹھتا عمل ہے لات و صفا کا
ہوتا ہے گھر پر قبضہ خدا کا

عبرانیوں کا اڑتا ہے پرچم
صف قبطیوں کی ہوتی ہے برہم

ہوتے ہیں اخیار احمد کے ساتھی
بو جہل کے سب چھٹتے ہیں ناتی

---

اے راست گوئی اے تیغ براں
تیرا مخالف کیوں ہو نہ دوراں

سب وحشت انگیں مضموں ہیں تیرے
نت مصلحت پر شب خوں ہیں تیرے

گن تیرے جن پر ظاہر ہوئے ہیں
وہ تیری دھن میں آخر ہوئے ہیں

امڈا جہاں سے سیلاب تیرا
پھر وہاں نہ کشتی ٹھہرے نہ بیڑا

اٹھتی ہیں دل سے جب تیری موجیں
ہوتی ہیں نازل وہاں حق کی فوجیں

دیتی ہے ہمت اونکو سہارے
کرتی ہے امید پنہاں اشارے

عزم اونکی مشکل کرتا ہے آساں
دل اون سے لاکھوں کرتا ہے پیماں

چھپا جاتا ہے ظلمت گو بحر و بر میں
سب ہے روز روشن اُن کی نظر میں

زور اُنیہ تیرے ہیں آشکارا
مٹھی میں اُن کے عالم ہے سارا

حفظ تیرا جہاں ہی تیری سمائی
پہ بہتا وہاں ہی نظروں میں آئی

شاہوں سے گردن جھکتی نہیں واں
طوفان میں کشتی رکتی نہیں واں

---

اے بات گوئی تو ہے وہ افسوں
منکر بھی دل سے ہیں جس پہ مفتوں

تلخی میں تیری طرفہ مزا ہے
ہر دل میں چبھتی تیری ادا ہے

تو نے جہاں دی آواز جا کر
لاکھوں سر اُٹھے تیری صدا پر

ہوتی ہے دھیمی پرواز تیری
بڑھتی ہے کم کم آواز تیری

پھر دوڑتی ہے یوں مرد و زن میں
جس طرح آتش لگتی ہے بن میں

بنتے ہیں دشمن انصار تیرے
ہوتے ہیں قیدی احرار تیرے

پطرس نے چھوڑے یار آشنا سب
پڑون پہ دیکھی تیری ادا جب

ڈالا عمر پر جب تو نے سایہ
ارقم کے گھر میں آ سر جھکایا

آہٹ سے تیری کرتے ہیں جو رم
ہیں گدگداتے دل اُن کے ہر دم

جوں جوں وہ زد سے کرتے ہیں دوری
ضرب اُنیہ تیری پڑتی ہے پوری

جاتا ہے آہو جب چوٹ کھا کر
گرتا ہے آخر کچھ دور جا کر

تجھ سے بھی جو ہیں وحشی بدکتے
پھر پھر کے تجھ کو جاتے ہیں تکتے

گو حق کی تلخی پائے ہوئے ہیں
پر چوٹ دل پر کھائے ہوئے ہیں

بھاگے ہیں کھا کر زخم نہاں وہ
جائیں گے بچ کر تجھ سے کہاں وہ

دلدوز ہیں سب تیری ادائیں
کڑوی ہیں تیری ساری دوائیں

زہر ہلاہل برسوں پئیں جب
بیمار تیرے پائیں شفا تب

دیتی ہے اول تو زخم کاری
مرہم کی آخر آتی ہے باری

کل ہے مسرت ہے آج غم تو
دیتی ہے امرت کہتی ہے سم تو

ہوتی ہے سچ سے جب سبکو نفرت — تو جھوٹ پہ وہاں کرتی ہے لعنت
جس جا تعصب ہی ہیں ایماں — انصاف کا غل کرتی ہے تو وہاں
رسم سلف پر مرتے جہاں ہیں — رسموں پہ حملے تیرے وہاں ہیں
تقلید جس جا ہے طوق گردن — تقلید ہیں سے ہے تیری ان بن
کرتی ہے وہاں تو و اعظ کو رسوا — سب و حی منزل قول اُسکا جس جا
وہاں مقلدوں پہ ہیں تیرے دھاوے — ہیں مثل قرآں جس جا فتاوے
پجتی ہیں قبریں جب اولیا کی — تو ہے دہائی دیتی خدا کی
جس ملک میں ہے حیار سمی غلامی — ہوتی ہے تو وہاں بردوں کی حامی
غل بھیڑیوں کا پڑتا جہاں ہے — تو بکریوں کی وہاں پاسباں ہے
زہر اُس عسل کو تو ہے بناتی — جس میں حلاوت ہے سب کو آتی
اُس نیش میں تو کہتی شفا ہے — نیش اجل کا جس میں مزا ہے
ہندی میں تیری تازی کی بو ہے — مشرق میں کہتی مغرب کی تو ہے
جس سرزمیں میں پانی ہے عنقا — تو چھیڑتی ہے وہاں ذکر دریا
ہر سو جہاں ہے طغیان باراں — شور العطش کا کرتی ہے تو وہاں
ساونیوں کا خطہ پاتی جہاں ہے — اندھوں کے آگے کرتی فغاں ہے
طوفاں کی آہٹ پہلے سے پاکر — بہروں میں چرچا کرتی ہے جاکر
ڈاکے کی آمد ڈاکے سے پہلے — کہتی ہے جاکر تو کارواں سے
بلبل ہے گل پر جب چہچہاتی — اُس دم خزاں سے تو ہے ڈراتی
پاتی ہے گھر میں جب کچھ دھواں تو — آگ آگ کا غل کرتی وہاں تو
جب دیکھتی ہے قومیں بگڑتی — ہے آگ میں تو قوموں کی پڑتی
کرتی ہے ظاہر انکی خطائیں — دیتی ہے انکو بیچیدہ رائیں
گر منعموں پر تو ہے برستی — گر جھاڑتی ہے مفلس کی سستی
دیتی ہے طعنے بے غیرتوں کو — کرتی ہے رسوا بے عزتوں کو

للکارتی ہے تو کاہلوں کو / چٹکارتی ہے تو حیا بلوں کو
جھڑکی ہے تیری عادت میں داخل / ترشی ہے تیری طینت میں داخل
بگڑے ہیں دل تجھسے بے نہایت / لاکھوں سنے کی ہے تیری شکایت
یہاں نام تیرا جس نے لیا ہے / عالم کو اپنا دشمن کیا ہے
احکام تیرے ٹلتے رہے ہیں / تیرے نوشتے جلتے رہے ہیں
پہونچایا جس نے پیغام تیرا / جمہور میں وہ بدنام ٹھہرا
کتنوں نے جانا ماحیٔ سنن کو / کتنوں نے مانا کافر علیؑ کو
طوفاں اٹھائے اہل ہدیٰ پر / بہتاں باندھے زین العبا پر
نعماں کو دی بدعت سے نسبت / کی شافعی پر برپا قیامت
مالک پہ لائے آفت جفا جو / یہاں تک کہ اکھڑے مفصل سے بازو
کی ابن حنبل کی یہ مدارا / چہرہ پہ تھوکا کوڑوں سے مارا
نکلے ائمہ اکثر وطن سے / خالی ہوا رے ابن حسن سے
کتنوں کی باندھیں ذلت سے مشکیں / کتنوں کے رسّی ڈالی گلے میں
مرتد بتایا اہل یقیں کو / ٹھہرایا زندیق ارباب دیں کو

---

ای کلمۂ حق تیری بدولت / مردوں پہ گذری کیا کیا مصیبت
ٹھہرے جہاں میں بیگانے سب سے / تکفیر ہوئے رد دیوانے جب سے
دنیا نے اُن پر گو ظلم توڑا / دامن انھوں نے تیرا نچھوڑا
ہے تلخ و شیریں ہر بات تیری / سننے میں کڑوی کہنے میں میٹھی
کانوں کو تو ہے گو ناگوارا / منہ سے نکلنا تیرا ہے پیارا
جو حرف حق سے بھاگے بگڑ کر / حق انکو لایا گردن پکڑ کر
حق کے سب آخر طالب ہوئے ہیں / نت حق کے دعوی غالب ہوئے ہیں
ہوتا نہ ہرگز جگ میں اجالا / حق کا نہ ہوتا گر بول بالا

ان راست لوئی اتی ابر رحمت — ہے اس چمن میں سب تیری برکت
گر تو نہ بنتی یہاں سایہ افگن — برباد ہوتا کب کا یہ گلشن
عالم ہے سرسبز تیرے قدم سے — آباد یہ گھر ہے تیرے دم سے
باغ جہاں کو بچایا ہے تو نے — آئی خزاں کو ڈرایا ہے تو نے
تو بیکسوں کی یاور رہی ہے — تو گمرہوں کی رہبر رہی ہے
جن بستیوں میں تو چھائے — کھیتی انھیں کی یہاں لہلہائے
پہنا اپنی جس جا تو نے زباں کی — حکمت نے منزل آ کر وہاں کی
رہبر نہ ہوتا گر نور تیرا — یونان میں ہوتا ہر سو اندھیرا
گر مصر کی تو کھوتی نہ خامی — مصری نہ ہوتے عالم میں نامی
سیریا میں حق کا جھنڈا نہ گڑتا — سایہ اگر وہاں تیرا نہ پڑتا
جنبش نہ ہوتی گر تیرے لب کو — قبلہ کیے تھا اک مغرب کو
ہوتے رہے ہیں سب ملک و ملت — سرسبز تجھ سے نوبت بہ نوبت
مشرق میں جب تھی تیری حکومت — چھائی ہوئی تھی مغرب میں ظلمت
جب دور تیرا مغرب میں آیا — مغرب کو تو نے مشرق بنایا
کھلتے رہے ہیں گل تیرے ہر سو — مہکی ہے اکثر یہاں تیری خوشبو
گو تجھ میں تلخی حد سے سوا ہے — پر تیری دارو صحت فزا ہے
ہر بول تیرا جوش غضب میں — ہے حق کی آواز راہ طلب میں
گو علم کی تو ہے زندگانی — پر جہل تیرا دشمن ہی جانی
جاہل ہمیشہ تجھ سے لڑے ہیں — نادان ہزاروں تجھ سے اڑے ہیں
لاکھوں بلائیں آئیں تجھ پر — اکثر گھٹائیں چھائی ہیں تجھ پر
ملکوں نے تجھ پر حملے کیے ہیں — قوموں نے تجھ سے بدلے لیے ہیں

---

اے کلمۂ حق اے سرِ یزداں — جس وقت ہو تو پردہ سے عریاں

| | | | |
|---|---|---|---|
| ہوں تیرے حیدر انصار بھوڑی | | دشمن بست ہوئی در باریہ پتے | |
| | عالم ہو تیرا حبیب آشنا سا<br>حالی کو رکھیو، آشنا سا | | |

# ماہ گذشتہ

**زراعتی کھیت قائم کرنا** اردو اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان بھی اب کسی قدر کوشش کر رہے ہیں کہ تجارت اور بینکنگ میں حصہ لیں۔ یہ تحریک نہایت ضروری اور مفید ہے اور اگر تجربہ کار۔ کفایت شعار اور ایمان دار آدمی ملجاویں تو اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں۔

لیکن یہ امر بھی ضروری ہے کہ لوگ علمی طریقہ کی زراعت کی طرف متوجہ ہوں۔ اس طریقہ میں مقابلہ بھی نہیں ہے۔ میں نے ایک موقعہ پر جبکہ سرکاری حیثیت سے اگریکلچر سے تعلق تھا۔ ایک میموریل لکھا تھا اس بات پر جناب نواب احمد علیخان بہادر ریجنٹ سے عرض کیا تھا کہ نمونہ کے فارم بناویں اور جناب ممدوح نے بھی اس تجویز کو پسند کیا تھا اگر ہمارے دوست سید عبداللہ شاہ قادری منسٹر حال کو توفیق ہو تو وہ نہایت آسانی سے عملدرآمد کرا سکیں۔ یا نواب احسن علی خاں بہادر یا ذوالفقار علی خاں اپنی جاگیر میں اسکا انتظام کریں امید ہے کہ اور ریاستیں جہاں زمین افتادہ پڑی ہے رامپور اور مالیر کوٹلہ کی طرح اس معاملہ میں پیش قدمی کریں گی۔ خاص کر ایسی ریاستیں جیسے بھوپال۔ بہاولپور۔ ٹانک وغیرہ۔ بھوپال کی عالی خیال اور ہمدرد والیہ محترمہ سے زیادہ ہمکو امید ہے کہ اس کام میں پیش قدمی فرماویں گی

**کانفرنس کی کمیٹیاں** محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس نے اس سال بذریعہ ایجنٹوں کے دس پندرہ مقامی کمیٹیاں قائم کرائی ہیں۔ جن کی متعدد روئدادیں بھی انسٹیٹیوٹ گزٹ میں دیکھی گئیں مگر ابتک قوم کی اصلی اصلاح اور عوام کی بہبودی کے لیے کوئی کام شروع نہیں کیا گیا۔ نہ اس کا

ارادہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر خالی انجمنوں سے کیا فائدہ

**حدوث مادہ** اب سے چند ماہ قبل آریہ مسافر میگزین نے حدوث مادہ پر ایک طویل مضمون ۲۳۰ صفحہ کا لکھکر ثابت کرنا چاہا تھا کہ مادہ قدیم ہے۔ دسمبر عصر جدید کے ایک مضمون کا یہ جواب ہے۔ اگرچہ اس میگزین میں ہماری نظر سے اسقدر سخت بلکہ فحش اور وحشیانہ مضمون گذرے ہیں کہ ہم کو حق نہیں کہ اُسکے جواب کی طرف متوجہ ہوں لیکن خاص اس مضمون میں ایک شاہجہاں پوری مضمون نگار نے تہذیب سے کام لیا ہے دلائل جو حدوث مادہ کے رد میں لکھے ہیں ڈیڑھ دو صفحوں میں بیان ہو سکتے ہیں۔ باقی تکرار اور لفاظی اور غیر متعلق باتیں ہیں۔ لیکن ہم کو اب تک صرف اسقدر فرصت ہوئی ہے کہ اس مضمون کو ایک دفعہ دیکھہ جاویں اور جواب طلب امور پر پنسل سے نشان کر دیں۔ تاہم بشرط فرصت اسکے جواب سے ہم آریا مسافر میگزین کو محروم نہ رکھیں گے۔

**روس و ایران کا انقلاب** روس میں آئے دن سخت بلوے۔ بغاوتیں۔ قتل۔ غارت۔ اور سوختنی کئی سال سے جاری ہے اور بہت چھوٹے پیمانے پر ایران میں بھی انقلاب کے آثار نمایاں ہیں۔

روس کی گورنمنٹ قبل جنگ جاپان کے رعایا کے مقابلہ میں نہایت زبردست تھی اب اُسکا رعب جاتا رہا اور رعایا ہاتھ پاؤں ہلانے لگی۔ مطلق العنان حکومت سے اب ہر جگہ نفرت ہونے لگی ہے۔

ایران کی گورنمنٹ پچیس تیس برس سے سخت کمزور اور کم لیاقت ہے اور وہ صرف اسوجہ سے ابتک بغیر اصلاح کے رہی کہ روسکو ایران کی ترقی قومی اور اصلاح ہرگز منظور نہ تھی اور وہ رعایا کے خلاف بادشاہ کی ضرور مدد کرتا۔ اب روس دوسری طرف مصروف ہے۔ ایران کو موقع اصلاح کا ہے بشرطیکہ کوئی عملی لیڈر کھڑا ہو جاوے۔

**دو زندہ انجمنیں** ہم نے اس سے قبل چند ماہ ہوئے لکھنؤ میں بیداری کے آثار کے عنوان سے ایک نوٹ لکھا تھا جس میں ذکر تھا کہ عموماً مسلمانوں میں انگریزی تعلیم پھیلانے کے لیئے ایک انجمن بنام اودھ ایجوکیشنل ایسوسی ایشن قائم ہوئی

سب میں زیادہ تر اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان ممبر ہیں ۔ اور ایک انجمن **حمایت الایمان** قائم ہوئی جس کا مقصد ہے فرقہ اثنا عشریہ کے طلبائے سرکاری مدارس میں مذہبی تعلیم پھیلانا اور اخلاق ائمہ کو پبلک میں لانا۔

دونوں انجمنوں کے بانی ہمارے بڑے مہربان بزرگ تھے دونوں کے بانی ذی ہمدرد گریجویٹ تھے ۔ دونوں کے قواعد نہایت خوبصورت اور مکمل مختلف جلسوں میں تیار ہوئے۔

لیکن جب قواعد بن چکے تو انجمنیں بھی عالم بقا کو چلی گئیں ۔ کیوں ؟ نہ اسلیے کہ ممبروں میں فساد ہوا یا ناچاقی تھی ۔ بلکہ اس لیے کہ دونوں انجمنوں نے اصلاح تمدن کو اپنے مقاصد میں شامل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس انکار کی روحانی پاداش اُن کو ملی ۔ نہ یہ مطلب ہے کہ یہ امر اس پیشین گوئی کی وجہ سے تھا جو اول میں کر دی گئی تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اصلاح تمدن میں کام کرنے سے انکار کی وجہ وہی تھی جو انجمن کے ٹوٹ جانے کی علت تھی۔

عملیت اور جوش آفریں جوش ہمارے افراد میں نہیں ہے ؎

نیند آتی ہے پر نہیں آتی

**نیک فالی**

دنیا میں کوئی دولت ایسی قیمتی اور کمیاب نہیں ہے جیسی عقل سلیم اور فہم صحیح معاملات کے اوپر رائے دینے سے ہمارے اخبارات اور میگزین بہت کم اس بات کا خیال کرتے ہیں کہ انکی رائے کسی جامع اصول کے تابع ہے یا نہیں۔ اور وہ اصول بھی عقلی لحاظ سے صحیح اور مفید ہے یا غلط و مضر جب اخبارات جو اس زمانہ کے واعظوں کا کام کرتے ہیں پریشاں خیالی میں مبتلا ہوں تو عام لوگوں یا پرانے عالموں کی شکایت پریشاں خیالی کی بیجا ہے۔

پھر اس بات کو دیکھکر ہمکو بہت خوشی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے اہل الرائے میں آہستہ آہستہ ایک مشترک خیالی پیدا ہوتی جاتی ہے ۔ اس بات کا ثبوت ان مضامین سے ہوتا ہے جو دو ماہ ہوئے مسٹر دیا نرائن نگم ایڈیٹر زمانہ نے سودیشی تحریک پر بعض

ناموَر مسلمانوں سے بیچ ایسے سوالات حاصل کئے گئے تھے۔ ان مضامین یا خطوط کے لکھنے والے ہندوستان کے مختلف صوبوں اور مختلف لیاقتوں اور مختلف عمروں اور مختلف خیالات اور مختلف عقائد کے مسلمان تھے جیسے [illegible] مولانا حالی مولانا شبلی منشی ذکاءاللہ صاحب اڈیٹر عصر جدید شیخ محمد اقبال شیخ عبدالقادر صاحب سب کے الفاظ جدا مگر مطلب ایک تھا۔ سب نے اتحاد کی سوشل تحریک مفید ہے۔ لیکن اسکو پولیٹیکل بنانا مضر ہے۔ اور اس معاملہ میں اصرار کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

ہم اس اتحاد کو ہندوستان کے لئے ایک مبارک فال سمجھتے ہیں اگرچہ صاحبان مذکورہ بالا ایسے اصحاب ہیں جنکا تعلق براہ راست یا بطرز دیگر علیگڈھ سے ہے اور رہا ہے لہذا یہ اختلاف موجب تعجب نہیں ہو سکتا۔

## طوفان پریشان خیالی

گذشتہ سرشار ہوار کے لائق ایڈیٹر مسٹر وار حسین طرار لکھنوی نے پیشتر پچھلے پرچہ میں ہمارے مخدوم جناب مرزا عابد علی بیگ صاحب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ بجائے اسکے کہ لکھنؤ و شمالی ہندوستان کے امامیہ اثنا عشریہ فرقہ کے شرفا کو انگریزی تعلیم کی طرف آمادہ کریں مناظرۂ مذہبی میں پڑ گئے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب سے علیگڈھ کالج کی مخالفت دو تین سال سے شروع ہوئی ہے اوسوقت سے شیعہ اخبار و رسالے انگریزی تعلیم کا نام لینا گناہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قومی ترقی کے لیے یہ نہایت ضروری ہے اپنے مرکز لکھنؤ میں انگریزی تعلیم سے شیعہ جس قدر بے بہرہ ہیں وہ ناقابل بیان ہے۔ مسٹر طرار کا یہ مضمون آب زر سے لکھنے کے لائق ہے اور بالکل صحیح ہے۔ ہمارے پاس شیعوں کی پانچ سات اخبار و رسالے آتے ہیں۔ الحکم البتہ مسائل کلامیہ سے عالمانہ بحث کرتا ہے عموماً باقی پرچوں میں بار بار کے دہرائے مسائل مناظرہ کے یا بدزبانی اور طعن و تشنیع کے سوا دیگر مضامین کمتر نظر آتے ہیں۔ اپنے فرقہ کو سنجیدہ پختہ بنانے اون کے اخلاق و عادات کی اصلاح کرنیکی کوشش کوئی نہیں کرتا۔ ایک فیشن ہو گیا ہے کہ علیگڈھ کالج کو گالی گلوج سے یاد کیا جاوے۔ بعض اخباروں میں تو چند مرادآبادی اور دہلوی لوگوں نے یہ شعار

کر لیا ہے کہ عصر جدید پر ریویو دیکھے اور بیچھے تبرا بھیجا کریں۔ کبھی کسی مسئلہ پر ٹھنڈے دل اور متانت سے بحث نہیں کی گئی۔ اس طوفان بے تمیزی سے مرزا عابد علی بیگ صاحب بھی غالباً مرعوب ہوگئے ہیں۔ ایک رسالہ جو متین ہے وہ مفت بٹتا ہے لیکن کوئی شیعہ اوسکی مدد نہیں کرتا۔ اسلئے تعجب نہیں کہ چند روز میں وہ دالحکم بند ہو جاوے

**مضبوط ارادہ کی ضرورت**

مگر میں عصر جدید کے ہر شناہوا ر کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ کوشش برابر جاری رکھے اور خام عقل لوگوں کی پروا نہ کرے ایکدن اوسکی کوششیں پھلدار ہو جاویں گی۔ آجکل بدقسمتی سے شیعہ اخباروں میں سخت طوفان برپا ہے۔ مگر امید ہے کہ وہ چند سال کے اندر فرو ہو جاوے گا اور ان اخبارات کے خریدار اس قسم کی باتوں سے اُکتا جاویں گے۔ اُسوقت زور شور سے کام کرنے کا موقع ہوگا۔ اُسوقت لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی۔ کہ ہم نہایت سچے دوستوں کے دشمن تھے اور نہایت بیوقوف لوگوں کی ہاں میں ہاں ملانے والے تھے۔ اُسوقت لوگ سمجھیں گے کہ اپنی اخلاقی تمدنی اور روحانی ترقی اور تزکیہ نفس سب سے لازمی شرط انسانیت کی ہے۔ اُسوقت ہمارے دوست اشتعال آمیز ناولوں اور ڈراماؤں کو اُسی نظر سے دیکھیں گے جسکی وہ تحریرات مستحق ہیں۔

ہم نے اس سے پہلے مختلف طوفانوں اور شوروں کے مقابل استقلال دکھایا ہے۔ اسلئے امید ہے کہ ہمارے نئے دوست بھی ہمکو مرعوب نہ کر سکیں گے۔

چیں بر جبیں ز جنبش ہر خس نمی شوند  دریا دلاں بہ آب گہر آرمیدہ اند

مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کے ہر فرقہ میں مضبوط طبیعت اور خدا ترس لوگ متفق ہو جاویں اور محض ہوا کے رُخ پہ چلنا چھوڑ دیں۔ فقط ایڈیٹر

# پروفیسر لانگسلی

امریکا نے جو آج دنیا میں ترقی کی ہے اس سے کون نا واقف ہے چار دانگ عالم میں انکے تمدن و تہذیب کا شہرہ ہے مگر یورپ کا ہمیشہ یہ اعتراض انپر ہوتا تھا اور کسی قدر چسپاں بھی تھا کہ وہ ہماری ہی تحقیقات سے فائدہ اُٹھاتے ہیں علوم و فنون کی اشاعت میں انکو خاص دستگاہ ہے مگر یہ سب ہماری بدولت انھوں نے کوئی ایجاد و اختراع نہیں کیا اور نہ کوئی نئی بحث پیدا کی لیکن یہ انکا اعتراض اسی وقت تک مانا گیا جب تک کہ پروفیسر لانگسلی نے ساحت وجود پر قدم نہیں رکھا آج امریکا جس قدر اپنے علوم و فنون کی اشاعت پر فخر کرتا ہے اس سے کہیں زائد علمی اختراعات پر فخر کرنے کا اسکو موقع حاصل ہے۔

اس مشہور پروفیسر کی پیدایش کا سنہ ۱۸۸۳ - اور تاریخ ۲۲ - اگست ہے سچ ہی قدرت جس شخص کو جس کام کے لیئے بناتی ہے اوسمیں ابتدا ہی سے وہی شنائیں اور اسی کے میلان نمودار ہوتے ہیں دس برس کے سن میں پروفیسر مذکورہ روڈ کالج میں تعلیم پا رہا تھا چونکہ طبعی میلان ہیئت اور میکانکس کی طرف تھا لہذا انھیں دونوں مضمونوں کی اسے تعلیم دی جانے لگی اور یہ بالکل واقعہ ہے کہ اسی دس برس کے سن میں وہ چھوٹی چھوٹی ٹلسکوپ بناتا تھا اور انسے آسمان کا نظارہ کیا کرتا تھا - وہ اپنے دل میں چونکہ یہ ٹھان چکا تھا کہ مجھے ایک انجینیر ہونا ہے لہذا ریاضی کی تعلیم پر اسنے زور دیا اور اسمیں کمال پیدا کر لیا ۱۸۶۴ء میں یورپ کی سیر کو آیا اور ایک سال قیام کرکے امریکا واپس چلا گیا یورپ پہونچکر اسنے اپنا یہ ارادہ مستقل کر لیا کہ میں ریاضی ہی میں کوشش کرونگا اور اسی سبجکٹ کو ترقی دونگا - لہذا کچھ دنوں اسنے ہاورڈ میں قیام کیا اور اسکے بعد پولس کالج میں ریاضی کا پروفیسر مقرر ہو کر چلا گیا اس کالج کے متعلق ایک مختصر رصدگاہ بھی تھی اسکا انتظام بھی لانگسلی کو کرنا پڑا اسکی محنت اور اسکے شوق نے

اسے اس حالت میں نہیں چھوڑا بلکہ اور ترقی کے ذرایع بہم پہونچائے پینسولینا یونیورسٹی کالج کا پروفیسر علم ہیئت مقرر ہوا اس کالج کے متعلق ایک بہت بڑی رصدگاہ تھی جو خراب اور ابتر حالت میں تھی لانگسلے کے قدم کی برکت نے اسکو اس مرتبہ پر پہونچا دیا کہ امریکا بھر میں اگر کسی رصدگاہ کے وقت پر بھروسا کیا جاتا تو وہ یہی رصدخانہ تھا - ریلوے لائن ٹیلیگراف اور تمام تجارتی امور اسی کے وقت کے پابند تھے - اس فوقیت کی بدولت جو کچھ رصدگاہ کو فائدہ ہوا وہ سب آلات وغیرہ کی خرید میں صرف کر دیا گیا - قرص آفتاب کے متعلق پروفیسر مذکور درس دیا کرتا تھا اسکو خاص اس صنعت ہیئت میں کمال تھا - اسکے بنائے ہوئے نقشے یا شکل شمسی تمام ہیئت کی کتابوں میں رائج ہیں اور کوئی شخص ابھی ایسا نہیں آیا کہ جسنے ایسے اچھے نقشجات بنائے ہوں - سب سے پہلا آفتاب کے متعلق اسکا مضمون ۱۸۷۴ع میں شایع ہوا تھا جو اسکے آیندہ مضامین کا نمونہ تھا - اس زمانہ میں وہ اس مضمون کا درس دیتا تھا کہ آفتاب کی حرارت کے کیا اثرات ہیں اسکے دھبوں کا زمین کی حرارت پر کیا اثر پڑتا ہے - وہ بیان کرتا ہے کہ جب آفتاب کا دھبہ کم ہوگا تو زمین کی حرارت زیادہ ہوگی اور جب آفتاب کا دھبہ بڑا ہوگا تو زمین کی حرارت کم ہوگی - لیکن ان دونوں حرارتوں میں جو فرق ہے وہ اسقدر کم ہے کہ بدقّت محسوس ہوتا ہے - اسوقت تک آفتاب کی حرارت کا اندازہ کرنے کیلئے جو آلات موجود تھے وہ ان تغیرات کی وجہ سے جو بدقت محسوس ہوتے تھے اسکے نزدیک ناکافی تھے لہذا اسنے بیرومیٹر ایجاد کیا جو سب سے عمدہ آلہ حرارت شمسی کے اندازہ کا ثابت ہوا -

۱۸۸۷ع تک وہ اس رصدگاہ کا منتظم رہا اسکے بعد وہ مسٹر سمتھسون نے خواص جائداد کا منتظم یا سکرٹری ہو گیا اور جو کروڑ ہا روپیہ کی تعلیم کے مصارف کے لیئے اس نے وقف کی تھی اخیر عمر تک اسی عہدہ پر قائم رہا ۲۲ - فروری ۱۹۰۶ع کو اسنے انتقال کیا - حرکات ہوائیہ کے متعلق بھی اسکی تحقیقات عجیب عریب ہیں ہوا میں اُڑنے کا ایک آلہ بھی اسنے ایجاد کیا تھا جسکی تصویر ہماری پیش نظر ہے اسکی تصانیف زیادہ ہیئت کے متعلق ہیں

اور مضامین بھی اسکے شایع ہوئے ہیں۔ فقط ایڈیٹر

# کتب ماہ گذشتہ

ہمارے پاس مفصلہ ذیل کتب بہ غرض اظہار رائے موصول ہوئی ہیں (۱) آثار اکبری اپنی وضع کی پہلی کتاب ہے۔ سر سید مرحوم نے اب سے [illegible] برس پہلے دہلی کی عمارتوں کے متعلق آثار الصنادید لکھی تھی۔ معین الدین [illegible] نے آگرہ کے تاج گنج کی تاریخ اور کیفیت عمارت اب سے دو سال قبل شایع کی [illegible] اب منشی [illegible] احمد صاحب [illegible] نے بڑے اہتمام سے لکھکر محنت اور [illegible] یہ کتاب چھاپی ہے۔ سرکاری [illegible] کے لیئے یہ کتاب زینت ہوسکتی ہے اور یقین ہے کہ عمارات اور آثارات کے قدر کرنے والے اور پرانے امرا و سلاطین کے حالات کے شائق اس کتاب کی قدر کرینگے۔

مولوی سید غلام جبار صاحب کا قصیدہ میلادیہ غالبًا فروخت کے لیئے نہیں ہے۔ [illegible] مصنف کی خوش اعتقادی کا نہیں بلکہ علومات حدیث و قرآن اور شاعرانہ لیاقت کا عمدہ ثبوت ہے۔ چند اشعار تبرکًا درج ہیں۔

نام نامی ہے محمد اور لقب محمود ہے	فخر دنیا فخر دیں [illegible] الدین [illegible] الورئی
حضرت آدم سے عیسی تک جو گذری ہیں نبی	[illegible] و سرداران سب [illegible] انبیا

(۱) آثار اکبری۔ کاغذ درجہ اعلی فلسکیپ خوشخط [illegible] [illegible] عمارات و [illegible] [illegible] اکبر آباد جسمیں فتحپور سیکری و دیگر متعلق مقامات کی عمارات کے تفصیلی حالات و نقشہ قیمت [illegible] مؤلفہ سعید احمد [illegible] آگرہ

(۲) قصیدہ میلادیہ سید الکونین صلعم منظومہ مولوی سید محمد غلام جبار صاحب مع حواشی احادیث [illegible] صفحہ مطبوعہ مطبع دار الاسلام حیدر آباد دکن۔

(۳) رہنمائے تعلیم رسالہ ماہواری بڑے افادہ طلبائے مدارس مرتبہ منشی [illegible] سنگہ [illegible] صفحہ ۳۰ حجم ۲۲-۱۰ چھاپہ چوپلی قیمت نہیں لکھی ہے۔

(۴) حل نکات بیدل مولفہ و مصنفہ مجید السنہ مشرقیہ مولوی احمد حسن صاحب شوکت ایڈیٹر شحنہ ہند صفحے ۱۰۶ قیمت [illegible]

رسم ہندوں پر جو تھا نظر اللہ کو رحمۃ اللعالمین کو خلق میں پیدا کیا

**حل مشکلات بیدل** فارسی اور اردو شاعری اور خاصکر مشکلات شعر کے سمجھنے والا کوئی ایسا نہیں جو مولانا شوکت کے نام سے واقف نہ ہو۔ اور دیوان غالب جیسی مشکل کتاب کا حل آپ نے کیا ہی تھا کہ ایک دوسری سخت ترین فارسی تصنیف کی طرف توجہ کی یعنے دیوان بیدل کی شرح لکھی ہے۔ اپنے معانی کی لطافت اور مشکل پسندی میں ایسا دیوان شاید کسی زبان میں دوسرا نہیں ہے اور ہم مولانا شوکت کو مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ اس کا حل چھاپ سکے۔ اگرچہ ان کوششوں کا قدردان ملنا آجکل محال ہے۔ دو شعر ذیل میں درج ہیں۔

بقا نہ ہوس آنقدر مفروش شہرت کروفر چو غبار انجمن سحر نفسے شمار و ہوا طلب
زہوا کے کبر و سرمنی ہمہ راست ننگ فروتنی تو بذوق منصب ایمنی زپر شکستہ ہما طلب

حل۔ غبار انجمن سحر کی طرح ہوس کا افسانہ بیان کر کے شہرت کروفر کی دوکان نہ کھول یعنے ہوا و ہوس کی باتوں کو فروغ نہ دے۔ ایک سانس گن اور ہوا کا طالب ہو کر فنا ہو جا۔ یعنے اگر تو نے اپنے کروفر کی شہرت فروخت کی بھی تو نتیجہ وہی فنا ہے۔

لوگ غرور اور تکبر کی خواہش میں فروتنی کو عار سمجھتے ہیں۔ تو سب سے بیخوف اور فارغ ہو جانے کے ذوق میں اپنے ٹوٹے ہوئے پروں (فروتنی) کو اپنے لئے ہما بنا اور تکبر اور غرور پر لات مار۔

**شیخ صدوق** ابو جعفر محمد بن علی بن حسینی قمی (علیہ الرحمہ) مذہب امامیہ میں منجملہ چار کتب حدیث کے ایک کے جامع ہیں اور چوتھی صدی ہجری کے نہایت جلیل القدر عالم ہیں۔ اور انکا درجہ شیعوں میں ایسا ہی جیسا اہل سنت والجماعت میں **امام مالک** کا۔

انھوں نے **امامیہ اثنا عشریہ** کے جملہ عقائد مذہب معاملہ میں ایک رسالہ میں لکھے ہیں جس سے زیادہ جامع اور سلیس تصنیف نہیں ملسکتی جسمیں اسقدر بڑے بڑے مسائل کا ذکر ہو۔ اس کتاب کا ترجمہ مدرستہ العلوم علیگڈھ کے شیعہ طلبا کے نصاب میں داخل ہوا ہے اور سید اعجاز حسین صاحب سلمہ نے بہت صاف اور خوشخط ترجمہ (۸۲ صفحہ پر تقطیع ۱۸×۲۲ قیمت ۸) شایع کیا ہے ہر شیعہ کو خصوصاً اور محقق مذاہب کو عموماً یہ رسالہ بغرض فائدہ حاصل کرنیکے پڑھنا چاہیئے ملنے کا پتا جامع مسجد مراد آباد ابو عبد النقی صاحب قزلباش ایڈیٹر

# جاپانی لکچر کا ترجمہ

(مقدمہ جون سنہ ۱۹۰۶ میں چھپا)

اسوقت میں جاپان کے موجودہ ملکی اور تمدنی فرقے کی چند خاص اسباب پر کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ان دنوں جاپان کو بطور ایک ایسی مثال کے پیش کرنا جس کی ترقی ارتقا کے عام قواعد سے مستثنیٰ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے لوگوں کا بیان ہے کہ جاپان نے نیم وحشیانہ حالات سے یکایک دنیا کی شائستہ قوموں کے مقابلے میں ترقی کر لی ہے یہ منقولہ "کہ کوئی قوم ایک روز میں پیدا نہیں ہوتی" بالکل پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ جب یہ حضرات جاپان کے متعلق اس قسم کی گفتگو کرتے ہیں تو یہ فرض کر لیتے ہیں کہ جاپان مغربی تمدن کے داخل ہونے کے قبل بالکل وحشیانہ اور نیم شائستہ حالت میں تھا اگر میں خیال کرتا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے اکثر حضرات کو جاپانی مدبر کا وہ مقولہ یاد ہو گا جو کہ اس نے لندن کے اخبار کے ایک اڈیٹر سے اُسوقت میں کہا تھا کہ جب جنگ روس اور جاپان کی ابتدا تھی ایک ملاقات میں اُن سے اُس نے کہا کہ ہم جاپانی کئی سالوں سے تمکو صنعت وحرفت دیتے رہے ہیں لیکن ساتھی تم یقیناً خیال کرتے رہے کہ جاپانی نیم مہذب اور وحشی ہیں لیکن جب ہم نے ایکہزار روسی ایک دن میں مار ڈالے تو تم کہتے ہو کہ جاپانی اب مہذب ہو گئے ہیں

مسٹر پریسیڈنٹ اور جنٹلمین مجکو اس امر کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمکو اس قسم کی تہذیب پر بھروسہ نہیں ہے۔

جبکہ میں موجودہ تغیرات اور انقلاب پر کچھ گفتگو کر رہا ہوں تو غالباً مجکو اس امر کے کہنے کی ضرورت نہوگی کہ مغربی طریقہ کے داخل ہونے کی قبل بھی ہم میں کسی نہ کسی طرح کی تہذیب و شائستگی موجود تھی ہم مہذب تھے یہی ہمارا اسوقت مرتبہ تھا ایک حد تک ہمارے پاس خود ہمارے فنون موجود تھے جاپانی رسم ورواج ہی خود ہماری تہذیب تھی۔ اور سب سے زیادہ جس پر ہم فخر کرتے ہیں جاپان میں ایک زبردست اسپرٹ موجود تھے اور جب ہم نے مغربی تمدن اور تہذیب کو اختیار کیا تو ہم اسکو اختیار کرنے کے لئے کئی سالوں سے بلکہ مجکو یہ کہنا چاہیے کہ صدیوں سے طیاری کر رہے تھے

ایک لحاظ سے جاپانی ہزار سالوں تک ایک گہری نیند سوتے رہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ مجھکو یہ کہنا چاہیے کہ وہ اسی مدت تک طیاری کرتے رہے چند اجنبی مصنف ہمکو جاپان کی ترقی کے بارہ میں کچھ تبلائیں گے۔ انمیں سے اکثر جاپان کے ہسٹری کا زمانہ بیس۲۰ یا چالیس۴۰ برس کا قرار دینگے اور اس سے آگے نہ رہیں گے لیکن مجھکو کہنا چاہیے کہ قبل اس کے یہ صدی شروع ہوئے ہمارے یہاں ہمدرداں قوم تب ہی سے تھے انقلاب کے لیے ہمارے یہاں سرگرم سپروکار اور پُرجوش وکلا موجود تھے۔ بہت سے شہدا ابھی ہیں بہت سے ایسے شہیدوں کے نام بتا سکتا ہوں جنھوں نے اپنی زندگی کو ملک کے اوپر سے نثار کر دیا۔ اور صرف انھیں شہیدوں کی وجہ سے جاپان کو ہم بہ حالت موجودہ پاتے ہیں اور جبکہ میں جاپانی قوم کے سپرٹ کے بارے میں کچھ بیان کرتا ہوں جس کی کہ بہت سی مثالیں مغربی تمدن کے داخل ہونے سے پہلے کی موجود ہیں تو مجکو سب سے پہلے جاپانیوں کے ایثار نفس کی اسپرٹ کا ذکر کرنا چاہیے۔ جو کہ مغرب سے نہیں لیگئیں ایثار نفس کے مادے کو میں ان بہت سے ذریعوں سے ثابت کر سکتا ہوں جو کہ سنہ گزشتہ میں ظہور میں آئے ہیں۔ حتیٰ کہ خود شہنشاہ نے لوگوں کو ایثار نفس کی نصیحت کی اور اس نصیحت نے چند نوجوانوں میں ملک کی اصلاح کی وکالت کرنے کی روح پھونک دی انقلاب کے شروع ہونے کے قبل اور غالبًا اس سے بھی پہلے تھے ساگا سویر نے جسکے زمانہ کو دو سو برس گذر گئے واقعات زندگی پڑھے ہونگے۔ اس نے اپنی زندگی کو اپنے ملکی بھائیوں کے اوپر سے نثار کر دیا۔ اس کو معہ اسکی بیوی اور بچوں کے صلیب دی گئی۔ اور جبکہ وہ صلیب پر چڑھا دیا گیا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ اگر اسکے پاس پانچہزار نفوس ہوتیں تو وہ نہایت خوشی سے انکو اپنے ملک کے لوگوں کے لیے نثار کر دیتا جاپان کے نوجوانوں کو یہ اسپرٹ ہوشیار کر رہی ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ میں صرف اس عجیب واقعہ کے بیان پر کفایت کر سکتا ہوں کہ انقلاب کے شروع میں تین سوامراؤں نے متفق۔ اور متحد ہو کر اپنی کل جائدادیں شہنشاہ کے نذر کر دیں میرا خیال ہے کہ اسکی مقابلہ میں کوئی اور مثال دوسری قوم کے ہسٹری میں موجود نہیں ہے اور تب بھی جتنا کہ تم جانتے ہو جاپان خود غرض قوم ہے یہ خود غرضی

سلہ اب میں آپ سے بہت سی نکتہ چینیاں سننا نہیں چاہتا۔ مگر گذشتہ زمانہ میں ہمارے بہت سے دوستوں سنے یہ نکتہ چینی کی تھی کہ جاپان خود غرض قوم ہے ❖

صرف جاپان ہی نہ تھا بلکہ بہت سے فرنچ - برٹش - جرمنی - امریکن سے ملاقات [illegible] کم خودغرض نہ تھے بہ نسبت ہمارے - اور جب میں ہندوستان میں آیا تو مجھکو معلوم ہوا [illegible] کی حالت ان قاعدوں سے مستثنیٰ ہے لیکن ہم بالکل خودغرض نہیں تھے تاہم [illegible] کے حاصل کرنے کے لیے بالکل طیار رہیں اور اسکا اقرار کرنے کے لیے بھی جو کہ ہم [illegible] سے حاصل کرتے ہیں اور جب ہم جاپانیوں کے اصلاح کے بارہ میں کچھ گفتگو کرتے [illegible] ان بہت سے اصولوں اور خیالات کے ماننے کے لیے طیار رہیں جو کہ ہمنے مغرب سے حاصل کیے ہیں [illegible] بغیر ہم کچھ نہ کر سکتے تھے اور جب ہم اصلاح کے چند سوالوں پر غور کرتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ [illegible] پہلے ان اصولوں اور بنیادی خیالات پر غور کرنا چاہیے جنھوں نے [illegible] ہماری لیڈروں کو ایسے خیالات کی جانب توجہ دلائی میرے خیال میں اس سے بہتر [illegible] طریقہ نہیں ہو سکتا کہ میں حلف کے ان اصلی اصولوں کو نقل کردوں جو کہ ہمارے شہنشاہ نے [illegible] انقلاب شروع ہونے کے وقت ظاہر کیے تھے تم جانتے ہو کہ اسکی حکومت [illegible] اسنے اپنے حال کو حسب ذیل الفاظ سے ظاہر کیا -

(۱) سلطنت کے کل معاملات کے انجام دہی عالم آرائے سے ہوگی -

(۲) سوشل اور پولیٹیکل اکانمی کے اصول ہمارے ملک کے دونوں طبقوں [illegible] کو خوشی سے سکھلائی جائیگی -

(۳) سوسائٹی کے ہر ممبر کو اس کی بہتر [illegible] مقاصد کے خواہش کو مستقل طور سے انجام دینے کے لیے مدد کی جائیگی -

(۴) کل برے خیالات اور رواج مٹا دیے جائینگے اور کل [illegible] ٹھیک طریقے [illegible] جائینگے جو کہ آسمان اور زمین کے درمیان میں واقعی رشتہ رکھتے ہیں -

(۵) امپیریل حکومت کو مستقل اور محکم طور سے قائم کرکے دنیا کے ہر حصہ سے عقل اور [illegible] تلاش کی جائیگی -

تم جانتے ہو کہ انھیں اصولوں کو مدنظر رکھ کر تعلیمی کالج جاری کیا گیا ملٹری تعلیم پر نظرثانی کی گئی قوانین دیوانی و فوجداری مغربی ڈھنگ پر مرتب کی گئی [illegible] اور کل [illegible]

ترقیاں حاصل کی گئیں اور جب ہم ان بادشاہی حکومت کے ان اصلی اصولوں پر غور کرتے ہیں تو ہم نہایت خوشی سے ان باتوں کے ماننے کے لیئے تیار ہیں جو کہ ہم نے مغرب سے لیں کیونکہ گو جاپانی کتنے ہی خود غرض کیوں نہ ہوں لیکن وہ دوسروں سے اچھی باتوں کے حاصل کرنے کی خواہش مند ہیں کوئی قوم جو کہ اسقدر خود غرض اور خود پرست ہو میرے خیال میں ایسی حیرت انگیز ترقی نہیں کرسکتی اور یہ اصلاحات بیرونی ہیں نہ کہ اندرونی میرا خیال ہے کہ کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی۔ اس لیئے جب میں تمھاری سودیشی تحریک کے بارے میں کچھ سنتا ہوں تو میں تمھاری قوم سے اس تحریک کی ہمدردی کرتا ہوں۔ کیونکہ اگر میں صحیح سمجھتا ہوں تو سودیشی تحریک خود مختاری اور اپنے اوپر آپ بھروسہ کرنے کی اسپرٹ ہے اور اگر یہ اسپرٹ عمدہ طور سے قایم رہے۔ تو میرا خیال ہے کہ اس قوم کے لیئے آیندہ بہت کچھ امید ہے۔ میرا خیال ہے کہ جو کچھ تم دوسروں کو دیتے ہو اور اُنسے لیتے ہو اس سے اس اسپرٹ میں بہت کچھ قوت آجاتی ہے۔ اب میں ان مختلف طریقوں اور مادی حالت پر کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں جو کہ ہمنے مغرب سے حاصل کی ہیں لیکن اگر ہم وہاں رک جائیں اور خیال کریں تو میں ترقی کے مادی ہیجان کی نسبت کچھ کہہ سکتا ہوں لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ ہم سخت غلطی کریں گے کیونکہ ان سب باتوں کے اصلی بانی صرف گورنمنٹ ہے اور گورنمنٹ لوگوں کو ٹھیک نہیں بنا سکتی۔

گورنمنٹ لوگوں کو شایستہ نہیں کرتی۔ ہم لوگوں کی اصلاح اور انکے طبقوں میں انقلاب پیدا کرنا چاہیئے۔ اور وہ اصول کیا ہیں۔

اگر مجھکو اجازت دیجائے تو میں انمیں سے خاص امور کو ظاہر کرونگا۔

(۱) جمہوریت کا خیال مغرب سے لیا گیا اور جیسا کہ تم نے گذشتہ شب میں میرے دوست ڈاکٹر موٹا واکی زبانی سنا ہے۔ چالیس یا پچاس سال قبل ہمارے جاپان میں ذات کی تفریق موجود تھی ہماری ذات کے طریق بہت کچھ اس سے متشابہ تھے جو کہ تمھارے ہندوستان میں ہیں ہمارا خود ایک شہنشاہ ہوتا تھا اور وہ خدا کا بیٹا سمجھا جاتا تھا۔ ہمارا گذر وہانتک نہ تھا نہ کسی کو اسکے دیکھنے کی اجازت تھی کیونکہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جو اس کو دیکھے

کہ وہ اندھا ہو جائیگا وہ اس قدر مقدس سمجھا جاتا تھا ۔ اس کے دیکھنے کی اجازت نہ تھی [illegible]
برس کے بعد آبادی کا ایک ثلث تین حصوں میں تقسیم کیا گیا [illegible]
تین طبقوں کے علاوہ ایک طبقہ اور بھی تھا جن کے ساتھ [illegible]
اور جو کہ مختلف پیشے کرتے تھے [illegible]
خیال نے جاپانیوں کے دلوں سے یہ خیال بہت جلد دور کر دیا [illegible] ہے لیکن ہم اصلی
تعظیم اور عزت سب سے زیادہ کرتے ہیں ۔ ان کل امراؤں کو عام لوگوں پر حکومت کرنے
کا کامل اختیار نہ [illegible] ہے ۔ اور اکثر امرا عام لوگوں کے [illegible] ہیں ۔

ان لوگوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے ۔ اور [illegible] ادنیٰ طبقہ کا کمینہ
سے کمینہ آدمی اپنی خوبیوں اور قابلیت کی وجہ سے اعلیٰ طبقہ میں ترقی کر سکتا ہے اگر
شہنشاہ کی مرضی ہو ۔ پس میں خیال کرتا ہوں کہ [illegible] کے اسپرٹ میں ہم مغرب کے بہت
لوگوں سے بڑھ گئے ہیں ۔ انسانیت کے اسپرٹ کے بعد ہم جاپانیوں کے ایثار نفس
کے بیان پر کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ مجھکو کہنا چاہیے کہ ان سب کا حال گذشتہ زمانہ
میں بہت تنگ و تاریک تھا ہم کل جاپانیوں کو اپنا بھائی سمجھتے تھے ہمارا خیال تھا کہ ہم کو
ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہیے لیکن کل اجنبی ہمارے دشمن تھے وہ ہمارے بھائی نہ تھے
لیکن ان سب کا یہ خیال بالکل تبدیل ہو گیا ۔ ہمنے جاپانیوں کی گذشتہ زمانہ کی
ضرب المثل ہمکو یاد ہے ۔

"ایمان کے پیچھے تمکو اپنے دشمن اپنے باپ کے دشمن اور اپنے مالک کے دشمن کے
ساتھ نہ رہنا چاہیے" [illegible] جس کے حاصل کرنے کا مادہ عالمگیر ہو گیا تھا یہ زمانہ کی زبردست
آواز تھی ۔ لیکن گذشتہ سالوں میں جنگ جاپان اور روس کے زمانہ میں تمنے کیا تبدیلی دیکھی
مجھکو امید ہے کہ آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ جب جاپانی جلا وطنوں کو [illegible] دریا کے راستہ میں روسیوں
نے پکڑ لیا تو اونہوں نے ہمارے جہازوں کو غرقاب کر دیا اور ہمارے ملاحوں اور سپاہیوں کو
سمندر میں ڈبو دیا میں نہیں خیال کرتا کہ دنیا میں کوئی ایسی انسانی قوم موجود ہو کہ [illegible]
[illegible] کا مقابلہ کر سکے لیکن تمکو یاد ہوگا کہ جب ایک روسی بیڑہ غرقاب اور تباہ ہوا تو ہمارے

سپاہیوں نے پانچسو ۵۰۰ روسیوں کی جانیں بچائیں ۔ میرے خیال میں انسانیت کی اسپرٹ جاپان میں تھوڑی نہیں ہے ۔ اس کے بعد آپ سے ایک جاپانی سپاہی کی بے رحمی کا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں ہمارا خیال ہے کہ بے رحمی کا صرف یہ ایک ہی واقعہ ہے جو کہ جاپانیوں سے منحوربا میں ظہور میں آتا ۔ ایکمرتبہ ایک روسی کو ایک جاپانی سپاہی نے قید کیا اور اسکو جاپانی کمپ میں لاکر ایک مضبوط رسی میں باندھ دیا اسکے کپتان نے اس کی اس بزدلی اور دماغی کمزوری پر بہت لعنت ملامت کی جسکے جواب میں سپاہی نے کہا کہ اس قیدی نے مجھے دانت سے کاٹ لیا ہے ۔ اس لیے میں نے ایسا کیا ۔ قیدی بلایا گیا ۔ اور جب کپتان نے اس قیدی سے دریافت کیا ۔ "جب کہ تم قیدی تھے تو تم نے ایک جاپانی سپاہی کی کاٹنے کی کیوں کوشش کی" اس نے جواب دیا "حضور میں جناب میں اسکا بوسہ لینا چاہتا تھا ۔"

لیڈیز اینڈ جنٹلمین ۔ لیکن تمکو وہ واقعہ یاد نہیں ہے جس کو تین سو ۳۰۰ برس کا زمانہ گذرا کہ مرکوڈ سکا نے تین ہزار لوگون کے کان کاٹ ڈالے اور وہ ان کٹے ہوئے کانوں کو اپنی سلطنت میں لایا تھا تاکہ اپنے ملک میں اپنی فتح کی یادگار قایم کرے ۔ وہ یادگار اب بھی دنیاوی یادگار کے نام سے موسوم ہے ۔ لیکن ان واقعات کے عوض جیسا کہ اب لوگوں کو معلوم ہوگا جاپانیوں کے عام لوگ ایک سوسائٹی موسومہ ریڈکراس ممبر ہونیکے بڑے شایق ہیں گذشتہ شمار اور اعداد کی رو سے میرا خیال ہے کہ اسکی ممبروں کی تعداد آٹھ لاکھ تیرہ ہزار ہے اور اس کی سالانہ آمدنی بیس لاکھ پونڈ ہے ۔ انمیں تین ہزار عورتیں سات ہزار مرد دو سو ۲۸۰ اسی ڈاکٹر ہیں جن کی نسبت یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ نہ صرف جاپانیوں کی بلکہ روسی سپاہیوں روسی قیدیوں اور چینیوں کی خدمت کرتی ہیں ۔

اسکے بعد اب مجھکو انسانی زندگی کے پرامید و دل شکن خیال[1] کی نسبت جو کہ ہمنے مغرب سے حاصل کیا ہے کچھ اپنی رائے ظاہر کرنا چاہئے میں نہیں کہتا کہ ہم گذشتہ باتوں کا بالکل عقیدہ نہیں رکھتے ۔ بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جاپان کی موجودہ اسپرٹ زیادہ تر بااُمید خیال

---

[1] آپٹی مسٹ فلسفیوں کی ایک جماعت ہے جس کا خیال ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں انسان کی بھلائی اور نفع پہونچانے کیلئے پیدا کیگئی ہیں پیسی مسٹ مخالف جماعت ہے جسکا خیال ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں مایوس کرنے والی ہیں ۔

بہ نسبت نا امید خیال کے جاپان میں ہے بدھ مذہب اور کنفیوشس کا مذہب شنتو مذہب جاپانیوں کے ملکی مذہب ہیں۔

وہ گذشتہ زمانہ کو ایک بہتر زمانہ خیال کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ دنیا کی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی ہے ہمارا آیندہ زمانہ کچھ زیادہ روشن زمانہ ہوگا انسان کا اخلاق روز بروز کمزور ہوتا جاتا ہے اور اسلئے مذہب نا امیدی کے عروج کو ہم روک نہیں سکتے اور یہ خیال ہے کہ نا امید سپرٹ نے جاپانیوں کو صدہا سالوں تک خواب خرگوش میں رکھا لیکن بہتری قوموں کے میل ملاپ اور اتحاد کی وجہ سے تم کو امید کا خیال پیدا ہو جانا چاہیے کہ اب تمنے بیشک امید کی ابتدا کر دی ہے جبکہ ہم اپنی ذاتی اور سوشل اخلاقی حالت پر غور کرتے ہیں مجھکو یہ بات ظاہر کرنا چاہیے کہ ہم گذشتہ زمانہ پر عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ آیندہ زمانہ پر اور قوموں کی قابلیت پر خیال کرکے ہم انکی آیندہ بہتری اور برائی کا عقیدہ رکھتے ہیں مجھکو اس امر کے کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم ایک مغربی اور بیرونی اشیا کے داخل کرنے کی خواہش نہیں کرتے مثلاً ضرورت سے زائد مادی اور دوسری اشیا جن کی داخل کرنے کی جاپانیوں خواہش نہیں ہے میں اس امر کے بیان کرنے کے لیے تیار ہوں کہ ہم نے کبھی جاپانیوں کو انہوں کی اجازت نہیں دی ہے مغربی خیالات پر گفتگو کرانے میں جو کہ ہمنے مغرب سے اخذ کر لیے ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ ہم ایک نرالی شے کی تقلید کرتے ہیں ہم جمہوریت کی اسپرٹ کی قدر کرتے ہیں مگر اسکے ساتھ اس وسیع انسانیت کی اس سے زائد عزت کرتے ہیں ہم انسان کی زندگی کے لیے با امید خیال کی قدر کرتے ہیں بغیر اسکے کوئی قوم بڑھ نہیں سکتی۔ اور جبکہ تم دوسرے ملکوں کی اشیا کو اپنی ملک میں رائج کرنا چاہتے ہو اگر میں نصیحت کر سکتا ہوں تو میں نصیحت کرونگا کہ تم ہر ایک شے کو رائج کرو لیکن اس اسپرٹ کو پیدا کرو جو کہ تمہاری اسی طرح اصلاح کرے جیسا کہ اسنے جاپان کی کی اور چونکہ یہ میرا آخری لکچر ہے اس لیے اس سلسلہ میں میں اپنے ہندوستانی دوستوں کو یہ آزادانہ نصیحت کرونگا کہ غور کرو موجودہ پر غور کرو گذشتہ اور آیندہ حالت پر میں جانتا ہوں کہ تمہارا گذشتہ زمانہ بہت ہی شاندار رہا ہے۔ کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن تمہارا آیندہ زمانہ اس سے زیادہ شاندار ہوگا اسلیے میرے ہندوستانی دوستو آیندہ کا خیال کرو۔ آیندہ کا خیال کرو۔ فقط جمال احمد مترجم

# ہمارا دوسرا انعامی سلسلہ

## پیشتر سے وسیع پیمانے پر

## یکم جون سنہ ۱۹۰۶ء سے ایکہزار روپیہ نقد کے ایکسو پچاس انعام بہ تفصیل ذیل :-

پچاس پچاس کے دو انعام = ایک سو روپیہ

بیس بیس روپیہ کے چار انعام = اسی روپیہ

دس دس روپیہ کے بیس انعام = دوسو روپیہ

پانچ پانچ روپیہ کے ایکسو چوبیس انعام - چھ سو روپیہ

## سرمہ مقوی بصر کے خریداروں میں تقسیم ہو رہے ہیں

یہ انعامات ایکسو پچاس خریداروں کا حق ہے جنکا نمبر خریداری خوش قسمتی سے انعامی نمبر ہوگا۔ خریداروں کو ان انعامات کی توقع رکھنی چاہیئے۔ یہ انعامی سلسلہ تاوقتیکہ سرمہ مقوی بصر کی دس ہزار شیشیاں فروخت نہ ہو جائیں جاری رہیگا -

انعام والے ایکسو بمیل بنک پر چیک روانہ کئے جاتے ہیں انعام یافتہ صحاب ان چیکوں کو ہندوستان بھر کے کسی بنک میں یا ہمارے پاس بھیجکر روپیہ وصول کر سکتے ہیں -

قیمت فی شیشی ۱ تولہ ۸/ - ۲ تولہ ۱۴/ - ۳ تولہ عہ/ - ۴ تولہ عیعہ/ ۵ تولہ عگ/ خرچ وی پی پارسل بذمہ خریدار

پرچہ ترکیب استعمال ہر شیشی کے ہمراہ ہے

**فرمائشیں بنام شیخ غلام رسول پروپرائیٹر ڈائمنڈ ہال -**

**(تیار کنندہ سرمہ مقوی بصر) گجرات پنجاب آنی چاہئیں -**

سرمہ مقوی بصر

تیار کردہ

شیخ غلام رسول

پروپرائیٹر ڈائمنڈ ہال

گجرات پنجاب

یہ سرمہ نو سال سے تیار ہوتا ہے جو اپنی عمدگی کیوجہ سے پنجاب ہندوستان کشمیر بلوچستان برہما اور چین میں بکثرت فروخت ہوتا ہے بڑے بڑے معزز سوداگر حکیم اور ڈاکٹر اسکے ایجنٹ ہیں اور روز بروز بڑھتے جاتے ہیں بیشمار اصحاب نے اسے مفید پاکر اپنے اور اپنے عزیزوں کے استعمال کیلئے خریدا ہے نواب صاحب ... نے اپنی عالی بلند ہمتی کی تقریب میں اسکی ہزار ہا روپیہ خرید کی اور مفت تقسیم کرایا ہے - معزز خاندانوں کی بیگمات اسے خود بھی استعمال کرتی ہیں اور بچوں کی آنکھوں کو بھی اس سے روشن اور خوبصورت بناتی ہیں - یہ روزانہ ہزاروں آنکھوں میں استعمال ہوتا ہے دھند - جالا - پھولا - خارش - پانی کرنا - سرخی - ضعف بصر - پڑبال - ناخنہ اور ککروں وغیرہ کیلئے خصوصیت سے مفید مانا گیا ہے

## ہماری گذشتہ انعامی اشتہار کے سلسلہ میں

### جو بہ عنوان

### پانچ پانچ روپیہ کے بیس نوٹ مفت تقسیم ہوا کرینگے

### شایع ہوا تھا

### ذیل کے بیس اصحاب نے پانچ پانچ روپیہ کے بیس نوٹ حاصل کیے

(۱) نواب محسن الملک بہادر - ایم اے او کالج علیگڈھ

(۲) قاضی محمد عبد الرحیم صاحب مدرسہ باقیات الصالحات کرنول (مدراس)

(۳) حاجی نبی بخش صاحب معرفت منشی علی محمد صاحب پوسٹ ماسٹر بٹگوال

(۴) بابو کرم چند صاحب بلوکنگ اسٹیشن ماسٹر لسمر

(۵) چودھری عطا محمد صاحب ذیلدار و میونسپل کمشنر شاہ دولہ

(۶) لالہ بھولا رام صاحب ہیڈ ماسٹر ۲۹ پنجابی ڈیرہ اسمعیل خاں

(۷) منشی خداداد صاحب مدرس جہنر ضلع راولپنڈی

(۸) میاں احمد دین صاحب پٹواری چک ۱۰ تحصیل پھالیہ

(۹) میاں رحیم بخش صاحب عطار گجرات -

(۱۰) بابو چراغ دین صاحب کلارک ٹی سکولنڈ سن رسالہ لمٹ ۳۳ لورالائی (بلوچستان)

(۱۱) میاں محمد اصغر پورٹر ریلوے اسٹیشن لاہور -

(۱۲) شیخ وارث دین صاحب سوداگر دہلی -

(۱۳) میاں محمد دین صاحب خیاط پوسٹ بیرانوالہ سیالکوٹ -

(۱۴) منشی روپ لعل صاحب مدرس اعلیٰ رسنہ تحصیل کھاریاں

(۱۵) بابو کاشی رام صاحب ہیڈ کیشیر پیپل بنک گجرات

(۱۶) مولوی محمد ندیم صاحب وکیل چودھوپور (راجپوتانہ)

(۱۷) منشی غلام رسول صاحب بورڈ سکول پشاور -

(۱۸) صوبیدار جنگ بہادر سنگھ صاحب ۲۹ پنجابی ڈیرہ اسمعیل خاں

(۱۹) سلطان محمد سپاہی بلٹن نمبر ۲۹ پنجابی کمپنی متعینہ مدرسہ

(۲۰) چودھری خدا بخش صاحب کوٹلی ضلع سیالکوٹ

# قابل قدر اور سستی کتابیں

مفصلۂ ذیل مفید اور خوشخط عمدہ کتب منیجر دفتر عصر جدید سے ملسکتی ہیں۔ اسکے علاوہ مولانا حالی کی سب تصانیف بھی یہں دفتر سے ملینگی

## کتب مصنفہ مولوی خواجہ غلام الحسنین سابق انسپکٹر مدارس بمبئی گجرات

۱۔ **اصول تربیت** ۔ یہ رسالہ جدید اور قدیم اصول کا جامع ہے۔ اور تمام والدین اور معلمین کو اور عام اہل علم کو اسکا پڑھنا ضروری ہے۔ نہایت عمدہ اور اعلی ترتیب سے مضامین اس میں جمع کیے گئے ہیں۔ جسمانی ۔ عقلی ۔ اخلاقی ترتیب کے اصول مقاصد طریقہ حصول بتائے گئے ہیں۔ یہ کتاب نہایت خوشخط اور صاف چھپی ہے حجم ۱۱۲ صفحہ قیمت . . . . . . . . ۱۰/۔

۲۔ **قوانین دولت** ۔ مسٹر یل کی کتاب لاز آف ویلتھ جسکی قیمت انگریزی میں ہے ہے۔ اسکا نہایت سلیس ترجمہ اعلی درجہ کے کاغذ پر رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں ۴۶ صفحہ پر چھپا ہے۔ دولت کیا چیز ہے؟ کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ کس طرح تقسیم ہوتی ہے؟ ۶۸ مضامین علم پولیٹکل اکانمی کے اسمیں اس طرح بیان ہوئے ہیں۔ کہ مبتدی اور عام شائقین آسانی سے سمجھ سکیں جو طلبا یا مدرسین یا عام شائقین اس علم کے ابتدائی اصول کو جاننا چاہیں اس سے بہتر کتاب انکو نہیں مل سکتی۔ مترجم نے بعض حواشی بھی دیئے ہیں قیمت . . . . . . . . . . ۴/۔

۳۔ **فن تعلیم** ۔ یہ کتاب اہل علم اور معلمین اور عام شائقین کیلئے جنکو تعلیم سے دلچسپی ہے مفید ہے۔ بقول شمس العلما منشی ذکاء اللہ صاحب اردو میں اس سے بہتر کتاب اس مضمون پر نہیں لکھی گئی۔ حجم ۵ جزو خوشخط قیمت . . . . . . . . ۶/۔

۴۔ **سیرت النبی** (حالات مکہ) صفحات اندازاً ۶۰۰ ۔ قیمت (۴/۔) زیر طبع ہے۔ درخواستیں درج رجسٹر ہوتی ہیں۔

## کتب از خواجہ غلام الثقلین بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل ہائی کورٹ

۵۔ **اصول و اخلاق اسلام** ۔ بیس صفحہ کا رسالہ بہت جلی اور خوشنما چھپا ہے۔ کم عمر بچیوں اور لڑکوں کیلئے مفید ہے اور سرکار نظام کے مدرسوں میں رائج ہے ۲ ؍ کے ٹکٹ وصول ہونے پر ۲ رسالے محصول ڈاک دیکر بھیجدیئے جائینگے

۶۔ **لکچر کانفرنس لکھنؤ** ۔ اصلی ترقی پر۔ قیمت . . . . . . . . . . ۲/۔

۷۔ **ایسیز اینڈ پاتھمز** ۔ علمی اور فلسفانہ مضمون انگریزی میں یعنی پولیٹکس تہذیب کلچر حیات المشاہیر اور منتخبہ کلمات۔ نہایت عمدہ کاغذ پر چھپے ہیں۔ حجم ۱۳۵ صفحے قیمت سابق عہ/ قیمت حال . . . . . . . . ۸/۔

**حیات جاوید** ۔ اس مشہور کتاب میں شمس العلما مولانا الطاف حسین صاحب حالی نے سرسید مرحوم کی سوانح عمری لکھی اور یہ تمام قومی اور ملکی معاملات میں مفصل جکیا ہے اور یہ اردو زبان کی بےنظیر سرمایہ فخر تصنیف ہے حجم ۵ جز قیمت صرف سعہ

۵۔ **حدوث مادہ** ۔ قیمت . . . . . . . . . . ۱۰/۔

المشتہر

منیجر عصر جدید لکھنؤ

کتاب لطائف و ظرائف۔ مصنفہ مولوی محمد عباس صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر سینٹ زیویر کالج بمبئی ۱۰ جز کی بہت صاف اور خوشخط مجلد کتاب ہے اور مفید اور دلچسپ لطائف اسمیں ہیں۔ قیمت عہ/ مصنف سے درخواست کرو۔

رجسٹر نمبر اے ۲۲۹ قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ

# عصر جدید

ایک ماہانہ ریویو

## مقاصد

مسلمانوں کو ایک عملی ۔ سنجیدہ ۔ اور کفایت شعار قوم بنانا

ایڈیٹر ۔ خواجہ غلام الثقلین سکرٹری اصلاح تمدن ۔ وکیل ہائیکورٹ

مقام اشاعت لکھنؤ گولاگنج

جلد ۴ ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء نمبر ۹

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ | مضمون نگار |
| --- | --- | --- | --- |
| (۱) | قادیانی تحریک نمبر ۲ | (۳۶۹) | غلام الثقلین ۔ |
| (۲) | بچپنے کی مذہبی تعلیم | (۳۷۴) | مرزا سلطان احمد خان اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر میانوالی پنجاب |
| (۳) | سیری سششماہہ رپوٹ | (۳۸۸) | ایک کشمیری ممبر صیغہ |
| (۴) | زمانہ اور ہم اور ہماری کفایت شعاری کی ضرورت | (۳۹۱) | محمد مسعود علی (امروہوی) |
| (۵) | نارضامندی کی شادی | (۳۹۹) | میر سید حسین ۔ تحصیلدار مؤ ضلع جھانسی |
| (۶) | ماہ گذشتہ | (۴۰۱) | ایڈیٹر ۔ |
| (۷) | کتب ورسائل ماہ گذشتہ | (۴۰۷) | ایڈیٹر ۔ |

مطبع منشی جے نرائن خیالی گنج شہر لکھنؤ میں چھپا

# اصول صیغہ اصلاح

۱۔ **عدل و اعتدال** ۔ یعنے میانہ روی ۔ پرہیزگاری ۔ سادگی ۔

۲۔ **کفایت شعاری** ۔ یعنے اسراف دولت اسراف وقت سے بچنا ۔ دولت کا صرف مفید کاموں میں کرنا ۔ رسمیات کے اخراجات میں کمی کرنا

۳۔ **سعی و محنت** ۔ گداگری ، بیکاری سستی کو قابل نفرت سمجھنا ۔ خود کام کرنا اور ایک شخص کو کام پر لگانا ۔

۴۔ **اتفاق** ۔ نیک مقاصد کے حاصل کرنیکے لیے ملکر کوشش کرنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا ۔

## ضروری ہدایات اور قواعد عصر جدید

(۱) رسالہ کا حجم ۴۴ صفحے سے کم نہ ہوگا ۔

(۲) قیمت پیشگی یا نقد ہوگی ۔ یا بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل سالانہ معہ محصول ڈاک وغیرہ عہ ؍

(۳) نمونہ کی درخواست کے ساتھ ۲ کے ٹکٹ آنے چاہیئیں ۔

(۴) خط و کتابت یعنے نام ۔ پتہ مضامین سب صاف اور خوشخط ہوں ۔

(۵) جملہ مناسب مضامین ترتیب اور گنجائش کے لحاظ سے چھاپے جاوینگے ۔ بصورت عدم ممانعت ایڈیٹر مضمون کو مختصر کرسکتا ہے ۔ مگر مطلب پلٹ نہیں سکتا ۔

(۶) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ہونا مناسب ہے ۔

(۷) جو صاحب ایکسال یا چھ ماہ کی سلئے چار نئے خریداروں کی قیمت روانہ فرماوینگے اُنکو ایکسال یا چھ ماہ کیلئے رسالہ مفت ملیگا

(۸) رسالہ نہ پہونچنے کی شکایت اندرون ۳۰ یوم وصول نہ ہوئی تو بعد رسالہ بھیجنا لازم نہ ہوگا ۔

(۹) ایسے معتبر کتب فروشوں کی ضرورت ہے جو ہمارا رسالہ اور کتب پیشگی یا بی پی لیں معقول کمیشن دیجائیگی تصفیہ بذریعہ خط و کتابت

**اجرت اشتہارات** (۱) جو صاحب اخبار و رسائل بقدر مساوی ہمارے اشتہار چھاپیں ان سے کچھ اجرت نہلی جائیگی ۔

(۲) فحش کتب یا ادویہ کا اشتہار نہ چھپیگا (۳) اجرت اشتہار فی سطر ۲ ؍ مگر عہ سے کم اجرت کا اشتہار نہ لیا جاویگا ۔

(۴) اجرت فی صفحہ ایکبار کے لیے عہ ؍ ششماہی عہ سالانہ عہ نصف صفحہ ایکبار عہ ششماہی سے سالانہ عہ

(۵) جبتک اشتہار نہ چھپے رسالہ صاحبان اشتہار کو بلا قیمت ملیگا ۔ مگر محصول ڈاک اُنکو بھیجنا ہوگا ۔